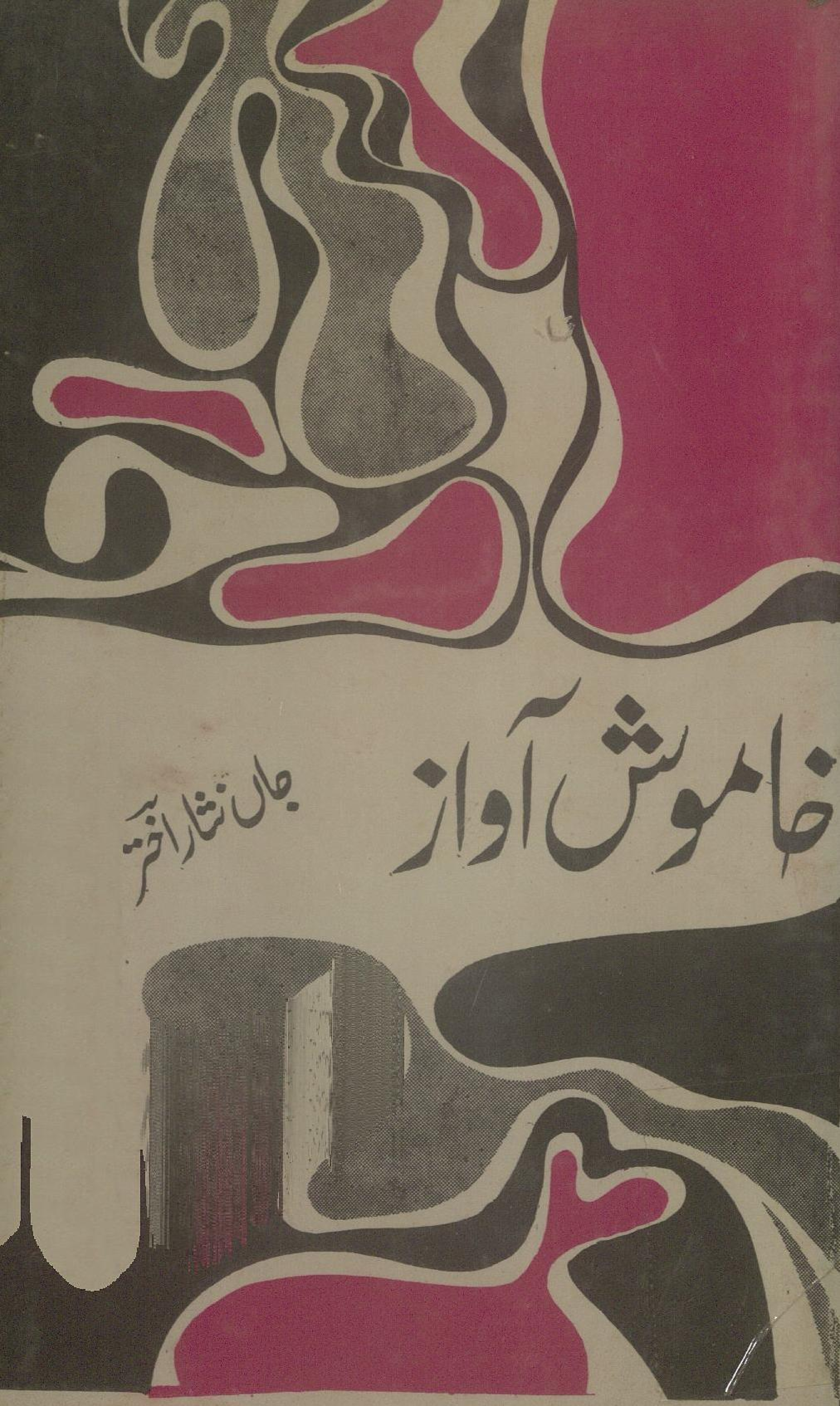


خاموش آواز

جاں نثار اختر

خاموش آواز

(جاں نثار اختر کے خطوط صفیہ اور خدیجہ کے نام)

جاں نثار اختر

فرینڈز پبلشر۔ اردو بازار۔ کراچی ۱

ناشر: فرینڈز پبلشرز
نیا اردو بازار۔ کراچی

قیمت : روپے

طابع : احمد برادرز۔ کراچی

پیش لفظ

اُردو ہندوستان کی زبانوں میں ایک بہت اہم اور طاقت ور زبان ہے جو اپنے لب و لہجے کی تونگری اور شیرینی کے باعث ہر دلعزیز اور مقبولِ عام ہے۔ اس زبان کی اپنی ایک تہذیب اور اپنی ایک عظیم الشان روایت اس مُلک کے طول و عرض میں رہی ہے۔

ہندوستان کی دیگر زبانوں کی طرح مرکزی اور ریاستی حکومتیں اُردو کی ترقّی و ترویج کے لیے بھی کوشاں ہیں اور اپنے اپنے دائرۂ کار اور وسائل کے مطابق عمل کر رہی ہیں۔ اس زبان کی ہمہ گیر ترقّی کے لیے اُن ریاستوں میں جہاں اُردو بولنے اور پڑھنے والوں کی معقول تعداد ہے، اُردو اکیڈمیاں قایم کی گئیں۔ مدھیہ پردیش بھی اُن ریاستوں میں شامل ہے جہاں باقاعدہ ریاستی اُردو اکیڈمیاں برسرِ عمل ہیں۔

اُردو زبان و ادب کی ہمہ جہتی ترقّی کے علاوہ مدھیہ پردیش اُردو اکیڈمی کے مقاصد میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اس صوبے کے ادیبوں، شاعروں، نقادوں اور دیگر مصنفوں کی کتابیں بہ اہتمام شائع ہو کر منظرِ عام پر آئیں۔ اس امر کے لیے اکیڈمی مصنفوں کی دو طرح معاونت کرے گی۔ اوّل یہ کہ وہ ادیب جو اپنی تصانیف کی اشاعت خود کرنا چاہتے ہیں، اُنھیں معقول مالی تعاون دیا جائے گا، دوسرے یہ کہ اکیڈمی کتابوں کی اشاعت کا خود بھی ایک منصوبہ رکھتی ہے جس کے تحت صوبے کے بعض مصنفوں کی کتابیں اکیڈمی کی طرف سے شائع کی جائیں گی۔ ان دونوں امور کا فیصلہ ماہرین پر مشتمل کمیٹی کی رائے کے مطابق کیا جائے گا۔

زیرِ نظر کتاب اکیڈمی کے اپنے اشاعتی منصوبے کا ایک حصّہ ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ اُردو حلقوں میں اس کتاب کی خاطر خواہ پذیرائی ہوگی۔

فضل تابش

سکریٹری مدھیہ پردیش اُردو اکیڈمی

بھوپال

صفیہ اختر کے نام

گوالیار

میری صفو

تمہارے دونوں خط کہو تو زبانی سنا سکتا ہوں۔

تمہارے خط میں میرے لیے کتنی جاذبیت ہے تم کیا جانو، جی چاہتا ہے صفیہ یوں ہی باتیں کرتی رہے اور میں اس کے ہونٹوں کی نازک جنبشوں کو مسلسل تکتا رہوں۔ ہر رات سوتے وقت تم میرے پاس آ بیٹھتی ہو اور میں نہ جانے تم سے کیا کیا باتیں کرتا ہوں تم مگر کوئی بات نہیں کرتیں، اس لیے کہ تم مجھ سے خفا ہو؟ نہیں نہیں میری صفیہ مجھ سے خفا نہیں ہو سکتی میں تو آج بھی اسی کی گود میں سر رکھ کر سوتا ہوں۔

میری جان۔ تیری ہر چیز تجھے یاد کرتی ہے۔ میں جب سے آیا ہوں بہت کم اس کمرے میں جاتا ہوں۔ جیسے ہر شے مجھ سے پوچھتی ہے صفیہ کو کہاں چھوڑ آئے۔ آؤ میری صفیہ ورنہ میں تو پاگل ہو جاؤں گا۔ میں تمہارے بغیر اس کمرے میں ایک رات نہ سو سکا۔ بیچ کے کمرے میں بستر اٹھا لایا ہوں تمہارا بستر۔

ابھی آتی ہے بُو بالش سے اُس کی زلفِ مشکیں کی

کل سے وہی کالج کی زندگی ہے اور میں، مشاعرے کا ہنگامہ بخیر گزر گیا۔ علی جواد زیدی نازل ہو گئے تھے۔ کل دوپہر کی ٹرین سے واپس گئے۔ تمہاری معتوب بوتل 'خشک' ہوگئی۔ کیا سوچنے لگیں میں نے تو "قطرے قطرے کا حساب" دیا ہے۔ تمہارے آنسو سے زیادہ تو شراب نہیں ہو سکتی۔

ہاں میری صفیہ یہ کیسے کہتی ہے 'تازہ' کے بجائے 'باسی' ہو چکی ہے۔ میں تو باسی کے لفظ پر کبھی گواہی نہ دوں گا 'شگفتہ' کے لفظ پر البتہ قسم کھا سکتا ہوں۔

تمہاری بھیجی ہوئی تصویروں میں سے مجھے کوئی تصویر پسند نہیں آئی۔ ان میں کوئی تصویر میری

صفیہ، کی نہیں، "میری صفیہ" نے تو ۲۵ر دسمبر کو جنم لیا ہے۔ اب جب تم گوالیار آؤگی تو میں خود تمہاری تصویر لوں گا۔ کیوں؟

اچھا اب تم اچھی اچھی باتیں کرو۔ مگر ٹھہرو مجھے پیار کر لینے دو۔

تمہارا
اختر

۱۶ر جنوری ۴۴ء

گوالیار

میری چہیتی صفو۔ تار ملا۔

خدا کرے میرے خطوط تمہیں مل گئے ہوں اور تم مطمئن ہو۔ میری جان! میرے لیے اتنی پریشاں نہ ہو، میں تم سے دور رہ کر بھی ہر لمحہ ہر لحظہ تمہارے پاس ہوں تم اتنا بھی محسوس نہیں کرسکتیں؟

بجنور اب بجائے اٹھائیس تاریخ کے تیس کو روانہ ہوں گا، اگر تم مجھ تک اس عرصے میں نہ پہنچ سکیں تو میں اپنی صفیہ کو علی گڑھ سے لیتا ہوا واپس آؤں گا۔ موسم روز بہ روز سرد ہوتا جارہا ہے اور سگریٹ کی رفتار گرم سے گرم تر۔

مجاز علی گڑھ پہنچے یا نہیں۔ تم دہلی جانا چاہتی ہو تو بلا تکلف جاسکتی ہو، تم نے میری مرضی چاہی مجھے اپنی صفو پر بے حد پیار آیا۔ تم آؤگی تو میں تمہیں اتنے پیار کروں گا کہ تم رونے لگو

تمہارا
اختر

۱۷ر جنوری ۴۴ء

گوالیار

میری اپنی صفو۔ پیار

تم خفا ہوگی میرے علی گڑھ نہ آنے پر۔ مگر سنو صفو مجھے دوسری فروری کو یہاں پہنچنا لازمی تھا۔ اس کی داد دو کہ بلا تنخواہ چھٹی بھی نہ لینا پڑی اور وہ اکلوتی چھٹی جیسی کی تیسی محفوظ ہے۔ اچھا اس سنیچر کو تمہیں منانے کے لیے علی گڑھ آؤں گا۔ پھر تم میرے ساتھ گوالیار آجانا۔ سات فروری سے تو تمہارے لیے چھٹی لینا ممکن ہوگا؟

چلتے وقت دہلی میں مجاز سے ملاقات نہ ہوسکی۔ حسب اوقات دس بجے سو کر اٹھا تاج محل ہوٹل سے مجاز کے ہاں گیا۔ وہ کہیں صبح ہی سے غائب تھے پرچہ لکھ کر چھوڑ آیا لیکن ان کا دن بھر پتہ ہی نہ چلا۔ جذبی سے تمام وقت خلوص برتتا رہا۔ شام کی ٹرین سے بجنور روانہ ہوگیا، راستے میں حفیظ

جالندھری کا ساتھ ہوگیا۔ احساس برتری SUPERIORITY COMPLEX اور احساس کمتری INFERIORITY COMPLEX کا مرکب دیکھنا چاہو تو اس سے عمدہ نمونہ آسانی سے دستیاب نہ ہوگا۔ بے مد شاکی تھے کہ آپ لوگ ہمارے محکمہ سے تعاون نہیں کرتے۔ مگر اقبال کے اس شعر کا کیا جواب ہے!

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی + جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

واپسی پر چند گھنٹے کے لیے مجاز سے ہارڈنگ لائبریری میں ملاقات ہوگئی۔ ہاں ان کی زبانی معلوم ہوا کہ لکھنؤ سے اتی جان آنکھ کے آپریشن کے لیے عنقریب علی گڑھ آ رہی ہیں مجاز خود بھی سنیچر کو علی گڑھ جانے کا ارادہ ظاہر کرتے تھے۔ لیکن اُن کے لیے کوئی بات یقینی طور پر نہیں کہی جا سکتی۔

تمہارے دونوں خط مجھے مل گئے۔ اچھا اب تم باتیں کر دیا' باتیں سناؤ؛ خفا تو ویسے بھی ہو پھر کیا ہے۔ ادھر دیکھو!

تمہارا تمہارا
اختر

۲ر فروری ۱۹۴۳ء

گوالیار

پیاری صفو!

کل شام گوالیار پہنچا۔ اب کے دہلی سے سوتا ہوا دتیا پہنچ گیا۔ دتیا سے لوٹ کر شام کو گوالیار آیا۔ آج صبح INVIGILATION کی ڈیوٹی تھی۔ آج سے پھر تین دن کی فرصت ہے لیکن 'تصورِ جاناں' سے اب جی کیوں کر بہل سکتا ہے۔ علی گڑھ کے چند لمحے ایک خواب بن کر آنکھوں میں سمائے ہوئے ہیں۔ نہ جانے تم کب تک آؤ۔

ہاں صفو تمہاری طبیعت اب کیسی ہے۔ نہ جانے تم نے دوا شروع کی یا نہیں۔ دیکھو صفو تم نے اس میں بے پروائی کی تو لڑائی ہو جائے گی۔ وہاں اگر علاج سے کوئی فائدہ محسوس نہ کرتی ہو تو چھٹی لے کر فوراً چلی آؤ میری جان۔ ملازمت کی مجبوری کچھ نہیں اپنی ایسی تیسی میں جائے۔

میری صفو— دیکھو میرے خط میں دیر ہوتی ہے تو خفا نہ ہو جایا کرو۔ میں خود اپنے کو مجرم محسوس کرتا ہوں۔ تم خط نہ لکھنے کو بے تعلقی سمجھنے لگتی ہو۔ ہائے تم کتنی نادان ہو میری جان۔

اچھا تو فوراً خط لکھو۔ میرا ہر لمحہ ہر لحظہ ہر سانس تمہارے لیے وقف ہے صفیہ۔ میرے بغیر کچھ اگر محسوس کر سکتی ہو تو کرو' میرے کہنے کا یقین نہ کرو— جھوٹ بھی تو بول

سکتا ہوں۔ پیار لو

تمہارا

۳۰ر مارچ ۱۹۴۴ء
اختر

●

صفیہ

باوجود امکانی کوشش کے کوئی ملازمہ ابھی تک نہیں مل سکی۔ تمہیں واقعی بڑی تکلیف ہوگی، بشیر کو جھانسی بھیجا تھا لیکن وہ بھی ناکامیاب واپس ہوئے۔ اب ایک نبی خاں ہاتھ لگے ہیں۔ آدمی ضعیف العمر ہے لیکن کام کا معلوم ہوتا ہے۔ بچہ کو بھی رکھ سکتا ہے۔ فی الحال اُسے بھیج رہا ہوں۔ ملازمہ کی کوشش جاری ہے مل گئی تو بھیج دوں گا۔ غالباً زیدی صاحب کی بیگم تشریف لے آئی ہوں گی، اگر آگئی ہوں تو بھائی رشید کے ساتھ اماں کو گوالیار روانہ کردو۔ ایوب سے ایسا معلوم ہوا کہ باورچی کا مسئلہ بھی درپیش ہے۔ ظاہر ہے کوئی کھانے پکانے والی بھی باہر جانے کے لیے یہاں نہ مل سکے گی۔ ایک باورچی ہے پہلوان قسم کا ۔۔ زیدی صاحب کو ذرا سوچ سمجھ کے اُس پر غصہ کرنا ہوگا، اگر کہو تو اُسے بھی بھیج دوں۔ تنخواہ غالباً بارہ روپیہ اور کھانا لے گا۔

نفیس کے ساتھ تمہارا جوتا، جو تم چھوڑ گئی تھیں اور سلیفی بھیج رہا ہوں اور تمہارا وہ بکس بھی جس پر شاید بے چاری کو راستہ میں چارج بھی دینا پڑے۔ میز، دری وغیرہ پارسل سے روانہ کردوں گا۔ گراموفون، جب خود آؤں گا لیتا آؤں گا۔

کالج کی دوڑ پھر شروع ہوگئی ہے۔ وقت البتہ تبدیل ہے ایک بجے سے ڈھائی بجے تک، شاعری کا بازار ہنوز سرد ہے۔

فاطمہ کے بائیں ہاتھ کی انگلی پک گئی ہے۔ تین دن ہوئے آپریشن ہوئے لیکن مواد پھر بھی موجود ہے۔ ہاں میں خیریت سے ہوں۔

ایک ضروری بات یہ ہے کہ فیاضی کا کیا حساب تمہارے ذمہ باقی ہے مفصل لکھو۔ میں نہیں چاہتا کہ کسی کا کوئی حساب تمہارے اوپر رہ جائے وہ ایک دو مرتبہ آچکی ہے اس بات کا جواب بھول نہ جانا۔

(۱) ملازم کی تنخواہ بارہ روپیہ اور کھانا طے ہوا ہے۔ (۲) پانچ روپے میں نے پیشگی دے دیے ہیں۔ (۳) یہ بھی طے ہوا ہے کہ تین چار مہینے کے بعد اگر تمہارا آنا اس درمیان میں گوالیار نہ ہوا تو دس بارہ دن کی چھٹی اُسے گھر آنے کے لیے دی جایا کرے گی۔

تمہارا
اختر

صفیہ

تمہارا پہلا خط ملا — میرے خط نہ پہنچنے کی شکایت مجھے تم سے ہونا چاہیے۔ تمہارے کالج کے پتہ پر دو خط لکھ چکا ہوں، تم آفس میں دریافت کرو۔ خدا کرے یہی خط میرا تمہیں پہنچ جائے ملازمہ کا مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ پہلے ایک بڑے میاں ملے، وہ دل رکھ کر ایسا غائب ہوئے کہ پتہ نہ چلا، پھر بادشا آنے پر رضامند ہوئی لیکن اب ان کی بہو کے بال بچہ ہونے والا ہے — غرض ہنوز روزِ اول ہے۔ میں برابر کوشش میں ہوں، ابھی تو اماں وہاں ہیں کچھ نہ کچھ سہارا تمہیں مل جاتا ہوگا — تم کہو تو پھر بشیرن ہی کو بھیج دوں مگر اس کا چھوٹا لڑکا ساتھ آئے گا۔ خدا جانے کتنے لوگوں سے کہہ رکھا ہے ابھی تک کوئی صورت نظر نہیں آئی۔ بولو پھر کیا کیا جائے۔

اس مہینے میں قرض کی زیر باری بھی اتنی ہو گئی ہے کہ یہ دن بس جیسے کٹ رہے ہیں نہ پوچھو، پھر پہلی کے خیال سے تو اور وحشت ہوتی ہے۔ یہاں کا چیک اور نہ بورڈ کا چیک ابھی تک وصول ہوا تاکہ کچھ تو جان بچتی۔ بہرحال ہو رہے گا کچھ نہ کچھ —

نیاز مندی کا حساب تم بذریعہ ڈاک لکھ کر بھیجو۔ وہ کئی دفعہ آئی میں نے اس سے کہہ دیا ہے کہ دوسری تاریخ کو جو حساب ہوگا دے دیا جائے گا، میں نہیں چاہتا کہ تم پر کسی کا کوئی حساب رہ جائے۔ فاطمہ کی انگلی پک گئی تھی، آپریشن بھی ہو چکا لیکن ابھی تک قصہ چلا جا رہا ہے میں البتہ اچھی طرح ہوں مگر عجب غیر مطمئن سی حالت ہے آجکل — کالج جانے کا وقت بھی تبدیل ہو گیا ہے ایک بجے سے ڈھائی بجے تک۔ باقی وقت قالین پر بیٹھے یا لیٹے گذرتا ہے۔ شاعری کی رفتار بہت سست ہے۔ اس عرصے میں صرف ایک نظم کہی ہے — تجاہل، زبانی سننا۔ میں اگست میں تمہارے پاس آنے کی کوشش کروں گا۔ چاہتا یہ ہوں کہ ملازمہ پہنچ چکے، اماں واپس آ چکیں، تم اطمینان سے SETTLE ہو چکو تب آؤں۔ وہاں بھی آ کر غیر مطمئن سا رہا تو کیا فائدہ۔

اچھا میری جان — میرے پیار قبول کرو۔ تم نے اپنی طبیعت کا حال نہ لکھا۔ گرہ کی کیا حالت ہے۔ فاطمہ تمہیں بہت سے پیار کہتی ہیں۔

تمہارا
اختر

●

پیاری صفیہ

آج تمہارا خط آتا ہوگا۔ خدا کرے تم اطمینان اور عافیت سے ہو۔ علی گڑھ کا کیا حال ہے۔

یہاں گوالیار اور مرار میں جھگڑا ہو گیا تھا چنانچہ کئی دن سے وہاں کرفیو لگا ہوا ہے۔ کل خاص لشکر میں بھی اس بلا کا PANIC تھا کہ کہا نہیں جا سکتا۔ ہنگامے کی خبریں بری طرح پھیلی ہوئی ہیں اور لوگ خاصے دہشت زدہ نظر آ رہے ہیں — اور حقیقتاً حالات ہیں بھی ایسے۔ کل سے یہاں بھی کرفیو آرڈر جاری ہے۔ صورت حال ایسی ہے کہ تمہیں گوالیار آنے کی قطعی صلاح اور اجازت نہیں دے سکتا۔ علی گڑھ کے بارے میں بھی برابر اسی قسم کی خبریں سننے میں آتی ہیں۔ اگر تم لکھنؤ چلی جاؤ تو کہیں بہتر ہے۔ یونیورسٹی کھلنے کے بعد پھر جو بھی حشر ہو۔ وہ تو ایک 'مرگ انبوہ' قسم کا حادثہ ہو سکتا ہے۔ ویسے بھی تم نے جادو کی بیماری کا لکھا تھا۔ اُس کے پاس رہ بھی لوگی۔

پچھلے خط میں بھائی ظفر کے متعلق تمہیں لکھنا بھول گیا۔ اُنہیں واقعی بلانے کی ضرورت نہیں۔ میں آج اُنہیں بھی ایک کارڈ لکھ رہا ہوں۔ اب جب معاملہ زاہد حسین صاحب کے آنے پر رہا تو پھر شیروانی صاحب کی اتنی اہمیت باقی نہیں رہ جاتی۔ بہرکیف دیکھو کیا ہوتا ہے۔ مجھے کچھ زیادہ امید ہے نہیں۔

علی گڑھ میں کوئی صورت پیدا نہیں ہوتی تو بہت امکان ہے کہ یہاں کی ملازمت میں اُس حال میں بھی چھوڑ دوں پھر دیکھا جائے گا۔ لشکر اب میرے لیے قطعی ناقابلِ برداشت ہے۔ غربت کی آرزو وطن کی محبت پر غالب آ رہی ہے۔ مجھے ذرا سا بھی ذہنی سکون نہیں۔ یہ میں جانتا ہوں کہ میرا اس طرح ملازمت ترک کر کے نکل کھڑا ہونا عقلمندی کی بات نہ ہوگا لیکن پھر بھی دل کو "تنہا چھوڑنے" کے سوا کچھ اور بنتا نظر نہیں آتا۔

ستایا یار نے ایسا کہ ہم وطن سے چلے

یہ مصرعہ میں نے غمِ روزگار کو غمِ جاناں بنانے کے شوق میں نہیں لکھا ہے بلکہ اس میں بہت کچھ حقیقت بھی ہے صفیہ۔ میں اب گوالیار نہیں رہ سکتا اور نہیں رہوں گا۔

غلام قادر نے چادر اور تولیہ مجھے پہنچا دیا۔ تمہاری "اس خیال مندی" کا ممنون ہوں اور کوئی بات اس وقت ذہن میں نہیں آ رہی جو لکھوں اس لیے رخصت۔

تمہاری خیریت کا ہر وقت منتظر رہتا ہوں۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۸ ر جولائی

جانم

تمہارا ایک خط کل ملا۔ اتنے دن بعد

امتحانات میں INVIGILATION کا سلسلہ جاری ہے۔ باقی وقت بورڈ کے پرچے دیکھتا رہتا ہوں۔ رات کو جب تھک کر لیٹتا ہوں تو نہ وہ بازو ہوتے ہیں کہ مجھے اپنے میں سمیٹ لیں اور نہ وہ زلف جو میرے شانے پر پریشان ہو جائے۔ بہرکیف صبح شام اور شام صبح میں ڈھلتی رہتی ہے اور اگر نہیں ڈھلتی تو شراب۔ غالباً آخر ماہ میں ایک دو دن کے لیے لکھنؤ آؤں۔ اس میں نہ سیر و تماشا کی ہوس شامل ہے نہ کسی توقع کو دخل ہے۔ ہاں تمہیں یہ تو لکھا ہی نہیں کہ بیس روپے کی ترقی ہو گئی ہے یعنی اب آئندہ کسی ترقی کی گنجائش نہیں۔

تم کیسی ہو؟ اپنی خیریت جلد لکھتی رہو تو اچھا ہے۔

تمہارا

اختر

●

گوالیار

میری جان!

آخر میرے خط کیوں تم تک نہیں پہنچتے۔ یہ تیسرا خط تمہیں لکھ رہا ہوں۔ تم لکھتی ہو کہ کوئی خط نہیں ملا، میں خود پریشان ہوں کہ کیا بات ہے۔ دیکھو صفو میں تمہارے اس طرح لکھنے پر ضرور لکھنؤ آجاتا لیکن فی الحال تو اسٹیشن پہنچنے کی بھی صورت نہیں ہے۔ میں اپنی مجبوریوں پر آپ اپنا دل دکھاتا رہتا ہوں تم اسے اور کیوں دکھاتی ہو۔ اجمیر سے چیک ابھی تک نہیں آیا، اوجین سے مشاعرے کا بلاوا آیا تھا لیکن معاملہ طے نہیں ہوا، تمہارا چیک یونیورسٹی سے آگیا ہے اور بہ حفاظت تمام رکھا ہوا ہے۔

میرے حالات ہی کیا میری جان۔ کالج کی چھٹیاں ۱۸ تاریخ سے ہو چکی ہیں اور پہلی تک تعطیل ہی تعطیل ہے۔ دن بھر سوائے گھر میں پڑے رہنے کے اور کام ہی کیا ہے۔ کبھی کبھی "وظیفہ" ہو جاتا ہے سو اس کا حال بھی ناگفتہ بہ ہے۔ رحمان کل سے ہفتہ بھر کی چھٹی لے کر آگرے چلا گیا ہے۔ کھانے کی بھی کل سے دقت ہو گئی ہے۔ رات کو تو بازار سے کھانا آیا۔ اس وقت شنو میاں اور دتو میاں کھچڑی پکا رہے ہیں۔ رات کا خدا مالک ہے۔ کل سے 'رزق کے وعدے' کی بھی حقیقت کھل جاتی ہے۔

اچھا اب آنے کے بارے میں کیا کہتی ہو۔ میری رائے میں تم ۲۹ کی صبح کو لکھنؤ سے روانہ ہو کر شام تک جھانسی پہنچ جاؤ۔ میں جھانسی پر تمہیں ملوں گا۔ ۲۹ کو دو بجے یہاں سے چلوں گا اور کوئی

گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹے میں جھانسی پہنچ جاؤں گا۔ تو پھر یہ طے رہا۔ ۲۹ر تاریخ اس عرصے میں اگر پیسے کہیں سے وصول ہو گئے تو ممکن ہے میں تمہیں لینے لکھنؤ ہی چلا آؤں۔

اور کہو میری جان — عید پر کیا ٹھاٹھ رہے! یہاں تو عید اور محرم میں کوئی امتیاز نہیں۔ صبح سے شام تک THE WELL OF LONELINESS پڑھتا رہا۔ اور اب پڑھنے کو بھی کچھ نہیں رہا — شامیں "بے کیف" گزر رہی ہیں ؎

مفلسی کیا بلا ہے کیا کہیے

غالب کو تو عید کے علاوہ اور دن بھی شراب میسر آجاتی تھی یہاں علاوہ عید کے اور دن ملتی ہے۔ بہر کیف ؎

ترے بغیر تو سونا پڑا ہے مے خانہ — کبھی تو شیشہ و ساغر لیے ہوئے آجا

اپنے کو بہت سے پیار کرو

تمہارا
اختر

۲۲ر ستمبر ۱۹۴۲ء

●

صفیہ

کل شام تمہارا لفافہ ملا اور تصویریں بھی۔ میں غالباً تیس اکتیس تک دہلی جاؤں، دیوان کے سلسلے میں۔ ایوب آج کل دہلی میں انہیں لکھ رہا ہوں کہ وہ اپنی سی کوشش کریں مجاز کو لکھنؤ روانہ کرنے کی، ورنہ جب میں دہلی جاؤں گا تو انہیں پکڑوں گا۔ الورے سے خط آنے پر تم مجھے اطلاع فوراً دے دینا کیونکہ مجھے روانہ ہونے میں ممکن ہے بلکہ یقیناً تین چار دن لگ جائیں گے حسین بخش کو بلوایا ہے۔ اسے تمہارے لکھنے کے مطابق لکھنؤ بھیج دوں گا۔ ماما کوئی ایسی معقول مل نہیں رہی جو باہر جانے پر رضامند ہو۔ علی گڑھ پہنچنے پر آگرے سے آیا آسکتی ہے اور وہی بہتر ہے۔ پنکھے کی ڈوری حسین بخش کے ہاتھ بھیجوں گا۔

اور کیا —— اچھا پیار

تمہارا
اختر

●

پیاری صفیہ

اکیلا بیٹھا شراب پی رہا ہوں اور کوئی نہیں ۔ تم سے باتیں کرنے کو جی چاہنے لگا، مگر تم باتیں ہی کب کرتی ہو وہ تو میں ہی بکتا رہتا ہوں ۔ بہر کیف اس وقت تو اتنی تنہائی ہے کہ کسی سے یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ تنہائی اچھی یا بری چیز ہے ۔

تم علی گڑھ پہنچ گئیں ۔ تمہارا خط ایوب نے پہنچا دیا تھا ۔ خدا کرے تم مطمئن اور بعافیت ہو ۔ ہاں تو میں تم سے کیا باتیں کروں ۔ ایک بڑے میاں کھانا پکانے کے لیے مل گئے ہیں ۔ باورچی خانے میں بیٹھے حقہ پی رہے ہیں معلوم نہیں کیا بج گیا ۔ کھانا بھی تو نہیں کھایا کہ وہ بے چارا سو جاتا ۔ — تم کیا کر رہی ؟ لیکن تم کر ہی کیا سکتی ہو' کم سے کم میرے لیے ۔ جو ناول تمہارے سامنے پڑھ رہا تھا ختم ہو گئی' ایوب کا دو دن سے پتہ نہیں ورنہ کوئی دوسری کتاب لائبریری سے منگا لیتا، ایسے اوقات میں کتاب ہی بہترین دوست ہوا کرتی ہے ۔

ہاں لکھنو سے ریڈیو پر مشاعرہ ہے ۔ ۲۶ تاریخ کو' لیکن میرا کیا ٹھیک ہے جاؤں یا نہ جاؤں ۔ اس عرصے میں کچھ کہا بھی تو نہیں ۔ اور اگر کہا بھی تو دوسروں کے لیے ۔ ایک بلاوا باندہ سے آیا ہے لیکن چھٹیاں کب ہیں جو جاؤں ۔

صفو — ہم نے تو بہت کم دن ساتھ گذارے ہیں ۔ پھر میں تمہیں اپنے سے اتنا قریب کیوں محسوس کرتا ہوں ۔ نہیں نہیں تم مجھ سے دور ہو — ۱۴۲ میل دور' اور اب تو میں تم سے اور بھی دور چلا جاؤں گا' شاید یہ دیکھنے کے لیے کہ تم مجھ سے اور کتنی قریب آسکتی ہو ۔

اور ہاں تمہارا بچہ کیسا ہے اور تمہاری ہونے والی بچی ؟ اچھا پیار — اب میں سوؤں گا ۔

تمہارا
اختر

●

صفیہ

تمہارا پیارا خط مجھے کل ملا ۔

اس وقت کالج کے ڈرامے کے لیے میوزک کی مشق ہو رہی ہے اور میں تمہیں یہ خط لکھ رہا ہوں — دونوں الگ ہیں سانجھ سویرا " گایا جا رہا ہے ۔ آج کل شاید میرے لیے یہ بالکل صحیح ہے فاطمہ دھر تین چار روز یہاں رہیں ۔ آج میں پھر تنہا ہوں لیکن ان باتوں کو جانے دو ۔ تم خواہ مخواہ میری

تنہائی کا خیال کر کے پریشان ہو جاتی ہو۔ پچیس کو لکھنؤ روانہ ہونے کا قصد ہے لیکن ۲۷ ہی کو واپس ہو جاؤں گا۔ چھٹیاں ہیں کہاں ورنہ ایک آدھ دن ممکن تھا کہ وہاں ٹھہر جاتا۔ مگر جب تم ہی وہاں نہ ہو گی تو کس کافر کا دل لگے گا۔ فروری میں علی گڑھ آنے کا بظاہر کوئی امکان نظر نہیں آتا، اب تم روٹھ گئیں تو منانے تو آنا ہی پڑے گا۔

بڑے میاں کھانا پکانے میں کچھ یونہی سے ثابت ہو رہے ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ رات دن رہتے ہیں۔ غالباً پہلی سے دوسرا ملازم مل جائے۔ تم مطمئن رہو اس معاملے میں کوئی پریشانی مجھے نہیں ہو سکتی۔ رحمان وہاں ٹھیک سے چل رہے ہیں یہ بہت غنیمت ہے۔

آپ کی سعیدہ کا سلام دُعا اور پیار سب کچھ پہنچ گیا۔ میری طرف سے وہ جو کچھ قبول کرنے پر تیار ہوں سلام، دعا، پیار اُن تک پہنچا دو — آمنہ سراج سے خود بھی میرا ملنے کو جی چاہتا ہے لیکن فی الحال مجبوری ہے — میرا سلام کہہ دینا۔ اچھا — بہت سے پیار لو۔

لکھنؤ سے واپسی پر اب خط لکھوں گا۔ اپنے بچے کو پیار۔

تمہارا اپنا

اختر

●

گوالیار

جانم

تمہارا حال کب سے نہیں معلوم۔ شاید تم خفا ہو کہ میں علی گڑھ نہ آسکا، میں نے تمہیں یوں نہیں لکھا کہ تم پریشان ہو گی، میں اِدھر کچھ دن سے بیمار ہوں۔ بیٹھے بٹھائے ایک پھوڑا نکل آیا۔ اینٹی فلوجسٹین لگا رہا ہوں۔ پھوٹ تو گیا ہے لیکن ابھی مواد پوری طور پر خارج نہیں ہوا۔ بہرکیف اب تو ٹھیک ہو ہی جائے گا۔ پرسوں تک کی بیماری کی چھٹی اور لے لی ہے۔ پندرہ تاریخ سے کالج جاؤں گا — ہاں تو بیماری کی مجبوری پر تو درگذر کر دو، آؤ تمہیں منانے کے لیے بہت سے پیار کروں۔

اس طرف کچھ قطعے کہے۔

آج تک خام امیدیں دل کی — اس طرح کچھ مجھے بہلاتی ہیں
جیسے کچھ دور پہ جا کر اے دوست — پٹریاں ریل کی مل جاتی ہیں

تتلی کوئی خوب سی بھٹک کر — پھر پھول کی سمت اُڑ رہی ہے

ہر پہر کے مگر تری ہی جانب   اس دل کی نگاہ مڑ رہی ہے

دوست! کیا حسن کے مقابل میں   عشق کی جیت سن سکے گی تو
دلِ نازک سے پہلے پوچھ تو لے   کیا مرے گیت سن سکے گی تو؟

اچھا اب پیارا سا خط لکھو۔

تمہارا اپنا
اختر

۱۲ر فروری ۱۹۴۶ء

صفیہ پیاری

تمہارا خط اور پارسل پہونچ گیا۔ میں ابھی تک علی گڑھ میں ہوں۔ کل دہلی جارہا ہوں۔ دیکھو ڈاکٹر عبدالحق صاحب سے کیسی گذرتی ہے۔

آج درخواست دے دی ہے۔ عبدالحق صاحب اور پرنسپل صاحب کا TESTIMONIAL بعد میں داخل کردوں گا۔ پرنسپل صاحب کو لکھنؤ کا پتہ لکھ دیا تھا۔ سارٹیفکٹ آجائے تو لیث صاحب کے پتہ پر۔ مجھے رجسٹرڈ کر کے بھیج دینا۔ جذبی کے یہاں مقیم ہوں لیکن اُن کا ارادہ تین چار دن میں بھاگ جانے کا ہے۔

اچھا، انتخابی کمیٹی میں آل احمد سرور اور ضیا احمد بدایونی کے علاوہ عابد حسین صاحب بھی ہیں۔ میں غفور صاحب سے ملا تھا۔ اُنہوں نے مشورہ دیا ہے کہ قیصر زیدی کے ذریعہ اُن سے مل لو۔ دیکھو اگر دہلی میں عابد صاحب ہوئے تو کچھ نہ کچھ ہو ہی جائے گا۔ مگر سُنا ہے کہ عابد صاحب رامپور جاچکے ہیں۔ ایسا ہوا تو پھر خطوط کے ذریعہ کام چلایا جائے گا۔ اس سلسلے میں غفور صاحب نے صابرہ کا ذریعہ بھی تجویز کیا ہے کہ تم یا حمیدہ، صابرہ کو لکھیں کہ وہ عابد صاحب سے کہیں لیکن یہ تاتر یاق از عراق آوردہ شود سے کم نہیں ہے۔

انور اور ضیا کے علاوہ ایک مسئلہ اختر انصاری کا بھی اُٹھ کھڑا ہوا ہے۔ سرور صاحب سے میری جو گفتگو ہوئی تھی اُس میں بھی ان حضرت کا تذکرہ آیا تھا۔ انور اور ضیا پر تو وہ مجھے ترجیح دینے اور SUPPORT کرنے کے لیے صاف طور پر تیار ہیں لیکن اختر انصاری کے معاملے میں اُن کی LOYALITIES منقسم ہوتی نظر آتی ہیں۔ ابھی تک سرور صاحب علی گڑھ وارد نہیں ہوئے ہیں۔ بہرکیف چاہو تو ایک خط تم بھی اُنہیں لکھ مارنا۔ اُن کا پتہ "مولوی ٹولہ۔ بدایوں" ہے۔

محمود صاحب سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔ تم نے انہیں خط لکھنے کو لکھا تھا۔ لیکن سرور صاحب سے میری ملاقات کے متعلق کچھ نہ لکھنا۔ یا لکھ چکیں؟ کیونکہ سرور صاحب نے اس کی تاکید کر دی تھی کہ میں بدایوں آنے اور اُن سے ملنے کا ذکر کسی سے نہ کروں۔ میں نے تو محمود صاحب سے بھی کوئی ذکر نہیں کیا لیکن اگر تم لکھ چکی ہو تو پھر مجھے اعتراف کرنا پڑے گا — بہرکیف اس سے مطلع کرنا۔ دہلی سے دو تین دن میں واپس آجاؤں گا۔ اُس کے بعد رشید صاحب سے ایک دفعہ اور ملنے کا ارادہ ہے۔ پھر لکھنؤ آؤں گا۔

ماجد میاں آئے ہوئے ہیں اور "ماوجب" کہتے ہیں۔

پیار لو - تمہارا

اختر

●

صفیہ

تمہارا T.M.O اور کل ایک لفافہ ملا۔ ماجد کا خط اگر تم نے بھوپال کے پتہ پر بھیجا تھا تو غالباً راستہ میں گم ہو گیا۔ مجھے نہ مل سکا۔ اس لیے کراچی کا کوئی حال مجھے معلوم نہ ہو سکا۔ یہاں صورتِ حال یہ ہے کہ بھوپال والے ہم لوگوں کو نوازنے پر تیار ہیں اور حسبِ معمول تمہارے لیے لیڈی لکچرار کی جگہ ہنوز خالی ہے۔ کل مجھ سے تمہاری درخواست بھی منگائی تھی لیکن میں نے تمہارے آنے پر ٹال دیا ہے۔ میرے بارے میں یہ ہے کہ اردو لکچرار کی جو جگہ نکلی تھی اُس پر ایک صاحب کا تقرر (جو یہیں کسی اسکول میں مدرس ہیں) عارضی طور پر ON PROBATION ایک سال کے لیے ہو چکا ہے۔ پھر بھی یہاں کے اربابِ حل و عقد اس کے لیے تیار نظر آتے ہیں کہ اُن کو انسپکٹر اسکول کی جگہ پر منتقل کر کے لکچرار شپ مجھے تفویض کر دیں۔ کل یہاں EDUCATION MINISTER سے ملاقات ہوگی۔ دیکھو کیا کہتے ہیں۔ بہرکیف اگر یہاں رہنے کی ٹھان لو تو یہ صورتیں بن سکتی ہیں۔

اب رہا کراچی — تو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ہمت کر کے وہاں پہنچ جایا جائے لیکن اس کی شکل بہتر یہی ہے کہ تمہارا APPOINTMENT LETTER آجائے اس کے بعد روانہ ہوں۔ کم سے کم تمہاری سروس کا سہارا تو ہوگا۔ اب تمہارا بلاوا کب تک آتا ہے۔ یہ بڑی ٹیڑھی لکیر بنا ہوا ہے ابھی کچھ کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ گوالیار کو میں بالکل ختم کر چکا۔ صرف بھوپال میں

پڑے رہنے سے کس طرح کام چل سکتا ہے۔ ہم نے یہ مانا کو دلّی میں رہیں کھائیں گے کیا، صرف دلّی ہی پر تو صادق نہیں آتا۔ کوئی مختتم فیصلہ کرنا ہی ہے۔

میرے خیال سے 'جب تم سمجھتی ہو کہ اکتوبر میں تمہارا بلاوا کراچی سے آجائے گا' تو ایک ماہ کی چھٹی لے کر بھوپال آجاؤ اور یہاں سے اشرف کو مطلع کر دیا جائے کہ تم چھٹی پر یہاں ہو۔ تمہارا APPOINTMENTLETTER بھوپال بھیج دیا جائے۔ پھر یہاں سے براہ راست ہم لوگ بمبئی اور بمبئی سے STEAMER کے ذریعہ یا اگر ریاست کا خیال ہو تو ہوائی جہاز سے براہ راست کراچی روانہ ہو جائیں۔ یہ سمجھ لو کہ ہوائی جہاز کا ایک کا کرایہ ۲۴۵ روپے ہے۔ اور اگر پندرہ بیس اکتوبر تک بھی بلاوا نہیں آتا تو پھر یہیں سروس کر لی جائے۔

اس لیے میری رائے یہی ہے کہ تم اپنا سب سامان بھوپال کے لیے LUGGAGE کراؤ اور مختصر سا اسباب ساتھ لے کر بھوپال چلی آؤ اس خیال سے کہ اب علی گڑھ واپس نہیں ہونا۔ یا کراچی جانا ہے یا یہیں بھوپال میں رہ پڑنا ہے۔

یہاں ایک مکان کرایہ پر لے لیا ہے' صرف اوپر کی منزل نیچے اور نہایت مختصر سا۔ جس میں نہ بجلی ہے نہ نل اور کرایہ ۳۵ روپے ہے۔ فاطمہ اور ننھی منی وغیرہ سب یہیں ہیں بلکہ روحی بھی فی الحال اسی مکان میں ہیں۔ بہرحال یہ صورت عارضی ہے۔ اگر یہاں رہنا ہوتا ہے تو کوئی اور مکان اور وہ بھی کالج کے قرب وجوار میں لینا ہوگا ورنہ ۵۰ روپے تو صرف تانگے کے کرائے کے نذر ہو جائیں گے

تمہارا

جاں نثار اختر

●

مکان محمد یعقوب ٹھیکیدار

پریڈ گراؤنڈ۔ جہانگیر آباد

بھوپال

صفیہ

تمہارے خط کا ہر ڈاک سے انتظار رہتا ہے۔ PAY AUTHORITY بھی تم نے ابھی تک نہیں بھیجی یا اگر بھیج چکی ہو تو مجھے نہیں ملی۔ دوبارہ لکھ کر بھیجو اور گھر کے پتہ پر۔ ورنہ عنقریب فاقے اور افلاس کی نوبت آنے والی ہے۔

۲۵ مئی کی ٹرین سے کفیل صاحب مع ساز و سامان کے نازل ہو گئے ہیں۔ لٹریچر البتہ نہیں لائے کتابیں اور برتن وغیرہ لے آئے ہیں۔ انہیں بھی غالباً کچھ دینا پڑے گا۔ بہرکیف تمہارے خط اور PAY AUTHORITY کا شدید انتظار ہے۔

قریشی صاحب سے آج مفصل گفتگو ہوئی۔ ڈگری کالج کے لیے HISTORY' POLITICS وغیرہ کی جگہیں ADVERTISE کرنے کے لیے پبلک سروس کمیشن کو لکھا جا چکا ہے۔ البتہ URDU کی جگہ فی الحال ADVERTISE نہیں کی جا رہی۔ قریشی صاحب نے کہا ہے کہ کوئی نئی جگہ CREATE نہیں کی جا رہی بلکہ صفی اللہ صاحب کو REVERT کرنے کے بعد اس جگہ کو ADVERTISE کریں گے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں کل پرسوں میں ان کے REVERT کیے جانے کے متعلق ایجوکیشن منسٹر کو لکھ رہا ہوں وہاں سے حکم ہونے پر اردو کی جگہ ADVERTISE کرنے کے لیے پبلک سروس کمیشن کو لکھوں گا، آپ اسی وقت درخواست دے دیجیے گا — ابھی درخواست دینا بے کار ہوگا۔ خیر یہ تو میرا معاملہ رہا — تمہارا معاملہ بے حد نازک ہو گیا ہے یعنی قریشی صاحب نے بتایا کہ لیڈی لکچرار کے بجٹ کے منظور ہونے کے کوئی امکانات نظر نہیں آ رہے ہیں بلکہ حیدر صاحب وغیرہ شدت سے مخالف ہیں۔ اس لیے اندیشہ یہ ہے کہ کہیں لیڈی لکچرار کو ختم کرنا پڑے گا۔ پرسوں میں رشید الظفر صاحب سے ملوں گا اس وقت اس سلسلے میں بھی گفتگو کروں گا۔ دیکھو وہ کیا فرماتے ہیں۔ ان حالات اور احتمالات کو دیکھتے ہوئے میری رائے ہے کہ تم احتیاطاً علی گڑھ گرلس کالج کو اپنی درخواست ضرور بھیج دو۔ درخواست کا وقت تو گذر چکا لیکن امکان ہے کہ وہ CONSIDER کرنے کو تیار ہو جائیں۔ دوسرے یہ کہ فیض الحق صاحب کو بھی ایک خط لکھ ڈالو اور اُس میں اس اندیشہ کا اظہار کرتے ہوئے کیمبرج اسکول کے معاملہ کو از سر نو زندہ کرنے کے لیے لکھو۔ فیض الحق صاحب کرمانی صاحب سے مل کر دوبارہ گفت و شنید کریں۔ اگر کوئی صورت بھی پیدا ہو جائے تو بہت اچھا ہے۔

ورنہ آخری شکل تو یہ ہے کہ اگر مجھے ملازمت مل جاتی ہے تو تمہیں پھر سروس کی ضرورت ہی نہیں۔

کفیل کو تھرڈ ڈویژن ایم اے میں ملا اس کا افسوس ہے۔ سلیم میاں کا بھی نتیجہ نکل گیا ہے لیکن کفیل نے بتایا کہ RESULT WITH-HOLD کر لیا گیا ہے۔ غالباً انہوں نے MIGRA-TION CERTIFICATE ابھی تک نہیں دیا ہے۔

فاطمہ کا آج تک کوئی خط نہیں آیا، نہ معلوم اس کا کیا پروگرام ہے۔ اچھا — پیار

تمہارا اختر

۳ جون ۱۹۵۸ء

خدیجہ اختر کے نام

۱۹۵۴ء

۲۱، آرکیڈیا بلڈنگ، بائیکلہ
بمبئی ۸

عزیزہ خدیجہ

اپنے بھوپال کے اس قیام میں مجھے تمہارے یہاں آنے کا چند بار ہی اتفاق ہوا، لیکن جب بھی میں آیا تم سب بھائی بہنوں کے درمیان بیٹھ کر مجھے یہی محسوس ہوا کہ کسی غیر جگہ نہیں، اپنے گھر میں ہوں۔ دراصل تم سب کے خلوص نے مجھے ایک لمحے کے لیے اپنے سے اجنبیت نہیں محسوس ہونے دی، اس میں بڑا حصہ خصوصاً تمہاری دلکش شخصیت کا ہے، اسے تم مانو یا نہ مانو بہرکیف میں تمہاری قصیدہ خوانی قطعاً نہیں کرنا چاہتا ورنہ شاعر ہونے کا الزام تم آسانی سے دے سکتی ہو۔

عذرا کے خط میں تمہاری چند سطوں پڑھ کر تم سے بہت سی باتیں کرنے کو جی چاہنے لگا، تحریری باتیں نہیں زبانی، لیکن اس کمبخت بمبئی سے چند دن کے لیے نکل کھڑے ہونے کی نوبت بھی تو آسانی سے نہیں آتی۔ حال میں حیدر آباد میں بڑی شاندار اردو کانفرنس منائی گئی، لیکن میرا جانا نہ ہوسکا۔ دراصل بھوپال سے واپسی پر مجھے یہاں کاردار پروڈکشن میں مستقل ملازمت مل گئی ہے، چنانچہ "وہ دن گئے کہ کہتے تھے نوکر نہیں ہوں میں" والی بات ہے اب، آج کل صبح دس بجے جانا ہوتا ہے اور چھ بجے شام کو واپسی ہوتی ہے۔ ہاں تو بھوپال آنا بھی چاہوں تو اکتوبر یا نومبر سے پہلے امکان نظر نہیں آتا۔ پتہ نہیں تمہارے کراچی جانے نہ جانے کا کیا پروگرام ہے، بھئی اگر چلے ہی "سامان سفر" تازہ کر دو تو بمبئی ہوتی ہوئی جانا، میں بھوپال پہنچ کر تمہارا مہمان نہ ہوسکوں تو تم بمبئی میں ایک آدھ دن کو میری مہمان تو ہو ہی سکتی ہو۔

اور تمہیں کیا لکھوں، صفیہ مرحومہ کی کتاب "زیرِ لب" ابھی تک شائع ہو کر پریس سے نہیں آئی ہے، دس بارہ جون تک آجائے گی، مجھے اپنا وعدہ یاد ہے، اس کی پہلی کاپی میں تمہیں کو

بھیجوں گا۔ ہاں اس عرصے میں میں نے ایک نظم "خاموش آواز" کے نام سے کہی ہے۔ آج کل کو میں نے بھیج تو دی ہے لیکن ابھی تک ان کی کوئی آفیشل رسید مجھے وصول نہیں ہوئی۔ بہرکیف اس کی کسی نہ کسی اشاعت میں ضرور آ جائے گی۔ نظم طویل ہے ورنہ اس کی نقل میں تمہیں ضرور بھیجتا۔ مجھے امید ہے تم اپنی خیریت سے ضرور مطلع کرتی رہوگی۔

اور بھی ایک بات — میں نے تمہیں اپنے خط میں "تم" کے لفظ سے مخاطب کیا ہے، نہ جانے کیوں میرا جی تمہیں "آپ" کر کے خط لکھنے کو نہ چاہا، شاید "آپ" کے لفظ میں مجھے غیریت کی بُو محسوس ہوئی۔ اس کے لیے مجھے تم سے رسمی معذرت تو ضرور کر لینی چاہیے، امید ہے تم اسے میرے خلوص کی نشانی سمجھ کر قبول کر لوگی۔

سب کو میری طرف سے سلام و دُعا کہو، اور شاہد میاں کو پیار۔

بہت سی دُعاؤں کے ساتھ

جاں نثار اختر

۱۷ مئی ۱۹۵۴ء

●

اچھی خدیجہ

میں نے عذرا کے خط میں تم سے آج اطمینان سے خط لکھنے کا وعدہ کیا تھا، مگر سوچو آج اتوار کو بھی صبح دس بجے سے اس وقت رات کے گیارہ بجے گھر پر واپس ہوا ہوں۔ بعض اوقات جسمانی اور ذہنی اعتبار سے خود کو اتنا چور محسوس کرنے لگتا ہوں کہ سوائے آنکھیں بند کر کے پڑ جانے کے کسی بات کی ہمت نہیں ہوتی۔ پھر بھی تم سے تو باتیں کرنے کو جی چاہ ہی رہا ہے، اسی لیے تمہیں خط لکھنے بیٹھ گیا ہوں۔

تم نے گذشتہ خط میں مجھے اپنے ذاتی حالات سے واقفیت کا موقع دیا یہ کم بات نہیں ہے البتہ خدیجہ! یہ جان کر مجھے سچ جانو دکھ ہوا کہ تم جیسی مخلص اور پسندیدہ خاتون کو اپنے شوہر سے وہ ذہنی رفاقت نہیں مل سکی جو ازدواجی زندگی کی بنیادی شرط ہے، جسمانی دوری اذیت انگیز ضرور ہوتی ہے لیکن حالات کی مجبوری اکثر اوقات ہمیں ایک دوسرے کی جدائی کے طویل صدمے سہنے پر لاچار کر دیتی ہے۔ میری اور صفیہ کی زندگی بڑی حد تک اسی قسم کے حالات کا شکار رہی ہے، نو سال کے عرصے میں صرف دو سال ہم نے ایک دوسرے کے ساتھ گزارے پھر بھی کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ہماری ذہنی رفاقت کا رشتہ کبھی اور کسی حال میں منقطع ہوا ہو، ورنہ

اگر جسمانی کمزوری کے ساتھ ذہنی بُعد بھی شامل ہو جائے تو پھر رہ ہی کیا جاتا ہے۔ تم نے لکھا ہے کہ "میں نے خود کو بدل دیا اور ہر معاملہ میں اور ہر بات میں اُن کی ہم خیال ہوگئی" لیکن خدیجہ تم اسے کسی دوسری طرح محسوس نہ کرنا میں یہ ضرور کہوں گا کہ تمہاری یہ بات مجھے ایک معصوم خود فریبی سے زیادہ معلوم نہیں ہوئی۔ تم مجھے معاف کروگی لیکن حقیقت یہ ہے کہ خود انکاری سب سے بڑا مغالطہ ہے "سمجھو ہر ایک بات راز کو مگر فریب کھائے جا" کی بات اور ہے، تمہارا دل اور تمہارا دماغ ہمیشہ تمہارا اپنا ہی رہے گا۔ میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ انسانی فطرت خوب سے خوب تر کی جویا رہتی ہے ہم اپنے جذبات اور خیالات کو بہتر کے لیے تبدیل ضرور کرتے ہیں لیکن اپنے موجودہ ذہن کی سطح سے نیچے جانا کبھی گوارا نہیں کرتے، حالات ہمیں مجبور بھی کر دیں اور بظاہر ہم اپنے ذہن سے نیچے اگر سمجھوتہ کر بھی لیں تو ہمارا تحت الشعور تو اُسے کبھی نہیں اپناتا۔ بہرکیف تمہاری زندگی کے اس المیہ پہلو سے مجھے ہمدردی ہے۔ خدیجہ یقین کرو میری بہترین دعائیں ہیں کہ تم لوگوں میں وہ ذہنی ہم آہنگی پیدا ہو سکے جو ازدواجی زندگی کو صحیح معنوں میں اخلاقی اور سماجی طور پر قابلِ احترام بناتی ہے۔

مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ تم نے خانگی معروفیتوں کے باوجود اپنی چھوڑی ہوئی تعلیم کی طرف پھر سے توجہ دی ہے۔ میں تعلیم کو دنیا کے ہر مسئلہ کا حل تو نہیں سمجھتا، پھر بھی اتنا ضرور ہے کہ ہمیں اپنے پیروں پر کھڑے ہونے میں مدد ملتی ہے۔ عورت جو صدیوں اقتصادی طور پر مرد کی دست نگر رہی ہے اُس نے اس مجبوری کی زنجیر کو اس دور میں توڑا ہے اور معاشی محتاجی سے چھٹکارا پاکر اپنے کو مرد کے دوش بدوش کھڑا کر دیا ہے۔ اور اپنے اس عملی اقدام سے اُس نے اپنی نسوانیت کو بلند کیا ہے، وہ شخصیت اور وہ وقار حاصل کیا ہے جس سے وہ ایک مدت سے محروم تھی۔

تم اپنے کو کسی حال میں دل شکستہ مت ہونے دو، انسان کو ہر حال میں پُرامید اور باحوصلہ ہی رہنا چاہیے۔ زندگی کو اگر کوئی اعلا مقصد دے دیا جائے تو زندگی ہزاروں دقتوں اور پریشانیوں کے باوجود عزیز اور اہم نظر آنے لگتی ہے، اور میں تو سمجھتا ہوں کہ ایک ماں کی زندگی کا سب سے بڑا سماجی مقصد اپنے بچوں کی پرورش اور تربیت ہے اور مجھے خوشی ہے کہ تمہیں اس کا پورا احساس ہے۔

اچھا اب کچھ اور باتیں ہونی چاہئیں! بولو تمہیں ایسی کیا بات لکھوں جس کے جواب کے

لیے تمہیں خط لکھنا ہی پڑے کیونکہ "خط لکھیں گے چاہے مطلب کچھ نہ ہو" کی تو تم کیوں قائل ہونے لگیں۔ اچھا تو یہ بتاؤ تم نے اپنی تعلیم کا سلسلہ کس نہج پر شروع کیا ہے، خالی اُردو اور فارسی کے امتحانات سے کچھ حاصل نہیں، مجھے پورے طور پر تو معلوم نہیں لیکن میرا خیال ہے کہ جب تم نے ادیب ماہر کیا ہے تو میٹرک تو تم صرف انگریزی کا مضمون لے کر کر سکتی ہو۔ میں بھوپال ہوتا تو کم سے کم اس بارے میں تو میں تمہارے کام آ ہی سکتا تھا لیکن پانسو میل دور سے میں تمہارے لیے کیا کروں۔ فی الحال تو میری دعائیں ہی تمہارے ساتھ ہیں!

اپنے حالات ہی کیا جو تمہیں لکھوں، بس ایک میکانکی انداز میں دن رات گذرتے رہتے ہیں۔ زندگی کتنی تشنہ اور بے رنگ ہے، لیکن اس کا رونا ہی کیا!

تم خط تو لکھو گی نا؟

اچھا، اب اجازت دو۔ شاہد اور شاہد کی عذرا مُنّی کو میری طرف سے بہت سے پیار، اور اپنے بھائی بہنوں کو دُعا،

مخلص

جاں نثار اختر

●

بہت عزیز خدیجہ،

آج شام میں پونا سے واپس آیا تو تمہارا خط رکھا ہوا ملا۔ تم جس قدر دانی کی نظر سے مجھے دیکھتی ہو وہ میرے لیے بہت زیادہ ہے، بہرکیف یہ تمہارا خلوص اور تمہاری محبت ہے کہ تم اتنے حسین جذبات میرے لیے رکھتی ہو، میں اس کا کچھ بھی تو بدل تمہیں نہیں دے سکتا، سوا اس حسرت کے کہ کاش اس کا کوئی بدل ممکن ہوتا۔

تم نے میرے چین نہ جا سکنے پر جس اطمینان کا اظہار کیا ہے اس سے مجھے ضرور اختلاف ہے تم اس چیز کو بھول گئیں کہ وہاں مجھے بہت کچھ سیکھنے کا موقع تھا، سوچو میں ذہنی طور پر کتنا کچھ حاصل کر سکتا تھا، بہرکیف یہ پنڈت سندر لال صاحب کی مہربانی ہے کہ اُنھوں نے میرے ساتھ بڑی کُھلی ہوئی نا انصافی کی ہے۔ اور ہاں میں یہ بھی تو کہہ سکتا ہوں تم سے کہ بھئی تمہاری بلا سے میں ہندوستان رہوں یا چین چلا جاؤں جب تمہیں کراچی ہی جانا ہے۔ کیوں ٹھیک ہے نا؟

دیکھو خدیجہ، میں تمہارے بارے میں اب تک بہت کم جانتا ہوں، لیکن تمہارے بارے

ہیں، تمہارے سارے حالات کے بارے میں سب کچھ جاننے کی خواہش مجھے ضرور رہی ہے اور آج بھی ہے۔ تم میرے اس سوال کو میرے خلوص کے سوا اور کسی روشنی میں نہ دیکھنا۔ تم ہمیشہ مجھے بڑا اچھا دوست پاؤگی، اگر میں کسی وقت بھی کسی طرح تمہارے کچھ کام آسکوں تو مجھے بڑی خوشی ہوگی۔ تم اس بارے میں مجھے بہت کچھ تفصیل سے لکھنا۔

تم نے اپنے خط میں مجھ سے پوچھا ہے کہ میں نے اب کی بار تمہارے یہاں مہمان رہنے کا وعدہ محض مروتاً تو نہیں کیا تھا۔ تو میں تم سے پوچھتا ہوں کہ تمہارا دل کیا کہتا ہے ۔ اور بس وہی میرا جواب ہے ۔ بھئی یہ اور بات ہے کہ اب تم نے میزبانی کا ارادہ ہی ترک کردیا ہو، اگر ایسا ہے تو پھر میں بھوپال آنے کا خیال ہی چھوڑ دوں۔

اپنے بارے میں تمہیں کیا لکھوں، بعض اوقات تو زندگی کی ہر لطیف شے اپنے سے گریزاں نظر آتی ہے۔ لیکن جینا تو ہر حال میں ہے، چنانچہ صبح سے شام اور شام سے صبح ہوتی رہتی ہے۔ گیارہ جون کو غالباً ایک دو دن کے لیے برہان پور چلا جاؤں گا ۔ اس کاروباری زندگی سے کچھ تو ذہن کو فراغت حاصل ہو۔

اور تمہیں کیا لکھوں، یہاں کے موسم کے بارے میں ؟ تو یہ بہت زیادہ مصنوعی بات ہو جائے گی، لہٰذا بہت سی دعاؤں کے ساتھ رخصت!

عذرا اور شاہد کو میرے بہت سے پیار کہنا۔

تمہارا
جاں نثار اختر

۲۸ مئی ۱۹۵۴ء

●

بمبئی ۸

بہت اچھی خدیجہ، دعائیں

شام کو اسٹوڈیو سے واپسی پر تمہارا خط رکھا ہوا ملا، تم مجھے یاد کرلیتی ہو یہ میرے لیے کتنی زندگی آمیز بات ہے۔ تم نے لکھا ہے کہ میں اپنے آرام کا وقت تمہیں خط لکھنے میں صرف نہ کیا کروں لیکن تمہیں خط لکھنا، تم سے باتیں کرنا تو میرے لیے ذہنی راحت سے کم نہیں، پھر کیا تم مجھے کسی وقت بھی اس راحت سے بلاجواز رکھنے کی سوچ سکتی ہو۔ تمہیں اس کی بھی شکایت ہے کہ میں اپنے بارے میں تمہیں بہت کم لکھتا ہوں یہ تو سوچو میری زندگی میں ہے ہی کیا جو تمہیں لکھوں۔

زندگی کا پہیا ایک مشینی رفتار سے گھومتا رہتا ہے۔ بعض اوقات ذہن میں عجیب طرح کی اکتاہٹ اور تلخی سی اُبھرنے لگتی ہے لیکن اُن پر قابو پالینے کی صلاحیت بھی زندگی کی سوجھ بوجھ نے پیدا کردی ہے۔ پھر بھی اکثر خوشی کے موقعوں پر دل بُری طرح دُکھ کے رہ جاتا ہے' اسے چاہے تم میری جذباتی کمزوری سمجھو۔ حال کی بات ہے کہ مجھے تنخواہ کے اعتبار سے PROMOTION دے دیا گیا لیکن تم یقین جانو اُس دن تمام وقت میری حالت بڑی غمزدہ سی رہی۔ کچھ ایسا محسوس ہوتا رہا جیسے زندگی آج مجھ سے اپنی تمام لطافتیں چھین کر اُس کی تلافی روپے سے کردینا چاہتی ہے۔ مجھے وہ وقت یاد آتا ہے جب صفیہ بیمار تھی' اور مجھے اُس کے علاج کے لیے پیسے کی شدید ضرورت تھی اور پیسہ باوجود انتہائی دوڑ دھوپ کے اتنا نہ مل پاتا تھا کہ اُسے اُس کے علاج اور ضرورت کے مطابق بھیج کر میں کسی مہینے خود بھی جاکر اُسے دیکھ آؤں۔ آج جب میری ضرورت سے زیادہ پیسے مجھے ملتے ہیں تو مجھے اُن پیسوں سے کوئی دلچسپی پیدا نہیں ہوتی' بلکہ میری کوفت میں وہ کچھ اضافہ ہی کردیتے ہیں۔ بہرحال یہ بھی حالات کی مضحکہ خیزی ہے۔

اکثر اوقات جاوید اور سلمان کو بمبئی بلانے کی اسکیمیں بناتا رہتا ہوں' جس کے لیے پہلے مکان کا بندوبست ضروری ہے۔ پھر خود ہی سوچتا ہوں کہ مکان لے بھی لیا اور بچوں کو لے بھی آیا تو اُن کی دیکھ بھال کیسے اور کیونکر ہو سکے گی' مجھے تو دن بھر اسٹوڈیو سے فرصت نہیں ملتی۔ اور کبھی یہ سوچ کر کہ جو ہوگا دیکھا جائے گا کوئی قدم اُٹھانا چاہتا ہوں تو حمیدہ لمبے چوڑے خط لکھ کر میرے اس خیال کو کمزور کردیتی ہے۔ بہرکیف اس سال نہیں تو آئندہ سال میں اُنھیں ضرور لے آؤں گا کیونکہ مجھے اصولی طور پر یہ بات صحیح نہیں معلوم ہوتی کہ اُن لوگوں کی اپنی جمی ہوئی زندگی میں میرے بچے خواہ مخواہ "دخل در معقولات" بنے رہیں۔ آئندہ سال تو وہ اس قابل بھی ہو جائیں گے کہ کچھ نہیں تو میں اُنھیں کسی اچھے سے بورڈنگ ہاؤس میں داخل کرادوں — خیر' یہ سب آگے کی باتیں ہیں۔

تمہارے حالات سے البتہ مجھے ہمدردی ہے' میں تمہاری زندگی کی تشنگی اور محرومی کو محسوس کرسکتا ہوں اس لیے بھی کہ خود میری زندگی آج تشنہ اور محروم ہے۔ مجھے داغ کا ایک مصرعہ بے ساختہ یاد آگیا۔ "تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل"۔ بہرحال زندگی کی کٹھنائیوں کا مقابلہ بہادری سے کرنا چاہیے' تم اپنے کو دل شکستہ نہ ہونے دینا۔ زندگی میں جو بات بھی ہوتی ہے بہتری ہی کے لیے ہوتی ہے' اس پر عقیدہ رکھو تو تمہیں بڑا سکون ملے گا۔

ہاں بھئی تمہارے فیل ہونے کی خبر سے تھوڑا سا افسوس ضرور ہوا لیکن ساتھ ہی اس کا یقین بھی ہو گیا کہ اب کی سال تم ضرور پاس ہو جاؤ گی' اور آج تک تو میرے یقین نے مجھے دھوکا نہیں دیا ہے' اب تھوڑی بہت لاج تمہارے ہاتھ بھی ہے' ورنہ کہیں تم اطمینان سے کتاب ہی بند کر کے رکھ دو۔

تم نے جو کچھ عورت کی تعلیم اور اس کے فرائض کے متعلق لکھا ہے وہ ٹھیک ہے۔ دراصل سوال بنیادی طور پر' علم کے ہضم ہونے یا نہ ہونے کا ہے' اور یہ سوال عورت ہی کے ذیل میں نہیں اٹھتا مرد کی تعلیم کے بارے میں بھی یہی سوال اٹھایا جا سکتا ہے۔ تعلیم تو اصل میں ہمیں اپنے فرائض سے آگاہ کرتی ہے اور ایک حد تک ان کے پورا کرنے کی اہلیت بھی ہم میں پیدا کرتی ہے۔ وہ فرائض سماجی بھی ہیں اخلاقی بھی ہیں اور سیاسی بھی — ہم ان میں سے کسی کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔

میں تمہیں مشورہ دوں گا کہ تم تھوڑا بہت وقت ادبی مطالعہ میں ضرور صرف کیا کرو۔ ادب کا مطالعہ بنیادی طور پر زندگی ہی کا مطالعہ ہے۔ اس سے نہ صرف ہماری فکر و نظر کو گہرائی اور گیرائی ملتی ہے بلکہ ادب کا جمالیاتی پہلو ہماری ذہنی لطافتوں کو نکھارنے اور سنوارنے کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ بھئی میں ایک کھردرے ذہن کے مرد کا تصور تو کر سکتا ہوں لیکن کسی عورت کو ذہنی اور تہذیبی لطافتوں سے بے بہرہ تصور کرنا میرے لیے قطعی ناقابلِ برداشت ہے۔ لیکن مطالعہ کے سلسلے میں SELECTION کا بہت بڑا مسئلہ ہوتا ہے ورنہ الل ٹپ پڑھ جانے سے وہ فائدہ کبھی حاصل نہیں ہوتا جو ہونا چاہیے۔ میں آئندہ مہینے تمہیں کچھ کتابیں خرید کر اور کچھ اپنی کتابوں سے منتخب کر کے بھیجوں گا۔ تم انہیں پڑھ کر اپنے پاس محفوظ رکھنا کیونکہ یہ میری اور تمہاری مشترکہ ملکیت ہوں گی۔

اور ہاں آئندہ مہینے کی شرط میں نے صرف اس لیے لگا دی ہے کہ پہلی کتاب میں تمہیں "زیرِ لب" ہی بھیجنا چاہتا ہوں جو آئندہ ماہ ہی میں شائع ہو کر آسکے گی۔

اور خدیجہ تمہیں کیا لکھوں۔ باتیں تو بہت سی ہو سکتی ہیں لیکن بہت سی باتیں تحریر میں اپنا حسن کھو دیتی ہیں۔ ہوں تو زبانی ہوں۔ بعض وقت سوچتا ہوں کہ مکان ہی ڈھنگ کا لے لیا ہوتا تو تمہیں بمبئی آنے کی دعوت ہی دے دیتا۔ یہ اور بات تھی کہ تم کوئی بہت خوبصورت عذر لکھ بھیجتیں۔ اس کا تو تم بھی یقین کر سکتی ہو کہ بمبئی کم سے کم تمہارے بھوپال سے تو زیادہ ہی حسین اور دلکش ہے۔ "فردوس بر روئے زمیں" والی کیفیت تو نہیں ہے' وہ تو کشمیر ہی پر صادق آتا ہے۔ پھر بھی —— "میرا ذمہ جو واپس لوٹ کر جانے کو جی چاہے" والی بات تو کم سے کم ہے ہی۔

اچھا، اب اجازت دو۔ خط جلد لکھا کرو۔ ہر وقت ہی دیر کرو گی تو کہاں تک معاف کیا جاسکتا ہے۔

عذرا اور شاہد کو پیار۔ سب کو سلام و دعا،

مخلص

۲۵؍ جون ۱۹۵۴ء جاں نثار اختر

●

عزیز خدیجہ

پرسوں کا دن عجیب جذباتی کیفیت میں گذرا، زندگی میں اتنے خوبصورت سانحے بھی ہوتے ہیں! اور اتنے غیر متوقع طور پر۔ خیر یہ قصہ تو تم کبھی زبانی سننا یاد سننا۔ شام کو جب دن بھر کی جذباتی تھکن سے چور آنکھیں بند کیے پڑا تھا تو پوسٹ مین نے تمہارا خط لاکر دیا۔ اب کی بار تو واقعی تم نے خط کا برجستہ جواب لکھ ڈالا۔ میں تو کل ہی تمہیں خط لکھنے بیٹھ جاتا لیکن کل سے میری طبیعت خراب ہوگئی ہے، چنانچہ اسٹوڈیو بھی نہیں جاسکا اور شاید ابھی ایک دو دن اور بھی نہ جاسکوں۔ آج اتوار ہے اور اتوار اس سے اچھی طرح کیا منایا جاسکتا ہے کہ تم سے بے شمار باتیں ہوتی رہیں۔ کام کی باتیں بھی اور فضول گپ شپ بھی!

ہاں — تم نے پہلے بھی اور اس خط میں بھی لکھا ہے کہ تمہیں جانے کیوں یہ خیال پیدا ہونے لگا تھا کہ میں تم سے ناراض ہوں، تو خدیجہ! ایسی تو کوئی بات کسی خط میں غالباً میں نے تمہیں نہیں لکھی جس سے تم ایسا نتیجہ نکالتیں — یہ اور بات ہے کہ تمہارا جی مجھے منانے ہی کو چاہ رہا ہو، تو پھر سچ جانو میں تم سے بلاوجہ بھی روٹھ جانے کو تیار ہوں۔ ارے بھئی پہلے کچھ دوستی پکی تو ہو جانے دو، پھر ایسا ہی ہے تو کبھی کبھی خوب جی بھر کے لڑیا کریں گے لیکن شرط دیکھو یہی رہے گی کہ مناؤ گی تم، ویسے تمہیں زیادہ پریشان نہ ہونا پڑے گا میں فوراً من جایا کروں گا۔ لیکن بھئی تم سے دوستی بڑھاتے ہوئے دل بھی تو ڈرتا ہے۔ کل تم مجھے اپنی اس معصوم دوستی .... اور پُرخلوص لگاؤ سے محروم کر کے کراچی چلی گئیں تو پھر کیا ہوگا۔ زندگی اور بھی خالی ہو کر رہ جائے گی۔ اب تو تم اپنے "اُن" کو لکھو کہ وہی خود آجائیں اور پھر تم لوگ بمبئی آکر گھر بسالو، جبھی کام چل سکتا ہے۔

سچ جانو خدیجہ، بعض وقت تو مجھے تمہارے بھوپال میں ہونے پر جھنجلاہٹ سی محسوس ہونے

لگتی ہے۔ تم نے جس ہمدردانہ لہجہ میں بچوں کے بارے میں لکھا کہ" ان کی ہر طرح کی دیکھ بھال اور خدمت میں اپنے ذمہ لے لیتی" اس کا میں شکرگذار ہوں۔ سوچو اگر تم بمبئی ہوتیں تو مجھے واقعی بچوں کو لے آنے میں کتنی آسانی ہو جاتی ــــ لیکن شاید ایسی خوبصورت باتیں ہم صرف سوچ ہی سکتے ہیں۔ کیوں؟

ہاں تمہارے لیے میں نے دو چار ناول خریدے ہیں۔ اتنا تو تم بھی جانتی ہو کہ اردو ناول نگاری دنیا کی دوسری زبانوں کی ناول نگاری سے بہت پیچھے ہے۔ ہمارے ادب میں تو تمام تر زور شاعری پر رہا ہے۔ بہر کیف اُردو کے اچھے ناول اور غیر زبانوں کے وہ ناول جو اُردو میں ترجمہ ہو چکے ہیں' اُن کا مطالعہ ترتیب سے کر ہی ڈالنا چاہیے۔ ناول کے مطالعے میں ہمیشہ سماجی پس منظر کو ضرور پیشِ نظر رکھنا چاہیے ورنہ ناول کی صحیح قدر و قیمت متعین نہیں ہو سکتی۔ ہمارے ادب میں ناول کی ابتدا ڈپٹی نذیر احمد کی تصنیفات سے مانی جاتی ہے' اگرچہ ان کی ناولیں' ناول کے معیار پر پوری طرح نہیں اُترتیں' بہر کیف ہمیں اُردو کے اس بنیادی سرمایہ کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے' ان کی تصنیفات میں مراۃ العروس' توبۃ النصوح اور ابن الوقت ضرور پڑھنی چاہئیں۔ اگرچہ فنونِ لطیفہ کے بارے میں نذیر احمد کی رائے بڑی ناقص ہے جس کا اندازہ تمہیں توبۃ النصوح پڑھ کر ہوگا خصوصاً جب نصوح اپنے لڑکے کلیم کے کمرے کا جائزہ لیتا ہے اور آتش اور نظیر اکبر آبادی کے دیوان کو آگ میں جلا دیتا ہے' یا سعدی کی گلستاں کے بارے میں اپنی بیوی فہمیدہ سے اظہار رائے کرتا ہے کہ میں اس میں لکھی ہوئی فحش باتوں کو تمہارے سامنے بیان نہیں کر سکتا۔ یہ اُس کتاب کے بارے میں ان کی رائے ہے جو پند و اخلاق کی جامع ترین تصنیف سمجھی جاتی ہے۔ اُن کے ناولوں میں تمہیں پلاٹ کی کمی کا احساس بھی ہوگا اور کردار بھی اکثر و بیشتر جامد نظر آئیں گے۔ آج ان کے مثالی کردار بھی، ہمیں جیتی جاگتی شخصیتیں معلوم نہیں ہوتیں بلکہ ان کی حیثیت ہمارے ذہن میں تاریخی حیثیت بن کر رہ گئی ہے۔ اس کے بعد جو نام ہمارے سامنے آتا ہے وہ سرشار کا ہے۔ فسانۂ آزاد تو خیر ناول نہیں کہا جا سکتا البتہ جامِ سرشار اُن کا باقاعدہ ناول ہے۔ ویسے رتن ناتھ سرشار کا نام فسانہ آزاد ہی کی وجہ سے زیادہ مشہور ہے۔ اس میں داستان گوئی کے عناصر بہت زیادہ ہیں۔ کہانی صرف اتنی ہے کہ آزاد ایک رند قسم کا آدمی ہے ایک تعلیم یافتہ عورت حسن آرا پر فریفتہ ہو جاتا ہے اس کے کہنے پر جنگ روم و روس میں شریک ہوتا ہے اور واپسی پر حسن آرا اپنے وعدے کے مطابق شادی کر لیتی ہے۔ مجھے اس سلسلے میں وہ دلچسپ شرطیں یاد آ گئیں جو حسن آرا نے آزاد سے پہلی ملاقات میں کی تھیں۔ (۱) پندرھویں دن آپ کے گھر پر ضرور مشاعرہ ہونا

چاہیے (۲) کوئی عمدہ بنگلہ لیجیے اور باقاعدہ زندگی بسر کیجیے تاکہ لوگ سمجھیں آپ روٹیوں کو محتاج نہیں ہیں۔ (۳) ایک سواری ہونا چاہیے اور صبح و شام ہوا خوری کو جایا کیجیے (۴) ہر جمعہ مسجد میں جاکر نماز پڑھا کیجیے (۵) اور اپنی اماں جان سے کبھی کبھی مل لیا کیجیے۔ وغیرہ۔ بہرکیف تم فسانۂ آزاد کو پڑھنے نہ بیٹھ جانا یہ تو بڑا لمبا چوڑا طومار ہے۔ سرشار کے سب ناولوں میں اگر کوئی پڑھنے کی چیز ہے تو "جامِ سرشار" ہے۔ سرشار کے یہاں ہمیں چلتی پھرتی جیتی جاگتی تصویریں ملتی ہیں اور اتنے مختلف النوع کردار ہیں کہ ایک دنیا بسی نظر آتی ہے البتہ معاشرت خالص لکھنو کی ہے۔ ان کی ناولوں کے مکالمے بہت دلچسپ اور اہم ہوتے ہیں۔ ظرافت بھی ہے لیکن بعض اوقات یہ ظرافت پھکڑ پن میں بدل جاتی ہے جو بار گذرتی ہے۔

شرر سرشار ہی کے ہم عصر ہیں اور ان کے ناول زیادہ تر اسلامی تاریخ پر اپنی بنیاد رکھتے ہیں اور مسلمانوں کے احیا کے خیال سے لکھے گئے ہیں۔ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے لیکن بقول فراق وہ "مٹی کا پہاڑ" ہی لیکن اسے ٹھٹک کر ضرور دیکھنا پڑے گا۔ ان کے تمام ناولوں میں تاریخی حقائق سے بہت کچھ انحراف ہے اور خود تاریخی کرداروں کو شرر نے اکثر جگہ بری طرح مسخ کر دیا ہے۔ تاریخی ناول نگاری بڑا مشکل مسئلہ ہے۔ انگریزی کے مشہور تاریخی ناول نگار الکزینڈر ڈوما اور والٹر اسکاٹ تک اپنے ناولوں میں تاریخی حقائق کو پوری طرح نہیں نباہ سکے۔ چہ جائے کہ شرر جنہوں نے اسلامی تاریخ کی زندۂ جاوید شخصیتوں کو بقول علی عباس حسینی "مردۂ ابد" بنا کر رکھ دیا ہے۔ شرر کا بس صرف ایک ہی ناول پڑھنے کے لائق ہے اور وہ ہے "فردوسِ بریں" یہ ناول، پلاٹ، مکالمے، کردار نگاری ہر لحاظ سے مکمل ہے۔ اگرچہ مجھے اس کے ہیرو "حسین" کے انجام سے اختلاف ہے۔ اس کا موضوع صرف اتنا ہے کہ اندھی محبت ایک نیک مزاج آدمی کو کس طرح انسانی خصائل سے دور کر کے خونخوار بہیمیت تک پہنچا دیتی ہے۔ شرر کے بعض معاشرتی ناول بھی ہیں لیکن وہ نہ تو ہماری معاشرت کی صحیح عکاسی کرتے ہیں اور نہ اُن میں کوئی جاندار کردار ہی ہم کو ملتا ہے۔ تم تو صرف "فردوسِ بریں" پڑھو۔ شرر اگر اُردو ناول نگاری کی تاریخ میں زندہ رہیں گے تو صرف اسی ناول سے باقی تو رہے نام اللہ کا!

محمد علی طیب بھی اسی دور کے ناول نگار ہیں۔ یوں تو انھوں نے بہت سے تاریخی ناول جعفر عباسہ، 'نیل کا سانپ' اور 'خضر خاں دیول دیوی' لکھے ہیں اور بہت سے معاشرتی ناول بھی مثلاً گورا جس میں عقد بیوگان کا پرچار کیا ہے۔ لیکن مجھے تو یہ سب ناول کمزور نظر آتے ہیں۔" خضر خاں اور

دیول دیوی" میں اگرچہ واقعات اور پلاٹ قابلِ قدر ہے اور علاء الدین ، کافور، ظفر خاں وغیرہ کی سیرتیں بھی اچھی طرح سے پیش کی ہیں لیکن اس ناول کے مکالمے بڑے کوفت دہ ہیں، خواہ مخواہ انگریزی الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ ایک جگہ تو کمال کر دیا ہے جہاں کملا دیوی علاء الدین سے کہتی ہے کہ " اُردو زبان سے میری ناواقفیت مجھ کو زبان کھولنے کی اجازت نہیں دیتی "۔ شاید تم نے سُنا ہو ادیس احمد ادیب کا نام، غالباً کسی کالج وغیرہ میں پڑھاتے بھی ہیں، ان حضرت کا دعوا ہے کہ اُردو دنیا کی قدیم ترین زبان ہے۔ مجھے خیال آیا کہ محمد علی طیب کے اس جملہ سے جو انھوں نے علاء الدین خلجی کے زمانے میں کملا دیوی کے منہ سے کہلوایا ہے اُن کے اس دعوا کو بڑی تقویت پہنچ گئی ہے!۔ طیب کے تمام ناولوں میں مجھے تو ایک ہی کردار تھوڑا بہت متاثر کرتا ہے اور وہ ہے " میکسمس" کا، یہ کردار اُن کے ناول " عبرت" کا ہے۔ اگر مل سکے کہیں سے تو یہ ناول محض اس کردار کی خاطر پڑھ لینا بُرا نہیں ہے۔

اس دور میں سجاد حسین نے بھی جنھوں نے اردو زبان کا سب سے پہلا ظریفانہ اخبار " اودھ پنچ " نکالا کئی مزاحیہ ناول لکھے، حاجی بغلول احمق الذین، کایا پلٹ وغیرہ لیکن اُن کے پڑھنے کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔ ہاں جب تم اُردو ادب میں ظرافت نگاری اور طنز نگاری کے بارے میں پڑھو اُس وقت ان ناولوں کو پڑھنا ضروری ہوگا۔ اس کے بعد تو پھر مرزا ہادی رسوا کا ناول ہی ہمارے سامنے آتا ہے اور وہ ہے " امراؤ جان ادا "۔ ان کی دوسری تصنیف " ذات شریف " بہت سرسری چیز ہے اور " شریف زادہ " ناول قطعاً نہیں ہے۔ بھئی ایک دلچسپ بات، آپ کے بھوپال کے مشہور نقاد آصف شاہمیری صاحب نے شریف زادہ پر ایک تنقید لکھی ہے جو " شاعر " کے رسالے میں شائع بھی ہوئی ہے۔ میں نے اس مضمون کے شروع کے دو جملے پڑھے تھے جس میں دو دعوے ہیں، پہلا یہ کہ شریف زادہ ناول ہے اس سے کچھ نہیں ہوتا کہ خود رسوا نے دیباچہ میں اس کے ناول ہونے سے انکار کیا ہے، دوسرا یہ کہ اُردو ادب کا سب سے بڑا ناول ہے۔ اس کے آگے میں نے اس مضمون کو نہیں پڑھا۔ آصف صاحب سے اس بارے میں گفتگو تو ہوئی تھی لیکن میرے بہکانے میں کیسے آ سکتے ہیں!

ہاں تو میں امراؤ جان ادا کی بابت تم سے کہہ رہا تھا، یہ ناول یوں تو ایک طوائف کی داستانِ حیات ہے لیکن بہت کامیاب ناول ہے اور اُردو ناولوں میں سب سے بڑا تو نہیں لیکن بڑا ناول ضرور ہے۔ اس پورے ناول کو پڑھ جانے پر ہمیں امراؤ جان ادا سے نفرت نہیں پیدا ہوتی

اس کی بربادی کے اسباب ہماری نظروں کے سامنے آجاتے ہیں' دلاور خاں' خانم اور گوہر مرزا کی فریب کاریاں اور وہ نظام جس میں اقتصادی کشمکش سے مجبور عورت عصمت فروشی پر تیار ہو جاتی ہے ہمیں امراؤ جان سے ہمدردی پر مجبور کر دیتے ہیں اور امراؤ جان ادا جیسی ساری عورتیں ہماری ہمدردی کی مستحق بن جاتی ہیں' یہ ہمدردی انسانیت کی ہمدردی ہے۔ اس موضوع پر بعد میں قاری محمد سرفراز حسین عزمی نے بہت سے ناول لکھے 'سعید' شاہد رعنا اور بہار عیش وغیرہ لیکن کوئی ناول اس موضوع پر امراؤ جان ادا کا مقابلہ نہیں کرتا۔ لیلیٰ کے خطوط۔ خطوں کی صورت میں قاضی عبدالغفار کا ناول ہے لیکن جو نقطۂ نظر انھوں نے اس میں پیش کیا ہے اور مرد کو عورت کی اس تباہ کاری کا ذمہ دار گردانا ہے وہ صحیح نہیں ہے پھر بھی امراؤ جان ادا کے بعد لیلیٰ کے خطوط پڑھنے کی چیز ضرور ہیں در اصل یہ ادارہ انسانی سماج کے لیے کوڑھ سے کم نہیں۔ لیکن یہ تو ہمارے سامنتی اور سرمایہ داری نظام کی برکات ہیں۔ آج روس میں اور نئے چین میں یہ ادارہ بالکل منہدم ہو کر رہ گیا ہے۔ آخر کیوں؟ روس میں کس طرح عورتوں کی جسم فروشی کے بند کرنے کے لیے عملی تدابیر اختیار کی گئیں اور کیونکر یہ تجربہ سو فی صدی کامیاب رہا اس کا بیان اگر تم پڑھنا چاہو تو " SIN & SCIENCE " پڑھنی ہوگی۔ اس کا کوئی اُردو ترجمہ تو ہے نہیں ورنہ میں تمھیں ضرور بھیج دیتا۔

اب رہے آپ کے راشد الخیری صاحب! تو بھئی یہ سمجھ لو کہ ڈاکٹر نذیر احمد ان کے حقیقی پھوپھا تھے' ناول نویسی میں انھیں کی تقلید کچھ ان کا شیوہ رہا ہے۔ نہ جانے کتنی ناولیں انھوں نے لکھ ڈالیں اور سنا ہے کہ تم عورتوں کو ان کے ناول بہت پسند آتے ہیں۔ لیکن مجھے تو کبھی انھوں نے اپیل نہیں کیا' لے دے کے اگر ڈھنگ کی کوئی چیز انھوں نے لکھی ہے تو وہ "صبح زندگی" ہے' پھر شام زندگی اور شب زندگی دونوں فضول سی چیزیں ہیں۔ جتنے کردار انھوں نے پیش کیے ہیں ان میں صرف کوئی تھوڑا بہت اثر چھوڑتا ہے تو وہ "نانی عشو" کا ہے۔ اس لیے اگر تم نے ان کی ناولیں نہیں پڑھی ہیں تو صبح زندگی اور نانی عشو سے زیادہ پڑھنا بھی نہیں۔ رہی اُن کے مصورِ غم ہونے کی بات تو سچ جانو اُنھیں یہ بھی نہیں معلوم کہ ادب میں TRAGEDY یا المیہ کا کیا مفہوم ہوتا ہے۔ کسی کو سانپ نے کاٹ کھایا یا کوئی کنوئیں میں گر گیا تو ناول المیہ نہیں بن جایا کرتا۔

اردو ناول نگاری کی تاریخ میں جو نام جلی حروف میں ہمارے سامنے آتا ہے وہ پریم چند کا ہے جس نے ہمارے دیہاتوں کی زندگی پیش کی' سیاسی حالات اور اقتصادی مسائل کو ناول میں داخل کیا اور ہماری حقیقی زندگی کو اپنی ناولوں کا پس منظر بنایا۔ اُن کے بہت سے اصلاحی ناول بھی

بھی ہیں بیوہ' بازارِ حسن ' نرملا ' وغیرہ۔ ان ناولوں کے خاتمے میں پریم چند نے ضرور دخل دیا ہے اور بعض انھیں اپنے خیال سے زیادہ اخلاقی بنانے کے لیے خواہ مخواہ ہیرو ہیروئن کو آخر میں اخلاق کی پتلی بنا دیا ہے حالانکہ بیوہ میں پریما کو اور بازارِ حسن میں سمن کو لازمی طور پر جسم فروشی پر اتر آنا چاہیے تھا۔ نرملا بھی اصلاحی ناول ہے جس میں ایک عورت کی دُکھ بھری زندگی ہے۔ آخر میں وہ نرملا کو جو ذہنی ATTITUDE دے دیے ہیں وہ کچھ زیادہ صحیح نہیں' وہ کچھ اس طرح سوچنے لگتی ہے" میرے لیے زندگی میں کوئی خوشی نہیں پھر اس کا خواب کیوں دیکھوں" میں نے" کچھ زیادہ صحیح نہیں" کا جملہ اس لیے استعمال کیا کہ جس ماحول اور معاشرت سے وہ اپنے کردار کو لے کر گئے ہیں وہ اس قسم کی ذہنیت کا شکار ہو سکتا ہے۔

اُن کے دوسرے ناول گوشۂ عافیت' چوگانِ ہستی' میدانِ عمل اور گئودان ہیں۔ گوشۂ عافیت میں کاشتکار اور زمیندار کی باہمی کش مکش ہے' چوگانِ ہستی میں مفلس کسانوں اور مہاجنوں کی نزاع ہے' اور میدانِ عمل' صحیح معنوں میں میدانِ عمل ہے' یہاں زندگی کی جدوجہد سامنے آتی ہے' یہاں ہڑتال بھی ہے لاٹھیاں بھی ہیں جیل بھی ہے' گولیاں بھی چلتی ہیں جانیں بھی جاتی ہیں لیکن اصول وعمل کی جیت ہوتی ہے اور یہ جیت غدیجہ۔ بڑھتی ہوئی زندگی کو ہمیشہ حاصل ہوتی رہے گی۔ اُن کا آخری ناول گئودان ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ ابھی تک اردو ادب میں اس سے بہتر ناول نہیں لکھا گیا۔ بوڑھا ہوری غریب کسان ہے اور معاشرت میں طبقات کا قائل ہے۔ اُس کی خواہش اس سے زیادہ نہیں کہ پیٹ کو روٹی اور تن ڈھکنے کو کپڑا اتنا میسر آجائے' لیکن وہ بھی تو نہیں ہوتا۔ اُس کا نوجوان بیٹا گوبر باغی مزاج کا لڑکا ہے، اور جاگیرداری نظام اور سرمایہ داری نظام کی لعنتوں کو زیادہ دن برداشت کرنے کے لیے تیار نہیں۔ گوبر میں اگرچہ انقلاب کا وہ پختہ شعور تو نہیں ہے جو اُسے مارکسی بنا دیتا لیکن اُس کی آواز میں انقلاب کی گھن گرج ضرور ہے۔ اس ناول میں ایک اور اہم کردار ہے اور وہ دھنیا کا ہے جو ہوری کی بیوی اور گوبر کی ماں ہے اور جس فنکارانہ چابکدستی کے ساتھ پریم چند نے دھنیا کے کردار کو پیش کیا ہے اُس نے اُسے زندۂ جاوید بنا دیا ہے۔ تم پریم چند کے سب ناول ضرور پڑھو۔ پریم چند کے تمام ناول حقیقت نگاری کی مثال ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ اُن میں کہیں کہیں شائیت یا تصوریت کی جسے انگریزی میں IDEALISM کہتے ہیں' جھلکیاں شامل ہو جاتی ہیں۔

پریم چند کے دور ہی سے اردو ادب میں ناول تھوڑے بہت لکھے جانے لگے لیکن کوئی بڑا

ناول ہمارے سامنے نہیں آیا۔ سدرشن کے ناولوں میں راج سنگھ، قدرت کے کھیل اور پھول وتی خاصے مقبول ہوئے، نیاز فتح پوری کا ناول "شہاب کی سرگزشت" بھی خاصا پڑھا گیا اور فیاض علی خاں کا ناول "شمیم" بہت مقبول ہوا۔ نیاز نے اپنے ناول "شہاب کی سرگزشت" میں ایک ایسے فلسفی نوجوان کو ہیرو بنایا ہے جو محبت اور شادی کو ایک دوسرے سے بیگانہ سمجھتا ہے اور خواہ مخواہ کی فلسفہ طرازی کرتا ہے۔ مجھے ایک واقعہ یاد آیا، جس زمانے میں شہاب کی سرگزشت شائع ہوئی ہے اس وقت اس ناول کے جوڑ پر مجنوں گورکھپوری نے ایک افسانہ "زیدی کا حشر" کے عنوان سے لکھا تھا اور اس افسانہ لکھنے کا سبب جو انھوں نے بطور تمہید دیا تھا بہت دلچسپ تھا۔ انھوں نے لکھا تھا کہ "مجھ سے ایک خاتون نے شہاب کی سرگزشت کی تعریف کی، میں نے کہا کہ یہ ناول مہمل ہے، وہ بولیں کہ مہمل کہنا بہت آسان ہے، ایسا مہمل ناول آپ لکھ کر دکھائیے تو بات ہے، میں نے کہا کہ خاتون میں اس سے زیادہ مہمل لکھ سکتا ہوں چنانچہ میں نے زیدی کا حشر لکھ ڈالا۔"

سوچو خدیجہ، شہاب کی سرگزشت میں محبت کے جس فلسفہ کی تلقین کی گئی ہے کتنا لغو ہے۔ عشق و محبت کے بارے میں ارسطو نے جو نظریہ پیش کیا تھا اور جس کی بنیاد خالص تصوریت ہے جسے ہم آج افلاطونی محبت یا PLOTANIC کہتے ہیں۔ اس حقیقی زندگی سے کتنے فاصلے کی چیز ہے۔ دراصل تصوریت کے اثرات ایک زمانہ تک دنیا کے ہر لٹریچر پر رہے ہیں، یہ فلسفہ خود اس دور ہی کی تو پیداوار ہے، جب اونچے طبقے کی لڑکی کو نیچے طبقے کے شخص سے محبت کرنے یا ایک نیچے طبقے کی لڑکی کو اونچے طبقے کے شخص سے عشق کرنے کا حق نہیں دیا جا سکتا تھا۔ اس قسم کے تمام فلسفے طبقاتی مفاد کے پیش نظر ہمیشہ جنم لیتے آئے ہیں لیکن زندگی کی ٹھوس حقیقتیں انھیں جھٹلاتی رہی ہیں یا بقول جوش ۔

ان سب کے منھ پہ تھوک دیا ہے حیات نے

محبت کا صحت مند نظریہ تو سوائے اس کے کیا ہو سکتا ہے کہ ذہنی اتحاد بھی ہو اور جسمانی قرب کی خواہش بھی۔ ان میں سے محض ایک پہلو اصل محبت کا ترجمان کبھی نہیں بن سکتا۔ یا تو وہ صرف ہوس رہ جائے گی یا پھر ذہنی کج روی۔ لو، بات کہاں سے کہاں جانے لگی۔

ہاں تو ابھی ناول کی بات ختم نہیں ہوئی۔ مجنوں گورکھپوری نے خود بھی چند ناول لکھے ہیں اور وہ انگریزی ناولوں کے چربے ہیں جس کا اعتراف خود انھوں نے دیباچوں میں کیا ہے۔ "سوگوار شباب" "گردش" وغیرہ۔ یہ سب المیہ ناول ہیں۔ مجنوں دراصل انگریزی ناول نگار ہارڈی سے ذہنی طور پر متاثر رہے ہیں اور ہارڈی انگریزی ادب کا زبردست المیہ نگار ہے۔ مجنوں اپنی تنقیدوں میں ترقی پسند ہیں

لیکن ناولوں میں اور افسانوں میں ہمیشہ ہی غیر ترقی پسند رہے ہیں۔ یہ تضاد بہت دلچسپ ہے۔

اس کے بعد پھر عظیم بیگ اور شوکت تھانوی کے مزاحیہ ناول ہیں، انھیں فی الحال چھوڑ ہی دو۔ جاسوسی ناول تو بالکل ہی قابلِ توجہ نہیں ہیں اور ویسے بھی سوائے ظفر عمر کی نیلی چھتری، بہرام کی گرفتاری اور لال کھٹر کے اردو میں کوئی اور معقول جاسوسی ناول ہے ہی نہیں۔

اچھا اب تو ہم موجودہ ترقی پسند ناول پر آگئے ہیں جس میں پہلی چیز سجاد ظہیر کی "لندن کی ایک رات" ہے۔ کرشن چندر کی "شکست" "صبح ہوتی ہے" (یہ ناول تو نہیں ایک رپورتاژ ہے لیکن اسے ضرور پڑھو) "جب کھیت جاگے" اور "طوفان کی کلیاں" ہیں۔ اس میں سے میں نے تمہارے لیے طوفان کی کلیاں خریدی ہے ــــ معلوم نہیں عصمت کا "ضدی" اور "ٹیڑھی لکیر" تم نے پڑھا ہے یا نہیں۔ عزیز احمد کے ناولوں میں "گریز" پڑھنے کی چیز ہے جس میں اُنھوں نے ۳۷ء کے یورپ کو اور اس کی اقتصادی اور جنسی اقدار کو ایک ہندوستانی کے زاویۂ نظر سے دیکھا اور دکھلایا ہے۔ اُپندر ناتھ اشک کا ایک ناول "ستاروں کے کھیل" کے نام سے ہے لیکن اُس میں ترقی پسندی کم اور رومانیت زیادہ ہے۔ البتہ قرۃ العین حیدر کا نیا ناول "سفینۂ غم دل" خاصا ہے، میں نے اسے ابھی خود نہیں پڑھا ہے، خاصا ہے والی رائے دراصل سنی سنائی ہے۔ اسے خود پڑھنے کے بعد تمہیں بھیجوں گا، خرید تو لیا ہے۔ عنقریب ہی کرشن چندر کا نیا ناول "نئے غلام" بھی آنے والا ہے، اگر اس وقت تک آگیا تو تم تک پہنچ ہی جائے گا۔

بھئی ناول کے سلسلے میں بات بہت لمبی چوڑی ہوگئی۔ غیر ملکی ناولوں کے جو ترجمے اُردو میں ہوئے ہیں ان کے بارے میں ابھی ایک بات بھی تمہیں نہیں لکھ سکا۔ پھر بھی ان میں بعض بہت اہم ناول ہیں جو دنیا کے ادب میں پہلے درجے کی چیز شمار ہوتے ہیں ان کا پڑھنا بھی ضروری ہے مثلاً "ماں" "بہتا دریا" "یاما" "مادام بواری" "چینی گاؤں" وغیرہ ــــ اس کے بارے میں تمہیں کبھی تفصیل سے لکھوں گا۔ فی الحال یہ موضوع ختم ہونا چاہیے کہیں تمہیں ناولوں سے نفرت ہی ہو جائے۔

دیکھو میں نے کتنی بکواس کر ڈالی، اور ہاں میں چائے والی بات تو بھول ہی گیا، آؤ میں تمہارے ہاتھ سے یہ ہلکی آسمانی رنگ کی پیالی لے لوں۔ یہ چائے تمہارے ہی ہاتھ کی بنائی ہوئی ہے نا؟

اور خدیجہ! میں کیا لکھوں، بھوپال آنے میں تو ابھی مہینے ہیں۔ بہر حال "شاد باید زیستن ناشاد باید زیستن" والی بات ہے۔ دیکھو بعض وقت زندگی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو بھی کتنا ترساتی

ہے۔ فی الحال تو تمہارے خط کے آنے کی تھوڑی سی خوشی میسر ہو جاتی ہے ورنہ زندگی ہر حسن اور کیف سے محروم ہے۔

یہ خط کا کاغذ بہت بُرا ہے، اب میں کل کوئی اچھا سا پیڈ لا کے رکھوں گا اور اُس پیڈ کی بسم اللہ تمہارے خط کے جواب سے ہوگی۔

تم مجھے بہت اچھا سا خط لکھنا۔ بھئی اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ تم نے اب تک جو خط لکھے ہیں وہ بہت اچھے نہیں ہیں۔ مجھے اس پر ایک لطیفہ یاد آگیا۔ ایک مرتبہ آئی۔ ٹی کالج لکھنؤ میں مشاعرہ تھا، یہ کالج لڑکیوں کا ہے۔ مجازؔ کے پڑھنے کی باری تھی، جب وہ دو چار نظمیں پڑھ چکے تو ایک صاحبزادی نے کھڑے ہو کر فرمائش کی کہ میں مجازؔ صاحب سے درخواست کرتی ہوں کہ اپنی کوئی اچھی سی نظم سنا دیں۔ سوچو مجازؔ کے دل پر کیا گزری ہوگی۔ ہاں تو یہ اس قسم کی فرمائش نہیں ہے اور کیا معلوم اُسی قسم کی فرمائش ہو کیونکہ اُس غریب کا مطلب بھی تو یہی ہوگا کہ اور اچھی نظم سننے کو ملے۔

اچھا اب بالکل باتیں ختم۔ البتہ عذرا کو پیار کہنا اور کہنا تمہارا خط مجھے مل گیا ہے اس کا جواب مجھ پر قرض ہے! شاہد کو پیار

خط کب لکھ رہی ہو؟

بہت سی محبت بھری دُعاؤں کے ساتھ

جاں نثار اختر

۴ر جولائی ۱۹۵۴ء

●

عزیز خدیجہ

تمہارے دونوں خط مجھے مل گئے، میری طبیعت کی خرابی کا سلسلہ چلا ہی جاتا ہے، اتوار کو تو ایسی حالت ہو گئی تھی کہ رات کو گیارہ بجے اسپتال جانے کی نوبت آگئی، اب بھی خفیف حرارت باقی ہے، بہر کیف خود جلدی سے اچھا ہو جانے کی فکر ہے اس لیے بھی کہ آج کل اسٹوڈیو کا بہت سا کام میرے ذمے پڑا ہوا ہے اور اس لیے بھی کہ بغیر کسی کی تیمارداری کے بیمار رہنے کا بھی کیا لطف تیمارداری کے سلسلے میں مجھے ایک لطیفہ یاد آگیا۔ ایک ڈاکٹر نے ایک تیماردار کو سمجھایا تھا کہ دوا ہلا کر پلائی جائے چنانچہ تیماردار نے بجائے دوا کے پہلے خوب مریض کو ہلایا اور دوا پلا دی۔ تو بھئی میرا مطلب ایسے تیماردار سے بھی نہیں ہے۔ رہی خود اپنی تیمارداری تو ڈاکٹر نے چار گھنٹے سے دوا پینے کو بتائی تھی میں اسے محض چوبیس گھنٹے سے پیتا ہوں۔ خیر، چھوڑو اس بیماری کے قصے کو۔

تم نے اپنے پہلے خط میں لکھا تھا کہ تم برسوں خوب روئیں، اپنی زندگی کی ناکامیوں کے خیال سے۔ تو میری دوست! زندگی کی ناکامیوں پر غصہ کرنا سیکھو اور جب تم ان پر غصہ کرنا سیکھ جاؤ گی تو تم جدوجہد بھی سیکھ جاؤ گی اور تمہارے قدم میں مضبوطی اور استواری پیدا ہو جائے گی اور پھر ایک نہ ایک دن تم اپنی زندگی کو اپنے حسب منشا کامیاب بنا سکو گی — اور پھر، اس وقت تمہاری آنکھوں میں یہ غم کے آنسو نہ ہوں گے، صرف خوشی کے آنسو ہوں گے، حسین اور خوبصورت آنسو — ورنہ کم سے کم میں تو شکر کی طرح سے اس کا قائل نہیں ہوں کہ جس نے عورت کو روتے ہوئے نہیں دیکھا اُس نے حسن ہی نہیں دیکھا — میں تو سمجھتا ہو کہ غم کسی صورت میں بھی ہو حسن کا دشمن ہے۔

ہاں اب ایک بات تمہارے تازہ خط کی — تم نے میرے گذشتہ خط کے اس جملہ پر کہ "ہم ایسی خوبصورت باتیں صرف سوچ ہی تو سکتے ہیں" جواباً بہت کچھ لکھ ڈالا ہے۔ لیکن خدا بچہ اس سے میرا مطلب یہ تو نہیں تھا کہ تم جو "پُرخلوص اور بے لاگ ہمدردی" مجھ سے کرتی ہو میں تمہیں اُس سے روکنا چاہتا ہوں۔ میرے لیے یہی بہت قیمتی ہے۔ لیکن میں سوچتا ہوں کہ جب اس جملے کے الفاظ تم تک میری بات ہی نہ پہنچا سکے تو تم اس جملے ہی کو اُس خط میں سے کاٹ دو، یہ بہتر ہوگا۔ ورنہ میرے لیے اس کا مطلب سمجھانا ممکن نہیں ہے۔

اچھا اب دوسری باتیں ہونی چاہئیں — فسانۂ آزاد کے بارے میں تم نے جو لکھا ہے وہ ٹھیک ہے، مجھے خود قدیم داستانوں کے پڑھنے میں بڑی دل کشی اور دلچسپی محسوس ہوتی ہے، میں نے تو اُس کی طوالت کی وجہ سے تمہیں لکھا تھا کہ کہاں اتنا وقت ضائع کرو گی۔ ویسے فسانۂ آزاد کے چند خلاصے بھی شائع ہوئے ہیں، اگر کوئی مل گیا تو تمہیں بھیج دوں گا، محض اس لیے کہ تمہیں یہ کتاب پسند ہے۔ پریم چند کی گوشۂ عافیت اور گئودان دونوں آج کل

ہیں۔ گئودان غالباً مکتبہ جامعہ سے دوبارہ چھپنے والی ہے، رہی عصمت چغتائی کی "ایک بات" تو وہ میرے پاس موجود ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ وہ یہاں نہیں، بھوپال ہی میں ہے۔ میری کتابوں کا ایک بکس فہاب صاحب کے گھر پڑا ہوا ہے، اب کے بھوپال آؤں گا تو اُس میں سے تمہیں بہت سی کتابیں پڑھنے کو مل جائیں گی۔ ہاں "ایک بات" کے بارے میں ایک بات یہ یاد آئی کہ یہ جلد جو میرے پاس محفوظ ہے اس پر خود عصمت آپا کے ہاتھ کا لکھا ہوا ایک صفحہ کا آٹوگراف ہے اپنی بچی سیما کے نام، اُس وقت کا جب وہ دو ڈھائی سال کی ہوگی۔ یہ کتاب بھوپال کانفرنس کے موقع پر عصمت آپا

کے ساتھ تھی، اور وہ اتفاق سے ہمارے یہاں بھول گئی تھیں۔ صفیہ نے اسے جان کے رکھ چھوڑا تھا کہ جب سیما بڑی ہو جائے گی اور اس کی شادی ہو گی تب میں یہ کتاب تحفۃً اسے دوں گی — تو دراصل یہ کتاب امانت کے طور پر چلی آرہی ہے — اور اس امانت کا پتہ عصمت آپا کو بالکل نہیں ہے۔

اور تم نے جو میری خریدی ہوئی چند کتابوں کا پیشگی شکریہ لکھ بھیجا ہے اس کی تو ضرورت نہیں تھی۔ اگر اتنی رسم نہ برتو تو کوئی نقصان تو نہ ہوگا۔

اب اور کیا لکھوں — ہاں خوبصورت سانحے والی بات تو رہ ہی گئی تو بھئی وہ "انجم" کے بارے میں ہے۔ اب تم پوچھوگی انجم کون ؟ تو میری بہت سی نظموں میں تم نے یہ نام پڑھا ہوگا۔ اُس دن وہ مجھ سے غیر متوقع طور پر ملنے آگئی اور دن بھر میری مہمان رہی۔ سہ پہر کو اس نے جب میرے بکس سے میرے لیے کپڑے نکالے، تو چونکہ صفیہ کے کئی جوڑے میرے بکس میں رکھے رہتے ہیں، اُس نے مجھ سے فرمائش کی کہ "صفیہ آپا کی ایک ساڑی آپ مجھے دے دیجیے" میرے لیے اس سے بڑھ کر کوئی تحفہ نہ ہوگا — اور پھر جب وہ گئی تو وہ اس ساڑی کو لپیٹ کر اپنے ساتھ نہیں لے گئی بلکہ اُسی کو پہن کر گئی۔ مجھے اُس کی اس چھوٹی سی بات میں بڑی ذہنی نفاست محسوس ہوئی۔ اگلے مہینے اُس کی شادی ہو رہی ہے، میں تم سے کہہ نہیں سکتا کہ وہ کتنی پیاری لڑکی ہے۔ چلتے وقت مجھ سے بولی کہ "آپ جتنی دعائیں دے سکتے ہیں دے دیجیے کہ میں اپنی اس زندگی میں کامیاب رہ سکوں" اور میں نے بے شمار دُعاؤں کے ساتھ اُس کی مانگ کو چوم کر اُسے رخصت کر دیا۔ پھر نہ جانے کتنی دیر تک میرا ذہن اُن تمام خوبصورت یادوں کو دہراتا رہا جو اُس کی ذات سے وابستہ ہیں۔ تم اُس کو نہیں جانتیں اور نہ تم اُس خلوص اور ربط کو جانتی ہو، جو میرے اُس کے درمیان رہا ہے۔ اُس کے ساتھ میرا ذہنی لگاؤ عجب سا EXCEPTIONAL CASE ہے۔ وہ میری شاعری کا ایک بڑا STIMULUS بھی رہی ہے اور ساتھ ہی میری بہت چہیتی بہن بھی۔ جو پاکیزگی اور ذہنی خوبصورتی ہم لوگوں کے درمیان رہی ہے اُس نے بہت سے حسین نقوش میرے دل و دماغ کو دیے ہیں۔ میری ازدواجی زندگی کے نو سال میں کس طرح وہ ایک سگی بہن کی طرح میرے گھر پر اپنا دعوا رکھتی تھی اور خود صفیہ اُسے کتنا پیار کرتی تھی۔ مجھے وہ واقعہ یاد آنے لگا کہ جب میں بمبئی چلا آیا تھا اور اُسے اپنے امتحان کی فیس داخل کرنے کے لیے پیسوں کی ضرورت تھی تو صفیہ نے اپنی چوڑیاں بیچ کر اُس کو روپے مہیا کر دیے تھے۔ اسی زمانے میں جب میں چند دن کے لیے بھوپال آیا تو وہ صفیہ کے پاس ہی ٹھہری ہوئی تھی، اُس نے مجھے بتایا کہ میں

نے صفیہ آپا سے سو روپے لے لیے ہیں۔ پھر جب صفیہ سے تنہائی میں میں نے پوچھا کہ تم نے یہ سو روپے اسے کہاں سے دے دیے، کیونکہ اُس وقت صفیہ اپنی تنخواہ میں سے سو روپیہ تو مجھ کو بھیج دیتی تھی، تو پہلے اُس نے بتانے سے انکار کیا کہ کہیں سے بھی دے دیے تمہیں کیا مطلب۔ لیکن جب میں نے مذاقاً کہا کہ بھئی یہ تو بڑی تشویش ناک بات ہے، تو وہ کہنے لگی کہ اختر تم نے بہت بُری بات کہی ہے اس لیے میں تمہیں بتائے دیتی ہوں ورنہ میں ہرگز تمہیں نہ بتاتی۔ بہر کیف میں یہ کیا داستان لے کر بیٹھ گیا، لکھنا تو صرف اتنا تھا کہ تم میرے اور اُس کے مراسم کو کسی غلط روشنی میں نہ دیکھنا۔ وہ ہلکی چیز نہیں ہیں۔ اُن کی لطافت نے انھیں بہت وزنی بنا دیا ہے۔

اور اُلٹی سیدھی بہت سی باتیں کرنے کو جی چاہ رہا ہے لیکن یہ لکھنے کی پریشانی بہت بُری ہوتی ہے۔

فرخندہ شبے باید و خوش مہتابے
تا با تو حکایت کنم از ہر بابے

اچھا، تو اب تم مزاج پرسی کا خط تو جلد ہی لکھو گی ورنہ مجھے اس وقت تک خواہ مخواہ بیمار رہنا پڑے گا۔

ہاں عذرا کو میری دُعا اور پیار کہنا اور کہنا کہ تمہارا لکھا ہوا خط پاکر مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے میں ابھی تک تمہارے جواب کا مقروض ہوں۔ لیکن یہ طے ہے کہ ابھی تمہاری خدیجہ آپا کا خط ابھی گیا تو انھیں جواب نہ لکھ کر پہلے تمہیں جواب لکھوں گا۔

اپنے سب بھائی بہنوں کو میرا اسلام اور دُعا،

شاہد کو پیار

شب بخیر

مخلص

جاں نثار اختر

۱۲ر جولائی ۱۹۵۴ء

عزیزہ خدیجہ

میرا خط تمہیں ملا ہوگا۔ آج تمہیں چند کتابیں بھیج رہا ہوں: "نئے غلام" بجائے ناول کے کرشن کے افسانوں کا مجموعہ نکلا، البتہ ابو تمیم فرید آبادی کا ایک خلاصہ فسانۂ آزاد کا مل گیا ہے۔ قرۃ العین کی نئی ناول "سفینۂ غم دل" خیال تھا کہ پڑھنے کے بعد تمہیں بھیجوں گا لیکن اس کی فرصت

ہی نہیں ملی — ہاں اپنی کتابوں میں سے کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ تمہیں کیا بھیجوں، زیادہ تر تنقیدات ہیں یا سیاسیات پر یا فلسفے پر۔ زیرلب ابھی جلد بندی کی منزل میں ہے اور میں سمجھتا ہوں پہلی تک آسکے گی — بہرکیف۔

میری طبیعت ابھی تک پورے طور پر صاف نہیں ہے۔ تم کیسی ہو؟ تم نے اپنے پچھلے خط میں لکھا تھا کہ تم دو تین ہفتوں سے سخت پریشان سی ہو۔ لیکن تم نے کوئی تفصیلی بات نہیں لکھی۔ اگر میں تمہاری پریشانی کو کسی حد تک بٹا سکوں تو میرے لیے بڑی بات ہوگی۔ آخر کچھ تو مجھے تمہارے کام آنا چاہیے یا نہیں؟

بہت سی دلی دعاؤں کے ساتھ

مخلص

جاں نثار اختر

۱۹ر جولائی ۱۹۵۴ء

●

بمبئی ۸

اچھی، بہت اچھی خدیجہ

تمہارے تینوں خط مل گئے، میری طبیعت اب ٹھیک ہی سمجھو، میرے لیے اتنی فکرمند نہ ہو، مجھے کچھ ہونے والا نہیں — اس عرصے میں تمہارے خطوں سے جو ذہنی تشفی مجھے ملتی رہی اس کے لیے میں البتہ تمہارا ممنون ہوں۔

تم نے جو لمبی چوڑی معذرت لکھ ڈالی ہے اس کی کیا ضرورت تھی آخر، "تم تلافی نہ کرو اس کی ضرورت کیا ہے" بہرکیف تم اُس جملے کو حذف کرنا نہیں چاہتیں تو تمہاری خوشی۔ دیکھو میں اپنے خلاف تمہیں ایک بہت دوستانہ مشورہ دیتا ہوں اور وہ یہ کہ بھئی مجھے تو خواہ مخواہ ناز اُٹھوانے کی عادت پڑ گئی ہے، تم میری ناز برداری کا جنجال مول نہیں لو، ورنہ تم جانو جب کوئی ناز اٹھانے والا مل جائے تو پھر نازوں کی کیا کمی — مجھے یاد آنے لگا صفیہ بھی کبھی کبھی تفو بخا کہا کرتی تھی کہ اختر تمہیں تو کوئی FOOL PROOF احمقانہ حد تک سادہ لوح عورت ملنی چاہیے تھی، تب مزا آتا۔ تم کہتے بھوک نہیں ہے وہ فوراً کھانا اٹھا کر لے جاتی .... بس آج جانا ہے اور وہ جھٹ اٹھ کر تمہاری روانگی کے لیے بستر وغیرہ باندھ دیتی۔ بہرحال یہ تو جملۂ معترضہ تھا، مطلب یہ ہے کہ تم نے اگر میرے ناز اٹھانا شروع کر دیے تو خود مصیبت مول لے لوگی۔

تمہیں کتابیں مل گئیں، اب انھیں پڑھ بھی ڈالنا ورنہ کہیں محض الماری کی زینت ہی بن کر

نہ رہ جائیں۔ احتشام کی چاروں کتابیں میرے پاس موجود ہیں۔ تنقیدی جائزے، روایت اور بغاوت، ادب اور سماج، تنقید اور عملی تنقید، تم لکھو تو میں یہ چاروں کتابیں تمہیں بھیج دوں لیکن اسی شرط پر کہ یہ میری اور تمہاری مشترکہ ملکیت رہیں گی اور تم انھیں صرف اپنے مطالعے کے لیے استعمال کروگی، ورنہ تم جانتی ہو کہ کتاب کسی کو پڑھنے کو دے دی جائے تو اول تو واپس ہی نہیں آتی اور اگر خوش قسمتی سے واپس مل بھی جائے تو اس قابل نہیں رہتی کہ مرمت کی بھی کوئی گنجائش ہو۔ اتنی شکستہ اور بدحال ہو جاتی ہے کہ پھر نئی خریدنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ جاتا۔ اور چونکہ ان میں سے بعض کتابوں پر مصنف کے نام میرا لکھا ہوا آٹوگراف بھی ہے، میں انھیں نئی کتابوں سے بھی REPLACE نہیں کرسکتا — اچھا میں تمہیں کتابیں بھیج دوں گا۔

ہاں "ادب اور سماج" میں تو ایک مضمون احتشام کا تمہارے چہیتے خوجی کے متعلق بھی ہے۔ تم نے اپنے کسی پچھلے خط میں آزاد اور خوجی کے کرداروں کی بڑی تعریف لکھی تھی لیکن ان کرداروں کے بارے میں یہ چیز ضرور خیال میں رکھو کہ یہ اتنے اصلی نہیں جتنے تخیلی ہیں۔ ان دونوں کیریکٹر کے بارے میں احتشام نے اپنے مضمون میں ایک بات بڑی دلچسپ اور پتے کی لکھی ہے، مجھے اُن کے الفاظ تو یاد نہیں البتہ مطلب یہ ہے کہ آزاد کو اگر تھوڑا سا بگاڑ دو تو خوجی بن جائے گا اور خوجی کو تھوڑا سا سنوار دو تو آزاد بن جائے گا۔

احتشام کی نئی کتاب "تنقید اور عملی تنقید" ہے اور اس میں چند مضامین بہت اہم ہیں۔ (۱) غالب کا تفکر (۲) حالی کا سیاسی شعور اور (۳) اکبر کا ذہن۔ ان مضامین کو تم خاص توجہ سے پڑھنا، باقی اگر نہ بھی پڑھو تو کوئی حرج نہیں۔

اور تمہیں کیا لکھوں۔ سوائے اس کے کہ تمہاری یاد بہت زیادہ آنے لگی ہے لیکن اسے کیونکر منع کیا جاسکتا ہے۔ میرا کبھی کا کہا ہوا ایک شعر ہے۔

یہ جانتے ہیں کہ تو ہم کو یاد آتا ہے
کوئی سبب نہ ہی تیرے یاد آنے کا

تو بس یہی کچھ سمجھ لو!۔

اب اجازت دو، اس وقت گیارہ تو بج چکے ہوں گے، ابھی جاگنا ہے، کل کمبخت ایک گیت لکھ کر دینا ہے، سچ جانو خدیجہ فلمی گیتوں سے کراہیت سی پیدا ہو چلی ہے لیکن کیا بھی کیا جائے "پیٹ بڑا بدکار ہے بابا....." والی بات ہے۔

نوٹ ۔ ہاں "خاموش آواز" اگست کے آجکل میں شائع ہوگی، تم اُسے ضرور پڑھنا۔

اچھا اب قطعی رخصت ۔ بہت سی دُعاؤں کے ساتھ

۲۲ر جولائی ۱۹۵۴ء تمہارا جاں نثار اختر

●

عزیز خدیجہ، خوش رہو

تمہارا خط شام کی ڈاک سے ملا، میں اب اچھا ہوں ۔ اس درمیان میں ایک خط بھی تمہیں لکھ چکا ہوں جو غالباً آج تمہیں ملا ہوگا۔ سچ جانو آجکل زندگی کا محبوب ترین مشغلہ تمہیں خط لکھنا بن گیا ہے اور اس کی ذمہ داری مجھ سے زیادہ خود تم پر ہے ۔ میرؔ کی نصیحت کبھی کبھی ضرور یاد آتی ہے۔ " نادان پھر وہ جی سے بُھلایا نہ جائے گا" لیکن ایسی نادانیوں سے باز آنے کو جی بھی کیسے چاہ سکتا ہے ۔ تم نے اپنے گلاب کے پودوں کا ذکر کر کے مجھے آج سے ہزاروں سال پہلے کا ایک منظر یاد دلا دیا اور یہ منظر کالی داس کے مشہور اور لاثانی ڈرامہ شکنتلا کا ہے ۔ شکنتلا آشرم میں لگے ہوئے پودوں کو سینچ رہی ہے اور اُس کی سہیلی انوسویا اُس سے کہتی ہے کہ کنورشی بڑا ظالم ہے جو تم سے بڑھ کر پودوں کا خیال کرتا ہے اور تم سے یہ مشقت لیتا ہے، تم تو خود ان پھولوں سے زیادہ نازک ہو ۔ اور شکنتلا اُس کے جواب میں کہتی ہے کہ میں اس کام کو مشقت نہیں سمجھتی کیونکہ ان پودوں اُور ان بیلوں سے میں ایسی محبت کرتی ہوں جیسے وہ میری اپنی بہنیں ہوں ۔ اور پھر جب شکنتلا ایک کیسر کے پودے کو پانی دے رہی ہوتی ہے تو اس کی دوسری سہیلی پریودا کہتی ہے کہ تم اُس کے پاس کھڑی ہوئی ایسی معلوم ہوتی ہو جیسے ایک خوبصورت بیل اُس کے گرد لپٹ گئی ہو —— معلوم نہیں تم نے شکنتلا کا ڈرامہ پڑھا ہے یا نہیں ۔ اگر نہیں پڑھا ہے تو ضرور پڑھو ۔ یہ تو ہمارے ہندوستان کی وہ کلاسیکی تصنیف ہے جس پر ہم جتنا ناز کریں کم ہے ۔ جرمنی کے مشہور شاعر گوئٹے نے اس کے مصنف کالی داس پر ایک بڑا خوبصورت قطعہ لکھا تھا جس میں اس نے کہا تھا "کیا آپ بہار کے پھولوں اور خزاں کے خوشنما پھلوں کے خواہاں ہیں، کیا آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی روح کو فرحت، بالیدگی اور کیف نصیب ہو، کیا آپ زمین اور آسمان دونوں کی خواہش کرتے ہیں —— تو میرا جواب ہے " شکنتلا " اور یہ لفظ اتنا جامع ہے کہ آگے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں " —— سوچو یہ ڈرامہ پانچویں یا چھٹی صدی عیسوی کی پیداوار ہے ، کالی داس وکرم ادتیہ کے زمانے کا شاعر اور ڈرامہ نگار ہے ۔ آج اس کی اس تصنیف کا شمار دنیا کے بڑے ادب میں کیا جاتا

ہے۔ دنیا کی کئی زبانوں میں اس کے ترجمے ہو چکے ہیں۔ اُردو میں خود اس کے کئی ترجمے ہوئے ہیں جن میں ایک منظوم ترجمہ اقبال بہادر سحر کا کیا ہوا بھی ہے، لیکن سب سے بہتر اور قابل قدر ترجمہ اختر حسین رائے پوری کا ہے، 'شکنتلا' ہی کے نام سے۔ یہ کتاب کالج کی لائبریری میں وہاں موجود ہے، اگر وہاں کہیں تمہیں نہ مل سکے تو مجھے لکھنا میں تمہیں بھیج دوں گا۔

کالی داس کے اس کے علاوہ اور بھی دو ڈرامے ہیں اور چند مختصر اور طویل نظمیں ہیں جن میں میں نے محض دو نظمیں پڑھی ہیں۔ ایک میگھ دوت اور دوسری رتو سنگھار۔ میگھ دوت کا ترجمہ "پیک ابر" کے نام سے اب سے بہت پہلے ہوا ہے لیکن وہ میں نے نہیں دیکھا۔ مجھے یہ نظم میرے دوست اور ہندی کے مشہور شاعر شیو منگل سنگھ سُمن نے سنسکرت سے زبانی ترجمہ کر کے سنائی تھی۔ دوسری نظم رِتو سنگھار جو ہندوستان کے چھ موسموں گریشم (جیٹھ، اساڑھ)، برکھا (ساون، بھادوں)، شرد (کنوار، کاتک)، ہیمنت (اگہن، پوس)، ششر (ماگھ، پھاگن) اور بسنت (چیت اور بیساکھ) کے بارے میں ہے، بڑی دلکش اور پُر رومان نظم ہے۔ منشی پیارے لال شاکر نے اس کا منظوم ترجمہ کیا تھا جو "اکسیر سخن" کے نام سے شائع ہوا تھا، میں نے اس نظم کو اُسی ترجمہ کے ذریعہ پڑھا ہے اور اس میں شک نہیں کہ یہ بڑا کامیاب ترجمہ ہے اور اس کا دیباچہ پریم چند جی کا لکھا ہوا ہے، لیکن آج یہ کتاب OUT OF PRINT ہے۔ مجھے اس ترجمے کے مختلف اشعار یاد ہیں۔ چند شعر تمہیں لکھ رہا ہوں جو بسنت کے موسم کے بارے میں ہیں، بسنت کو سنسکرت شعرا نے ویسے بھی "رُت راج" یا موسموں کا راجہ کہا ہے۔

عاشقوں سے کوئی اِس رُت کی فضائیں پوچھے
دل پُر داغ سے پھولوں کی ادائیں پوچھے
چٹکیاں لیتی ہیں رہ رہ کے اُمنگیں دل میں
نشۂ شوق کی اُٹھتی ہیں ترنگیں دل میں
نوکِ نشتر ہے رگِ جاں میں چبھوتا کوئی
دونوں ہاتھوں سے مسلتا ہے کلیجا کوئی

پھول کھلتے ہیں جو ٹیسو کے بیابانوں میں
جان پڑ جاتی ہے عشاق کے ارمانوں میں

کھیلتی پھرتی ہے یہ رُت ستم ایجادوں سے
اک قیامت کی لگاوٹ ہے پری زادوں سے

شاہدِ گل کے بدن پر یہ بسنتی ساری،
کوک کوئل کی گلستاں میں یہ پیاری پیاری،
گونج بھونروں کی یہ ڈھاتی ہوئی جادو دل پر
یہ وہ رُت جس میں نہیں رہتا ہے قابو دل پر
یہ وہ موسم کہ اُڑا جاتا ہے خواب آنکھوں سے
اور ٹپکتی ہے محبت کی شراب آنکھوں سے
تپشِ شوق سے پسلی جو پھڑک جاتی ہے
عشق کی آگ کلیجے میں بھڑک جاتی ہے

اچھا، بات کہاں سے چل کے کہاں پہونچ گئی، تم تو خیر اب ویسے بھی سنسکرت پڑھنے جا رہی ہو، ہم تو ہمیشہ ہی بالمیک، ویاس، کالی داس اور بھوبھوتی کو ترجموں ہی کے ذریعے پڑھتے رہیں گے "یا پھر تم سے سمجھ لیا کریں گے۔

ہاں "بابلا" فلم میں نے دیکھی نہیں ہے لیکن تعریف ضرور سُنی ہے اور اب تم نے اُس کی تعریف سن کر تو اُس کے اچھے ہونے کا پورا یقین ہوگیا، آج کل یہاں کسی پکچر ہاؤس میں چل بھی نہیں رہی۔ اب کے RUN میں اُسے ضرور دیکھوں گا۔ تم تعجب کروگی خدیجہ کہ میں نے بھوپال سے آنے کے بعد اب تک کوئی تصویر نہیں دیکھی ہے، باوجود اس کے کہ میں چوبیس گھنٹے اسی ماحول میں گذارتا ہوں۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ میں فلم دیکھنے کے مخالف ہوں۔ بات دراصل اتنی ہے کہ اس "تنہا زندگی" میں کسی تفریح کو جی نہیں چاہتا۔

"دست در دستِ نگارِ شوخ و سیرِ کوہ طور"

سے کم کی تمنا کی جائے تو کس کام کی۔

تم نے اپنی پڑھائی کے متعلق جو لکھا ہے ٹھیک ہے، میں نے تو محض آسانی کے خیال سے تمہیں یہ مشورہ دیا تھا۔ اگر تم سب مضامین لے کر امتحان دے سکو تو یہ زیادہ اچھا ہے۔ انگریزی کے مضمون سے تم گھبراؤ نہیں، ہر بات کو آسانی سمجھو اور وہ آسان ہو جائے گی۔

اچھا، ایک بہت ہی عجیب اور جذباتی بات میں تم سے کہوں اور وہ یہ کہ تمہارے خط کے خاتمہ پر جب میں صرف "خدیجہ" لکھا ہوا دیکھتا ہوں تو مجھے اپنے اور تمہارے درمیان ایک ناقابل عبور بُعد سا محسوس ہونے لگتا ہے، کچھ ایک طرح کی دوری اور غیریت سی۔ اس لیے تم مجھے "آپ کی عزیز خدیجہ" لکھ دیا کرو کیونکہ تم ہو بھی مجھے عزیز۔

دیکھو آج میں نے تم سے بہت سی باتیں کر ڈالیں، ویسے بھی میرے ایک خط کا جواب تم پر قرض ہے۔ اب اجازت دو۔ عذرا اور شاہد کو دعا اور اپنے گلاب کے پھولوں کو میرا پیار پہنچاؤ۔

تمہارا۔ جاں نثار اختر

۲۷ر جولائی ۱۹۵۴ء

●

بمبئی ۸

قرۃ العین۔ تمہارا خط ملا

سنو، اس لفظ سے میں نے تمہیں اس لیے مخاطب کیا ہے کہ تمہارے اس خط میں قرۃ العین حیدر اور اُس کی ناولوں کے تذکرے کے سوا اور کچھ بھی تو نہ تھا، یہ اس تخاطب کا محض تفریحی پہلو ہے، لیکن اس کا ایک بہت حسین پہلو بھی ہے کیونکہ اس لفظ سے شبلی نے اکثر اپنے خطوں میں اپنی عطیہ کو مخاطب کیا ہے۔

ہاں تو — قرۃ العین کے بارے میں تم نے میری رائے پوچھی ہے تو پہلی بات یہ جان لو کہ میں نے اُنھیں بہت زیادہ پڑھا نہیں ہے۔ جو کچھ پڑھا ہے اُس کی بنیاد پر میں اجمالاً تمہیں اپنے تاثرات لکھ رہا ہوں۔ اُن کے لکھنے کا دائرہ دراصل بورژوا طبقے کی زندگی تک محدود ہے، لیکن یہ خیال رہے کہ یہ کوئی عیب کی بات نہیں ہے کیونکہ ہر مصنف کو اصولی طور پر اُسی طبقے اور اُنھیں کرداروں کے بارے میں لکھنے کا حق پہنچتا ہے بلکہ اُسے لکھنا چاہیے جنھیں وہ اچھی طرح جانتا ہو بلکہ جن کے ذہنی اور نفسیاتی تجربات کو بہت نہیں تو تھوڑی حد تک SHARE بھی کر چکا ہو۔ بورژوا طبقہ آخر ابھی ہمارے سماج کا ایک جزو ہے اس کے بارے میں لکھنا گناہ نہیں۔ البتہ سوال مصنف کے APPROACH کا ہے۔ جہاں تک میں نے محسوس کیا ہے وہ بورژوا طبقہ کو پورا سماج تصور کر بیٹھی ہیں یا کم سے کم سماج کا نمائندہ طبقہ سمجھتی ہیں اور اسی تصور کی بنا پر اُن کے ناولوں اور افسانوں کا زندگی سے غیر حقیقی رابطہ ہوتا ہے۔ اس طبقہ کا درمیانی اور نچلے طبقوں سے

کیا سماجی رشتہ ہے اور ان کا باہمی عمل اور ردعمل کیا ہے، سماجی ارتقا کا جدلیاتی تصور کیا ہے۔ ان باتوں سے جیسے انھیں کوئی واسطہ نہیں اور اسی لیے وہ بورژوا طبقے کے کھوکھلے پن کو عریاں نہیں کر پائیں۔ وہ اپنے کرداروں کو اُس مخصوص سوسائٹی اور ماحول میں تو خوب PAINT کر لیتی ہیں لیکن اس طرح پیش نہیں کر پائیں کہ پڑھنے والا اُن کرداروں کے INNER SOUL یا اندرونی نفس تک پہنچ جائے۔ یہ اُسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جبکہ وہ بورژوا طبقے سے تعلق رکھنے والے کرداروں کو اپنے جامد ماحول سے باہر نکال کر دوسرے ماحول اور دوسری فضا میں گھومنے پھرنے اور سانس لینے کا موقع دیں۔ اُس وقت ان کرداروں کا عمل اور ردعمل ہمیں ان کے اندرونی نفس کو پوری طور پر سمجھنے میں مدد دے گا اور خود ان کے ذریعے ہم اس طبقے کے کھوکھلے پن کو اچھی طرح سمجھ سکیں گے۔ دراصل یہ سوال ادب میں "حقیقت نگاری" اور "سائنسی حقیقت نگاری" کا ہے۔ کسی واقعہ کو یا کسی کردار کو جوں کا توں پیش کر دینا حقیقت نگاری کہی جا سکتی ہے لیکن آج ہمارا ادب اس قسم کی حقیقت نگاری سے آگے بڑھ کر سائنسی حقیقت نگاری کی منزل پر پہنچ گیا ہے قرۃ العین حیدر کے یہاں سائنسی حقیقت نگاری اسی لیے نہیں پائی جاتی کہ وہ جس طبقے کے بارے میں لکھتی ہیں اُسے وہ پوری سماجی حقیقت کی روشنی میں نہ دیکھتی ہیں نہ دکھلاتی ہیں۔

رہا یہ کہ بورژوا سماج کے کھوکھلے پن کی تبلیغ اُن کا مشن ہے جیسا کہ شوکت صدیقی نے لکھا ہے اور جس سے تم متفق ہو، یہ مجھے نہ جانے کیوں اُس بے چاری کے بارے میں انتہا پسند (EXTREMIST) نظریہ معلوم ہوتا ہے۔ میں قرۃ العین کی نیت پر شک کرنے کو تیار نہیں، میں اسے اُن کے فن کی خامی اور ان کے سماجی شعور کی ناپختگی سے زیادہ نہیں سمجھتا۔ عصمت آپا کی جس تنقید "پوم پوم ڈارلنگ" کا تم نے حوالہ دیا ہے اُس کے بارے میں یہ نہ بھولو کہ یہ اُس دور کی تنقید ہے جب ہمارے ادیبوں اور نقادوں نے ایک غلط سیاسی رجحان کا ذہنی طور پر شکار ہو کر، ادب میں بھی انتہا پسندی اختیار کر لی تھی اور جب صرف تلنگانہ تحریک اور مزدور طبقے کے بارے میں لکھنا ہی گویا ترقی پسندی رہ گیا تھا۔ ایک بات میں تمھیں بتاؤں، اور وہ یہ کہ تمہاری عصمت چغتائی کا تنقیدی شعور بہت کچا ہے۔ وہ افسانہ نگار ضرور اچھی ہیں، لیکن "چوتھی کا جوڑا" لکھنے کے بعد سے تو افسانہ نگاری بھی ان کی ختم ہو کے رہ گئی ہے۔ بہرکیف ایک افسانہ نگار کا اچھا تنقید نگار ہونا بھی تو کوئی ضروری نہیں ہے۔

اچھا، بھئی اب قرۃ العین کا قصہ چھوڑو۔ اس قصے میں تو تم سے باتیں کرنے کا لطف ہی گیا۔

ہاں پہلے تو تم اپنی طبیعت کے بارے میں مجھے بتاؤ۔ اب تمہاری کھانسی کیسی ہے' اور یہ کبھی کبھی انجکشن سے دیکھو کیا بات بنے گی — تم جم کر اپنا علاج کراؤ لیکن تمہارے شہر میں ڈاکٹر بھی تو گھٹیا ہی سے ہیں۔ کیوں نہ تم الیاس کو لے کر چند دن کے لیے بمبئی چلی آؤ اور یہاں کسی معقول ڈاکٹر کو CONSULT کرلو۔ یہ بات میں تمہیں رسماً نہیں لکھ رہا ہوں' تم واقعی چلی آؤ — لیکن تم آؤ گی نہیں! بہرحال یہ سن لو کہ ستمبر کے آخر یا اکتوبر میں میرا ارادہ بھوپال آنے کا ہے جب تک تمہیں بالکل اچھا ہو جانا چاہیے ورنہ میں واپسی پر تمہیں زبردستی بمبئی لاکر ڈاکٹروں کو دکھاؤں گا۔ اور اگر تم اس وقت بھی بمبئی آنے پر راضی نہیں ہوئیں تو پھر ہماری لڑائی تو رکھی ہوئی ہے۔

ہاں تمہاری کتابیں میں تمہیں زیرلب کے ساتھ ہی بھیجوں گا۔ تم نے لکھا ہے " انھیں اپنے پاس ہی رہنے دیجیے" لیکن مشکل یہ ہے کہ اب ان کتابوں کا جی میرے پاس نہیں لگتا اور انھیں اصرار ہے کہ ہمیں تو خدیجہ کے پاس ہی بھیج دیجیے۔ اب اس کا کیا علاج ہے؟

او خدیجہ' اپنے بارے میں تمہیں کیا لکھوں۔ بعض وقت تو کچھ عجیب سا محسوس ہوتا ہے بقول صفیہ "یوں بھی کوئی جیتا ہوگا ساتھی" لیکن سوچو مجھے تو آج بھی یوں ہی جینا ہے۔ خواجہ میر درد کا ایک شعر اکثر ذہن میں گونج جاتا ہے' اس وقت بھی بے ساختہ یاد آگیا۔

آخر الامر آہ کیا ہوگا؟
کچھ تمہارے بھی دھیان پڑتی ہے؟

دیکھو اچھا خاصا تمہیں خط لکھتے لکھتے میں نہ جانے کیا کیا اپنے بارے میں سوچنے لگا۔ اس لیے اپنا تذکرہ بالکل بند۔

تم اب جلدی سے خط لکھو اور اپنے بارے میں بہت سی اچھی باتیں۔ ابھی تو تم پر میرے پچھلے خط کا جواب ہی DUE ہے' اب ان دونوں خطوں کا جواب جب آئے گا میں تب تمہیں خط لکھوں گا — عذرا اور شاہد کو پیار۔

اچھا' محبت بھری دعاؤں کے ساتھ

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۴ر جولائی ۱۹۵۴ء

اچھی خدیجہ،

تمہارا خط ملا، میں نے تمہیں سنیچر کو خط لکھا تھا لیکن پیر کے دن پوسٹ ہوا تھا، بس کہیں ضائع نہ ہوگیا ہو ورنہ نہ جانے کتنی باتیں جو تم سے کی ہیں تم تک نہ پہونچ سکیں گی۔

ہاں بھئی تم بہت زیادہ بے چینی سے میرے خط کا انتظار کرنے لگی ہو یہ آثار تو اچھے نہیں ہیں۔

شاد عظیم آبادی کا ایک بہت شوخ مصرعہ سنوگی؟

"یوں نہ چلیے جھوم کر، یہ چال متوالوں کی ہے"

اچھا، اس وقت اجازت دو، تمہارا خط آنے پر مفصل جواب لکھوں گا۔ عذرا کو پیار

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۳ر اگست ۱۹۵۳ء

●

عزیزہ خدیجہ،

تمہارا تیرہ تاریخ کا لکھا ہوا خط مجھے آج ۱۴ کی شام ہی کو مل گیا۔ لیکن میرا گزشتہ پیر کا پوسٹ کیا ہوا خط تمہیں آج تک نہیں پہنچا۔ آج جب میں تمہیں یہ خط لکھنے بیٹھا ہوں تو مجھے یہ اندیشہ ستا رہا ہے کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ تمہارے گھر والے میرے خطوط کو پسندیدہ نظر سے نہ دیکھتے ہوں اور میری تمہاری خط و کتابت کو نامناسب سمجھتے ہوں۔ دیکھو خدیجہ! تم نے اپنے خلوص اور محبت سے جو جگہ میرے دل میں بنائی ہے وہ تو اب ہمیشہ ہی رہے گی البتہ اگر تمہارے ماحول کی مصلحتیں اس کی متقاضی ہوں کہ میں تمہیں خط نہ لکھوں تو میں اسے خوشی سے قبول کرنے کو تیار ہوں۔ میرے خط محض تھوڑی دیر ہی کے لیے تو تمہیں بہلا لیتے ہیں! اس تھوڑی دیر کے بہلاوے کے لیے تم اپنے گرد کسی ناخوشگوار ماحول کو پیدا کر لو میں اس کا قائل نہیں۔ تم جب تک کراچی نہیں جاتیں تمہیں آخر یہیں تو رہنا ہے، پھر جب تم کراچی بھی چلی جاؤ گی تو وہاں غالباً میں تمہیں اور بھی خط نہ لکھ سکوں گا۔ بہر حال میرا ذہن اپنے خطوں کے سنسر (CENSOR) ہونے کے خیال کو برداشت نہیں کرتا اور یہ ممکن نہیں کہ میں تمہیں خط لکھتے وقت اپنے قلم پر جان بوجھ کر کوئی پابندی لگا دوں۔ آخر میرا خط تمہیں کیوں نہیں ملا، خدیجہ۔

میں نے اس خط میں نہ جانے تمہیں کیا کیا لکھا تھا، اب میں دہرانا بھی چاہوں تو دہرانا ممکن نہیں۔ ہاں تمہارے اس جملے پر کہ "نہ جانے ان سیاہ گھٹاؤں کو دیکھ کر کیوں میری نظریں جھک جاتی ہیں" مجھے بڑی تکلیف ہوئی تھی اور میں نے بڑے خلوص سے خواہش کی تھی کہ ان بادلوں میں

کوئی تو تمہارے لیے بھی میگھ دُوت ہوتا جو رام گری پربت سے الکاپوری پیغام لے جانے کی خدمت انجام دے چکا ہے' آج تمہارے شوہر کا پیغام لے کر آیا ہوگا' اور اسی سلسلے میں مَیں نے تم سے دریافت کیا تھا کہ لطیف صاحب تمہیں کراچی بلانے کے بارے میں کیا لکھ رہے ہیں اور آخر تمہارے ذہن میں بھی تو کوئی پروگرام ہوگا؟۔ میں نے تمہیں یہ بھی لکھا تھا کہ اگر تمہارے کراچی نہ جا سکنے کی وجہ محض لطیف صاحب کو اب تک ملازمت کا نہ مل سکنا ہے تو میں اپنے بہت سے دوستوں کو اُن کے لیے لکھ سکتی ہوں جو اس پوزیشن میں ہیں کہ آسانی سے اس مسئلے کے حل کرنے میں مدد کر سکیں۔ باقی تو سب فضول ہی باتیں تھیں۔

تمہارے آج کے خط میں شاہد کی بیماری اور تمہاری گوناگوں پریشانیوں کے بارے میں پڑھ کر مجھے دلی تکلیف ہے' میں تمہارے لیے کچھ بھی کر سکوں اور تمہاری پریشانیوں کو کچھ بھی بٹا سکوں تو تم مجھے ضرور لکھو۔ میرے ذہن میں جانے کیا کیا خیالات آتے ہیں۔ تمہارے خلوص اور محبت کا کوئی معاوضہ ممکن نہیں۔ لیکن مجھے کچھ تو تمہارے کام آنا ہی چاہیے۔ بولو خدیجہ میں تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں۔ مگر دیکھو میں نے کتنا عجیب سوال تم سے کیا ہے۔ مجھے مجنوں گورکھپوری کے افسانے "خواب و خیال" کی ہیروئن ثریا کا ایک جملہ بے اختیار یاد آگیا۔

"یہ تو میرے بتانے کی بات نہ تھی تم خود سوچتے"

لیکن تم مجھے اس سوچنے کی اجازت دے سکتی ہو کیا؟

میں نے یہ افسانہ کوئی بیس سال قبل پڑھا تھا۔ مجنوں اپنی افسانہ نگاری میں انگریزی کے مشہور المیہ نگار ٹامس ہارڈی سے بہت متاثر رہے ہیں اور اس لیے اس افسانے میں بھی قنوطیت (PESSIMISM) کے سوا کچھ اور نہیں۔ لیکن اس کا جذباتی پہلو آج بھی بعض لمحوں میں مجھے اپیل کرتا ہے۔ تم نے یہ افسانہ پڑھا ہے یا نہیں مجھے نہیں معلوم' اگر نہیں پڑھا تو ایک دفعہ ضرور پڑھو اور پھر یہ کہ تمہیں اس جملے کا بھی تو پورا پس منظر معلوم ہو جائے گا۔

سچ جانو خدیجہ بعض وقت تو مجھے تمہاری زندگی کے اس رخ پر بڑی جھنجلاہٹ محسوس ہوتی ہے اور میرے ذہن میں باغیانہ مشورے اُبھرنے لگتے ہیں' یہ بات بھی میں نے تمہیں اُس خط میں لکھی تھی۔ پتی بھگتی ہمارے دیس کی بڑی مقدس اور شاندار روایت ہے لیکن میری دوست کل کی پتی بھگتی اور آج کی پتی بھگتی میں فرق ہے۔ کل کی پتی بھگتی کو FEUDALISM نے جنم دیا تھا جب بیوی کو ہر حالی میں شوہر کی پرستش ہی کرنا ہوتی تھی چاہے اسے اُس کی محبت حاصل ہو یا نہ ہو۔ اُس کے

احکام اُس کے لیے احکامِ خداوندی سے کم نہیں تھے لیکن آج کی سیتا کل کی سیتا سے مختلف ہے۔ آج عورت مساوی حقوق کی دعوی دار ہے، وہ اگر اپنے شوہر کو چاہتی ہے تو چاہے جانے کا تقاضا بھی رکھتی ہے۔ آج تو "مری وفائیں ہزار لیکن تری وفا کا سوال بھی ہے" والی بات ہے۔ اور اُس کا یہ تقاضا خود انسانیت کا تقاضا ہے۔ تم میری اس بات کو کسی غلط روشنی میں نہ دیکھنا اور اگر دیکھو بھی تو میری تسلی کے لیے یہ کافی ہے کہ میں نے تم سے صحیح بات کہی ہے۔

ہاں تم نے اپنے اس خط میں "خاموش آواز" پڑھ کر جس ہمدردانہ لہجے میں سب کچھ لکھا ہے میں اس کے لیے تمہارا ممنون ہوں۔ میں اس نظم کے بارے میں تمہیں بتاؤں: یہ نظم مجھ سے زیادہ خود صفیہ کی کہی ہوئی ہے، وہ کیسے؟ اس کا اندازہ تم صحیح طور پر "زیرِ لب" پڑھ کر کر سکو گی۔ اُس کے نہ جانے کتنے جملے اس نظم کے مصرعے بن گئے ہیں۔ ہاں زیرِ لب ہفتہ عشرہ میں ضرور چھپ کر آجائے گی اور تمہیں پہنچ جائے گی اس کا اطمینان رکھنا۔

تم نے اپنے اس خط میں میرے لیے بہت بڑی بات لکھی ہے "جی چاہتا ہے پوجا سی کرنے لگوں، میری پیشانی جھکی سی جا رہی ہے" میرے ذہن میں صفیہ کے کبھی کے لکھے ہوئے جملے گونج اُٹھے۔

"تمہاری بلندیاں میں نہ چھو سکوں گی دوست! میں وہ رفعتیں کہاں سے لاؤں کہ تمہارے برابر خود کو کر سکوں، میں ان اچھوتی بلندیوں کی پوجا ہی کر سکتی ہوں میں نے ہمیشہ تمہارے سامنے سر جھکایا ہے اور ہمیشہ سر ہی جھکاؤں گی"

صفیہ کے ان جملوں کو پڑھ کر جو ردِ عمل آج سے چار سال قبل میرے دل و دماغ پر مرتب ہوا تھا وہی آج تمہارے اس جملے کو پڑھ کر ہوا ہے: میری بہت معصوم دوست! پوجا کی سزاوار تو تم ہو۔

نہ جانے کیوں خدیجہ آج طبیعت بے قابو سی ہو کر رہ گئی ہے۔ جی کسی بڑے خطرناک اقدام کو چاہنے لگا ہے، جنون کے عالم میں اپنے پر قابو رکھنا آسان تو نہیں لیکن زندگی نے بہت کچھ سکھا دیا ہے۔

"در جنوں از خود نہ رفتن کارِ ہر دیوانہ نیست"

نہیں میری دوست! مجھے بُری باتیں چھوڑ کر تم سے اچھی باتیں کرنی چاہئیں۔ دیکھو میں نے کل تمہارے لیے دو کتابیں خریدی ہیں۔

(۱) ایہہ کیو کی سچی کہانی اور (۲) زندگی کی لہر۔ یہ دونوں چینی ادب کی بڑی اہم FICTION ہیں۔ ایہہ کیو (Ah (Q)) کی سچی کہانی چین کے عظیم ترین مصنف لو ہسون کی لکھی ہوئی ہے۔ اس کے بارے میں تم اس کتاب کے دیباچے میں بہت کچھ پڑھ لوگی۔ مجھے تو صرف اتنا لکھنا ہے کہ دیکھو لو ہسون نے کس فنی چابکدستی سے ایہہ کیو کے کردار کو پیش کیا ہے اور کس طرح چین کے 1911 کے ناکامیاب انقلاب کو بطور پس منظر استعمال کیا ہے۔ ایہہ کیو لو ہسون کی کردار نگاری کی عظیم مثال ہے۔
ENGELS نے ایک جگہ لکھا تھا۔

Realism, to My mind, implies, besides truth of detail, the truthful Reproduction of typical Charcters under typical circumstances. 44

اس جملے کی روشنی میں تم اس کتاب کو پڑھو۔ حقیقت یہ ہے کہ چینی ادب میں حقیقت نگاری کا سنگ بنیاد رکھنے والا لو ہسون ہی تھا۔ اس کا نام دنیا کے بڑے ادیبوں میں شمار کیا جاتا ہے اور وہ آج مر کر بھی زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہے گا۔

دوسری کتاب چین کی مشہور خاتون مصنف ساؤ منگ کی تصنیف MOVING FORCE کا ترجمہ ہے۔ یہ چین میں جمہوری انقلاب کے بعد کی لکھی ہوئی ناول ہے۔ اس ناول سے تمہیں چینی مزدوروں کی محنت اور نئے چین کو سنوارنے کے لیے اُن کی لگن کا اندازہ ہوگا۔ پورے ناول کا مرکز ایک بجلی کا کارخانہ ہے۔ ایسے خشک موضوع پر اتنا جاندار ناول جہاں تک میں نے اس طرف روسی ناول پڑھے ہیں وہاں بھی نہیں لکھا گیا۔ جو لوگ جدید ادب کو پروپگنڈا کہتے ہیں وہ محض اسی لیے تو کہتے ہیں کہ اُن چیزوں میں جذباتی اور نفسیاتی عناصر کی آمیزش نہیں ہوتی اور نہ جمالیاتی اقدار کا خیال رکھا جاتا ہے۔ اور یہ بات غلط نہیں کہ اگر ان باتوں کو نظر انداز کر دیا جائے تو وہ ادب ادب نہیں رہ جائے گا، پروپگنڈا کہلانے ہی کا مستحق ہوگا۔ تم اس ناول "زندگی کی لہر" کو پڑھو اور تم اسے پروپگنڈا ہوتے ہوئے بھی پروپگنڈا نہ کہو گی۔

کل تو اتوار ہے پرسوں تمہیں یہ دونوں کتابیں اور تمہاری فرمائش کی کتاب "ادب اور سماج" روانہ کروں گا۔ معلوم نہیں تمہیں یہ خط بھی پہنچے یا نہیں، لیکن کتابیں تو میرا خیال ہے ضرور ہی پہنچ جائیں گی۔

ہاں شاہراہ میں جو افسانہ دیوتی سرن شرما کا شائع ہوا ہے وہ اچھا افسانہ ہے البتہ مجھے اس کی ابتدا سے اختلاف ہے۔ گیتا سے" میں "کی ملاقات بہت "اَن نیچرل" معلوم ہوتی ہے، کوئی اور طریقۂ کار بھی تو اختیار کیا جا سکتا تھا۔

اب اور تمہیں کیا لکھوں۔ تم نے میرے اکتوبر میں بھوپال آنے کے قصد پر اپنی مسرت کا اظہار کیا ہے لیکن آج بھوپال آنے کا ارادہ جیسے مضمحل ہو کر رہ گیا ہو۔ نہ جانے کیوں مجھ پر چھوٹی چھوٹی باتوں کا بہت زیادہ اثر ہونے لگتا ہے، یہ ہمیشہ ہی سے ہے، جتنی بڑی باتیں چھوٹی معلوم ہوتی ہیں، اُتنی ہی چھوٹی باتیں بڑی — بہرکیف مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔

تمہاری طبیعت اب کیسی رہتی ہے، اپنی تندرستی کا خیال رکھنا ضروری ہے خدیجہ! پڑھنے لکھنے کا کیا عالم ہے؟ جہاں قدر چغتائی تو غالباً آتے ہی ہوں گے۔ اُن کا ایک خط آیا تھا جس کا جواب انھیں لکھ چکا ہوں، پھر نہ انھوں نے التفات برتا اور نہ مجھے توفیق ہوئی — اور ہاں ہماری ننھی منی بہن عذرا کیا کرتی رہتی ہے۔ اس سے کہنا کہ "آج تو راکھی کا تہوار ہے، ہم تو سوچتے تھے کہ ہماری بہن ہمیں راکھی بھیجنا نہیں بھول سکتی پھر یہ کیسی بات ہوئی۔ سال پیچھے ایک تہوار تو اپنا آتا ہے، وہ بھی نہیں منائیں گے تو کیسے بات بنے گی"۔

اچھا خدیجہ! میری بہترین دعائیں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیں گی چاہے تم بھوپال رہو یا کراچی اور چاہے میں تمہیں خط لکھ سکوں یا نہ لکھ سکوں۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۴ راگست ۱۹۵۴ء

بمبئی ۱۴

عزیز خدیجہ

کل عذرا کا خط ملا جس سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ میرا یہ خط کم سے کم تمہیں پہنچ گیا۔ تم نے میرے گذشتہ خط کے ضائع ہو جانے کے بارے میں سارے امکانات پہلے ہی لکھ ڈالے ہیں، پھر بھی مجھے اپنے خط کے جواب کا انتظار ہے۔ آج تو جنم اشٹمی کی چھٹی ہے، کل اتوار ہے، پرسوں یا پھر منگل کو تمہارا خط مجھے ملے گا اور یہ خط جو میں نے تمہیں لکھنا شروع کیا ہے۔ تمہارے خط آنے کے بعد ہی مکمل کروں گا۔ تم کہو گی کہ پھر آج شروع کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی تو خدیجہ کل سے پھر میری طبیعت

خراب ہے، اس وقت بھی خاصا ٹمپریچر ہے۔ تم سے باتیں کر کے کچھ نہ کچھ جی ہی بہلے گا دوسرے یہ کہ "روٹھا تھا تجھ سے آپ ہی اور آپ من گیا" کہنے کا حق بھی مجھے باقی رہے گا۔

ہاں تم نے شاؔد کے مصرعے کی نہ جانے کیا کیا تاویلیں کر ڈالیں۔ میں نے تو بہت اچھے موڈ میں تمہیں ایک "حسین خطرے" سے آگاہ کیا تھا۔ تم لکھتی ہو میں نے کبھی اپنا تجزیہ نہیں کیا، لیکن دیکھو اپنے سے اتنی بے خبری بھی تو اچھی نہیں ہوتی۔ سچ سچ خدیجہ بعض وقت مجھے اندیشہ ہونے لگتا ہے کہ کہیں تمہارا اتنا بڑھا ہوا خلوص اور اتنی شدید عقیدت تمہیں غیر شعوری طور پر اس منزل پر نہ کھینچ لائے جہاں تمہارے دل و دماغ میں فرض اور جذبے کی کشمکش پیدا ہو جائے۔ تم یہ نہ سوچنے لگنا کہ میں نے تمہارے بارے میں کوئی چھوٹی بات کہی ہے۔ محبت چھوٹی بات تو نہیں۔ خدیجہ تم اسے مانو یا نہ مانو اتنی بڑھی ہوئی عقیدتوں کی سرحد محبت کی منزل سے کچھ زیادہ دور نہیں ہوا کرتی، صرف ایک حسین لغزش پا سے زیادہ فاصلہ نہیں ہوتا۔ اس تھوڑے سے عرصے میں جو ذہنی لگاؤ تم کو مجھ سے یا مجھ کو تم سے پیدا ہو گیا ہے اسے اس سمت بڑھنے سے تو ہمیں روکنا ہی پڑے گا چاہے تمہیں یا مجھے اپنے دل و دماغ سے تھوڑی بہت جنگ ہی کیوں نہ کرنی پڑے۔ غالبؔ نے اپنے زمانے میں "عشق پر زور نہیں...." ضرور کہا تھا لیکن آج تو ہمیں اپنے سماجی شعور کے طفیل عشق پر بھی زور چلانا آ ہی گیا ہے نا؟

میری بہت اچھی خدیجہ! تم میری ان باتوں سے افسردہ اور مضمحل نہ ہو جانا۔ ہمیں حقیقتوں کو آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھنے کا حوصلہ پیدا کرنا ہی چاہیے۔ میں تمہارے خلوص اور عقیدت کی دل سے قدر کرتا ہوں اور مجھے تمہاری باتیں عزیز ہیں اس لیے بھی کہ ان میں مجھے "بوسہ کے جاری" کا احساس ہوتا ہے:

اندریں خوشم بہ سخن ہائے عالیہائے رحیم
کہ اندکے بہ ادا ہائے دوست مانند است (عبدالرحیم خان خاناں)

سچ جانو تمہاری پوجا اور آرتی اتارنے کی بات سن کر تو نہ جانے مجھے کس عالم میں پہنچا دیا اور مجھے چند لمحے ایسا محسوس ہونے لگا، تمہارے یہ جملے پڑھ کر کہ جیسے صنم پرستی پہ تم میں جاگ اٹھی ہو اور ان چند لمحوں میں جیسے میں تمہیں چاہنے پر مجبور سا ہو گیا۔ "مجھ کو خود اپنی ذات پہ ایسا گمان نہ تھا" والی بات ہے یا شبلی کے الفاظ میں:

من نہ آنم کہ بہ ہر شیوہ دل از دست دہم
لیک با آں نگہ و خط فریبا ... کہ

نہیں میری دوست ! ہمارے قدموں کو مضبوط اور معتبر رہنا چاہیے۔ میرے قدم آج آزاد ہی سہی لیکن تمہارے قدم تو آزاد نہیں ہو سکتے۔ میں دوستی کے پردے میں تم سے دشمنی نہیں کرنا چاہتا' میرا ہر لفظ تمہارے لیے صحیح معنوں میں دوستانہ پیام ہی ہونا چاہیے' کم سے کم سجاد انصاری مرحوم کا "پیام زلیخا" تو نہ ہونا چاہیے جن کے نزدیک "زلیخا فطرت نسوانی کا مکمل ترین مرقع ہے" اور ہر عورت کو اپنی فطرت' اپنی حوصلہ مندیوں' اپنی وسعت نظر اور اپنی رنگینیوں میں زلیخا بن جانا ہے تاکہ وہ کسی یوسف کا دامن چاک کر سکے۔

تو خدیجہ ! یہی دوستی تو یہی ہے نا ؟ کہ "ٹوک دو گر غلط چلے کوئی" البتہ اتنی بات تم لے دے کے کہہ سکتی ہو کہ آپ نے تو غلط چلنے سے پہلے ہی ٹوک دیا تو : "بے احتیاط شرط' ندامت نہیں ضرور" کا اصول بہت اچھا ہے اس سے تو تم بھی انکار نہ کرو گی اور میں تو تم سے بھی یہی توقع رکھتا ہوں کہ اگر کبھی اور کسی موقع پر میرے قدم ڈگمگا جائیں تو تم مجھے کوئی نہ کوئی ذہنی سہارا دے کر سنبھال لوگی۔ ورنہ سچ جانو ایسے نازک لمحوں پر سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں رہتا کہ اردو ادب کے ایک پرانے افسانے "نوشابہ" کے ہیرو کی طرح نمازیں پڑھ پڑھ کے خدا سے دعا کرنی پڑے کہ نوشابہ کی محبت تو میرے دل میں جوں کی توں رہنے دے البتہ اس کو پا لینے کا خیال میرے دل سے فراموش کر دے لیکن اس دُعا کے لیے جس عینت پسند دل و دماغ کی ضرورت ہوتی ہے وہ کوئی کہاں سے لائے گا' یہی تو مشکل ہے میری دوست۔

نہیں' خدیجہ ! ہم ایک دوسرے کے بہت اچھے دوست رہیں گے' دوستی کی فضا تو خود دل کی طرح وسیع اور کشادہ ہوتی ہے۔ ہم ایک دوسرے کے سُکھ میں پوری طرح شریک نہ بھی ہو سکیں تو کیا غم' دُکھ میں تو ہو ہی سکتے ہیں۔ دیکھو دوستی کے موضوع پر بھرتری ہری نے جو غالباً پہلی صدی قبل مسیح کا سنسکرت شاعر تھا کتنی حسین تمثیل لکھی ہے۔

"دودھ جب پانی سے ملتا ہے تو وہ پہلے اپنا رنگ روپ اُسے دیتا ہے' پھر جب وہ آگ پر گرم کیا جاتا ہے تو پانی دودھ کو بچانے کے لیے اپنے آپ کو قربان کر دیتا ہے۔ دودھ اس غم کی تاب نہ لا کر غصے میں اُچھلنے لگتا ہے اور اُبل کر اس آگ کو بجھا دینا چاہتا ہے۔ لیکن جب اُسے پانی کا چھینٹا دے دیا جائے تو اپنے ساتھی کو دوبارہ پا کر سکون پا جاتا ہے۔"

اچھا آداب ہنس دو خدیجہ ! میں تمہیں غمگین دیکھنا نہیں چاہتا۔

اور ہاں آج تو دیکھو کرشن کنہیا کا جنم دن ہے۔ آج کا دن تو مجھے اپنے ہندوستان کا جنم دن معلوم ہوتا ہے۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے آج ہی کے دن FOLK DANCE کی پہلی گت اور بنسی کی پہلی مدھر تان نے جنم لیا تھا۔ میں سوچتا ہوں اگر کرشن نے اس سرزمین پر جنم نہ لیا ہوتا تو دیس کی تہذیب اور سبھتا عشق و جمال کی جاودانی قدروں سے محروم رہ جاتی۔ یہ ودیاپتی کے گیت اور میرا بائی کے بھجن کہاں ہوتے۔ مجھے یاد آنے لگا کہ جب میں ۲۷ء میں گوالیار اسپتال کے ایک اسپیشل وارڈ میں شدید بیمار پڑا ہوا تھا تو دن دن بھر میرا کے بھجنوں کے ریکارڈ بجوا کر سنتا رہتا تھا، اور آج بھی تو میں بیمار پڑا ہوں لیکن کون ہے جس سے کہوں کہ میرا دل کرشن اور رادھا کے پریم بھرے گیت سننے کو چاہ رہا ہے، کم سے کم میرا کا وہ بھجن تو مجھے اس وقت ضرور ہی سناؤ جس کا ایک انترہ یہ بھی ہے۔

سب کے پیا پردیس بست ہیں، لکھ لکھ بھیجیں پاتی
مرا پیا مرے ہردے بست ہے، مگن رہوں دن راتی

سچ جانو، خدیجہ مجھے کرشن کی شخصیت اتنی سحر آفریں محسوس ہوتی ہے کہ دل محبت بھری عقیدت سے بھرا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ حضرت محمدؐ کی ذات مجھ میں تقدس اور احترام کا جذبہ ضرور پیدا کرتی ہے لیکن کرشن کی شخصیت کا جادو اتنا دل کش اور سُہانا ہے کہ سوائے محبت اور گرویدگی کے دوسری بات کا تصور ہی نہیں آتا۔

چاہتا ہوں میں تو مسجد میں رہوں مومن ولے
کیا کروں بت خانے کی جانب کھنچا جاتا ہے دل

ہمارے اردو ادب کے قدیم ذخیرے میں اور آج بھی رادھا اور کرشن کی تلمیح اکا دکا ضرور مل جاتی ہے لیکن دراصل ہماری شاعری کی بڑی خامی یہ رہی ہے، اُس کے تاریخی اور سماجی اسباب سے میں اس وقت بحث کرنا نہیں چاہتا، کہ وہ ہندوستان کے عظیم رومانوں کو بھی اپنے میں رچ نہ سکی۔ کرشن اور رادھا، نل دومینتی، ہیر رانجھا، سسی اور پنوں، سوہنی اور مہینوال اور خود تمہارے مالوے کے روپ متی اور باز بہادر — یہ تمام رومان اگر ہماری شاعری میں رس بس گئے ہوتے تو آج اُردو کی رومانی شاعری کا مزاج، اُس کا انداز اور اُس کا لہجہ بہت مختلف ہوتا۔ یوں ہمیں متفرق طور پر چند نظمیں اور ایک آدھ مثنوی ان رومانوں پر ضرور دستیاب ہو جاتی ہے لیکن اتنا تو خود ہندوستان کے فارسی گو شعرا نے بھی کیا ہے۔ فیضی کی فارسی مثنوی نل ودمن اگرچہ مختصر ہے لیکن بہت عمدہ ہے۔ اردو میں نظیر اکبر آبادی نے ضرور اپنی شاعری کا ایک حصہ بھگتی شاعروں کی طرح کرشن جی کے لیے مخصوص

کیا ہے، پھر بھی ان موضوعات پر اُردو ادب میں ایک چیز بھی اعلا پایہ کی نہیں ملتی۔ لیکن آج نہیں کل اردو شاعری کو ہندوستانی کلچر کو اپنانا ہی پڑے گا اور بقول فراق

"اب وقت آگیا ہے کہ یہ ٹھنڈی ہوا (ہندوستانی کلچر) اُردو کی عشقیہ شاعری کے پھیپھڑوں میں جائے اور اُردو کی عشقیہ شاعری اس ہوا میں سانس لے۔ ہندوستان کی گھریلو زندگی میں، ہندوستانی تیوہاروں میں، ہندوستانی دیو مالا میں، ہندوستانی روایتوں میں، ہندوستانی رسم و رواج میں، روپ اور پریم کی کائنات میں، عورت کے تصور میں، یہی ہوا ہمیں چلتی ہوئی نظر آتی ہے اور یہی ہوا اردو کی عشقیہ شاعری میں وہ پھول کھلا سکتی ہے جنھیں جنت کی بہاریں بھی ترستی ہیں۔"

ہاں، میں نے یہ بات تمہیں بتائی ہی نہیں کہ گزشتہ مہینے میں سیلون ریڈیو اسٹیشن کی فرمائش پر میں نے خود ایک گیت کرشن اور رادھا کے بارے میں لکھا ہے، جس میں رادھا کرشن کے انتظار میں ہے

جمنا تٹ پر نیر بہائے بیٹھی رادھا پیاری

کاہے نہ آیو شیام مراری

آج کل اکثر سیلون ریڈیو اسٹیشن سے اس کا ریکارڈ براڈکاسٹ بھی ہوتا رہتا ہے، تم چاہو تو سن سکتی ہو۔

اچھا اب میں نے تم سے بہت سی باتیں کر ڈالیں۔ اب کچھ تھکن سی محسوس ہونے لگی ہے، اجازت دو کہ میں آنکھیں بند کر کے پڑ جاؤں۔ کل پھر تم سے باتیں ہوں گی۔ ہاں عذرا سے کہنا کہ تمہاری بھیجی ہوئی راکھی مل گئی، پرسوں تک اچھا ہو ہی جاؤں گا اور تمہارے لیے پرسوں ہی کوئی تحفہ خرید کے لاؤں گا۔ اچھا، شب بخیر۔

۲۴ ر اگست ۱۹۵۴ء

خدیجہ! اس وقت دس بجے ہوں گے، میں آج دیکھو کتنی دیر میں سو کر اُٹھا ہوں، بس چائے پی کر تمہیں خط لکھنے بیٹھ گیا ہوں۔ بہت دیر سے سوچ رہا ہوں کیا لکھوں، رات کو اتنی باتیں تو تم سے کر ڈالیں۔ کتنی باتیں ذہن میں آئیں لیکن میں ان کی ذہن ہی میں تردید کرتا رہا۔ اور اب نہ جانے دماغ کے کس گوشے سے برٹرنڈ رسل کا ایک جملہ اُبھر آیا ہے۔

OF ALL FORMS OF CAUTION, CAUTION IN LOVE IS THE WORST

"ہر طرح کی احتیاطوں میں بدترین احتیاط وہ ہے جو محبت میں اپنے اوپر عائد کی جائے"
لیکن یہ تو اُس نے محبت کے بارے میں کہا ہے' ہمیں اس سے کیا مطلب' دوستی میں تو تھوڑی بہت احتیاط کی ضرورت ہوتی ہی ہے نا؟ عمل میں بھی اور گفتگو میں بھی — لیکن نہیں آج میں تم سے خواہ مخواہ کی باتیں نہیں کروں گا۔

ارے ہاں تم یہ تو بتاؤ' شاہد کی طبیعت اب کیسی ہے۔ خدا کرے وہ اچھا ہو اور تمہاری پریشانی رفع ہو چکی ہو۔ اور دیکھو خدیجہ! تم نے اپنے گذشتہ خط میں اپنے لیے اتنی مایوسانہ بات کیوں لکھی: "جی چاہتا ہے زندگی کی شام آجائے اور میں آرام کی طویل نیند سو جاؤں" میری دوست! تمہیں مرنے کا حق ہی کب پہنچتا ہے بلکہ تمہیں مار ڈالنے کا حق تو خود قدرت کو بھی نہیں پہنچتا' موت کتنی ہی برحق کیوں نہ ہو چھوٹے بچوں کی ماں کی موت کبھی برحق نہیں ہو سکتی۔ تم حوصلہ نہ کھوؤ خدیجہ بلکہ اپنے میں دونا حوصلہ پیدا کرو' وہ وقت ضرور آئے گا جب تم سب مشکلوں پر قابو پالوگی اور تمہیں زندگی قیمتی اور پیاری معلوم ہونے لگے گی۔ تم اسے صرف میری امید پروری نہ سمجھو' بس اسے تم اپنے لیے میری بہت حسین پیش گوئی سمجھو۔ اچھا ہے کچھ دیر کے لیے پیغمبرانہ درجہ بھی مجھے دے دو۔ ویسے تو تم نے خود ہی اپنے خط میں شاعری اور پیغمبری کے رشتے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور یہ بھی تو سوچو خدیجہ کہ تمہارے مرنے میں میرا کتنا بڑا نقصان اور تمہارے زندہ رہنے میں میرا کتنا بڑا INTREST ہے' کیونکہ سچ مچ تم جیسی مخلص' چاہنے والی اور پرستار دوست مجھے پھر کہاں سے ملے گی۔ آؤ اپنے انفرادی غم کو بھول کر دنیا کے غم کو اپنالو اس طرح کہ تم میں انقلاب پسندی جاگ اُٹھے۔ مجھے صفیہ کا ایک جملہ یاد آگیا "انقلاب پسندی موت سے رغبت نہیں دلاتی' زندگی کا حوصلہ بیدار کرتی ہے۔" اپنے لیے نہیں دوسروں کے لیے جیو پھر یہ غم تمہارے پاس کبھی نہ پھٹکے گا ساتھی! تم یقین کرو میں نے صفیہ سے بہت کچھ جینے کا سلیقہ سیکھا ہے اور صحیح معنوں میں وہ میری رہنما اور رہبر رہی ہے۔ مجھے اس کا بھی اعتراف ہے کہ اگر صفیہ مجھے نہ مل گئی ہوتی تو میرے بھٹک جانے کے پورے امکانات پیدا ہو ہی گئے تھے! میرے مرنے کا سلیقہ' مرے جینے کا شعور' یا "اے مری شمع وفا! اے مری منزل کے چراغ" یہ مصرعے میں نے "خاک دل" میں محض رسماً نہیں کہے ہیں۔ اور سچ جانو "شانے پہ مرے آج تلک ہے ترا ہات" کا احساس میں ایک لمحے کے لیے نہیں بھول سکتا ہوں۔ ہاں تو میں تم سے کہہ رہا تھا کہ انفرادی غم بھول کر دنیا کے غم کو اپنالو' تم میں جدوجہد کا حوصلہ جاگ اُٹھے گا' تمہارا ایک راستا ہوگا' تمہارے کروڑوں ساتھی ہوں گے' تمہاری لگن

منزل ہوگی، پھر تم اس طرح تنہا اور بے سہارا محسوس نہ کروگی اور زندگی تمہیں آج کی طرح بے مصرف اور بے مقصد نظر نہ آئے گی۔

خدیجہ اگر میرا اختیار ہوتا تو میں تمہیں بمبئی کھینچ لاتا، اور جب تم یہاں کی جد و جہد سے بھرپور حوصلہ مند فضا میں سانس لیتی یہاں کی ادبی اور تہذیبی سرگرمیاں تمہاری نظر کے سامنے ہوتیں اور تم آج کے انقلابی گیتوں کو لاکھوں کے مجمع میں گونجتے ہوئے سنتیں۔

جاگتے رہو بھئی جاگتے رہو آخری یہ رات ہے

دو گھڑی کا ہے اندھیرا، پھر سنہرا پات ہے

تو پھر تم زندگی کے بارے میں اس طرح نہ سوچ سکتی تھیں جیسے ہلال منزل کی محدود چہار دیواری میں گھٹ کر سوچنے لگتی ہو۔

دیکھو خدیجہ! تمہارا غم تمہاری ازدواجی زندگی کی ناکامی ہی تو ہے، تم شاید کسی خوش فہمی کا شکار ہو کر اسے ناکامی کہنے سے جھجکو لیکن میں تو اسے ناکامی ہی کہوں گا اور ساتھ یہ بھی کہ اس پر قابو پا لینے کو کوئی محال امر نہ فرض کر بیٹھو۔ مجھے راسخ کا ایک شعر یاد آیا ہے

اُن بن جینا کہ جان دینا راسخ کہو کیا قرار پایا؟

ممکن ہے کل اس کا جواب جان دینا ہوتا لیکن آج تو "اُن بن جینا" ہی اس کا جواب ہوگا اور یہی جواب تمہارا بھی ہونا چاہیے۔ صفیہ نے مجھے زندہ رہنے اور جینے کا سلیقہ سکھایا ہے۔ آؤ یہ سلیقہ تم مجھ سے سیکھ لو!

ہاں خدیجہ! صبح تم سے تھوڑی ہی سی باتیں ہوسکیں کہ پھر لوگوں کی آمد کا تانتا بندھ گیا اور چار بجے کے قریب مہندر ناتھ آکر مجھے انجمن کی میٹنگ میں چلنے پر مجبور کرنے لگے، اس لیے اور بھی کہ آج اُردو غزل پر ایک مباحثہ رکھا گیا تھا اور میرا قصور یہ ہے کہ میں شاعر کیوں ہوں، کچھ نہ کچھ اس مباحثے میں حصہ لینا ہی ہوگا۔ اگرچہ تھوڑا سا ٹمپریچر مجھے آج دن بھر ہی رہا، پھر بھی میں چلا ہی گیا اور مزے کی بات یہ ہے کہ مباحثہ جس کا آغاز ظ۔ انصاری کر رہے تھے آئندہ اتوار پر ملتوی ہوگیا۔ اب اس وقت واپس آکر تمہیں پھر خط لکھنے بیٹھ گیا ہوں۔

ساتھ بمبئی ماستا

آج کی میٹنگ میں فیض احمد فیض کی دو نئی نظموں " اے روشنیوں کے شہر" اور " ہم کہ تاریک راہوں میں مارے گئے " پر خاصی گرماگرم بحث رہی۔ کرشن چندر نے ایک تازہ افسانہ " آدم خور " کے عنوان سے پڑھا تھا، افسانہ بہت اچھا تھا لیکن چند ہمارے ہندو دوستوں کو یہ بات دل میں ضرور بری معلوم ہوئی کہ کرشن چندر نے ایک مسلمان غنڈے کو تو فسادات کے دوران میں تھوڑا بہت Glorify بھی کر دیا ہے لیکن اس کے مقابل ایک ہندو غنڈے کو محض غنڈہ ہی رہنے دیا ہے، غنیمت ہے کہ افسانہ کرشن چندر کا لکھا ہوا تھا، اگر کسی مسلمان افسانہ نگار کا لکھا ہوا ہوتا تو شاید بڑی لے دے ہوتی پھر بھی بحث و مباحثہ کا بازار کچھ کم گرم نہیں ہوا۔ نہ جانے ہماری یہ ذہنیتیں ابھی بدلتے بدلتے کتنے دن لیں گی مجھے تو اُن چند دوستوں پر اس لیے بڑا تعجب ہوا کہ وہ ویسے تو اپنے کو ان امتیازات سے بہت بلند سمجھتے ہیں۔ خیر،

اس طرف کرشن چندر کا ایک نیا ناولٹ " اُلٹا درخت " شائع ہوا ہے۔ ابھی نہ میں نے خریدا ہے اور نہ پڑھا ہے، لیکن ایک آدھ دن میں خرید کے لاؤں گا، پڑھوں گا اور پھر تمہیں بھیج دوں گا۔ ہاں تمہیں اب تک تو میری بھیجی ہوئی کتابیں پہنچ گئی ہوں گی۔ ناول تمہیں پسند آئے یا نہیں؟ اس لیے پسند نہ کرنا کہ میں نے ان کی تعریف لکھ دی ہے یا یہ چین کے بڑے ناول نگاروں کے قلم کی پیداوار ہیں۔ تنقید میں اپنے شعور سے کام لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ البتہ اس شعور کو صحیح علم کی روشنی میں Devolap کرنے کی ہمیشہ کوشش کرنی چاہیے۔ اس طرف روس کے مشہور ناول نگار اور ادیب ایلیا اہرن برگ کا ایک آرٹیکل The writer and his Croft کے عنوان سے ایک پمفلٹ کی شکل میں شائع ہوا ہے، گذشتہ مہینے میں انڈو سوویت کلچرل ایسوسی ایشن نے اس پر مباحثہ بھی arrange کیا تھا، اور وہاں بہت سے لوگوں نے ایلیا اہرن برگ کی بہت سی کہی ہوئی باتوں کی مخالفت بھی کی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس طرف اس سے بہتر آرٹیکل جو ہمیں تنقیدی بصیرت دے سکے کسی ملک کے نقاد کا ہمارے سامنے نہیں آیا۔ میں اس آرٹیکل کو تمہارے پاس بھیج دیتا لیکن تمہیں اکثر جگہ اس کے سمجھنے میں دقت ہوگی، اس لیے جب میں خود آؤں گا لے ساتھ لاؤں گا اور تمہیں پڑھ کر پوری طور پر سمجھا دوں گا۔

اپنے آنے کی بات پر مجھے یاد آیا کہ اکتوبر میں تو مجھے اورنگ آباد جانا ہے۔ ۲۲، ۲۳ اور ۲۴ کو وہاں بڑی شاندار اردو کانفرنس ہو رہی ہے اور میں نے ان کا دعوت نامہ بھی قبول کر لیا ہے۔

یہاں سے غالباً سبھی لوگ جائیں گے، اب اگر میں بھوپال آسکتا ہوں تو وسط اکتوبر ہی میں ممکن ہے ورنہ پھر دسمبر پہ بات گئی۔ اورنگ آباد جانے کا ایک بڑا Attraction یہ بھی ہے کہ وہاں سے اجنتا دیکھنے باآسانی جا سکوں گا اور مدتوں کی یہ آرزو پوری ہو جائے گی۔ بولو خدیجہ! چلتی ہو اجنتا دیکھنے؟ پچ پچ، تو پھر میں وسط اکتوبر میں واقعی بھوپال آجاؤں اور پھر ۲۲ کو اورنگ آباد اور ۲۵ کو اجنتا کا پروگرام Fix ہو جائے۔ لیکن آج وہ جملہ جو میں نے کبھی تمہارے جواب میں لکھا تھا میرے ذہن میں جوں کا توں ابھرنے لگا: ہم ایسی حسین باتیں صرف سوچ ہی تو سکتے ہیں نا"ہاں" تو تم اس کے جواب میں عذر ہی تو کر دوگی، میں نے غلط تو نہیں سوچا؟ لیکن کیا خدیجہ تم مجھ سے کبھی اتنی قریب نہ آسکو گی جب ہم اجنتا کیا اجنتا سے بھی آگے، بہت آگے ساتھ سفر کر سکیں۔ دیکھو اس کا جواب میں خود سے نہیں سوچوں گا، اس کا جواب تو تمہیں دینا پڑے گا!

میں نے تم سے پھر بے سروپا باتیں شروع کر دیں، اس لیے اب مجھے چپ ہو جانا چاہیے، اب کل تمہارا خط آئے گا تو پھر کچھ نہ کچھ بات تم سے بھی تم سے کرنی پڑے گی

اچھا کل تک کے لیے رخصت

۲۳۔ اگست ۱۹۵۲ء

خدیجہ! آج شام کی ڈاک سے بھی تمہارا کوئی خط نہیں آیا، بہر کیف

"ترسنے میں بھی ہے اک کیفیت ترستا جا" (یگانہ چنگیزی)

آج میری طبیعت کچھ زیادہ ہی خراب رہی اور اسٹوڈیو بھی نہیں جا سکا، دن بھر تنہا اپنے بستر پر پڑا رہا، نہ جانے کیا کیا خیالات دل و دماغ میں گھومتے رہے، بے رنگ اور اڑے اڑے سے خیالات۔ اس وقت کوئی نو بج رہے ہوں گے رات کے، اور اس وقت بھی میں تنہا اپنے پلنگ پر بیٹھا تمہیں یہ خط لکھ رہا ہوں۔ لیکن اس وقت میں تم سے کون سی بات چھیڑوں۔ تمہارے گلابوں کی خیریت ہی پوچھ لوں، اور دیکھو تمہیں چھیڑنے کے لیے یہ کہنے کو جی چاہ اٹھا کہ بی تمہارے گلاب کے پھول تو ہمارے ہندوستان کے پھول نہیں ہیں، ہمارے ہندوستان کے پھول تو بیلا، چنبیلی، جوئی، کیتکی، کیسر، مالتی، مدن مست، لاجونتی، کنول اور کسوم ہیں، انہی سے ہمارے دیس کی زمین اور ہمارے جن گیت صدیوں سے مہکتے آئے ہیں۔ ہماری ہواؤں میں تو ---

"ندیا کنارے بیلا کس نے بویا" کی مدھر تانیں ہمیشہ سے گونجتی رہی ہیں اور آج بھی گونجتی ہیں۔ نہیں نہیں میری دوست، تم اپنے گلابوں کے لیے برا نہ مانو، یہ تو ایک چھیڑ تھی ورنہ آج گلاب

بھی ہمارا ہی پھول ہے' ہماری تہذیب و تمدن کا سینہ بہت چوڑا چکلا ہے اور اس سینے پر آج گلاب کا پھول بھی لگا ہوا ہے۔ ہندوستان ہی کا کیا' دنیا کا کوئی کلچر شدہ کلچر نہیں ہے' شدہ کلچر کا خواب دیکھنے والے' نیم پاگل کی حیثیت رکھتے ہیں اور جن میں ٹنڈن جی مہاراج بھی شامل ہیں۔ ہمارا ہندوستانی کلچر اگرچہ مختلف تہذیبوں اور تمدنوں کے ملاپ سے بنا ہے لیکن اس کی ایک اپنی انفرادیت ہے' اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کلچر کا حسین ترین عنصر عورت کا تصور ہے' ہندوستانی عورت۔ جو سیتا' پاروتی' رادھا' ساوتری اور دمینتی کے روپ میں ہمارے سامنے آئی ہے یہ ضرور ہے کہ ہمارے قدیم ہندوستانی کلچر میں عورت کے بارے میں جو نظریے ہیں اُن میں بعض سقم اور خامیاں بھی ہیں جنھیں آج قبول نہیں کیا جا سکتا' لیکن جہاں ہمارے کلچر کی اور دھارائیں نکھرتی اور اُبھرتی چلی آئی ہیں وہاں عورت کے تصور کو بھی اُبھرنا اور نکھرنا لازمی تھا اور یہ تصور آج اُبھرا اور نکھرا بھی ہے۔ اور ہاں خدیجہ۔ میں نہیں بتاؤں مجھے تمہارے مزاج کی ہندوستانیت سچ مچ بہت اپیل کرتی ہے اور ہاں پوجا اور آرتی کی باتیں کر کے تو تم جیسے رادھا کا روپ دھار لیتی ہو اگرچہ میں کسی طرح کرشن کی حیثیت اختیار کرنے کو تیار نہیں ہوں' گوپیوں کی کھونج میرے بس کی بات نہیں ہے!

لو بات گھوم پھر کر آج پھر کرشن جی پر آ گئی۔ اچھا یہ بتاؤ خدیجہ' تم نے بھگوت گیتا بھی پڑھی ہے یا نہیں۔ اگر نہیں پڑھی تو تم ہندوستان کی کیسی بیٹی ہو۔ یہ تو ہمارے "ہندوستان کا قرآن ہے" گیتا کی عظمت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ انسان کی عظمت اور بے غرض عمل گیتا کی تعلیم کے اہم ترین عناصر ہیں۔ گیتا میں ذات پات کی بندشوں کے خلاف آواز ہے اور اس اعتبار سے اس نے ویدوں سے انحراف کیا ہے۔ اور گیتا ہی کے الفاظ ہیں: "بے وقوف لوگ ویدوں کے الفاظ کی تعریف میں بڑھا چڑھا کر باتیں کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے" گیتا گیان اور دھیان کو ثانوی حیثیت دی ہے اور عمل یا کرم کو اولین اور بنیادی۔ اس نے دنیوی عمل کی اہمیت بھی الگ کر کے جتائی ہے چنانچہ اس کے تیسرے باب میں جو فلسفہ عمل کے بارے میں ہے یہ اشلوک موجود ہے۔

"دنیوی مفاد کے پیش نظر بھی تجھ پر عمل کرنا واجب ہے"

مجھے ایک امریکن مدبّر Brocks کے یہ الفاظ یاد آ رہے ہیں۔

Gita is India's contribution to the Future Religion of the World.

یعنی مستقبل میں جب دنیا اپنے لیے ایک مذہب کی تعمیر کرے گی (اور ظاہر ہے کہ وہ مذہب انسانیت کا مذہب ہوگا، اختر) تو بھگوت گیتا کی تعلیم کے عناصر اُس میں شامل ہوں گے۔

سکندر اعظم کے بارے میں تو تم نے پڑھا ہوگا' لیکن شاید تمہیں یہ دل چسپ اور اہم بات نہ معلوم ہوگی کہ جب سکندر یونان سے ہندوستان پر حملہ آور ہونے کے لیے روانہ ہوا تو اُس نے اپنے اُستاد ارسطو سے سوال کیا کہ وہ ہندوستان سے اُس کے لیے کیا تحفہ لائے تو ارسطو نے جواب دیا۔ گیتا ا۔ آج دنیا کی ہر زبان میں اس کے ترجمے ہو چکے ہیں۔ فارسی میں خود اکبر بادشاہ نے اپنی زباری شاعر فیضی سے اس کا ترجمہ کروایا تھا۔ میرے پاس اس کا اردو ترجمہ موجود ہے جو "نغمۂ الوہیت" کے نام سے حسن الدین احمد کا کیا ہوا ہے اور غالباً یہ اردو ترجموں میں سب سے بہتر ہے تم پڑھنا چاہوگی تو میں تمہیں ضرور بھیج دوں گا۔

دیکھو تم سے باتیں کرتے کرتے مجھے خیال آگیا کہ تم نے تو مجھے ابھی تک خط نہیں لکھا اور میں ہوں کہ فضول بکواس کیے چلا جا رہا ہوں۔ اس لیے اب میں بھی تم سے کوئی بات نہیں کرتا۔ اب بالکل چپ پڑا رہوں گا اور نہ جانے کیا کیا خیالات پھر دل و دماغ میں گھومتے رہیں گے' بے رنگ اور اُڑے اُڑے سے خیالات۔

۲۴ راگست ۱۹۵۴ء اچھا ——

آخر تمہارا خط آج شام کی ڈاک سے مجھے مل ہی گیا' تم نے لکھا ہے "آپ کو میرے انتظار سے بھی تو شکایت ہوگئی ہے" تو نہیں خدیجہ! تم غلط نہ سمجھو' میں نے جس اندیشہ کی طرف اشارہ کیا تھا اُسے میں نے اس خط کی ابتدا ہی میں بہت تفصیل سے لکھ دیا ہے۔ دراصل خدیجہ' میرے ذہن میں یہ حزم و احتیاط صرف اسی لیے تو بیدار ہوئی ہے یا ہوتی ہے کہ تم دوسرے کی بیوی ہو۔ اور میرا سماجی شعور بعض اوقات بُری طرح جاگ اٹھتا ہے ؎

کہیں ٹھوکر نہ لگ جائے زمیں کے آبگینے کو
ترے رندوں کو مستی میں بھی اتنا ہوش ہے ساقی

میں تم سے یہ نہیں چھپانا چاہتا کہ آج اگر تم میری ہی طرح آزاد ہوتیں تو تمہارے خلوص اور محبت نے تو مجھے مجبور کر ہی دیا تھا کہ میں دل کا ہر دروازہ تمہارے لیے کھول دوں اور تم "بعد

شوق و بصد ناز" درآ و۔

"تو ز غنچہ کم نہ دمیدئی' در دل کشا بہ چمن درآ" (مرزا بیدل)

لیکن آج میں تم سے صرف دوست رہنے کی بات کرتا ہوں اس لیے کہ یہی بات تو میں کر سکتا ہوں۔ میں جانتا ہوں اور تم مجھے پہلے بھی لکھ چکی ہو کہ کوئی ذہنی لگاؤ تم دونوں کے درمیان نہیں ہے' پھر بھی میں تمہیں یہ مشورہ دینے سے کہ تم ایسی بے معنی زنجیروں کو توڑ کر پھینک دو' ہمیشہ گریز کرتا رہا ہوں' اور یہ گریز میں اپنے اس خیال کے ماتحت کرتا رہا ہوں کہ دوسروں کے معاملات میں رائے دینے میں بہت محتاط ہونا چاہیے' ممکن ہے میں تم دونوں کی دلی اور باطنی لگاوٹوں کو پوری طور پر اب بھی نہ سمجھتا ہوں' اور ظاہر ہے میرا ذہن کبھی "راج ہنس" کا رول ادا کرنے کے لیے تیار نہیں ہو سکتا جس کے بارے میں سنسکرت کے ایک قدیم مصنف داسودر گپت نے لکھا ہے کہ راج ہنس کی یہی پہچان ہے کہ وہ دودھ اور پانی کو الگ الگ کر سکتا ہے اور یہی پہچان ایک بڑے آدمی کی بھی ہے کہ وہ بھی دو دلوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیتا ہے۔ آج بھی میں اپنے کو اس کا اہل نہیں پاتا کہ تم کو یہ مشورہ اپنی زبان سے دے سکوں۔ ہاں خدیجہ! میں اتنا جانتا ہوں کہ یہ فیصلہ اگر کبھی تمہیں کرنا پڑا تو خود ہی کرنا پڑے گا۔ کسی کی رائے یا مشورہ یا نصیحت اس معاملے میں تمہاری صحیح رہبری نہیں کر سکتی۔ دل کے معاملات کا فیصلہ دل ہی سے ہوا کرتا ہے۔ وہ موافقت میں ہو یا مخالفت میں۔

ہاں! تمہارے اس خط کو پڑھ کر میرے ذہن میں ایک بار پھر جھنجھلاہٹ سی ضرور پیدا ہو گئی ہے لیکن میں اس بارے میں تمہیں زیادہ کچھ نہیں لکھوں گا۔ تم نے لکھا ہے،

"میرے اندر ایک نئی عورت سانس لے رہی تھی اپنے نئے تقاضوں کے ساتھ۔ میری بغاوت جاگ اٹھی' میں یہاں اس طرح نہیں رہوں گی' کسی طرح نہیں .... لیکن پھر میں ہندوستانی عورت تھی' میرے پاؤں کی بیڑیاں کتنی بھاری تھیں اور دیواریں کتنی اونچی۔"

مجھے صرف اتنا ہی کہنا ہے اور جو میں تم سے پچھلے خط میں کہہ بھی چکا ہوں کہ کل کی سیتا آج کی سیتا سے مختلف ہے۔ سیتا سے میری مراد سیتا کی ذات سے نہیں بلکہ ہندوستانی عورت سے ہے۔ وقت کے ساتھ سماجی رشتے اور اخلاقی قدریں بدلی ہیں اور انہیں بدلنا ہی چاہیے تھا۔ اس لیے تمہارا یہ کہنا کہ "پھر بھی ہندوستانی عورت تھی" ہندوستان کی قدیم عورت کے تصور کا حامل ہے۔

میں تو خدیجہ! تم سے صرف اتنا ہی پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ نئی عورت آج تم میں بیدار کیوں نہیں ہوتی'

تمہاری بغاوت پھر ایک بار کیوں نہیں جاگ پڑتی ؟ کیا آج بھی تم ہندوستانی عورت کے قدیم تصور اور پتی بھگتی کی قدیم قدروں کو معتبر نگاہوں سے دیکھتی ہو ؟

آؤ ، میں تمہیں ایک شعر سناؤں پھر اس بارے میں تم سے کوئی گفتگو نہ کروں گا ۔

نہ شاخِ گل ہی اونچی ہے نہ دیوارِ چمن بلبل !
تری ہمت کی پستی ہی تری قسمت کی پستی ہے

دیکھو خدیجہ ! آج بھی میری طبیعت ٹھیک نہ ہو سکی اور آج بھی میں اسٹوڈیو نہ جا سکا ، بہر حال رُو بہ صحت ضرور محسوس ہوتی ہے ۔ تمہیں کتابیں مل گئیں ، ناولوں کو ضرور پڑھو ، میں " زیرِ لب " کے ساتھ تمہیں اور کتابیں بھی بھیجوں گا ۔ لیکن ان کتابوں کے مطالعہ میں اتنی زیادہ غرق نہ ہو جانا کہ اپنے کورس کی کتابوں سے غافل ہو جاؤ ۔ تمہاری پڑھائی کا ٹھیک سے انتظام نہ ہو سکنے کا مجھے قلق ہے مگر میں اتنی دُور رہ کر بھی کیا سکتا ہوں ، ابھی میں بھوپال آؤں گا تو تمہاری پڑھائی کا میں خود معقول انتظام کر کے جاؤں گا ۔ بہر کیف گاڑی چلتی رہنی چاہیے اُس وقت تک تو ۔ اپنا دل مضبوط اور اپنے ارادے بلند رکھو ، زندگی کی کامیابیوں اور مسرتوں کا یہی راز ہے ۔

ہاں تم نے میری تصویر مانگی ہے ، وہ بھی تازہ تصویر ۔ یہاں یہ عالم ہے کہ اپنی کوئی پرانی تصویر بھی میرے پاس نہیں ہے ۔ ایک تصویر تھی وہ ابھی لکھنؤ میں جادو نے لے لی تھی ، دوسری ایک شہاب کے ساتھ تھی وہ الیاس نے مجھ سے بھوپال میں مانگ لی ہے ۔ دو تصویریں میری تازہ ضرور ہیں لیکن وہ دونوں " انجم " کے ساتھ ہیں ۔ ابھی میرے ایک دوست احسان صاحب نے اُس کے آنے پر زبردستی کھینچ لی تھیں ۔ میں نے ان تصویروں کے بڑے حسین عنوان لکھ چھوڑے ہیں ، ایک کا عنوان Poet AND HIS POETRY اور دوسری کا عنوان NEVER WED جن کی کبھی شادی نہ ہو گی ۔ بس آگے رہے نام اللہ کا : ہاں مجھے یاد آیا دہلی کانفرنس کے زمانے کے چند گروپ غالباً میرے بکس میں پڑے ہیں وہ تم کہو تو میں تمہیں بھیج دوں ۔ اُن میں تمہارے تقریباً سب ہی ترقی پسند آ گئے ہیں ۔ اچھا یہ تو میں تمہیں ضرور بھیج دوں گا ۔

اور ہاں خدیجہ ! تم نے اپنے بمبئی کے ایک مرتبہ آ چکنے کی بات لکھ کر میری خواہش کو چونکا سا دیا ہے کہ تم کبھی بمبئی آؤ اور میری مہمان رہو بلکہ بعض وقت تو جی چاہتا ہے کہ تم مستقل بمبئی میں آ کے رہنے لگو ، شبلی نے " نثارِ بمبئی کن ہر متاعِ کہنہ و نو را " کہا تھا اور آج میرا بھی جی تم سے یہی کہنے کو چاہ رہا ہے ۔

اچھا، چار دن متواتر میں نے تم سے باتیں کی ہیں۔ تم پڑھتے پڑھتے اُکتا گئی تو نہیں اس کا مجھے یقین ہے، البتہ تھک تو جاؤ گی۔ تم مجھے چاہے مختصر ہی خط لکھا کرو لیکن خط جلدی لکھا کرو، اس لیے کہ تمہارا خط ہی تو میری اس بے رنگ اور ویران زندگی میں پھول برساتا ہوا آتا ہے۔ ۔ گلاب کے پھول ! آؤ، اب اجازت دو، عذرا اور شاہد کو پیار، اور اپنے سب بھائی بہنوں کو میرا سلام کہو۔

(تمہارا — (اگر تم سمجھو تو —)

۲۲ر اگست ۱۹۵۴ء جاں نثار اختر

●

عزیز خدیجہ

آج "زیرِ لب" چھپ کر آگئی ہے — "کتنے آنسو پلک تک آئے تھے" کی کیفیت دن بھر مجھ پر طاری رہی، کس شدت سے جی چاہتا رہا کہ صفیہ کم سے کم آج کے لیے زندہ ہو جائے اور میں اُسے اچانک یہ کتاب دے کر خوش کر دوں، اور پھر وہ بڑے پیار سے مجھ سے کہے۔

"اختر! مجھے اس درجہ نہ چاہو، تمہاری دیوانی محبت سے آج مجھے ڈر معلوم ہو رہا ہے۔ تم اپنے کو مجھے چاہنے دو، مجھے تمہیں چاہنے میں ہمیشہ راحت ملی ہے"

(نینی تال ۱۶ر جون ۱۹۵۰ء

میں نے "زیرِ لب" کی پہلی کاپی پر آج پورے صفحے کا ایک آٹو گراف صفیہ کے نام لکھا ہے اور اس کاپی کو اپنے بکس میں محفوظ کر دیا ہے۔ صفیہ اس آٹو گراف کو کبھی نہیں پڑھے گی اور شاید اسے کوئی کبھی نہ پڑھے، لیکن میں تو اتنا جانتا ہوں کہ اس کتاب کی پہلی کاپی پر اُس کا حق تھا اور وہ بغیر میرے آٹو گراف کے اسے چھونے پر بھی تیار نہ ہوتی۔

آج اور شاید کل بھی ڈاک خانے کی تعطیل ہے۔ پرسوں تمہیں "زیرِ لب" بھیجوں گا، اس مختصر سی کتاب میں ہماری محبتیں ہماری امیدیں اور ہمارے اندیشے ہیں، اس میں ہمارا پیار بھی ہے اور ہماری لڑائیاں بھی۔ تم اس کتاب کو پسند کرو گی یا نہیں مجھے نہیں معلوم، بہرکیف یہ کتاب چار پانچ دن میں تم تک پہنچ ہی جائے گی، میں نے تمہاری کاپی پر تمہارا نام لکھ دیا ہے اور بہت ہی مختصر سا آٹو گراف۔

ہاں تمہارے دونوں خط کل کی ڈاک سے مجھے مل گئے تھے، مجھے اپنے خط کے جواب کا انتظار ہے۔ میری طبیعت اب ٹھیک ہے، تم کیسی ہو اور شاہد کیسا ہے۔ عذرا کا "راکھی کا تحفہ" ملا، نے

بھیجا تھا پہونچ گیا ہوگا۔

اچھا، اب اجازت دو، تمہارا خط آنے پر مفصل خط لکھوں گا، آج تو ویسے بھی کچھ ذہن سا ہے۔ چاند، سعیدہ، امین اور الیاس سب کو میری دعا کہنا۔

تمہارا دُعا گو

جاں نثار اختر

یکم ستمبر ۱۹۵۴ء

بہت اچھی خدیجہ

تمہارا "عقیدت نامہ" ملا۔ تم نے لکھا ہے "بس آپ سے ایک چیز مانگوں گی آپ مجھے اس عقیدت سے نہ روکیے، اس سے آپ کے نئے سماج کا کوئی بھی نقصان نہیں ہے"۔ میری دوست! میں تمہیں عقیدت سے نہیں روکتا، عقیدت بُری چیز نہیں ہے بشرطیکہ صحت مندانہ ہو۔ ایسی کبھی نہیں ہونی چاہیے جو احساس کمتری کو جنم دیتی ہے۔ مجھے تم پر غصہ آنے لگتا ہے جب تم اپنے بارے میں گھٹ کر سوچنے لگتی ہو۔ اگر تم میرے پاس بیٹھ کر یا میری موجودگی کے تصور سے اپنے میں کمتری کا احساس پاؤ تو مجھے یہ سمجھنا چاہیے کہ مجھ میں دراصل کوئی بڑائی اور عظمت نہیں ہے۔ کیونکہ خدیجہ! بڑی اور عظیم شخصیتیں تو وہی ہوتی ہیں جن کی صحبت میں، ہم خود کو بھی بڑا اور عظیم محسوس کرنے لگیں، نہ کہ وہ جو ہمیں احساس کمتری میں مبتلا کر دیں۔ اس لیے میری دوست! خود کو کبھی چھوٹے خیالات کا شکار نہ ہونے دو۔ میری دوستی جیسا تم سوچتی ہو تمہاری "حیثیت سے بہت بڑا اشرف" نہیں ہے۔ مجھ سے تمہاری دوستی دو انسانوں کی دوستی ہے جو اپنے دل میں ایک دوسرے کے لیے گنجائش رکھتے ہیں، جن کے سوچنے کے طریقے ایک دوسرے سے بہت قریب ہیں اور جو ایک دوسرے کے لیے کچھ نہ کچھ ایثار کا جذبہ بھی اپنے میں رکھتے ہیں۔ تم یوں نہ سوچا کرو کہ میں نے تم سے کہیں زیادہ کتابوں کا مطالعہ کیا ہے یا میں شعر کہہ سکتا ہوں جو تم نہیں کہہ سکتیں، یا میرے خیالات کتنے اونچے ہیں! میں اس کے جواب میں تم سے یہ کہوں گا کہ جانے کتنی کتابیں ایسی بھی ہوں گی جو تم نے پڑھی ہیں اور میں نے نہیں پڑھیں، میرے خیالات بہت اونچے ہی سہی لیکن اگر تم اُن خیالات کو پسند کرتی ہو تو یقیناً وہ خیالات خود تمہارے بھی ہوں اس سے تم کیسے انکار کرو گی۔ رہا شعر کہہ سکنے کا معاملہ تو بھئی ہم تو آج تک یہی سنتے آئے ہیں کہ شعر گوئی سے سخن فہمی زیادہ مشکل کام ہے اور تمہارے سخن فہم ہونے میں کون کافر شک کرسکتا ہے۔ تو آؤ میرے قدموں میں سر جھکانے والی میری پرستار خدیجہ آؤ میں تمہارے سر کو اپنے شانے پر ٹکا لوں، آؤ میری طرف دیکھو

صرف عقیدت مندانہ نظروں سے نہیں بلکہ جن میں دوستانہ تفخر بھی ہو اور خود اعتمادانہ انداز بھی — دیکھو مجھے تمہارے اس جملے میں " میں ایک دن ضرور آپ کے ساتھ اجنتا سے بھی آگے چل سکوں گی " اسی دوستانہ تفخر اور خود اعتمادانہ انداز کی جھلک ملتی ہے جس کی میں نے ابھی ابھی خواہش کی ہے ۔ لیکن خدیجہ وہ " ایک دن " نہ جانے کب آئے گا — " عاشقی صبر طلب اور تمنا بیتاب " مصرعہ تو غالبؔ کا میں نے بجنسہٖ نقل کر دیا ہے تم پڑھتے وقت عاشقی کی جگہ دوستی کا لفظ پڑھ لینا ورنہ کہیں ہماری دوستی خطرے میں نہ پڑ جائے ۔

ہاں خدیجہ، تم نے " کل کی سیتا " سے جس عقیدت کا اظہار کیا ہے وہ اپنی جگہ درست ہے ، ہم کل کی سیتا کی قدر و منزلت اور اُس کا احترام اسی لیے تو کرتے ہیں کہ وہ اپنے اعلا اخلاقی قدروں کا مظہر تھی — کل عورت کے لیے اپنے شوہر کی اندھی پرستش اور اندھی فرماں برداری اعلا اخلاقی قدر سمجھی جاتی تھی — سیتا کو جب رام راون سے نجات دلا کر اپنی راجدھانی لے آئے تھے اور اُس کی عصمت پر رعایا کو شبہ پیدا ہو گیا تھا تو رام نے اُسے بن باس کا حکم دیا جس کے بعد اُس نے ایک مدت تک رشی والمیک کے ساتھ جنگل میں اپنی زندگی گذار دی ۔ آج اگر کسی عورت کا شوہر اُس کی عصمت پر شبہہ کر کے اُسے بن باس کا حکم دیتا ہے تو آج زندگی اور اخلاق کی قدریں اُس عورت کو اُس کی تعمیل پر مجبور نہیں کرتیں بلکہ اُس کے خلاف بغاوت پر آمادہ کرتی ہیں ' اور یہی آج کی سیتا کا کردار ہے اس بن باس کے بعد سیتا کو " اگنی پریکشا " سے بھی گذرنا ہوتا ہے ' اور پھر بھی جب دنیا اُس کے کردار سے مطمئن نہیں ہوتی تو اُسے دھرتی ماتا سے التجا کرنی پڑتی ہے کہ وہ اُسے اپنی آغوش میں پناہ دے ۔ چنانچہ سیتا ہمیشہ کے لیے زمین میں سما جاتی ہے ۔ آج کی سیتا نہ " اگنی پریکشا " کے لیے تیار ہے اور نہ زمین میں سما جانے کی دعا کرتی ہے ۔ وہ ایسے شوہر اور ایسے شوہر کی رعیت سے (جس کا آج کوئی سوال نہیں) ، جو اُس کے پاکیزہ کردار کو داغدار سمجھتے ہوں نفرت کرنا جان گئی ہے

میری دوست، کل کی اعلا اخلاقی قدر تو " ستی " کی رسم بھی تھی لیکن آج یہ اخلاقی قدر انسانیت کے خلاف ایک جرم کی حیثیت رکھتی ہے ۔ ہم اگر کل کی سیتا سے محبت کرتے اور اس کی عزت کرتے ہیں تو اُس دور کی اعلا اخلاقی قدروں کی روشنی میں نہ کہ آج کی زندہ قدروں کی روشنی میں ۔ میں تمہیں اس کی ایک اور مثال دوں ۔ دروپدی کے بارے میں تم نے سنا یا پڑھا ہوگا کہ وہ پانچ بھائیوں کی بیوی تھی ۔ پانڈو کی ۔ یہ کیونکر! ارجن نے جب دروپدی کو جیت لیا تو اس کے دوسرے بھائیوں نے اپنی ماں سے جا کر کہا کہ ارجن نے ایک انمول رتن حاصل کر لیا ہے جسے وہ حاصل

ذکر کے۔ پرتھا (ارجن کی ماں کا نام) نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ ارجن ایسا نہیں کہ بغیر تم لوگوں کو برابر کا حصہ دیئے کوئی چیز بھی اپنے مصرف میں لائے۔ چنانچہ ارجن نے دروپدی کو اپنی ماں کے ان الفاظ کا پاس کرتے ہوئے دوسرے بھائیوں کی بھی بیوی بن کر رہنے کی اجازت دے دی۔ تو میں تم سے پوچھتا ہوں خدیجہ! کہ کیا آج ماں کی اس قسم کی فرماں برداری اعلا قدر سمجھی جائے گی، ہرگز نہیں آج کی قدریں بدلی ہوئی ہیں۔ اگر ہم کل کی قدروں کو اپنانے لگیں تو ہم آج کی دنیا میں نہ صرف تمسخر اور تضحیک کے سزاوار ہوں گے بلکہ شاید "نیم پاگل" سمجھے جائیں۔

تم نے یہ بھی لکھا ہے کہ "نئی عورت اپنے تقاضوں سمیت میرے سامنے کبھی نور جہاں کے روپ میں آتی ہے اور کبھی زلیخا کے روپ میں" تو میری خدیجہ! تم نئی عورت کے تصور کو کسی قدر غلط زاویۂ نظر سے دیکھ رہی ہو۔ آج کی عورت شاہی سطوت سے مرعوب ہو کر "نور جہاں بننے کے لیے تیار نہیں اور نہ آج کی عورت ایسے یوسف سے محبت کرنے پر تیار ہے جو اس کی محبت کا جواب محبت سے نہ دے سکتا ہو۔ آج تو اصل سوال ذہنی لگاؤ کا ہے بغیر اس ذہنی لگاؤ کے جسمانی قرب بھی مہمل اور بے معنی یا زیادہ واضح الفاظ میں حیوانیت سے زیادہ کچھ نہیں۔ آج کی عورت اگر چاہتی ہے تو چاہے جانے کی بھی خواہش رکھتی ہے۔ وہ زندگی کو سماجی نقطہ نظر سے دیکھتی ہے۔ وہ شادی کو ایک سماجی معاہدہ سمجھتی ہے، اگر شوہر اس معاہدے کی پابندی نہیں کرتا تو وہ اس معاہدہ کو فسخ کر دینے میں ننگ و عار محسوس نہیں کرتی۔ وہ جانتی ہے کہ وہ اپنی زندگی، اپنی تربیت، اپنے علم، اپنی پوری شخصیت کے لیے سماج کی مرہونِ منت ہے، اس عوض میں اُسے سماج کی کسی نہ کسی شکل میں خدمت انجام دینا ہے۔ وہ ایک فرد کی غیر سماجی حرکات پر اپنی زندگی کو بھینٹ نہیں چڑھا دیتی۔ وہ اپنی زندگی کو سماج کی امانت سمجھتی ہے اور اُس کا بہتر سے بہتر مصرف ڈھونڈھ نکالتی ہے۔ وہ اپنی پوری شخصیت کے اظہار کی خاطر جو اعلا سماجی مقصد ہی کے ذریعہ ممکن ہے ہر اُس شخص کو ٹھکرا کر یقیناً آگے بڑھ جاتی ہے اور اُسے بڑھ جانا چاہیے جو اس راستے میں اُس کے لیے رکاوٹ ثابت ہو، چاہے وہ باپ ہو چاہے بھائی چاہے شوہر۔ لیکن اس اقدام میں شرط اعلا سماجی مقصد کی ضرور ہے۔ میری دوست! آج کی عورت کے متعلق تم نے زیادہ غور و فکر سے کام نہیں لیا، بہت سرسری رائے قائم کی ہے۔ آج کی عورت کو تم کوئی سستا کردار نہ سمجھو، وہ بلند ہے اور پاکیزہ، کل کی بہ نسبت زیادہ باشعور اور سماج کے لیے زیادہ مفید۔ عورت کے بارے میں رسکن (RUSKIN) نے کہا تھا کہ "مرد کے سینے پر عورت ہی کے نرم و نازک ہاتھ

نیکی کے ہتھیار سجاتے ہیں" آج کی عورت نے اس خدمت کو پوری طور پر اپنایا ہے' وہ اپنی نیکی سے مرد کو نیکی سکھاتی ہے' اپنے سماجی اخلاق سے مرد میں سماجی اخلاق پیدا کرتی ہے' خود زندگی کی جدوجہد میں آج حصہ لے کر مرد کو زندگی کی جدوجہد کا سبق دیتی ہے۔ اس عورت کی جھلک تم جب "زیرلب" پڑھوگی تو خود صفیہ کے کردار میں پاؤگی۔ وہ اگرچہ مجھ سے شدید محبت کرتی تھی، پرستش کی حد تک تو اس لیے کہ اُسے خود میری محبت حاصل تھی۔ میں جب کبھی بھی اُس سے کہتا تھا کہ صفیہ میں تمہیں چاہتا وا ہتا نہیں ہوں تو ہمیشہ وہ کہا کرتی تھی کہ "اختر تم اپنے منہ سے کبھی اعتراف نہ کروگے لیکن مجھے معلوم ہے تم مجھے بہت چاہتے ہو۔ ہاں جس دن میں یہ محسوس کروں گی کہ تم مجھے واقعی نہیں چاہتے اُس دن میں تمہارے ساتھ خود بھی نہیں رہوں گی کیونکہ وہ صرف "جسم فروشی" رہ جائے گی جس کے لیے میں کسی قیمت پر تیار نہیں ہے۔ اور بالکل اسی طرح وہ میرے لیے بھی سوچتی تھی" تم بھی مجھے اُس وقت تک ضرور چاہوگے جب تک میں تمہاری زندگی میں ضروری رہوں گی، اور جس دن بھی تمہاری ذہنی' جذباتی اور جسمانی ضرورتوں کی تکمیل کی اہلیت مجھ میں نہ رہے گی، میں یقیناً تمہاری محبت کی مستحق نہ رہوں گی" تم اس کے خطوں کو بہت غور و خوض سے پڑھنا تمہیں نئی عورت کو سمجھنے میں بہت کچھ مدد ملے گی۔

خدیجہ! تم لکھتی ہو مجھ میں خود ایک نئی عورت سانس لیتی معلوم ہوتی ہے۔ لیکن خود نئی عورت کے بارے میں تمہیں اپنا نقطۂ نظر واضح طور پر صحت مند اور زندگی آمیز بنا لینے کی ضرورت ہے۔ تمہیں نئی عورت کے ساتھ نورجہاں اور زلیخا کے تصور کو چھوڑنا ہوگا، تمہیں اُس تصور میں قرۃ العین کا تصور شامل کرنا ہوگا۔ قرۃ العین سے میری مراد قرۃ العین حیدر سے نہیں ہے' کہیں تم اس غلطی کا شکار ہوگئیں تو نئی عورت تو ایک طرف رہی پرانی عورت بھی تم میں خودکشی کر لے گی! — قرۃ العین سے میری مراد ایران کی قرۃ العین سے ہے جس نے اپنے ذہنی عقائد کی خاطر باپ اور شوہر کے رشتوں ہی کو قربان نہیں کیا بلکہ اپنی جان تک قربان کردی۔ مجھے یہاں اُس کے بابی عقائد سے بحث نہیں' اُس حوصلے اُس عزم' اُس زندگی سے بھرپور جذبے سے غرض ہے جس نے اُس کے قدموں کو موت کی طرف بڑھتے ہوئے بھی نہ ڈگمگانے دیا۔ سچ سچ خدیجہ، بعض وقت تو میرا جی تم سے بھی کہنے کو چاہتا ہے تمہاری اس زندگی کو دیکھتے ہوئے' کہ ——

"ایسے ساتھ سے تو تنہا چلنا اچھا ہے"

اچھا' یہ باتیں اب بہت زیادہ ہوگئیں۔ اب کوئی دوسری بات! تم نے "گیتا" مانگی ہے'

آج کل "زیرِ لب" کے پارسل بنوانے اور روانہ کرنے سے بالکل فرصت نہیں مل رہی۔ ایک آدھ ہفتہ بعد تمہیں تمہاری مطلوبہ کتاب پہنچ جائے گی۔ ہاں تم نے جو سوال کرشن جی کے بارے میں کیا ہے۔ میں اُس کے بارے میں تمہیں مختصر ہی لکھوں گا۔ کرشن کے بارے میں تم نے جس روایت کا ذکر کیا ہے وہ نہ وشنو پُران میں ہے اور نہ مہابھارت اور نہ ہری ونش میں پائی جاتی ہے۔ یہ دراصل ایک غلط روایت سے زیادہ کچھ نہیں۔ پُرانوں میں جو مذکور ہے وہ یہی ہے کہ بارہ سال کی عمر میں کرشن متھرا آئے تھے اور خود بھاگوت گیتا میں ۱۶ سال کی عمر کا پتہ چلتا ہے۔ اُس کے بعد ہی گوکل اور بندرابن تو درکنار انہیں متھرا بھی چھوڑ دینا پڑا تھا۔ اس عمر میں اُن کا گوپیوں سے جنسی لگاؤ غیر معتبر معلوم ہوتا ہے۔ مہابھارت میں کرشن کے دشمنوں نے کئی موقعوں پر انہیں ملامت کی ہے اور ان کے عیب گنوائے ہیں لیکن کہیں ان کی جنسی بے راہ رویوں کا ذکر نہیں کیا۔ پھر سنسکرت کے پورے لٹریچر میں یدھشٹر اور بھیشم کو اخلاق اور دھرم کا مجسمہ بتایا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ وہ کرشن کی عظمت کے معترف تھے، اگر کرشن میں اس قسم کی بداخلاقیاں ہوتیں تو یہ عظمت انہیں یدھشٹر اور بھیشم سے نہیں مل سکتی تھی جو ان کے ہم عصر بھی تھے۔" اس قصّہ کا ماخذ (ORIGIN) بھاگوت پُران ہے۔ یہ بھاگوت پُران بہت زیادہ مستند نہیں سمجھا جاتا ہے، اگرچہ اس کے ماننے والے بھی ہزاروں کی تعداد میں ہیں، ان میں بھی بہت سے لوگ اس واقعہ کو محض ایک استعارہ بتاتے ہیں کہ کرشن سے مراد ایشور کے پرم سے ہے اور گوپیوں کے کپڑوں سے مراد دنیوی مال و دولت سے ہے۔ انسان دنیوی مال و دولت کے لالچ میں پھنسا ہوا ہے پرماتما اسے سبق دینے کے لیے ان چیزوں کو ہٹا لیتے ہیں۔ پرماتما چاہتے ہیں کہ تمام دنیوی آلائشوں سے پاک ہو کر انسان اُس کے روبرو آئے اور تب وہ اُس کی تمام خواہشوں کو پورا کرے گا۔

بہرکیف۔ اسے استعارہ بتانے والے یا اس کی اس طرح تاویل کرنے والے، اپنی جگہ مطمئن ہو جائیں تو ہو جائیں، اچھا تو یہی ہے کہ وہ بھاگوت پُران کے مستند ہونے ہی سے انکار کر سکتے۔ اس کے علاوہ ایک اور بھی کتاب ہے "برہم دیورت پُران" جو بلبھ آچاری گوسائیں کی لکھی ہوئی ہے اور جس نے کرشن پر بہت زیادہ کیچڑ اچھالی ہے اور انہیں کے ایک چیلے نارائن بھٹ نے 'برج یاترا' یا راس لیلا کی بنیاد ڈالی جس نے کرشن کی عظمت کو نہیں اُبھارا بلکہ اپنی نادان دوستی میں ان کی عیاشی، بداخلاقی اور بدچلنی کے قصے پھیلائے ہیں۔ بہرکیف!

اور ہاں خدیجہ! تمہارے کرشن اور رادھا کے مجسمے کے ٹوٹنے کا تو مجھے بھی افسوس ہے، اچھا

اچھا میں بھوپال جب آؤں گا تو تمہارے لیے یہی تحفہ لے کر آؤں گا تمہیں کرشن کا بنسی والا مجسمہ چاہیے نا! یہ مجسمے یا تو متھرا میں بہت اچھے ملتے ہیں یا لکھنؤ میں لیکن وہ CLAY کے ہوتے ہیں۔ یہاں میں کوشش کروں گا کہ سنگ مرمر میں مل جائے یا ہاتھی دانت میں۔ بہر کیف میں تمہارے لیے لاؤں گا ضرور — لیکن یہ بات بتادو کہ تمہیں ہرکلس کے مجسمے سے اتنی بیزاری کیوں ہے' ہرکلس کے جو مجسمے عام طور پر ملتے ہیں وہ یونانی آرٹ کی مکمل نمائندگی کرتے ہیں۔ اور یونانی آرٹ کی دل کشی سے تم منکر ہو' اس بات کا کیسے یقین آسکتا ہے۔ یہ ضرور ہے کہ یونانیوں نے اپنے مجسمہ سازی کے فن میں جومیٹری (GEOMETRY) کو روز بہ روز زیادہ دخل دیا اور آرٹ کے ORGANIC فارم سے بے نیاز ہوتے گئے' اُن کے مجسموں پر تم غور کروگی تو تم خود محسوس کروگی کہ بھووئیں اور ناک کے خطوط یا نسوانی چہرے کی جو گولائی ان میں پائی جاتی ہے خصوصاً میں APHRODITE OF MELOS کے مجسمہ کی طرف تمہارے دھیان کو لے جانا چاہتا ہوں وہ قطعاً نیچرل نہیں کہا جاسکتا' پھر بھی خدیجہ اس آرٹ کی دلفریبی اور حسن سے انکار نہیں کیا جاسکتا' اور اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آرٹ کے فارم کا کچھ اصول ضرور ہونا چاہیے البتہ اُس کا کوئی ایسا جامد فارمولا نہیں بنایا جاسکتا جس سے تھوڑا بہت انحراف ممکن نہ ہو۔ آج کل آرٹ کے نام پر خصوصاً PAINTING مصوری میں جو نئے نئے اسکول نظر آتے ہیں' کیوب اِزم' سوریلزم یا اکسپریشن ازم CUBISM SURREALISM or EXPRESSIONISM اور نہ جانے کیا کیا' اُن میں جو آزادی برتی جارہی ہے اور جو آرٹ کی دُرگت بن رہی ہے اُس کے لیے کم سے کم میں اپنے دل میں آج تک کوئی پسندیدگی پیدا نہیں کرسکا ہوں وہ دراصل میری ہی سمجھ سے کیا عام انسانوں کی سمجھ سے کچھ بالا ہی نظر آتے ہیں' مجھے ایک لطیفہ یاد آگیا کہ آج کی اس قسم کی مصوری کے نمونے کی مثال میں کسی نے ایک کورا کاغذ سامنے رکھ دیا تھا جب اُس سے کہا گیا کہ اس میں تو کچھ بھی نہیں ہے تو اس نے جواب دیا کہ اس سے بہتر مصوری کا نمونہ تو ممکن ہی نہیں ہے' یہ ایک چراگاہ ہے جہاں گائے بھینسیں چرنے کے لیے آتی ہیں۔ پوچھا گیا کہ گھاس تو کہیں نظر نہیں آتی' جواب ملا' وہ تو گائے بھینسوں نے کھالی' پھر سوال کیا گیا کہ گائے بھینسیں بھی تو نظر آتیں' جواب ملا' جب گھاس ختم ہی ہوگئی تو گائے بھینسیں یہاں ٹھہر کر کیا کرتیں' وہ کبھی کی جاچکیں —

ہاں تو بات میں تم سے ہرکلیس کے مجسمے کی کر رہا تھا' ممکن ہے تم کہو کہ آرٹ کا تو وہ بہت اچھا نمونہ ہے البتہ اُس کی شخصیت مجھے اپیل نہیں کرتی' تو بھئی قوت و توانائی تو وہ اعلا صفات ہیں

جن کی داد مرد کو ہمیشہ عورت سے ملتی چلی آئی ہے۔ ہر کلس پر دیکھو جعفری کا یہ مصرعہ' جو انھوں نے اپنی ایک نظم میں کہا ہے' کتنا زیادہ بجتا ہے: بغل میں کرۂ ارض حسیں دبائے ہوئے" اصل بات تو یہ ہے کہ تم نے یونانی اساطیر (CREEK MYTHOLOGY) پڑھی ہی نہیں ہے جو تمہیں اُس بے چارے سے بھی کوئی اُنس پیدا ہو سکتا۔

اور اب تمہیں کیا لکھوں۔ ہاں تم نمائش سے جو بھی ساڑی خرید کے لائی ہو' وہ تو ضرور خوبصورت ہونی چاہیے لیکن خدیجہ بمبئی سے بہتر ڈیزائن تو تمہیں وہاں نہیں مل سکتے اور نہ اتنے سستے' اس لیے کیوں نہ میں تمہیں کچھ ساڑیاں خرید کر یہاں سے بھیج دوں۔ اسے تم رومانی تحفے کی اسپرٹ میں قطعی نہیں دیکھنا' یہ تو تمہاری ضرورت کی چیز سے زیادہ کچھ نہیں ہوں گی اور اس لیے ان میں ایک بھی ریشمین نہ ہوگی' خالص سوتی ساڑیاں ہوں گی' یہ بات تم ابھی سے سن رکھو۔ لیکن خدیجہ مجھے یہ بتاؤ کہ کہیں تمہارے گھر والے اس بات کو نامناسب تو نہ سمجھیں گے' میں تنگ ذہنیتوں سے بہت گھبراتا ہوں۔ ویسے تمہارا ردِ عمل تو تمہارے نامناسب سمجھنے کا مجھ پر کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ اور تم نامناسب سمجھو بھی کیوں' آخر ہماری دوستی محض خوبصورت باتوں تک تو نہ ہونی چاہیے۔ ہاں تو تم اپنے گھر والوں کا ممکن ردِ عمل پیشگی لکھ بھیجنا' ایمانداری سے!

اچھا' آج بھی تم سے خاصی بکواس کر ڈالی' اب اجازت دو' ہاں اپنے بیلے' چنبیلی اور جوہی کی کلیوں کو میرا پیار ضرور پہنچاؤ' وہ تو میرے پیار کی یوں بھی زیادہ مستحق ہیں کہ میری اتنی اچھی دوست کو سنوارتی اور مہکاتی ہیں۔ شاہد کی طبیعت کیسی ہے' میرے بہت سے پیار عذرا کو۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۴ستمبر ۱۹۵۴ء

●

عزیز خدیجہ'

تمہارا خط ابھی ابھی دوپہر کی ڈاک سے مجھے ملا۔ ظ۔ انصاری نے میرے بیمار ہونے کی اطلاع صحیح پہنچائی تھی' آج چھ سات دن سے متواتر مجھے بخار ہے' اس عرصے میں کمپنی بھی نہیں جا سکا ہوں' وہ تو شکر ہے کہ آج کل وہاں کا کام میرے ذمے اٹکا ہوا نہیں ہے۔ ان دنوں میں تمہارے خط کی اکثر یاد آتی رہی' بہرحال آج تو تمہارا خط آ ہی گیا۔ نہ جانے کیوں اس پورے عرصہ میں میرا موڈ بہت سوگوار نہ رہا' غالباً بیماری میں احساسات کچھ زیادہ نازک ہو جاتے ہیں۔ اس وقت بھی

کچھ ایسی ہی کیفیت ہے۔ بہرحال تم سے باتیں کر کے کچھ تو شگفتگی مجھے مل ہی سکتی ہے نا۔ لیکن دیکھو اس وقت میں کتنا خالی الذہن ہو رہا ہوں، کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی جو کی جائے، اب تم ہوتیں تو تم باتیں کرتیں اور میں سنتا رہتا، مگر یہ کیسے ممکن ہو، پھر دوسری کیا ترکیب ہو سکتی ہے؟ ایک نسخہ جوش صاحب کا تجویز کیا ہوا بھی ہے کہ جب کوئی بات سمجھ میں نہ آرہی ہو تو خدا کے وجود پر بحث شروع کر دینی چاہیے، لیکن یہ بحث بھی چھیڑنے کو جی نہیں چاہ رہا۔ پھر؟ کیا کیا جائے۔

اچھا آؤ، میں زیرِ لب کے بارے میں تم سے ایک آدھ بات کروں۔ تم نے اس کتاب کو پڑھ ہی لیا ہے۔ تم نے اس کے مطالعے سے صفیہ کے کردار کو کس حد تک سمجھا ہے اس کا مجھے تمہارے خط سے صحیح اندازہ نہیں ہو سکا۔ تم نے ایک جگہ لکھا ہے "وہ نئی کے ساتھ پرانی بھی تھیں" اور جیسے تم نے کوئی بہت بڑی غلطی کی ہو یہ لکھ کر، تم نے اس جملہ میں ان الفاظ کا اضافہ کر دیا ہے۔ "میں نے غلط کہا وہ پرانی کسی طرح بھی نہیں ہو سکتی ہیں"۔ بات تم نے یہ بھی ٹھیک ہی لکھی ہے لیکن تمہارے لکھنے کا انداز بتاتا ہے کہ جیسے تم نے اپنے پہلے جملے کی تردید اس جملے سے کرنی چاہی ہے۔ حالانکہ ان دونوں جملوں میں کوئی تضاد نہیں ہے۔ مجھے تمہارے یہ جملے پڑھ کر ایسا محسوس ہوا ہے کہ تم اس نکتے کو سمجھنے میں اُلجھ سی گئی ہو اور کھل کر تم مجھ سے پوچھ بھی نہیں سکیں۔ آؤ یہ بات میں تمہیں سمجھاؤں۔ یہ بڑی کارآمد بات ہے۔

زندگی کے کسی شعبے کی ارتقائی تاریخ پر جب تم نظر ڈالوگی تو تمہیں صاف نظر آئے گا کہ ہر نئے پن میں پرانے پن کا ایک جزو موجود ہونا لازمی اور ناگزیر ہے۔ نئی تہذیب پرانی تہذیب سے، نیا کلچر پرانے کلچر سے، نیا ادب پرانے ادب سے، نیا فن پرانے فن سے اپنا ناتہ توڑ کر پیدا نہیں ہوتا بلکہ "قدیم" کو بنیاد بنا کے "جدید" عالمِ وجود میں آتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو ارتقا کا تسلسل کوئی معنی نہ رکھے۔ ارتقا جہاں اور بہت سے قوانین کا پابند ہے وہاں اس کا ایک قانون "نفی کی نفی" بھی ہے۔ اسے " LAW OF NEGATION OF THE NEGATION " کہتے ہیں۔ یعنی ارتقا کا نیا پن جس پرانے پن کی نفی کرتا ہے، اُس نئے پن کی ایک حد تک نفی خود اُس پرانے پن کے ہاتھوں بھی ہوتی ہے۔ یہ بات مثال سے تمہاری سمجھ میں آسانی سے آجائے گی۔ مثلاً آج شاعری آگے قدم بڑھا کر جس نئی منزل میں پہنچی ہے اُس میں جدید رنگ کے استعارے اور تشبیہیں ملتی ہیں، لیکن تشبیہہ اور استعارے کے قدیم اصول ہی ہیں جو آج کی شاعری میں تھے۔ یا آج بلینک ورس (نظم معریٰ) میں مصرعے ہم وزن نہیں ہوتے لیکن وزن کا اصول بڑے اور چھوٹے دونوں ٹکڑوں میں اپنی

نئی نوعیت کے ساتھ آج بھی موجود ہے۔ کوئی نئی چیز مکمل طور پر نئی نہیں ہوتی یہ یاد رکھو۔ میں نے اپنی ایک نظم میں ارتقا کے اسی قانون کے بارے میں کہا تھا۔

نقشِ نو میں عکس اک مٹتی ہوئی تصویر کا
ہر نفی میں اک نفی بھی راز ہے تغیر کا

چنانچہ یہی قانون کلچر پر بھی صادق آتا ہے۔ آج جو نیا کلچر جنم لے رہا ہے اُس میں ہمارے قدیم کلچر کی روایات ضرور اپنا وجود شامل کریں گی اور یہی ارتقا کا اصول ہے۔ البتہ جو قدیم روایات نئے کلچر میں داخل ہوتی ہیں وہ صالح اور جاندار ہوتی ہیں، مردہ روایات قدیم کلچر کے ساتھ ساتھ مرجایا کرتی ہیں۔ جو قدیم روایات نئے کلچر میں داخل ہوتی ہیں وہ نیا روپ اور نیا آب و رنگ اختیار کرلیا کرتی ہیں، گویا دوسرے معنوں میں یہ روایات نئے کلچر کی اپنی روایات بن جاتی ہے۔ مثال کے طور پر تم پتی بھگتی ہی کو لے لو۔ یہ ہمارے قدیم کلچر کی شاندار روایت ہے، یہ ہمارے آج کے کلچر کی بھی شاندار روایت ہے لیکن نئے کلچر میں اس کی نوعیت اور اس کا روپ بدلا ہوا ہے جس کے بارے میں خود صفیہ کے Quotation میں تمہیں گذشتہ خط میں لکھ چکا ہوں۔

ہاں تو صفیہ کے کردار میں جو پرانا پن تمہیں ملے گا وہ دراصل پرانا پن اس لحاظ سے نہیں ہے کہ وہ نئی قدروں کو اپنا کے خود نئے پن کا جزو بن گیا ہے۔ میں اُسے پرانے قسم کی بیوی تسلیم کرلیتا اگر وہ بغیر میری محبت کے اعتماد کے مجھ کو اسی گرویدگی اور پرستش کے ساتھ چاہ سکتی۔ میں اُسے ایک پرانے انداز کی ماں بھی مان لیتا اگر وہ جادو کو بھوپال کی آب و ہوا ناموافق ہونے پر بھی اُسے وہیں اپنے ساتھ رکھنے پر مُصر ہوتی۔ میں اُسے مکمل طور پر ایک پرانی وضع کی عورت بھی سمجھ لیتا اگر اُس کے دل میں بغیر محنت کے آسائش کا خیال ہوتا اور خود اپنی زندگی کو اس بری طرح محنت کشی میں نہ گذار دیتی — میری دوست! نیا پن بھی جب پرانی صالح قدروں کو اپناتا ہے جبھی اصل معنوں میں نیا پن بنتا ہے، اور ہمارے احترام اور دنیا کے احترام کا مستحق ہوتا ہے۔

میں آل احمد سرور کے خط کا ایک اقتباس تمہیں لکھتا ہوں جو اُنھوں نے صفیہ کے ان خطوط کے بارے میں مجھے لکھا ہے۔

"ان میں بیوی، محبوبہ، ماں، دوست، ساتھی، معلم اور زندگی کی جدوجہد کی ایک سپاہی، ہماری پرانی تہذیب کے صالح عناصر کی علم برداری کے باوجود نئی زندگی اور نئے سماج پر عزم و اعتقاد کی شمع روشن کیے ہوئے نظر آتی ہے۔"

بہرکیف، یہ سب کچھ میں نے اس لیے لکھا کہ ممکن ہے تمہارے ذہن میں نئے اور پرانے کا سوال پیدا ہوا ہو اور تم نے اخلاقاً مجھ سے پوچھنے کی جسارت نہ کی ہو — سچ مچ خدیجہ! اگر اس کتاب کے بارے میں کوئی بھی سوال تمہارے ذہن میں آیا ہو تو تم مجھ سے بلاتکلف دریافت کرسکتی ہو۔

ہاں تم ظ۔ انصاری کی تقریر سننے نہ گئیں، یہ بات تم نے بالکل اچھی نہیں کی، بہرکیف تم اس سے کچھ نہ کچھ ضرور حاصل کرتیں، یوں بھی تو سوچو کہ تمہارے بھوپال میں کبھی کبھار تو کچھ سلجھے ہوئے ترقی پسندانہ خیالات رکھنے والوں کا گذر ہوتا ہے، ان مواقع سے فائدہ نہ اٹھانا بہت زیادتی ہے۔

اور اب تمہیں کیا لکھوں "گیتا" ابھی تک تمہیں روانہ نہیں کرسکا ہوں، طبیعت ہی خراب ہے کیا کروں۔ ہاں تم نے اپنے گھر والوں کے ردعمل کے بارے میں جو پیش گوئی کی ہے وہ ٹھیک ہی ہے دوست۔ یہ کچھ کم بات ہے کہ تم مجھے خط لکھ سکتی ہو۔ بہرحال ہم جو کچھ چاہیں وہ سب کچھ تو نہیں ہوجاتا۔

اچھا اب اجازت دو، آج زیادہ بکواس کی سکت بھی تو نہیں پارہا، اور مرزا رجب علی بیگ سرورؔ مصنف "فسانۂ عجائب" کی طرح جنھوں نے بستر مرگ پر اپنے ایک دوست کو خط لکھتے ہوئے معذرت چاہی تھی کہ "پورے خط میں کوئی جملہ چست نہیں لکھ سکا، معاف کیجیے گا" میرا جی بھی تم سے معذرت کرنے کو چاہ رہا ہے کہ اپنی اس بیماری کی وجہ سے، جو پتہ نہیں کہ مرض الموت ہے یا نہیں، تمہیں کوئی بھی بات سلیقے کی تحریر نہیں کرسکا۔

شاہد کو دعا، اور عذرا کو پیار۔ اپنے سب بھائی بہنوں کو میرا اسلام کہو۔

تمہارا دعاگو

جاں نثار اختر

۱۶ر ستمبر ۱۹۵۴ء

●

بمبئی ۸

عزیزۂ من

تمہارے دونوں خط مل گئے، میری طبیعت اب تقریباً بالکل ٹھیک ہے۔ دو تین دن سے اسٹوڈیو بھی جانے لگا ہوں، گذشتہ اتوار کو انجمن کی میٹنگ میں بھی شریک ہوا تھا، اگرچہ اس دن کا پروگرام کوئی خاص نہیں تھا۔

تم نے میری سوگواری کا سبب پوچھا ہے تو کوئی خاص بات نہیں، بس یوں ہی کبھی کبھار اپنی تنہائی کا احساس ابھر آتا ہے خصوصاً جب طبیعت بھی خراب ہو، اور پھر "خود اپنے پہ اکثر مجھے رحم آیا" والی

کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اُس دن جب تمہارا خط پہنچا تھا، بس کچھ یہی عالم تھا۔ ایسے بھی سوائے اپنے دل کی تکلیفوں کے کوئی دوسری بات سمجھ میں نہ آتی تھی، اور اپنی ذہنی پریشانیوں سے تمہیں پریشان کرنا نہیں چاہتا تھا لہٰذا "خدا پرست" کا سہارا لینا چاہا تھا لیکن یہ موضوع لیٹنے کی نذر ہو گیا اور پھر آخرکار زیرِ لب پر تم سے بات کرنے لگا۔ تم نے یہ کیوں سمجھ لیا کہ میرا دل تم سے بات کرنے کو نہیں چاہ رہا تھا، ایسا تو شاید کبھی نہیں ہو سکتا۔ تم جانتی ہو انسانی دل و دماغ کی کارفرمائیاں تو بہت دلچسپ گوناگوں اور تحیر خیز ہوتی ہیں، تو پھر کبھی ہم ایک دوسرے سے خاموش رہ کر بھی تو گفتگو کر سکتے ہیں!

" محبت، روحِ خاموشی بھی ہے، جانِ سخن بھی ہے "

مجھے یاد آیا میں نے کسی پچھلے خط میں تمہیں غالب کا یہ مصرعہ " عاشقی صبر طلب ....." لکھنے کے بعد فرمائش کی تھی کہ عاشقی کی بجائے دوستی کا لفظ پڑھ لینا، لیکن بھئی اس مرتبہ بڑی مشکل آپڑی ہے۔ اس مصرعے میں تو محبت کو محبت ہی پڑھنا پڑے گا۔ دوستی کے لفظ سے ابھی دفعہ کام نہیں چل سکتا۔ مصرعہ ناموزوں جو ہو جائے گا، یہ پتہ نہیں کہ تم اسے اس صورت میں " ناموزوں " سمجھو۔

ہاں تم نے خط کے شروع میں لکھا کہ زیرِ لب کے بارے میں دو تین باتیں میں آپ سے ضرور پوچھوں گی لیکن پھر تم بیٹھے پوچھنا بھول گئیں اور خط ختم ہو گیا۔

اچھا ایک کام کی بات یاد آئی۔ صفیہ کا مضمون "ہندوستانی عورت کے کردار کی نشوونما میں گاندھی جی کا حصہ" غالباً ۴۸ء میں ندیم کے کسی خاص نمبر میں شائع ہوا تھا اگر تمہارے پاس ہو تو یہ مضمون مجھے بھیج دو کیونکہ میں نے " انداز نظر " کی ترتیب شروع کر دی ہے اور یہ مضمون اُس کے کاغذات میں کہیں نہیں مل سکا۔ ورنہ پھر حکیم قمرالحسن صاحب کو لکھنا پڑے گا کہ وہ ندیم کے پرانے فائل میں تلاش کرا کے بھجوا دیں۔

تم کیسی ہو، اپنی صحت کا خیال رکھنا تمہارے لیے بہت ضروری ہے، تمہاری پیٹھ میں درد ہونے لگتا ہے تو تم X-RAY ضرور کروا ڈالو، اس معاملے میں قطعی تغافل سے کام نہ لینا، چاہے اُس کے بدلے میں تم مجھ سے تغافل برت لینا۔

تم نے کرشن کے جس افسانے اور ساحر کی جس نظم کا تذکرہ کیا ہے وہ ابھی میری نظر سے نہیں گذری۔ فنکار ابھی تک آیا نہیں ہے، آج کل میں آتا ہی ہوگا، پھر اس سلسلے میں بات ہوگی۔ ہاں یہ کہ تمہیں اس طرف کسی رسالے میں میرا نام نہیں ملتا تو خدیجہ میں نے بس آخری نظم وہی "خاموش آواز" کہی تھی جب سے ایک لفظ بھی نہیں کہا۔ کم بخت غمِ گا نے مہلت ہی نہیں لینے دیتے۔ ایک

مرتبہ درمیان میں تم نے افکار میں میری چند رباعیات کا ذکر کیا تھا لیکن وہ تو سات آٹھ سال پہلے کی کہی ہوئی ہیں۔ اور ایک بھی اس قابل نہیں جسے معقول بھی کہا جا سکے۔ ہاں تم نے جو رباعی مجھ سے مانگی تھی وہ لکھ رہا ہوں۔

جیون کی یہ چھائی ہوئی اندھیاری رات
کیا جانیے کس موڑ پہ چھوٹا ترا ساتھ
پھرتا ہوں ڈگر ڈگر اکیلا لیکن
شانے پہ مرے آج تک ہے ترا ہات

اور بمبئی کے حالات تمہیں کیا لکھوں، ہاں عصمت آپا آج کل چین گئی ہوئی ہیں، کرشن اور جعفری تین اکتوبر کو روس جا رہے ہیں: "وہ سرزمیں کہ ستارے جسے سلام کریں"

اور خدیجہ؟ دیکھو تم سے کب ملنا ہوتا ہے، اکتوبر میں بھی شاید ہی اُس طرف آنا ہو سکے، بہرکیف کوشش میں ضرور کروں گا ورنہ پھر دسمبر تک بات جائے گی، تم سے بہت سی باتیں زبانی بھی تو کرنی ہیں! ہاں تمہاری کتابیں ابھی تک نہیں بھیج سکا ہوں، تمہارا امتحان تو قریب ہوگا، اب کورس کی کتابوں پر زیادہ دھیان دو، فی الحال یہی ٹھیک ہے۔

اچھا، اب اجازت دو، چاند کو میری دعا کہنا، اور ہاں اُس نے "زیرلب" پڑھی یا نہیں، اُس کی طبیعت اب کیسی ہے؟

شاہد اور عذرا کو تو بغیر لکھے بھی میرا پیار پہنچا دیا کرو۔

بہت سی محبت کے ساتھ
تمہارا۔ اختر

۲۴ر ستمبر ۱۹۵۴ء

•

۱۲۔ آرکیڈیا بلڈنگ
بائیکلہ۔ بمبئی ۸

میری بہت پیاری دوست

تمہارا خط ملا، غالباً پیریا منگل کو میرا خط بھی تمہیں مل گیا ہوگا اور اب کل یا پرسوں تک تمہارا جواب بھی آتا ہوگا، بہرکیف تمہارے اس خط کی مختصر سی رسید تو لکھ ہی دوں۔

تم نے میرے لیے کتنی محبت بھری باتیں لکھی ہیں اپنے خط میں۔ "میرا جی چاہتا ہے میں تھوڑی

ہی دیر کے لیے سب سے آپ کو چھین لوں" تو بھی تھوڑی ہی دیر کے لیے کیوں؟ مجھے تمہاری یہ رعایت قطعی منظور نہیں ہے ا۔ سچ جانو اس وقت تمہیں یہ لکھنے کو جی چاہ رہا ہے کہ اب دوستی ختم کر کے ہم سچ مچ ایک دوسرے کو چاہنا شروع کر دیں، زیادہ سے زیادہ تم اپنے میاں سے اس کی اجازت لے لو، البتہ اس کا انھیں ضرور یقین دلا دینا کہ یہ محبت کبھی ناکامی سے آگے نہیں بڑھ سکے گی۔ یہ ذمہ داری تو کم سے کم تمہیں لینا ہی ہوگی۔

اچھا اب سنجیدگی سے یہ بتاؤ، تمہاری طبیعت کیسی ہے، علاج کر رہی ہو یا نہیں، اس طرف سے تغافل مت برتنا۔ تمہارے امتحانات کب ہو رہے ہیں، شاہد کیسا ہے؟ اور ہماری صفدر مُنّی کے مزاج کیسے ہیں؟ بھوپال کا موسم تو آج کل بہت خوشگوار ہوگا۔ یہاں تو امسال اتنی شدید بارش ہوئی کہ گذشتہ سو سال کا ریکارڈ ٹوٹ کر رہ گیا! اس وقت بھی ہلکا ہلکا ابر چھایا ہوا ہے اور ترشح ہو رہا ہے، لیکن یہی برسات جس کے لیے کل میں نے یہ رباعی کہی تھی۔

برکھا ہے کہ اک نار سلونی چنچل
پلکوں سے بکھیرتی، نشاط کا جل
کھلی ہوئی زلفوں میں ندی کی لہریں
بھیگے ہوئے پلو میں لیے نیل کنول

آج جیسے دل لبھانے کے انداز ہی بھول گئی ہو۔ آج تو اس رُت کے لیے یہی شعر زبان پر آتا ہے۔

"کالے کالے بادل چھائے، گرجے، برسے، کُھل بھی گئے
اس کے سوا ہم ہجر کے مارے کیا جانیں برساتوں کو"

اچھا اب مجھے اپنے خط کے جواب کا انتظار ہے۔ صفیہ کا مضمون "ہندوستانی عورت کی ذہنی نشو و نما میں گاندھی جی کا حصّہ" تمہارے پاس ہو تو اس کی CUTTING مجھے بھیج دو۔

بہت سی دعائیں

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۹ ستمبر ۱۹۵۴ء

۲۱۔ آرکیڈیا بلڈنگ
بائیکلہ بمبئی ۸

اچھی خدیجہ

تمہارا خط ملا، تم نے جن کتابوں کی فرمائش کی ہے، "سورج کی روشنی" اور "طوفان" ابھی تک تو میری نظر سے ان کا اشتہار بھی نہیں گذرا۔ تمہارے علم میں ہو کہ کس مکتبہ سے شائع ہوئی ہیں تو مجھے لکھو۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ کلیم اللہ نے اپنے مضمون "نئے چین کا ادب" میں ان کتابوں کے نام کا محض ترجمہ کر دیا ہو اور تم نے فرض کر لیا ہو کہ یہ کتابیں اردو میں منتقل بھی ہو چکی ہیں۔ کلیم اللہ صاحب کا مضمون میری نظر سے نہیں گذرا مگر وہ اچھے لکھنے والے ہیں، ضرور معلوماتی ہوگا۔ البتہ نئے چین کے ادب پر بہت سے اچھے اچھے آرٹیکل شائع ہو چکے ہیں، لیکن زیادہ تر انگریزی زبان میں ہیں۔ اس سلسلے میں خود ماؤزے تنگ کا ایک آرٹیکل بہت دن ہوئے پمفلٹ کی شکل میں بھی آچکا ہے جس سے ہمیں تنقید کی بڑی اچھی سوجھ بوجھ ملتی ہے۔ ۱۹۵۰ء میں ایک کتاب THE PROPLE'S NEW LITERATURE کے نام سے آئی تھی جس میں چو، این، لائی اور کو موجو کے مضامین چین کے نئے ادب کے بارے میں تھے، یہ کتاب بڑی اچھی روشنی ہمیں دیتی ہے، میرے پاس یہ کتاب موجود ہے لیکن تم اپنے امتحان سے نبٹ جاؤ تو میں یہ کتابیں تمہیں پڑھنے کو بھیج دوں۔ ان کے علاوہ CHANESE LEPERATURE میں اکثر مضامین آتے رہتے ہیں جن کے مطالعہ سے بہت کچھ استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ مجھے تو یہ رسالہ ہندوستان میں چینی سفیر کی طرف سے تحفتہً وصول ہو جاتا ہے، لیکن تمہیں بھوپال میں یہ کیسے ملے، میں تمہیں بھیج بھی دیا کروں لیکن تم پڑھنے میں الجھو گی، بہر کیف، صورت یہی ہو سکتی ہے کہ کچھ نہ کچھ تمہیں چینی ادب کے بارے میں لکھتا رہوں۔ لیکن یہ سب کچھ تمہارے امتحان کے بعد ہوگا۔

شبلی پر تمہیں جس مضمون کی تلاش تھی معلوم نہیں کچھ کار آمد ہوگا بھی یا نہیں، یا محض "ذوق خامہ فرسائی" ہے۔ تنقیدی مضامین ہمیشہ اچھے نقادوں کے پڑھنا چاہئیں ورنہ گہری اور متوازن رائے کبھی قائم نہیں ہو سکتی۔ شبلی کو تو بڑے مفصل طریقے پر پڑھنے کی ضرورت ہے، یہ بات میں تمہارے امتحان کے نقطہ نظر سے الگ ہو کر کہہ رہا ہوں، علم و ادب میں اُن کی بڑی ہمہ گیر شخصیت رہی ہے۔ تاریخ نگار، تنقید نگار، سوانح نگار، عالم، شاعر، سیاست دان وہ کیا نہیں تھے۔

"دبیرم، شاعرم، رندم، ندیمم، شیوہ ہا دارم"

والی بات ہے۔ اور پھر ان تمام خصوصیات کے ساتھ ایک بجلی اور ذی ہوش عاشق بھی۔ عطیہ بیگم سے ان کا پاکیزہ اور والہانہ لگاؤ ان کی شخصیت کا بڑا اہم پہلو ہے۔ شبلی کے بارے میں اگر مفصل پڑھنا چاہو تو علامہ سید سلیمان ندوی کی "حیاتِ شبلی" پڑھو، اگرچہ انھوں نے بعض مقامات پر اظہارِ عقیدت کی بنا پر ناانصافی بھی کی ہے خصوصاً جہاں سرسید اور شبلی کے تنازعہ کا سوال آیا ہے، پھر بھی اُردو لٹریچر میں غالباً حیاتِ جاوید کے بعد حیاتِ شبلی سے بہتر اور مفصل کوئی سوانح عمری نہیں لکھی گئی۔ محمد اکرام کا "شبلی نامہ" شبلی کی سوانح حیات پر مختصر سی کتاب ہے لیکن ان کی زندگی کے اہم پہلوؤں پر ضرور روشنی ڈالتا ہے، کم سے کم اس کتاب ہی کا مطالعہ کر ڈالو۔ ایک اور مختصر سی کتاب ہے "شبلی کی حیاتِ معاشقہ" اس میں شبلی اور عطیہ بیگم کے بارے میں تفصیلی معلومات ہے۔ شبلی کو عطیہ سے جو قلبی اور ذہنی لگاؤ تھا وہ بڑا پاکیزہ اور محترم تھا۔ انھوں نے اپنے ایک فارسی شعر میں بڑی پتہ کی بات کہی ہے۔

زہد را من آشنائی دادہ ام با عاشقی
ورنہ عمرے ہر دو را باہم نفاق افتادہ بود

(یہ تو میں نے عشق اور پرہیز گاری کو باہم ملا دیا ہے ورنہ ایک عمر سے ان دونوں میں نفاق چلا آتا تھا)

لیکن خدیجہ! اس المیہ (TRAGEDY) کو تم کیا کہوگی کہ جن عطیہ بیگم کو شبلی نے اتنے پیارے خطوط لکھے، (معلوم نہیں تم نے "خطوطِ شبلی" پڑھے ہیں یا نہیں) اور اپنے فارسی کلام دستۂ گل اور بوئے گل کے مہکتے ہوئے اشعار میں عطیہ کو زندۂ جاوید بنا دیا، اُس کے انتقال کے بعد جب عطیہ نے شبلی کی محبت کے تذکرے عام ہوئے تو انھیں عطیہ بیگم نے اپنی "پوزیشن" کے تحفظ کی خاطر اپنے مضمون میں شبلی کے لیے یہ الفاظ لکھے ہیں:۔

"انسان کے علم کا اندازہ تو ایک دن میں ہو جاتا ہے لیکن نفس کی خباثت برسوں میں بھی نہیں معلوم ہوتی اور ہم اس علم و لاعلمی میں رہے۔"

یہ مضمون ۱۹۴۶ء میں ادبی دنیا میں شائع ہوا تھا اور "شبلی کی حیاتِ معاشقہ" میں بطور ضمیمہ شامل ہے۔ شبلی نے عطیہ کو مخاطب کر کے یہ شعر کہا تھا۔

بے چارہ نکتہ دانِ اداہائے عشق نیست
ضائع مکن بہ غیر نگاہ ہائے راز را

میرا دل عطیہ کے بارے میں شکیل سے یہی کہنے کو چاہتا ہے۔

اور اب تمہیں کیا لکھوں، ہاں تم نے میری جس نظم کا تذکرہ کیا ہے۔ اُس کے بارے میں ایک دلچسپ بات یاد آگئی، بلکہ دلچسپ تنقید۔ صفیہ نے اس نظم کو پڑھ کر مجھ سے کہا تھا کہ اختر "تم مجھ سے کتنی دور رہو" کا الزام تو تم پر آتا ہے، کیونکہ تم اُسے اپنے سے قریب محسوس نہیں کرتے اور "میں تم سے کتنا پاس ہوں" کا CREDIT اُسے جاتا ہے۔ پھر کیا تم جو الزام اُس پر رکھنا چاہتے تھے اس طرح اُلٹ کر تم پر ہی نہیں آجاتا؟

میں الزام اُس کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

بہرکیف صفیہ نے بات بڑے پتے کی کہی تھی، اس تنقید کے پیچھے بڑا گہرا نفسیاتی نکتہ ہے، غور تو کرو۔

اچھا خدیجہ! میں دس بارہ تاریخ تک لکھنؤ جانے کا ارادہ کر رہا ہوں، دراصل مجھے ١٦ تاریخ کو دیوے شریف (ضلع بارہ بنکی) ایک مشاعرہ میں جانا ہے، منظور اس لیے کر لیا کہ اس بہانے لکھنؤ پہنچ کر بچوں کو بھی دیکھتا آؤں گا۔ ورنہ دیوے شریف میں تو صوفیانہ یا نعتیہ غزلیات کا مشاعرہ ہو سکتا ہے، وہاں ہم جیسے گنہگاروں کا کیا کام۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے غالباً حاجی وارث علی شاہ کا مزار دیوے میں ہے۔ ہمارے والد صاحب کو ان سے خاص عقیدت تھی، چنانچہ مجھے ان کی ایک غزل کا مطلع یاد آرہا ہے۔

آنکھوں سے کیوں نہ چوموں پائے جناب وارث
بے وارثوں کے وارث آئے جناب وارث

یہ غزل انھوں نے اپنی ابتدائے شاعری میں حاجی وارث علی شاہ کے خیرآباد تشریف لانے پر کہی تھی۔ لو میں بھی کہاں کی داستان لے کر بیٹھ گیا۔ تو میں تم سے کہہ رہا تھا کہ بس اب کچھ دن ہی تو ہیں کہ تمہارے بھوپال سے گذروں گا، تمہارے بہت قریب سے، کیا یہ ممکن ہو سکتا ہے کہ میں تمہیں صحیح تاریخ اور وقت سے مطلع کر دوں اور تم اسٹیشن پر ملنے آجاؤ، اور یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ میں دو ایک دن کے لیے بھوپال اُتر ہی جاؤں لیکن اس کے لیے تمہیں میری تھوڑی سی خوشامد کرنی پڑے گی۔ اور میں نہیں چاہتا کہ تم دنیا میں کسی کی بھی خوشامد کرو۔

اچھا اب اجازت دو، تم سے آج بہت فضول باتیں کی ہیں۔ تم خط فوراً ہی لکھنا ورنہ کیا پتہ میں دس سے پہلے ہی بمبئی سے چل دوں، پھر تو بہت دن تک تمہارا خط مجھے نہ مل سکے گا کیونکہ

پہلی نومبر تک میری واپسی ہوگی۔

شاہد اور عذرا کو دعا اور پیار

تمہارا دُعاگو

۲راکتوبر ۱۹۵۴ء جاں نثار اختر

●

عزیز خدیجہ، خوش رہو

تمہارے دو خط اکٹھے پہنچے، تمہیں میرا انتظار ہوگا اور ملے گا تمہیں میرا خط، دراصل مجھے پروگرام میں تبدیلی کر دینی پڑی ہے۔ دیوے شریف کے جس مشاعرے میں، میں جا رہا تھا وہ منسوخ ہوگیا، کل ہی مجھے تار ملا ہے۔ اب ظاہر ہے جب بھی چاہوں اطمینان سے لکھنؤ جا سکتا ہوں، ۲۲، ۲۳، ۲۴ کو البتہ اورنگ آباد موجود رہنا ہے۔ سوچتا یہ ہوں کہ لکھنؤ جانا دسمبر پر ملتوی کر دوں اور صرف اورنگ آباد ہو آؤں۔ لیکن آج کل اتفاق سے مجھے اس طرف فرصت ہی فرصت ہے، دوسرے بمبئی میں چھ سات مہینے مسلسل رہتے رہتے جی بھی اُکتا گیا ہے، اس لیے پانچ چھ دن کے لیے کہیں نکل کھڑے ہونے کا پروگرام سوچ رہا ہوں۔ تم کہوگی تو بس آپ بھوپال آجائیے اور یہاں سے سیدھے اورنگ آباد چلے جائیے گا۔ یہ ہو تو سکتا ہے لیکن جب اورنگ آباد جانے میں چار پانچ دن رہ جائیں تب، ورنہ خواہ مخواہ بھوپال والوں کو بہت دن تک BORE کرنے سے کیا فائدہ۔ بہر کیف بھئی ابھی کچھ طے نہ سمجھو۔ جیسا کچھ ہوگا تمہیں اطلاع دوں گا۔

ہاں تم نے مجھے میرا جذباتی وعدہ یاد دلایا ہے کہ ابکی جب میں بھوپال آؤں گا۔ تمہارے یہاں ہی ٹھہروں گا، اور تم نے اتنی شدید محبت اور خلوص کے ساتھ اصرار کیا ہے کہ میرے لیے کسی عذر کی گنجائش ہی نہیں نکل سکتی ہے۔ پھر بھی خدیجہ! اگر کوئی گنجائش نکلتی ہو تو؟۔ دیکھو خدیجہ! مجھے یہ لکھنے کی ضرورت تو نہیں ہے پھر بھی میں لکھ رہا ہوں کہ تمہارے یہاں ٹھہرنا خود میرے لیے اپنی موجودہ زندگی میں سب سے بڑی مسرت ہوگی، تم اور تمہاری پُرخلوص محبت میرے لیے بہت قیمتی ہے لیکن۔

"میرا رہنا تمہارے دوسرے لوگوں کو کھٹکتا ہے" والی بات نہ ہو جو ہو بھی سکتی ہے! میری مراد خاص تمہارے گھر والوں سے نہیں ہے بلکہ بھی لوگوں کے ردِّعمل سے ہے۔ اب تک میں جب بھی بھوپال آیا ہوں شہاب ہی کے گھر میرا قیام رہا ہے، ابکی میرا وہاں نہ ٹھہرتے ہوئے تمہارے یہاں ٹھہرنا کیا کسی کو عجیب نہیں معلوم ہوگا۔ پھر اس کا ذمہ دار کون ہو سکتا ہے کہ لوگ جو چاہیں غلط سلط

تا وہلیس شروع کر دیں۔ میرا کچھ نہیں ہے میں تو "وہ نگاہ ناز جو بدنام ہے میرے لیے" پر بھی فخر کر سکتا ہوں لیکن تم "بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا" والی دیوانی جرأت تو نہیں برت سکتیں اور نہ دراصل تمہیں برتنا چاہیے۔

پھر تمہارے ساتھ نہ ٹھہرنے کی گنجائش اس طرح نکلتی تو ہے نا؟ بتاؤ اب تم کیا کہتی ہو؟

سچ جاننا خدیجہ، میری زندگی میں جب بھی عقل اور جذبات کی کش مکش کا موقع آیا ہے تو جیت ہمیشہ دل ہی کی ہوئی ہے۔ چنانچہ اس وقت بھی دل یہی کہتا ہے کہ جب تمہارے یہاں ٹھہرنا ٹھیک نہیں تو میں بھوپال آنے کا خیال ہی چھوڑ دوں۔ بہر کیف میری زندگی تو ہر لمحہ جذباتیت کا شکار رہی ہے، لیکن یہ میں نے کبھی نہیں چاہا کہ میری جذباتیت سے دوسروں کو نقصان پہنچایا جائے۔ اسی لیے میں نے تم سے عقلی و عملی روشنی میں بات کرنی چاہی ہے۔ میری دوستی تم سے "ناداں کی دوستی" نہیں ہونی چاہیے۔ تم میری اس بات کا کیا اثر لوگی یہ مجھے نہیں معلوم۔ بہر کیف مجھے تمہارے جواب کا انتظار رہے گا، اچھا ہے کچھ دیر کے لیے تم بھی تو عقل و دل کی کش مکش میں مبتلا رہو۔

اچھا، اب کوئی اور بات۔

ہاں تم نے پوچھا ہے کہ عطیہ کے بارے میں شبلی سے آپ کیا کہنا چاہتے تھے تو یہ بات تو میں نے تمہیں اُسی خط میں لکھ دی تھی، شاید تم اُسے بے خیالی میں نظر انداز کر گئیں۔ میں نے لکھا تھا کہ جو شعر شبلی نے عطیہ کے لیے کہا تھا، وہی شعر میں شبلی کو مخاطب کر کے پڑھنا چاہتا ہوں"

بے چارہ نکتہ دانِ ادا ہائے عشق نیست
ضائع مکن بہ غیر نگاہ ہائے راز را

(غیر بے چارہ عشق کی اداؤں کا رمز جانتا ہی نہیں ہے، تو اپنی اُن نظروں کو جن میں محبت کے راز پوشیدہ ہیں اُس پر ضائع مت کر)

تم نے میری اُس نظم کو جو میں نے صفیہ کے انتقال پر کہی تھی 'میری شاعری کا تاج محل' کہا ہے، بالکل یہی بات احتشام حسین نے زیرلب، اور خاک دل کے بارے میں مجھے لکھی ہے۔ میں اُن کا جملہ تمہیں لکھتا ہوں۔

"شاہجہاں کے بس میں تاج محل بنوا دینا تھا، آپ نے نظم لکھی اور یہ کتاب شائع کر دی، یہ اپنے ڈھنگ کا تاج محل ہی ہے، محبت کا خوبصورت اظہار"

اب تمہیں کیا لکھوں۔ ہاں تاج محل کے بارے میں ایک دلچسپ بات تمہیں معلوم نہ ہوگی

کہ اس کا اصلی نام تاج محل کبھی نہیں تھا بلکہ روضہ ممتاز محل ہے۔ یہ تو عوام نے اس کا نام تاج محل رکھ دیا اور اس نے وہ قبول عام حاصل کیا کہ "روضہ ممتاز محل" کا نام ختم ہو کر تاج محل ہی اس کا نام ہو کر رہ گیا۔ اس کی مثالیں تو تمہیں اپنے شہر ہی میں مل جائیں گی کہ کسی محلے کا نام سرکاری طور پر کچھ ہی کیوں نہ ہو مشہور دوسرے ہی نام سے ہے۔ یہ دراصل عوام کی پسند یا ناپسند کا ایک اعجاز کرشمہ ہے۔

ہاں تم نے جو میری نظم ۲۵ دسمبر مانگی ہے وہ اگر میں بھوپال آیا تو وہیں لکھوا لینا ورنہ پھر تمہیں نقل کر کے بھیج دوں گا۔

چاند کی طبیعت اب کیسی ہے۔ اُسے میری طرف سے صحت کی دُعا پہنچا دینا۔ اور تمہاری روحانی بیماری کا کیا حال ہے۔ بھئی تم یہ روحانی بیماری کا چکر چھوڑو۔ ابھی تک مختلف امراض کا روحانی علاج کرنے والوں کے اشتہارات تو بہت پڑھے ہیں، روحانی بیماری کا علاج معلوم نہیں روحانی طریقے پر ہو سکتا ہے یا نہیں۔ ورنہ میں تمہیں اُن اشتہاروں کی cutting بھیج دیتا۔

اچھا، خدیجہ، اب اجازت دو۔ تم اگر مجھے آج ہی جواب لکھ دو گی تو شاید میرے روانہ ہونے سے پہلے مجھے مل جائے ورنہ معلوم نہیں بھوپال آنا ہے یا کہیں اور جانا ہے۔

تمہارا خیر طلب

جاں نثار اختر

۸ر اکتوبر ۱۹۵۴ء

●

۲۱ - اورکیڈیا بلڈنگ

نائیگلہ ۔۔ بمبئی ۸

بہت عزیز خدیجہ،

تمہارا گیارہ کا لکھا ہوا خط مجھے کل شام کی ڈاک سے ملا، اورنگ آباد میں کانفرنس کی تاریخیں تبدیل ہو گئی ہیں، اب ۱۹، ۲۰، ۲۱ کو کانفرنس ہے، میں ۱۸ تاریخ کو اورنگ آباد روانہ ہو جاؤں گا۔ واپسی ۲۴ کو ہو گی۔ ۲۵ کو تمہارے دیس کی طرف رُخ کرتا ہے "غالباً جیش کو بھوپال پہنچوں گا صبح کی ٹرین سے۔ تو یہ ہے میرا پروگرام۔ ہاں تو تمہیں میرے لیے دسمبر کا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

رہا میرے ٹھہرنے کا مسئلہ تو یہ بھی کچھ کم دلچسپ بات نہیں ہے کہ شہاب آج کل بھوپال ہی میں نہیں ہیں اور ۲۸ تک باہر ہی رہیں گے۔ لہٰذا اُن کے یہاں ٹھہرنے کا سوال ہی گیا۔ تم

نے مجھے اپنے یہاں نہ ٹھہرانے کی بات مان ہی لی ہے۔ پھر میرا حشر کیا ہو گا؟ خیر دیکھا جائے گا۔ بھوپال اسٹیشن پر پہنچ کر سوچوں گا کہاں جاؤں۔

تمہارا "رادھا اور کرشن" کا مجموعہ میں کل لے گیا ہوں، بس سلامتی سے تم تک پہنچ جائے اس کی فکر ہے۔

اچھا، اب تو سب باتیں زبانی ہوں گی۔ آج بیٹھ کر کانفرنس کے لیے ایک مقالہ بھی لکھنا ہے: "اردو شاعری میں ہیئت کے تجربے"۔ بس لکھنا ہی پڑے گا ورنہ آج کل جی کسی کام میں نہیں لگ رہا ہے۔

اپنے سب بھائی بہنوں کو میری دعا پہنچانا، صفیا تو میری بہن ہے اس لیے ظاہر ہے کہ وہ تمہارے بھائی بہنوں کی فہرست میں شامل نہیں ہے، اُسے الگ سے میرا پیار کہو۔

تمہارا خیر طلب

۱۵ر اکتوبر ۱۹۵۲ء جاں نثار اختر

●

بمبئی ۸

بہت عزیز خدیجہ،

تم سے رخصت ہو کر کل صبح بمبئی پہنچا، دن بھر اسٹوڈیو کی نذر ہو گیا، شام کو واپسی پر تمہارا بہت پیارا خط ملا، بالکل غیر متوقع طور پر، تمہارے خلوص اور اتنی خیال داری کا بدلہ میں تمہیں کیا دے سکتا ہوں۔ تمہاری محبت، تمہارے دل کی نرمی و گرمی، تمہارا گداز، تمہاری دلجوئی اور دلداری یہ سب میرے لیے کتنی بڑی دولت ہیں، تم نہ جان سکو گی۔ قدیم شاعرانہ روایت کے تحت تو "محفل دوست" سے لوٹنے والے اپنا سب کچھ لٹا کر واپس ہوتے تھے لیکن میں تو اپنے دوست کی محفل سے بہت کچھ لے کر لوٹا ہوں، اتنا کچھ کہ زندگی ایک بار پھر بھری بھری نظر آنے لگی۔ تم مانو یا نہ مانو میں تو ایسا محسوس کرتا ہوں کہ جیسے میں خود تمہیں چرا کر اپنے ساتھ لے آیا ہوں، یہ سب کچھ کیا ہے مجھے نہیں معلوم۔

مجھے معلوم ہے خدیجہ کہ تم چاہتی تھیں کہ میں چند دن اور رُک جاؤں میری خود بھی تو یہی خواہش تھی، میرا جی کب تمہارے پاس سے آنے کو چاہتا تھا لیکن "جگ کی لاج" کو نبھانے کا سوال بھی تو ہے۔ اس سے میں یا تم کیسے انحراف کر سکتے ہیں۔ یہاں آج کل مجھے کوئی کام نہیں ہے، فی الحال

دس پندرہ دن کی مزید فرصت سمجھو، اب اس فرصت کا کوئی مصرف تلاش کروں گا، بعض وقت جی چاہتا ہے لکھنؤ ہو آؤں، لیکن پھر تمہارے "دیار" سے گذرنا ہوگا اور تم سے ملے بغیر بھوپال سے گذر جانا اب بس کی بات نہیں معلوم ہوتی، پھر بھوپال اگرچہ بیس گھنٹے کے لیے اُتر بھی جاؤں تو یہ بھی خلاف مصلحت سا ہے لہٰذا لکھنؤ تو اب جنوری ہی میں جاؤں گا۔ آج حمیدہ کو میں نے جنوری میں آنے کے بارے میں لکھ بھی دیا ہے، اس وقت ایک دن کے لیے تم سے ضرور ملتا ہوا جاؤں گا، زیادہ ٹھہرنے کا جب بھی کوئی سوال نہ ہوگا، یہ سمجھ رکھو۔ تم نے اپنی بے پناہ خاطر داریوں کے بعد مجھ سے بڑی رسمی معذرت چاہی ہے کہ تم کوئی خاطر نہ کر سکیں، اس سے زیادہ خاطر اور کیا کرتیں تم؟ اچھا بھئی اگر کوئی کمی رہ گئی ہو تو ابکی پوری کر دینا، لیکن فی الحال تو افسوس نہ کرو۔

اور خدیجہ! کیا لکھوں تمہیں۔ تمہارے لیے کچھ نہ کچھ خریدنے کو جی چاہ رہا ہے، کیا خرید کر بھیجوں، یہ ابھی سمجھ میں نہیں آ رہا ہے، بہرکیف دیکھا جائے گا۔

الیاس میاں اور جہاں قدر کو جو کام سپرد کر آیا ہوں اس کی یاد دہانی کبھی کبھی کرتی رہنا۔ اس کاغذ کی تکمیل ہو جائے تو اچھا ہے، یہ بھی تو بھوپال آنے کا معقول بہانہ ہو سکتا ہے۔

اپنی والدہ صاحبہ کی خدمت میں میرا آداب پہنچاؤ، اپنے بہن بھائیوں کو میری دعا، اور عذرا اور شاہد کو میرا پیار۔

تمہارا ہمیشہ

جاں نثار اختر

۶ر نومبر ۱۹۵۲ء

●

خدیجہ عزیز

چلو تمہیں امتحان سے تو فراغت نصیب ہوئی۔ سوچتا تھا کہ امتحان سے نبٹ کر تو تم مفصل خط لکھو گی، لیکن آج تمہارا اتنا مختصر خط پاکر سچ جانو بڑی جھنجلاہٹ محسوس ہوئی۔ آخر تم اتنے مختصر خط کیوں لکھنے لگی ہو۔ کیا تمہارا جی مجھ سے بہت دیر تک باتیں کرنے کو نہیں چاہتا۔ میں تو ڈرتا ہوں کہ تمہارے خط یوں ہی مختصر ہوتے چلے گئے تو ایک دن تم خط لکھنا ہی بند کر دو گی۔

آج کل میرا جی چاہتا ہے کہ کوئی خوب سی باتیں کرتا چلا جائے اور میں خاموش پڑا سنتا رہوں اب وہ "کوئی" تمہارے سوا کون ہو سکتا ہے۔ آؤ مجھ سے بے تحاشا باتیں کرو، اتنی کہ میں اپنے اس ذہنی تکدر کو بھول جاؤں جس نے آجکل ہر چیز پر ایک غبار سا چھا رکھا ہے۔ سوچو، عالم یہ ہے

کہ جلد سے جلد چار گیت کہہ کر دینے ہیں اور آج کئی دن کی مسلسل کوشش کے باوجود ایک مصرعہ نہیں کہہ سکا ہوں، کل تک کم سے کم ایک گیت ہو ہی جانا چاہیے ورنہ اسلام کی طرح ملازمت خطرے میں نہ آجائے، خیر۔

ہاں خدیجہ، تم نے لکھا ہے "بتائیے میں آپ کے لیے کیا کر سکتی ہوں" اور مجھے بے اختیار غالب کا یہ مصرعہ یاد آگیا ہے

"تمہیں کہو کہ جو تم یوں کہو تو کیا کہیے"

دیکھو خدیجہ، میں نے تو تم سے پوری بات کہہ دی ہے، اب تم تجاہل برتنا چاہو تو بات ہی دوسری ہے۔ بہرحال "ہم بھی تسلیم کی خو ڈالیں گے" تمہیں اگر سمجھنے سے انکار ہے تو مجھے بھی اب سمجھانے سے انکار سمجھو۔

اچھا آؤ اور باتیں کریں۔

آج ایک مشاعرہ کا دعوت نامہ مِھو چھاؤنی سے آیا ہے، لیکن دسمبر میں تو مجھے فرصت ملنے کا امکان نظر نہیں آتا۔ غالباً امراوتی بھی نہ جا سکوں۔ اب تو جنوری ہی میں لکھنؤ جاؤں گا بھوپال لکھنؤ سے واپسی ہی پر ٹھہروں گا وہ بھی ایک آدھ دن کے لیے — ہاں تم نے الیاس میاں اور جہاں قدر چغتائی کو کھٹکھٹا دیا ہوتا، جنوری تک اگر کاغذات کی تکمیل ہو جائے تو اچھا ہی ہے ورنہ گھڑی گھڑی بمبئی سے کہاں نکلنا ہوتا ہے۔ بہرکیف جنوری یا فروری میں ضرور آؤں گا۔ دسمبر میں غالباً امراوتی چلا جاؤں، وہاں سے برابر بلاوا آرہا ہے۔ آج بھی ایک خط نازل ہوا ہے۔ بھئی پتہ نہیں جاتا بھی ہوں یا نہیں —

اور تمہیں کیا لکھوں۔ یہاں پہنچ کر پھر وہی بے رنگ اور بے رس زندگی سے واسطہ ہے۔ گذشتہ اتوار البتہ ادبی مصروفیتوں میں گذر گیا۔ انجمن کے ہفتہ وار جلسے میں عصمت آپا نے اپنے چین کے سفر کے تاثرات سنائے تھے، اُسی رات پھر انقلاب روس کی سالگرہ کے سلسلے میں ایک لمبا چوڑا مشاعرہ تھا، میں نے اپنی نظم "استالن" ہی کا ایک ٹکڑا پڑھ دیا تھا۔ سوچو، کتنے دن سے کچھ بھی تو نہیں کہا ہے۔ ہاں آجکل ایک نظم کا خاکہ ضرور ذہن میں آچکا ہے، کل پرسوں تک شاید کہہ ڈالوں۔

اچھا، اب اجازت دو۔ سب کو میرا اسلام و دعا کہو، شاہد اور عذرا کو پیار

تمہارا ہمیشہ

جاں نثار اختر

۱۰ر نومبر ۱۹۵۴ء

جان سے عزیز خدیجہ،

رات تمہیں خط لکھنے بیٹھا تو نہ جانے کیا کیا لکھ ڈالا، صبح پڑھا تو چاک کرتے ہی بنی، اب دوسرا خط تمہیں لکھ رہا ہوں۔

تمہارا خط کل شام ہی کو مجھے مل گیا تھا۔ تم میرے لیے کتنی چاہت رکھتی ہو، میں تمہیں اس کا کیا بدل دوں، بولو؟ سچ سچ خدیجہ اکثر میں سوچتا ہوں کہ اگر میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتا تو میرا تمہیں چاہنا بے معنی ہے اور یہی بات دیکھو میں تمہارے لیے بھی سوچتا ہوں۔ تمہیں میرے لیے کچھ تو کرنا ہی پڑے گا۔ محبت بغیر جہد و عمل کے بہت حقیر شے رہ جاتی ہے۔ اتنی حقیر محبت کم سے کم میرے بس کی نہیں۔ بولو خدیجہ تم کیا سوچ سکتی ہو؟ مجھے تمہارا جواب چاہیے۔

ہاں تم نے صفیہ کی کسی چیز کی فرمائش کی ہے وہ میں ابھی اپنے ساتھ لے کر آؤں گا۔ یہاں تو میرے پاس اس کی کوئی ایسی چیز نہیں جو تحفتہً میں تمہیں بھیج سکوں اب پہلے لکھنؤ جاؤں گا اور واپسی پر بھوپال اتروں گا تم نے یہ نہیں لکھا کہ الیاس میاں اور جہاں قدر نے اس کاغذ کے سلسلے میں کیا کارروائی کی، وہ بھی تو بھوپال آنے کا ایک بہانہ ہے۔

تم مخدوم کی تقریر سننے بھی نہ جا سکیں۔ سچ مجھے تو بڑا افسوس ہوتا ہے کہ تمہارے حالات نے تمہیں کیسا مقید کر رکھا ہے۔ مخدوم میرے بہت عزیز دوست ہیں اور جیسا تم جانتی ہو تلنگانہ تحریک کے اہم لیڈر رہ چکے ہیں۔ تم نے میرے Reference کے ساتھ انہیں مدعو کر لیا ہوتا تو وہ میری موجودگی کے بغیر تمہارے یہاں ضرور آتے، اور پھر تم ان سے تلنگانہ کے بارے میں، ٹریڈ یونین کے بارے میں، حیدرآباد کے عوام کے بارے میں جن کا وہ سچا ترجمان ہے کتنی معلومات حاصل کر سکتی تھیں۔ کچھ نہیں تو حال میں تم نے جو ناول "جب کھیت جاگے" پڑھی ہے وہی موضوع بن سکتا تھا، کیونکہ کرشن کا یہ ناول آخر تلنگانہ کے بارے ہی میں تو ہے۔ کیا اس ناول میں ہمیں تلنگانہ کے لوگوں کی اصلی زندگی کا نقشہ ملتا ہے؟ نہیں یہ ناول کرشن نے تلنگانہ کو بغیر جانے پہچانے لکھا ہے اور اس لیے اس میں تلنگانہ کا اصلی روپ نہیں۔ مخدوم اس کے بارے میں تمہیں بڑی باتیں بتا سکتے تھے بہر کیف تمہاری اپنی مجبوریاں جو ہیں ان کا تم بھی کیا کر سکتی ہو، اور ہاں یہ بھی تو کہ مخدوم کو بلانے میں میرا Reference آخر تم کس طرح دیتیں۔

اور تمہیں کیا لکھوں۔ کل اتوار ہے، حسب معمول انجمن کا جلسہ ہوگا، ہاں کل انگریزی کے مشہور شاعر Stephen Spender فلم ماسٹرس ایسوسی ایشن میں ایک مختصری Talk دینے آئے

ہیں۔ غالباً وہاں پرسوں اظہر بھائی نے اورنگ آباد سے چند وہ تصویریں بھی ہیں جو اجنتا کے سفر کی یادگار ہیں۔ خود ہی تصویریں ڈھنگ کی ہیں، ایک اظہر بھائی کے ساتھ میری تصویر دوسرے ایک گروپ جس میں اظہر بھائی اور ان کی بیگم، اختر حسن کی بہن رابعہ بیگم اور موتی، کیفی اعظمی کی بیوی بغتا کے ایک غار کے سامنے کھڑے ہیں۔ یہ تصویر میری کھینچی ہوئی ہے اور اتفاق سے بہت عمدہ آئی ہے میں تمہیں یہ تصویریں بھیج دیتا لیکن ظاہر ہے تمہیں ان بے جانے پہچانے لوگوں سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔ ہاں اظہر بھائی نے دسمبر میں اورنگ آباد آنے کا بلاوا دیا ہے۔ بولو اگر تم چلنے کو تیار ہو تو پھر میں کسی ترکیب سے دسمبر کے آخر میں مہلت حاصل کر لوں گا۔ اجنتا سے آگے چلنے کی بات تو معلوم نہیں تمہارے بس کی ثابت ہو یا نہیں، کیوں نہ اجنتا ہی تک چلے چلیں۔

اچھا اب رخصت دو، سب کو میرا سلام کہو، عذرا منی اور شاہد کو دعا، اور اپنے گالوں کو میرا پیار اور اپنی رات کی رانی کو میری بہت سی یادیں پہنچا دو جس نے کتنی رات میری نیندوں کو مہکایا ہے، لیکن انھیں بھانے میں تمہارے ہاتھوں کی خوشبو بھی تو شامل ہو جاتی تھی نا؟

تمہارا

۲۲ر نومبر ۱۹۵۲ء جاں نثار اختر

●

آرکیڈیا بلڈنگ

بمبئی ۸

عزیز از جان

تمہاری طبیعت اب کیسی ہے۔ اپنی خیریت سے اطلاع دو، خدا کرے تم بالکل اچھی اور خوش و خرم ہو۔

تمہارا خط مجھے ابھی شام کی ڈاک سے ملا ہے، آج غالباً میرا خط بھی تمہیں پہنچا ہوگا۔ میں نے اس طرف تمہیں دیر سے خط لکھا، دراصل جو کچھ اور جتنا کچھ لکھنا چاہتا ہوں وہ لکھتے بن نہیں پڑتا تو اکثر ادھورے خط لکھ کر پھاڑ ڈالتا ہوں۔

ہاں بھئی۔ یہ کون دشمن پیدا ہو گیا ہے لیکن دشمنی تو مجھ سے ہوگی نہ کہ تم سے، پھر تمہیں ڈرنے کی کیا وجہ۔ رہا کان بھرنے کا سوال تو یہ تو بہ حیثیت "دشمن" اس کے فرائض میں سے ہے نا۔ ہماری شاعری کی روایت بھی یہی رہی ہے۔ "دشمن" تو خیر دشمن ہی ہوتا ہے خود زلفیں محبوب کے کان بھرتی آئی

ہیں۔ تم میرے لیے محبوب سے کیا کم ہو۔

"یہ تو فرمائیے کیا زلف نے کچھ کان بھرے"

غنیمت ہے ابھی نوبت یہاں تک نہیں پہنچی ہے۔

سچ خدیجہ، اس مرتبہ تو میرا دل بمبئی میں بالکل نہیں لگ رہا۔ بس نہ جانے کس طرح وقت گذر رہا ہے۔ بعض لمحے ایک نامعلوم انتظار کی کیفیت چھا جاتی ہے اور پھر جیسے ذہن چونک سا جاتا ہے۔

بہرحال —— "ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا"

کل "مشرب" کا سالنامہ آیا ہے، اُس میں فراق کی تازہ غزل آئی ہے۔ ایک شعر مجھے بہت پسند آیا، تم بھی سُن لو۔

تجھے تو ہاتھ لگایا ہے بارہا لیکن
ترے خیال کو چھوتے ہوئے بھی ڈرتا ہوں

کتنا لطیف تخیل ہے دیکھو۔ فراق نے اس دور میں اُردو غزل کو بہت کچھ دیا ہے، اس سے کوئی انکار کرے تو بڑی ہٹ دھرمی ہے۔ فراق نے اپنے اور اپنی شاعری کے بارے میں جو خطوط "نقوش" میں لکھے تھے وہ تم نے پڑھے یا نہیں، انہیں ضرور پڑھو اور وہ مضمون بھی پڑھو جو جعفری نے "شاہراہ" میں ان خطوط کے خلاف لکھا ہے۔ آج مہندر ناتھ آئے تھے، وہ انجمن کے سکریٹری ہیں، بتا رہے تھے کہ فراق نے انجمن کے نام ایک خط لکھا ہے، جعفری کے مضمون کے Protest میں، اور انجمن سے علیحدگی پر اُتر آئے ہیں۔ انجمن میں فراق کے خطوط اور جعفری کے مضمون پر بحث ہونی ضروری ہو گئی ہے۔ میں نے مہندر ناتھ سے وعدہ کر لیا ہے کہ میں اس بحث کا آغاز کروں گا چنانچہ سوچتا ہوں ایک مختصر سا مضمون اس بارے میں لکھ کر پڑھ دوں۔ جعفری آج کل روس گئے ہوئے ہیں، اس لیے اُن کی واپسی پر اس مباحثے کو ملتوی رکھا ہے۔ جعفری نے اپنے مضمون میں فراق کے بعض جملوں کو MIS INTERPACT کہا ہے اس میں شک نہیں۔ دوسرے سب سے ناگوار بات جو پڑھنے والے کو محسوس ہوتی ہے وہ ان کا لہجہ ہے۔ اپنے لہجے میں تلخی یا جھلاہٹ پیدا کر لینا اعلا تنقید کے وقار کو مجروح کرتا ہے اور جعفری باوجود پختہ کار ہونے کے بھی بعض اوقات اپنے مزاج سے مجبور ہو جاتے ہیں۔ میں اسے ان کی کمزوری ضرور کہوں گا۔

اچھا اب تمہیں کیا لکھوں۔ سوائے اس کے کہ تم بہت یاد آتی ہو۔ صبح آنکھ کھلتے ہی تمہاری یاد آن گھیرتی ہے۔ یہ یاد کچھ تمہاری دی ہوئی رضائی جگا دیتی ہے جسے آج کل اوڑھ کر سوتا ہوں۔

دوسرے تضاد کے طور پر ہوٹل کی چائے۔

اب خدا حافظ۔ اپنی خیریت کا خط فوراً لکھنا۔ بی آپا کو میرا موٴدبانہ آداب، اپنے بہن بھائیوں کو دعا۔ چاند کے ہاتھوں کا کیا حال ہے۔ عذرا اور شاہد کو پیار۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۵ر نومبر ۱۹۵۳ء

●

بمبئی ۸

اچھی، بہت اچھی خدیجہ

تمہاری علالت سے پریشانی ہے۔ خدا کرے اب تمہاری طبیعت بحال ہو۔ تمہارا خط آج شام کی ڈاک سے ملا، اسی وقت سے تمہیں جواب لکھنے کی سوچ رہا ہوں۔ اب کوئی گیارہ بجے ہیں اور مجمع چھٹا ہے تو کاغذ قلم لے کر بیٹھا ہوں۔

تم میرے لیے کتنی میٹھی اور پیاری یادیں رکھتی ہو۔ سوچو تم مجھے اتنا چاہو گی تو میرا کیا حال ہوگا۔ تمہاری "بلاوز" والی بات پڑھ کر تو جیسے میرے دل کی ایک حرکت خطا کر گئی ہو۔ تمہاری اتنی پرستاری کی تاب کہاں سے لاؤں دوست۔ لیکن کیا خدیجہ تم صرف میری پرستش ہی کرتی رہو گی؟ مجھے تمہاری پرستش سے زیادہ تمہاری سچی رفاقت کی ضرورت ہے، کیا تم میری اس ضرورت کو پورا نہ کر سکو گی۔ بولو مجھے تمہارا جواب چاہیے۔

اچھا آؤ اور باتیں کریں: تم نے علی عباس حسینی کی ناول "شاید کہ بہار آئی" پر جو رائے لکھی ہے اُس سے ظاہر ہے نہ میں اختلاف کر سکتا ہوں نہ اتفاق۔ تمہیں معلوم ہے میں نے تو یہ ناول پڑھی نہیں ہے۔ البتہ انھوں نے بعض بڑے خوبصورت افسانے لکھے ہیں اتنا جانتا ہوں، حال میں اُن کے ایک افسانے پر کسی اکاڈیمی کی طرف سے انھیں انعام بھی دیا گیا ہے، یہ افسانہ غالباً شاعر کے افسانہ نمبر میں شائع ہوا ہے۔ بہرحال لکھنے کا ڈھنگ انھیں ضرور آتا ہے۔ ناول نگاری اُن کے بس کی ثابت ہوئی یا نہیں یہ تم جانو۔ ہاں تم نے انھیں پاکستانی مصنفین میں کیوں شمار کر لیا، وہ تو لکھنؤ کے مستقل باشندے ہیں۔ ایک دو مہینے قبل بمبئی آئے تھے اُس وقت بھی "سرما ہے" اُن سے ملاقات ہو گئی تھی۔ مکان پر بھی آنے کے لیے کہا تھا لیکن پھر نہ وہ آئے اور نہ مجھے اُس دوران میں توفیق ہوئی کہ میں ہی جا کر مل آتا۔ بہرکیف۔

دیکھو میرا پروگرام اب دسمبر کے آخر ہفتے میں بہار جانے کا ہے۔ ۲۵ر دسمبر کو مجھے ایوت محل پہونچ جانا ہے، دو تین دن وہاں ٹھہروں گا۔ اس کا بھی امکان ہے کہ وہاں سے رشید کیلی کے ساتھ چلا جاؤں۔ اسپنڈر کی شاعری ایک دور میں بڑی ترقی پسند خصوصیات کی حامل تھی لیکن آج رجعت پرستی کا بُری طرح شکار ہو کر رہ گئی ہے۔ مجھے اپنے ابتدائی دور میں اس کی ایک نظم Today & Tomarrow نے بہت متاثر کیا تھا، اور میں نے اسی سے متاثر ہو کر اپنی نظم "آج اور کل" کہی تھی۔ یہ غالباً ۴۲ء کی بات ہے۔ اُس زمانے میں کوئی سوچ نہ سکتا تھا کہ Spendor اور Audin جیسے شاعر بھی بک سکتے ہیں اور انھیں خریدا جاسکتا ہے۔ بہرکیف۔

فلم "براتی" دیکھا؟ خاصی دلچسپ تصویر ہے، بھئی میرا تو اس میں ایک ہی گیت ہے۔

اُجڑے ہوئے چمن کو پیامِ بہار دے

آ پھر سے میرے پیار کی قسمت سنوار دے

بہرحال دیکھو ضرور۔ یہ طے ہے کہ Bore نہیں ہوگی۔ بی آپا کو میرا آداب کہو، اور سب کو سلام ودعا۔ اور خود کو ــــ؟

تمہارا ہمیشہ

جاں نثار اختر

۱۷ر نومبر ۵۴ء

●

عزیز خدیجہ!

خط ملا، تمہاری طبیعت ابھی تک پوری صاف نہیں، یہ تو بڑی فکر کی بات ہے۔ آخر یہ تم گھڑی گھڑی بیمار کیوں پڑجاتی ہو۔ بھئی یہ "حسن بیمار" کی روایت کو ختم کرو۔ تندرست اور خوش و خرم رہو اور اپنے کو ذہنی طور پر بالکل نہ تھکاؤ۔ زندگی میں کوئی بات ایسی نہیں جسے تم کرنا چاہو اور نہ کرسکو۔ ہر مشکل پر بڑی آسانی سے قابو پایا جاسکتا ہے۔ مشکل اُسی وقت تک تو مشکل نظر آتی ہے میری دوست جب تک ہم اُس کے خلاف اقدام نہیں کرتے۔ تمہارا دل اتنا کمزور ہے تو آؤ میرے دل کی قوت لے لو پھر تو تمہیں پہاڑ سے بھی ٹکرا جانے کا حوصلہ پیدا ہوجائے گا نا؟ دیکھو ابکی جب میں بھوپال آؤں گا تم اپنی سب "مشکلیں" مجھے بتادینا اور میں اُن سب مشکلوں کا حل تمہیں بتادوں گا۔ بس اب خوش ہوجاؤ اور مسکرادو۔

اچھا، سنو، آج میں نے ہندی کی تین کتابوں کا آرڈر دے دیا ہے۔ یہ کتابیں "یشودھرا

جیت گئی" "رتنا کی پیر" اور" لوئی کا تانا" ڈاکٹر رانگیے راگھو کی تصنیف ہیں اور مجھے میرے ایک دوست نند کشور جی نے Suggest کی ہیں۔ غالباً اس Series میں اور دو کتابیں ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہندوستانی کلچر کو جاننے اور سمجھنے میں ان سے بڑی مدد ملتی ہے۔ پہلی کتاب گوتم بدھ کے بارے میں ہے، یشودھرا اُس کی بیوی تھی۔ دوسری کتاب تلسی داس پر ہے اور رتنا اُس کی بیوی کا نام ہے۔ لوئی کبیر کی بیوی تھی اور یہ کتاب کبیر کی زندگی پر ہے۔ تم جانتی ہو مجھے ہندی ٹھیک سے پڑھنا بھی نہیں آتی، اس لیے سوچتا ہوں یہ کتابیں آجائیں تو اُنہیں اپنے ساتھ لے کر آؤں گا اور تم سے پڑھواکر سنوں گا۔ ہاں ہندوستانی کلچر پر میں نے D.P.Mukherje کی کتاب پڑھ ڈالی، کچھ کام کی باتیں ضرور ہیں لیکن انگریزی نے مجھے بے حد Bore کیا۔

اچھا خدیجہ، آج میں تمہیں صفیہ کی تصویر بھیج رہا ہوں۔ تم اسے بڑے پیار سے رکھنا۔ ہاں میری تصویریں بھی Print ہو کر آگئی ہیں۔ بس دو تصویریں غنیمت ہیں۔ کل یا پھر پیر کو تمہیں بھیج دوں گا۔ اجنتا والی تصویریں تمہیں مل گئی ہوں گی۔ دہلی کانفرنس کے گروپ نہ جانے کدھر پڑے ہیں۔ کبھی کاغذات میں سے نکل آئے تو وہ بھی بھیج دوں گا۔ پتہ نہیں لیکن میں سوچتا ہوں کہ تم ان چیزوں کو ضرور عزیز اور محفوظ رکھ سکو گی۔ شاعری کی زبان میں پس کچھ یوں سمجھو۔

"تجھ کو اپنے سے زیادہ معتبر پاتا ہوں میں"

سب کو میرا اسلام کہو اور شاہد کو پیار۔ اور جلدی سے اپنی خیریت لکھ بھیجو۔

تمہارا

جان نثار اختر

۱۷ دسمبر ۱۹۵۴ء

●

عزیز خدیجہ،

تمہارا دوسری کا لکھا ہوا خط آج شام کی ڈاک سے ملا — چلو تم کسی فیصلے پر تو پہنچ گئیں "میں تو بس صرف زندگی بھر آپ کی پوجا کر سکتی ہوں" خیر زندگی بھر کی بات چھوڑو، جب بھی تمہارا جی بھر جائے میرے اِس بت کو جو تم نے اپنے ذہن میں تراش رکھا ہے، توڑ کر پھینک بھی سکتی ہو۔

"تراشیدم، پرستیدم، شکستم"

(میں نے تراشا، میں نے پوجا اور میں نے توڑ ڈالا)

دیکھو خیال کتنا ہی بے رحم کیوں نہ ہو، مصرعہ کتنا حسین ہے، تم آج نہیں تو کل اس کی داد دو گی

طور پر دے سکو گی۔ بہرکیف میں تو تمہارا اُس وقت بھی شکر گذار رہوں گا جب یہ خوبصورت ذہنی سہارا بھی باقی نہ رہے گا۔

میں نے آج ہی تو اپنی دو تصویریں تمہیں بھیجی ہیں۔ ہاں میں نے خواہ مخواہ تم سے انھیں اپنی میز پر سجانے کی شرط لگا دی تھی، آؤ میں تم سے اپنی یہ شرط واپس لے لوں۔ سچ مچ اس کی کوئی تُک نہیں ہے۔ ویسے بھی کیا معلوم کل تمہیں ان تصویروں کو اپنی میز پر سے ہٹانا پڑے۔

اور تمہیں کیا لکھوں، سوائے غالب کے اس شعر کے ؎

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی میں معاف

آج کچھ درد مرے دل میں سوا ہوتا ہے

تمہاری طبیعت اب کیسی ہے؟ سب کو میری جانب سے سلام و دعا کہو۔ شاہد اور عذرا کو پیار۔

تمہارا دعاگو

۴ر دسمبر ۱۹۵۴ء　　　　جاں نثار اختر

●

عزیزہ من

تمہارے پانچ چھ خط اس عرصے میں ملے، جواب اس خیال سے نہ لکھا کہ پہلے اپنے ذہن سے سمجھوتہ کر لینا چاہتا تھا۔ دوسرے پانچ چھ دن برابر بخار میں مبتلا رہا، اب اچھا ہوں اور لکھنؤ کے لیے پابہ رکاب ہوں۔ میں بیس اکیس تک لکھنؤ پہنچ جاؤں گا، تم مجھے اس خط کا جواب لکھو تو بیٹی کے بعد لکھنؤ ہی کے پتہ پر لکھنا، وہاں میں اٹھائیس تک رہوں گا۔ ۲۹ کی صبح وہاں سے روانگی ہو جائے گی۔

ہاں تم نے یہ کیوں سمجھ لیا کہ میں تم سے خفا ہو گیا ہوں۔ خفا تو مجھے اپنے دل و دماغ سے ہونا چاہیے جو بعض اوقات مجھے نہ جانے کن خوابوں کی دنیا میں بھٹکا دیتے ہیں۔ بہرکیف خوابوں کی دنیا "کا ذکر ہی کیا۔

ہاں، لکھنؤ سے واپسی پر ایک دن کے لیے بھوپال ٹھہرتا ہوا مئو چلا جاؤں گا، وہاں پہلی کو مشاعرہ ہے۔ یہ ابھی کہہ نہیں سکتا کہ مئو سے دوبارہ بھوپال واپسی ہو بھی سکے گی یا نہیں۔

معلوم نہیں الیاس میاں یا تمہارے جہاں قدر چغتائی صاحب نے صفیہ کے کاغذات کے سلسلے میں ایجوکیشن سکریٹری کے آفس والوں کو کھٹکھٹایا یا نہیں۔ مناسب سمجھو تو ان سے پوچھنا۔

اور کیا لکھوں اب۔ سوائے اس کے کہ سب کو میرا سلام و دعا کہنا۔

ڈھیر سارا پیار

منّے شاہد کو پیار

تمہارا خیر طلب

جان نثار اختر

۱۶/ دسمبر ۱۹۵۴ء

●

۲۱۔ آرکیڈیا بلڈنگ

بائیکلہ۔ بمبئی ۸

اچھی خدیجہ،

تمہارے خط ملے، تم یہ خیال اپنے ذہن سے نکال دو کہ میں تم سے ذرا سی بھی خفگی رکھتا ہوں۔ میں تم سے کیسے خفا ہو سکتا ہوں میری دوست۔ تم سے تو مجھے وہ ذہنی سہارا ملا ہے جس سے میری زندگی محروم ہو چکی تھی، تمہاری دلجوئی اور یگانگت، تمہارا بے لوث خلوص اور تمہاری بے پناہ نوازشیں میرے لیے بہت قیمتی ہیں جن کے قابل سچ پوچھو تو میں اپنے کو نہیں پاتا۔ تم اپنی محبتوں کو مجھ پر اس طرح نہ لُٹاؤ، میں تمہیں کچھ بھی تو نہ دے سکوں گا اس لیے کہ میرے پاس کچھ باقی نہیں رہ گیا ہے، تم نے جو ذہنی سہارا مجھے دیا ہے یہی میرے لیے بہت ہے، اس کا بدل بھی میں شاید تمہیں نہ دے سکوں۔ البتہ اس کے لیے میں مرتے مرتے تمہارا شکر گذار ہوں گا — تم یقین کرو خدیجہ، میں تمہارا تصور بڑے فخر اور بڑے ناز سے کرتا ہوں۔ کوئی تو ہے جو میری اس حالت میں بھی مجھے قدر کی نظر سے دیکھتا ہے۔ کسی کو تو میرے خط کا انتظار رہتا ہے، کوئی تو ہے میرے غم سے غمگین اور میری خوشی سے خوش ہونے والا۔ یہ بہت ہے میرے لیے خدیجہ، میرے لیے یہ بہت ہے۔ میں صفیہ کی بات نہیں کرتا لیکن یہ جانتا ہوں کہ اُس کے علاوہ مجھے جتنا کچھ تم سے ملا اُن لوگوں سے بھی نہیں مل سکا جن کو میں نے اپنا سمجھ کر مدتوں اپنے دل کو دھوکے دیئے ہیں۔

میری بہت پیاری دوست، تم خوش رہو، سدا مسکراتی رہو۔ آؤ اس کا غم نہ کریں کہ ہم ایک دوسرے کو نہیں پا سکتے، دل نے تو دل کو پا ہی لیا ہے۔ اس سرمائے کو کم نہ سمجھیں۔ اتنے آسرے پر تو زندگی ہر سیلِ حوادث سے ہنستی کھیلتی گذر سکتی ہے۔ آؤ میں تمہاری پیشانی پر بہت معصوم سا پیار کر لوں۔

اچھا سنو، میں پرسوں لکھنؤ روانہ ہو رہا ہوں۔ میرا یہ خط تمہیں غالباً اکیس کی شام کو پہنچے گا، اُس وقت میں لکھنؤ ہوں گا۔ بھوپال سے گزرتا ہوا چلا جاؤں گا، تم سے ملے بغیر، یہ مجبوری تو

دیکھو ۔ بہر کیف واپسی پر ضرور بھوپال ٹھہروں گا ۔ اپنے یہاں تم مجھے ہر دفعہ کہاں تک ٹھہراؤ گی ۔ سچ تو یہ میں یہ کبھی نہ چاہوں گا کہ تم اپنے گھر والوں کو ناخوش ہونے کا موقع دو ۔ میرا بار بار تمہارے یہاں ٹھہرنا بھی ہے مناسب نہیں ہوگا ۔ میں کسی ایک دو دن کے لیے سیکر چلا جاؤں ۔ وہاں سے پھر سیدھا لکھنؤ جاؤں گا ، بھوپال تو واپسی ہی میں اُتروں گا ، صرف " ایک آدھ دن " کے لیے کیونکہ دس جنوری تک تو مجھے بمبئی لوٹ آنا ہوگا ۔ اس نئے پروگرام کے ماتحت ۱۱ دسمبر کو امراوتی کے مشاعرے میں جانا بھی منسوخ کر دیا ہے ۔ مئو والوں کو لکھ دیا ہے کہ جنوری کی ابتدا میں مشاعرہ رکھیں تو البتہ میں شریک ہو سکتا ہوں ۔ اب رہا اجنتا کا معاملہ تو اگر واقعی تم چلنے پر آمادہ ہوئیں تو بھوپال میں " ایک آدھ دن " گزارنے کی بجائے ہم لوگ اورنگ آباد چلے چلیں گے ۔ سچ خدیجہ تم میری طرف سے الیاس میاں کو بھی دعوت دے دو ، پھر واقعی تم چل سکو گی ۔ بھئی وہ تو آرٹسٹ ہیں ، انھیں تو ایسے مقامات ضرور دیکھنے چاہئیں ہاں وہ گروپ جو باجرہ آپا کے ساتھ اُترا تھا وہ تو الیاس نے بتا ہی دیا تھا کہ بالکل خراب ہو گیا ہے ، خیر ۔ ابھی تمہاری تصویر بہت عمدہ سی کھنچ جانا چاہیے اتنی ہی عمدہ جتنی تم خود ہو ۔

تمہارے حسب فرمائش دو تصویریں اجنتا والی اور ایک حیدرآباد کے نوجوان ادیبوں اور شاعروں کا گروپ جو اورنگ آباد کانفرنس کی یادگار ہے بھیج رہا ہوں ، حالانکہ تم ان کا کیا کرو گی ۔ ہاں تین چار دن بعد تمہیں اپنی دو تین تصویریں بھیج دوں گا ۔ یہ حال میں میرے ایک دوست نے کھینچی ہیں اور کل ہی انھیں Enlarge کرنے دیا ہے ۔ لیکن اس شرط پر کہ ایک تصویر تو تمہیں اپنی میز پر سجانی ہو گی چاہے " دشمن " جل کے خاک کیوں نہ ہو جائیں ۔ ہاں یہ تم نے شیروانی کی قید کیوں لگا دی ہے ، یہ تو بڑی مشکل بات ہے ، اور میرے تو ذہن میں بھی نہیں کہ میری کون سی تصویر شیروانی میں تھی جو تم نے میرے سوٹ کیس سے چوری کر لی ہے ۔

اچھا اب اور کیا لکھوں ۔ کشمیر جموں ریڈیو سے تین دسمبر کو رات کے دس بجے زیر لب پر تبصرہ نشر ہو رہا ہے ۔ میں تو یہاں کہاں سنوں گا تم سن لینا کہ کچھ ٹھیک سے بھی تبصرہ کیا گیا ہے یا نہیں ۔

اور خدیجہ تمہارے " آپ کی " لکھنے کا تو میں نے شکریہ ہی ادا نہیں کیا ۔ دیکھو آغا حشر کا ایک بہت خوبصورت جملہ یاد آگیا ہے : " اتنے حسین ہونٹ بھی جھوٹ نہیں بول سکتے " کیوں ؟

اچھا ، اب شب بخیر

بی آپا کو میرا آداب پہنچاؤ ۔ اور منّے شاہد کو بہت سے پیار اور اپنے کو یہ تاکید کہ تم بیماری میں میرا سوئٹر بُن کر خود کو ہلکان نہ کرو ۔ پہلے اچھی ہو جاؤ ۔ جنوری تک اطمینان سے بُن سکتی ہو ۔

جب میں آؤں گا، جبھی تو تم مجھے پہنا سکو گی۔

تمہارا ہمیشہ
اختر

۱۸؍دسمبر ۱۹۵۴ء

●

دارالسراج۔ نیو سول لائن
لکھنؤ

عزیز خدیجہ

میں رات کو لکھنؤ پہنچا۔ کل صبح تمہارے دیس سے گزرتے ہوئے تمہاری یاد بے طرح ستاتی رہی۔ اسٹیشن سے تمہارے گھر کا فاصلہ دو تین فرلانگ سے تو زیادہ نہ ہوگا، میں تمہارے کتنے پاس سے گزر کے آیا ہوں اور تمہیں پتہ بھی نہ چلا۔ مگر تم تو اس وقت بے خبر سو رہی تھیں نا؟

میں اٹھائیس کی صبح یہاں سے روانہ ہو کر شام کو ساڑھے سات بجے بھوپال پہنچوں گا، ۲۹ اور ۳۰؍ بھوپال میں گزار کر پہلی کی صبح بمبئی چلا جاؤں گا۔ یہ ہے پروگرام

تمہارا خط مجھے بمبئی میں مل گیا تھا، امید ہے تم خوش و خرم ہو گی۔ میری طرف سے سب کو سلام و دعا۔ عذرا اور شاہد کو پیار۔

تمہارا ہمیشہ
جاں نثار اختر

۲۳؍دسمبر ۱۹۵۴ء

۱۹۵۵ء

اچھی خدیجہ،

تم سے رخصت ہو کر بخیریت بمبئی پہنچا، یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ کاردار صاحب تیرہ تاریخ کو واپس ہوں گے، دو تین دن اور بھوپال رہ جاتا تو اچھا ہی تھا۔ کل اتوار تھا، دن بھر ہی لوگ ملنے آتے رہے، شام کو FILM WRITERS کی میٹنگ تھی، وہاں چلا گیا۔ جعفری اور خواجہ احمد عباس روس کے ادیبوں اور وہاں کی فلمی دنیا کے بارے میں اپنے تاثرات پیش کرنے والے تھے۔ عباس تو آئے نہیں، جعفری نے جو کانگرس ادیبوں کی کانفرنس حال میں روس میں منعقد ہوئی ہے اس کے بارے میں تفصیل سے بتایا، تقریر اتنی لمبی اور BORING ہو گئی تھی کہ میں تو خاتمے سے پہلے ہی اُٹھ کر چلا آیا۔ آج صبح کی ڈاک سے تمہارا خط مجھے مل گیا، تم اتنی پیار بھری باتیں میرے لیے لکھ دیتی ہو کہ میں تھوڑی دیر کے لیے تو مغرور ہو ہی جاتا ہوں۔ اس مرتبہ بھوپال کے قیام میں، کتنا کم وقت میں تمہارے پاس گذار سکا اس کا احساس بمبئی پہنچ کر ہی کر سکا ہوں۔ بہرکیف اُن مختصر اور محدود لمحوں کی یادیں ہی میرے لیے سب کچھ ہیں۔

تمہارے امتحان میں پاس ہونے کی خبر سُن کر بہت تو نہیں تھوڑی سی خوشی ضرور ہوئی۔ بھئی یہ سیکنڈ ڈویژن تو کوئی بات نہیں ہوئی، تمہیں تو اوّل درجہ میں کامیاب ہونا چاہیے تھا۔ خیر اب تم جلدی جلدی انگریزی کے امتحانات اور دے کر بی۔ اے تو کر ہی ڈالو۔ پھر ایم۔ اے تو تمہیں پہلے درجہ میں پاس کرنا ہی پڑے گا۔

تم نے لکھا ہے کہ آپ نے یہاں نہ جانے کتنی ذہنی اذیتیں اٹھائی ہوں گی تو اس سلسلے میں ایک دلچسپ بات میں نے تمہیں اُس زمانے میں بتائی کہاں، محض اس خیال سے کہ تم پریشان نہ ہو جاؤ۔

ہاں تو وہ دلچسپ بات سنو۔ چار تاریخ کو کسی صاحب نے ہوٹل ٹیلیفون کرکے یہ MESSAGE میرے لیے چھوڑ دیا کہ میں کل بھوپال سے ضرور چلا جاؤں۔ اگر یہ حکم نامہ مجھ تک نہ پہنچتا تو یقیناً میں پانچ کو بمبئی روانہ ہو جاتا، محض ان کی عدول حکمی کی خاطر مجھے مفت میں اور دو دن قیام کرنا ضروری ہو گیا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ مجھے جو کوئی ذہنی کوفت یا اُلجھن اُن صاحب کی اس حرکت سے ہوئی ہو، بلکہ مجھے تو بڑا مزا آیا۔ انھیں غالباً یہ خیال تھا کہ میں اُن کے گمنام پیغام کو کوئی بہت بڑا خطرہ سمجھ کر ضرور بھوپال چھوڑ دوں گا۔ ہائے بیچارے کو یہ علم نہیں کہ لوگ تو کوئے حبیب میں جان دینے کے لیے ہی آتے ہیں، جان بچا کرے جانے کے لیے نہیں آتے۔ غالبؔ نے ایسے ہی موقع کے مناسب کیا شعر کہا ہے

دھمکی سے مر گیا جو نہ بابِ نبرد تھا
عشقِ نبرد پیشہ طلب گار مرد تھا

اچھا اب اور کیا تمھیں لکھوں۔

ہاں بھئی اس طویل سفر میں آخر مجھے ایک بہت پیاری ساتھی مل ہی گئی تھی نا؛ بس تمھاری ہی طرح معصوم، شیریں اور دلکش۔ اچھا بتاؤ میری یہ ہم سفر کون ہو سکتی ہے۔ چلو تمھاری ذہانت کا امتحان ہی سہی!

اور ایک بات یہ کہ میں اپنا نیلا سوئٹر غالباً شہاب کے گھر بھول آیا ہوں، تم کبھی اُسے منگوا لینا، اور ہاں شہاب صاحب کی بیگم سے تمھاری کب ملاقات ہو رہی ہے؟

الیاس میاں کو میری دعا کہنا اور کہنا کہ کاغذات کے بارے میں کبھی کبھار D.A.G. آفس کو کھٹکھٹاتے رہیں۔

عباس، نسیم اور عذرا کو میری محبتیں۔ بی آپا کی خدمت میں آداب۔

اچھا شب بخیر۔

تمھارا ہمیشہ
جاں نثار اختر

۱۰ر جنوری ۱۹۵۵ء

●

خدیجہ جی۔

آج صبح سے حرارت کی کیفیت پیدا ہو گئی ہے، دن بھر پلنگ پر پڑے پڑے ہی گذار دیا۔ شام کی

ڈاک سے تمہارا خط ملا، اس مرتبہ تو تم نے اتنا مختصر خط لکھا ہے کہ مجھے کئی دفعہ پڑھ کر اس کمی کو پورا کرنا پڑا۔ اس وقت تمہاری سی ہوئی رضائی اوڑھے، لیٹے لیٹے یہ خط تمہیں لکھ رہا ہوں)، طبیعت تھک سی رہی ہے، ابھی ابھی پانچ چھ خطوں کا جواب لکھا ہے۔ بہت سارے جواب اب بھی لکھنا باقی ہیں۔ وہ کل لکھوں گا، اس وقت تو تم سے باتیں کرنے کو جی چاہ رہا ہے نا، پھر دوسرا کام کیسے ہو سکتا ہے۔

۲۸ تاریخ جنوری کو ایوت محل میں مشاعرہ ہے، حنیفہ کا خط بھی سفارشاً میرے پاس آیا ہے لیکن غالباً میں نہیں جا سکوں گا۔ مہو والوں کو بھی آج تار دلوا دیا ہے کہ میرا آنا ممکن نہیں ہے۔ اگر ۳۰ جنوری تک کے لیے وہ مشاعرہ بڑھا سکے تو شاید چلا جاؤں۔ اب دیکھو اُن کا کیا جواب آتا ہے۔

تم کیسی ہو اور کیا کرتی رہتی ہو۔ اپنی نئی کتابیں تو غالباً تم نے پڑھ بھی ڈالی ہوں گی۔ مجھے اکثر خیال آتا ہے کہ تم نے اپنی زندگی کو بہت زیادہ محدود کر رکھا ہے۔ آخر بھوپال میں کچھ تو معقول اور باذوق خواتین ایسی ہیں جن سے مل کر تم خود بھی مسرت محسوس کر سکتی ہو۔ اتنی گھٹی ہوئی زندگی بھی کیا۔ کچھ تو SOCIAL CONTACTS 'سماجی روابط' ہونا ہی چاہیئیں۔ بغیر اس کے ذہنی نشو و نما کی رفتار بھی مدھم ہو کے رہ جاتی ہے، اور بعض وقت تو بالکل ہی FULL STOP کی نوبت آجاتی ہے۔

امسال تمہارا ارادہ انگریزی کے امتحان میں شرکت کا ہے یا نہیں۔ اگر تھوڑی سی محنت سے بات بنتی ہو تو ضرور بیٹھ جاؤ۔ اس سلسلے میں تمہیں یہ مشورہ دینا ضروری ہے کہ انگریزی اخبار روزانہ پڑھنا لازمی قرار دے لو۔ اس سے ایک طرف تو تمہاری انگریزی اچھی ہو جائے گی، دوسرے دُنیا کے حالات اور مسائل سے بھی تمہاری واقفیت UP-TO-DATE رہے گی۔ صرف اپنے سے باخبر اور دُنیا بھر سے بے خبر ہو کر جینا ویسے بھی کوئی معنی نہیں رکھتا۔

اچھا اب مجھے یہ ناصحانہ موڈ ختم کر کے تم سے کچھ "غمگساری" کی باتیں بھی تو کرنی چاہیئیں، ورنہ کہیں تم غالب کا یہ مصرع نہ دُہرا دو۔

"یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح"

دیکھو تم اپنے دل کو خواہ مخواہ نہ دُکھایا کرو۔ بھئی میں نے خود اپنے لیے بہت دن سے پیش گوئی کر رکھی ہے کہ ۵۵ء میری زندگی کا سب سے اچھا سال ثابت ہوگا۔ آؤ میں تمہارے لیے بھی یہی پیش گوئی کر ڈالوں۔ تھوڑی دیر کو مجھے "برہمن" ہی کا درجہ دے دو۔ ویسے بھی "بتوں" کی پرستش کے رشتے سے آج تک ہر شاعر "برہمن" ہی رہا ہے۔ اس شاعرانہ روایت سے تو تم بھی انکار نہ کر سکو گی۔ اچھا اگر میری پیش گوئی صحیح ثابت ہوئی تو مجھ برہمن کو کیا "دان" ملے گا؟

اب اجازت دو۔ کل سے پھر تمہارے خط کا انتظار شروع ہو جائے گا۔ اور پھر ایک آدھ دن بعد تمہارا پیارا سا

خط مجھے مل ہی جائے گا۔

اپنے سب بھائی بہنوں کو میری محبت اور دُعا پہنچا دو۔

اور بی آپا کو آداب۔

اور مُنّے شاہد کو پیار۔

تمہارا ہمیشہ

جاں نثار اختر

۱۱ر جنوری ۱۹۵۵ء

نوٹ:۔ میرا کل کا خط تو تمہیں مل گیا ہوگا! یہ سوال محض احتیاطاً ہے۔

●

آرکیڈیا بلڈنگ

بمبئی۔ ۸

پیاری دوست

تمہارا خط ملا' میرا دوسرا خط بھی مل گیا ہوگا' یہ تو میرے پہلے خط کا جواب ہے نا؟۔ پرسوں مھو کے مشاعرہ سکریٹری بہ نفس نفیس نازل ہو گئے تھے ،جانے کا تو کوئی امکان نہ تھا البتہ اُن کے بھیجے ہوئے پیسے اُن کے حوالے کر دیے۔ ۲۵ تاریخ کو یہاں آندھرا فنڈ کے سلسلے میں ایک تمثیلی مشاعرہ ہو رہا ہے۔ اور طے یہی پایا ہے کہ مرحوم شعرا کا پارٹ زندہ شعرا ادا کریں، چنانچہ ——

"ایں ہم اندر عاشقی بالائے غم ہائے دگر"

اس عرصے میں بھوپال میں عنقریب ہونے والے مشاعرے کے سلسلے میں زہرہ جمال سے برابر خط و کتابت رہی ہے۔ پتہ نہیں ہوگا بھی یا نہیں، فی الحال تو بہت زور شور دکھایا جا رہا ہے۔ مجروحؔ، کیفیؔ، ادھو کمار وغیرہ کو میں نے شرکت کے لیے راضی بھی کر دیا ہے۔ وہ لوگ واثقؔ، اور مجازؔ کو بھی بلانا چاہتے تھے اور مجھے لکھا تھا کہ میں انھیں ذاتی طور پر بھی خط لکھ دوں۔ چنانچہ یہ خدمت بھی انجام دے دی ہے۔ اب آگے کیا ہوتا دیکھو۔ بس یہ نہ ہو کہ مشاعرہ تو ہو اور صرف میں ہی نہ آسکوں۔ بہر کیف میری دلچسپی تو صرف تقریب کچھ تو بہر ملاقات چاہیے' کے ذیل میں ہے۔

الیاس کا کوئی خط مجھے نہیں ملا، صفیہ کی تصویر کارڈ سائز پر میں عنقریب انھیں بھیج دوں گا، تم اپنی تصویر نہ دو۔ اس لحاظ سے بھی کہ وہ بہت چھوٹی ہے اُس سے SKETCH بنانے میں انھیں دقت بھی ہوگی۔ ہاں تمہاری تصویر میں نے اپنی کتابوں کی الماری کے اوپر کے خانے میں ایک کتاب کے سہارے

ٹکا کر رکھ چھوڑی ہے۔ اب کل اُس کے لیے فریم خرید کے لاؤں گا بہر کیف اس وقت بھی تم میری نظر کے سامنے ہو۔ بعض لمحوں میں تو وہ "ہنسی آئی وہ لب کھولے نری تصویر نے" والا عالم بھی محسوس کر ہی لیتا ہوں۔

میری طبیعت اب کل سے ٹھیک ہے، تم فکرمند نہ ہونا۔ ہاں شہاب کے یہاں سے تو تم میرا سوئٹر منگوا ہی لینا لیکن یہ دوسرا سوئٹر بننے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔ یہ فضول کام بالکل نہ کرو تمہیں یہاں کے موسم کا اندازہ نہیں، اس وقت بھی تمہارا دیا ہوا سوئٹر بکس میں رکھا ہوا ہے، اُسی کے پہننے کی نوبت کہاں آتی ہے۔

اچھا اب شب بخیر۔

الیاس، چاند، سعیدہ کو میری دُعا کہو اور عذرا اور شاہد کو پیار۔ بی آپا کو آداب۔

تمہارا ہمیشہ

جاں نثار اختر

۱۵ جنوری ۱۹۵۵ء

●

خدیجہ عزیز

تمہارا بہت پیارا خط ملا تھا۔

میں کئی دن بعد تمہیں خط لکھنے بیٹھا ہوں۔ معذرت بہت رسمی بات ہوگی، بہر کیف تمہیں دیر سے جواب لکھ رہا ہوں یہ احساس تو ہے نا!؟۔

اس طرف جے پی ایڈوانی نے اپنی نئی تصویر کا میوزک شروع کر دیا ہے، ایک دو گانے لکھنے تھے، ابھی دوسرا گانا اٹکا پڑا ہے۔ اب کل اُن کے یہاں جاؤں گا۔ اس عرصے میں میرے ایک دوست کراچی سے آ گئے اُن کے ساتھ کچھ وقت فضولیات میں گذر گیا۔ کل ایک SOVIET FILM دیکھنے چلا گیا۔ کچھ زیادہ پسند آیا نہیں، دراصل بچوں کے دیکھنے کی چیز تھی، سجاد اور سلمان کے ساتھ ساتھ مجھے شاہد اور عذرا کی بھی یاد آتی رہی۔ یہ لوگ اس پکچر کو خوب ENJOY کر سکتے تھے۔

ہاں پرسوں کے اخبار میں سعادت حسن منٹو کے انتقال کی خبر پڑھی، افسوس ہوا، اس میں شک نہیں کہ افسانہ نویسی کی زبردست قوت اُس کے قلم میں تھی اور اُس نے اُردو ادب کو قطع نظر اُس کے گھٹیا اور سڑیل افسانوں کے، کچھ نہیں تو تیس بتیس اعلیٰ کہانیاں بھی دی ہیں یہ کم CONTRIBUTION نہیں ہے۔ میرا اُس کا زیادہ قریب کا ساتھ کبھی نہیں رہا، دو تین دفعہ ملاقات ضرور ہوئی تھی اور میں سمجھتا ہوں کہ منٹو جیسے کھلے اور صاف گو آدمی کو جاننے اور سمجھنے کے لیے دو تین ملاقاتیں کیا ایک ملاقات ہی

کافی ہوتی ہے۔ پرسوں انجمن کی طرف سے تعزیتی جلسہ ہے۔ جس انجمن سے اُسے زندگی میں نکالا علاوہ بھی آج اُسکا تعزیتی جلسہ کرنے جا رہی ہے۔ یہ بات ہم بھول نہیں سکتے کہ منٹو ایک طویل عرصے تک ہماری ترقی پسند تحریک کا سرگرم ادیب رہا ہے۔

اور تمہیں کیا لکھوں۔ کل تو تمہارے خط کے آنے کی اُمید ہے، اب کل تمہارا خط آجائے، پھر پرسوں مفصل جواب لکھوں گا۔ تم نے اس مرتبہ جو کچھ لکھا ہے اُس کے بارے میں کچھ نہ کچھ لکھنا ہے۔

ہاں تمہارے بھوپال میں تو شاندار مشاعرے کی تیاری ہو رہی ہے، تمہیں نہیں معلوم؟ یہاں سے کیفی، ساحر، مجروح وغیرہ سبھی شرکت کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اپنے بارے میں مجھے معلوم نہیں کہ میں آسکوں گا یا نہیں، یہ تم اپنے سے پوچھنا!

اچھا، شب بخیر

بہت سی دعاوں کے ساتھ

۲۱؍جنوری ۱۹۵۵ء

تمہارا اختر

●

آرکیڈیا بلڈنگ

بمبئی۔ ۸

عزیز از جان۔ تمہارا خط ملا

بھوپال کا مشاعرہ معلوم ہوتا ہے منسوخ ہو گیا۔ ۲۸ تاریخ اُن لوگوں نے مقرر کی تھی۔ یہاں سے ساحر، کیفی، مجروح وغیر سبھی میرے کہنے سننے سے تیار ہو گئے تھے۔ آج ۲۵ ہو گئی، انھوں نے ابھی تک پیسے نہیں بھیجے۔ ۲۶ کو تعطیل ہے۔ اب اگر ۲۷ کو پیسے پہنچے بھی تو گاڑی میں RESERVATION ناممکن ہو جائے گا۔ بس اب تو یہ سمجھو کہ یہ "تقریب ملاقات" تو گئی۔ فروری میں تم نے لکھنؤ کے جس مشاعرے کے بارے میں لکھا ہے اُس میں شاید ہی میرا جانا ہو سکے۔ ۲۰، ۲۱، ۲۲ فروری کو کھام گانو میں مسلم ایجوکیشنل کانفرنس ہو رہی ہے ڈاکٹر ذاکر کی زیر صدارت۔ اسی سلسلے میں مشاعرہ بھی ہے۔ میں اُس میں شرکت کا وعدہ کر چکا ہوں لکھنؤ جانا بھی چاہوں تو اتنی فرصت فروری میں ملنا ممکن نہیں۔ اسی لیے بس بات نومبر ہی پہ گئی۔ اچھا ہے، سُنا ہے صبر کا پھل میٹھا ہی ہوتا ہے۔

الیاس میاں کا خط آیا تھا۔ آج ہی انھیں بھی جواب لکھا ہے، صفیہ کی تصویر تو اُن کے خط سے

پیشتر ہی میں نے انھیں بھیج دی تھی۔

اور نئی بات یہ کہ میں نے اپنے مجموعہ "جاوداں" کی کتابت شروع کرادی ہے۔ غالباً مارچ تک چھپ کر تیار ہو جائے گا۔ اس میں زیادہ تر ۴۷ء سے لیکر ۵۴ء تک کی نظمیں ہیں۔ ۴۴ء، ۴۵ء اور ۴۶ء کی بھی تین چار نظمیں شامل کردی ہیں، وہ نظمیں جن کا تعلق صفیہ سے براہ راست رہا ہے۔ اس مجموعہ کو میں نے اُس کے نام ہی معنون کیا ہے، اس میں تقریباً وہ سب نظمیں آگئی ہیں جو اُس سے متعلق ہیں۔

اور ہاں سچ مچ تم نے وہ شال ایک دن بھی تو میرے سامنے نہ اوڑھی۔ میں تو سمجھا کہ شاید تمہیں پسند نہیں آئی۔ خیر غم نہ کرو، اب کی آؤں تو تم وہ شال مجھے اُوڑھے ہوتے ہی ملنا۔ بس اب خوش ہو جاؤ۔ میری طرف سے اپنے سب بھائی بہنوں کو دُعا پہنچاؤ، بی آپا سے میرا آداب عرض کرو اور کہو کہ آپ غیر سمجھ کر مجھ سے پردا کرتی ہیں اسی لیے میں اب کی آپ کے یہاں نہیں ٹھہرا۔ میری بہنیں تو میرے سامنے آئیں اور آپ نہ آئیں یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ ماں بیٹے میں اتنی غیریت ہو تو کم سے کم بیٹے کو تو خودکشی کرلینی چاہیے۔

اچھا اب اجازت دو۔

سیکڑوں دُعاوں کے ساتھ

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۵ جنوری ۱۹۵۵ء

●

عزیز از جان

یہ گروپ احسان نے ابھی مجھے لاکر دیا ہے تمہیں بھیج رہا ہوں۔ خط کل

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۸ جنوری ۱۹۵۵ء

●

عزیز از جان

تمہارے تینوں خط ملے۔ پھر بھی تمہارے کسی خط کا جواب مجھ پر واجب نہیں اس لیے کہ یہ تو میرے خطوط کا جواب تم نے لکھا ہے۔ تم مجھ سے شکایت بھی کرو گی تو کیسے! بس میں الزام اُس کو دیتا تھا

قصور اپنا نکل آیا" والی بات ہوگی۔

آج چار پانچ دن کے روز خط لکھنے کی تمہیں سوچتا رہا لیکن نوبت نہ آئی۔ فضول کی مصروفیتیں اور کیا!

بھوپال کے مشاعرے کے بارے میں خدشہ آخر صحیح نکلا افسوس اس کا ہے کہ میری وجہ سے کیفی اور ساحر نے اپنا حیدرآباد کا مشاعرہ کھویا۔ خواہ مخواہ اُن کا نقصان ہوا۔ اب زہرہ کا خط پھر آیا ہے۔ فروری کے پہلے ہفتہ میں مشاعرے کی تجویز ہے۔ لیکن سچ پوچھو تو میں اب بیچ میں پڑنا نہیں چاہتا کیا معلوم پھر تاریخ مقرر کر کے منسوخ کر دیں۔ بس آندھرا فنڈ کا واسطہ درمیان ہے ورنہ میں تو صاف انکار کر دیتا، پھر بھی اس کا مجھے قطعی یقین ہے کہ یہ مشاعرہ کبھی ہوگا نہیں۔

یہاں آندھرا فنڈ کے سلسلے میں جو تمثیلی مشاعرہ ہوا تھا اُس میں تو میں نے شرکت نہیں کی، ہاں ساتھ ساتھ آج کل کے شعرا کی محفل بھی جمی تھی اُس میں ضرور شریک تھا۔ اصل بات تو یہ ہے کہ جب تک کچھ تازہ نہ کہا ہو مشاعرے میں شریک ہونا بے معنی معلوم ہوتا ہے۔ جو نظم لکھنؤ جاتے ہوئے ٹرین میں شروع کی تھی۔ خیر مقدم، وہی آج تک ادھوری پڑی ہے۔ نہ معلوم کب مکمل ہو۔

تم کیا کرتی رہتی ہو۔ اب تو تمہارے پاس کوئی نئی کتاب بھی نہ ہوگی جس کے مطالعے میں وقت گذارو۔ آج مکتبہ جامعہ گیا تھا۔ کئی نئی کتابیں آئی ہیں۔ تمہارے لیے ان میں سے دو تین منتخب کتابیں ضرور خریدوں گا۔ خاص طور پر تراجم۔ بعض اوقات مجھے خیال ہوتا ہے کہ کہیں تم مطالعے سے بھی نہ اکتا جاؤ۔ مطالعہ میں حد سے زیادہ وقت صرف کرنے سے یہ اندیشہ ہو سکتا ہے اس لیے جب تک ذہن قبول کرے اُسی وقت تک پڑھنا چاہیے۔ خود کو تھکا نہیں لینا چاہیے۔ اس کا ہمیشہ خیال رکھنا۔

منٹو کی موت پر کرشن چندر نے اپنے ذاتی تاثرات ایک مختصر سے مضمون کی شکل میں قلمبند کیے ہیں "بھرا دل اور خالی بوتل" کے عنوان سے۔ یہ مضمون "آئینہ" دہلی میں شائع ہوا ہے۔ معلوم نہیں تمہاری نظر سے گذرا یا نہیں۔ مجھے بہت پسند آیا۔ اگر تمہیں وہاں نہ مل سکا ہو تو میں اُس کی CUTTING تمہیں بھیج دوں گا۔ "شاعر" کے ایڈیٹر اعجاز صدیقی منٹو نمبر نکالنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ مجھ سے بھی کچھ نہ کچھ لکھنے کی فرمائش کر گئے ہیں۔ کوشش کروں گا کہ کوئی مختصر سا تنقیدی مضمون لکھ ڈالوں، کسی خاص پہلو کو لیکر۔

تم نے اپنے اس خط میں جو واقعہ دُہرایا ہے اور میری ایک پرانی نظم کے ایک دو بند لکھ ڈالے ہیں، اُس پر مجھے ریاض مرحوم کا شعر یاد آگیا۔

کبھی کچھ رات گئے، یا کبھی کچھ رات رہے

ہم نے ان پردہ نشینوں کو نکلتے دیکھا

ریاضؔ کی شاعری میں اس قسم کی شوخ نگاری کی بہت مثالیں ملیں گی۔ ریاضؔ ہی کا ایک دلچسپ شعر صفیہ ہمیشہ میرے لیے پڑھا کرتی تھی۔

چھیڑ کیسی، بات کہتے روٹھ جاتے ہیں ریاضؔ

اک حسیں ہر وقت ہو ان کے منانے کے لیے

بہرکیف ایک حسین تو منانے کے لیے اب بھی موجود ہے نا، یہ اور بات ہے کہ ابھی روٹھنے کی جھوٹ موٹ بھی نوبت نہیں آئی، لیکن کب تک!

ہاں دو تین دن ہوتے تمہیں ایک گروپ بھیجا تھا، تاباںؔ، مندر اور اپنا۔ پہنچا ہوگا۔

"جاوداں" کے آج پچاس صفحے کتابت ہو کر آگئے ہیں۔ کل دو سو صفحے کی کتاب ہوگی۔ گویا چوتھائی کتاب لکھی جا چکی۔ مارچ تک ضرور شائع ہو جائے گی۔

اور خدیجہ میں تم سے ایک بات کہوں۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میں اپنی کوئی کتاب تمہارے نام معنون کرسکوں۔ یہ بات شبلیؔ نے بھی اپنی عطیہ کو ایک خط میں لکھی تھی لیکن پھر وہ کوئی کتاب نہ جانے کیوں اُس کے نام منسوب نہ کرسکے۔ میں اس آرزو کو لیکر مرنا نہیں چاہتا۔ کیا اتنی چھوٹی سی آرزو بھی پوری نہ ہو سکے گی۔ ضرور ہوگی، میں جب تک اپنی یہ آرزو پوری نہ کرلوں مرنے سے انکار کرتا ہوں۔

اب اور کیا لکھوں تمہیں میری دوست —— ہاں دیکھو تم نے پھر اس خط میں دوستی کا رشتہ مجھ سے توڑ لیا ہے اور مجھے دیوتا بنا ڈالا ہے۔ آخر یہ دورے تم پر کیوں پڑتے ہیں۔ اب سچ مچ تم سے کسی دن لڑنا ہی پڑے گا۔

بی آپا کو میرا مودبانہ آداب پہنچاؤ اور سب بھائی بہنوں کو دُعا، شاہد اور عذرا کو پیار۔ اور خود کو میری تمام محبت۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۳ جنوری ۱۹۵۵ء

●

میری اچھی دوست

تمہارے دونوں خط پہنچ گئے۔ میرا خط بھی تمہیں مل گیا ہوگا تمہارے خط پاکر جیسے مجھے میری

کھوئی ہوئی خوشیاں واپس مل جاتی ہیں۔ میں تمہارے خلوص پر دل ہی دل میں کتنا ناز کرنے لگا ہوں، یہ تمہیں بتانے کی بات نہیں ہے۔

آج کل "جاوداں" کی کتابت و طباعت کے چکر میں اُلجھا ہوا ہوں۔ کل پریس سے معاملہ طے کر لیا ہے۔ اب اس وقت کاغذ خریدنے جانا ہے۔ پرسوں سے کتاب چھپنا شروع ہو جائے گی لیکن تمہارے ہاتھوں میں پہنچنے تک تو ابھی مہینہ سوا مہینہ لگے گا۔ تم نے مشورہ دیا ہے کہ "خیر مقدم" کو اسی مجموعہ میں شامل کروں میں خود بھی یہی چاہتا ہوں لیکن نظم تکمیل کو تو پہنچے!

آج تمہارے لیے دو کتابیں خریدی ہیں۔ یہ دونوں فرانسیسی ادب کے مشہور شاہکار ہیں۔ "مادام بوواری" اور "ایک دل"۔ ان کتابوں کے بارے میں تمہیں تفصیل سے کبھی لکھوں گا، اس وقت تو جلدی میں ہوں۔ ایک صاحب سے کاغذ ہی کے سلسلے میں APPOINTMENT ہے۔ وہ بیچارے انتظار کر رہے ہوں گے۔

اور کیا لکھوں میری دوست! معلوم نہیں آج کل تم دوستی کے موڈ میں ہو یا پرستش کا عالم طاری ہے۔ بہرکیف میں تو دوستی ہی کے رشتے کو ترجیح دوں گا۔ مجھے انگریزی کے مشہور ادیب و شاعر آسکر وائلڈ کے ایک خط کا، جو اس نے اپنی محبوبہ "سارہ برنہارٹ" کو لکھا تھا، ایک ٹکڑا یاد آگیا۔

"میں نہیں چاہتا کہ تم اُس رشتے کو بھول جاؤ جو ہم دونوں کو منسلک کیے ہوتے ہے یا یہ کہ اس کے معنی اور اُس کی قیمت کا احساس نہ رکھو۔ صرف تمہاری ہی وہ ہستی ہے جس کے ساتھ دوستی قائم رکھنے کے لیے میں ہمیشہ کوشش کروں گا۔"

اچھا، اپنی دل کی گہرائیوں کے ساتھ

تمہارا

جاں نثار اختر

۵ فروری ۱۹۵۵ء

●

آرکیڈیا بلڈنگ

بمبئی۔ ۸

اچھی اور پیاری خدیجہ

آج صبح بستر سے اُٹھا بھی نہ تھا کہ تمہارا ایکسپرس خط ملا، اور مجھے وہ صبحیں یاد آگئیں جب تم صبح

ہوتے ہی مجھے جگانے کے لیے آجایا کرتی تھیں۔ ایسی ہی متبسم صبح تھی آج کی۔ اور پھر دن بھر بڑی اُمنگ اور حوصلے سے کتنے ہی کام کر ڈالے۔ اب شام کو تمہیں خط لکھنے بیٹھا ہوں۔ تمہارا تین تاریخ کا خط بھی مجھے مل گیا تھا۔ بھوپال آنے کے بارے میں تمہیں میں نے کوئی قطعی بات اس لیے نہیں لکھی تھی کہ مجھے یقین تھا کہ یہ مشاعرہ بھی ہوگا نہیں۔ محض اسکیم بن کر رہ جائے گی۔ چنانچہ دیکھ لو وہی ہوا۔ آج زہرہ جمال کا خط بھی آیا ہے، اب تو وہ حلقۂ ارباب ادب کی سکریٹری بھی منتخب ہو گئی ہیں۔ اس بات کی مجھے تو خوشی ہے، سُنا ہے اختر سعید ان نئے انتخابات سے زیادہ خوش نہیں ہیں۔ بہر حال اب LONG VACATION میں مشاعرہ کی تجویز کی گئی ہے تم اُن تجویزوں پر نہ جاؤ۔ پھر یوں بھی میرے تم تک پہنچنے کی شرط مشاعرے تو نہیں ہیں، میں ویسے بھی تمہیں دیکھنے آسکتا ہوں۔ مشاعرہ تو صرف ایک بہانا ہو سکتا ہے لیکن کوئی کام بہانوں سے کب تک چلے گا اور چل سکتا ہے میری دوست۔

اور ہاں، تمہاری طبیعت اب کیسی ہے؟ کہیں یہ دردِ سر مفت میں تو مول نہیں لے لیا ہے۔ اچھا جلدی سے اچھی ہو جاؤ۔ تمہاری بیماری سے دل پریشان ہونے لگتا ہے۔ اس پریشانی سے مجھے بچا لو تو اچھا ہے۔

اور دیکھو تم نے جو لکھا ہے کہ پوجا کا ایک روپ اور بھی تو ہے، آپ کو کیا معلوم" تو یہ بات نہیں کہ مجھے نہیں معلوم۔ اس پوجا کے لیے تو عورت اپنی آرتی اپنے نین کنول اور اپنی مسکانوں کے دیپ سے سجاتی ہے۔ اُس کا ہر انداز اور ہر ادا اُس کی پوجا کا مستند عمل ہی ہوتا ہے۔ اُس کی پوجا کا راز اُن چھوٹے چھوٹے کاموں میں چھپا ہوتا ہے جنہیں اپنے دیوتا کے لیے وہ اپنے ہاتھوں سے انجام دیتی ہے اور پھر جیسے محسوس کرتی ہے کہ اُس کی چمکیلی چوڑیوں کا سنہرا پن آج کچھ اور بڑھ گیا ہے۔ لیکن پوجا تو بہت قریب کی پوجا ہے جو دُور والی پوجا سے بہت مختلف ہے۔ تم دور والی پوجا کو اس سے ملاؤ تو تمہاری ہٹ دھرمی ہے۔ لیکن نہیں، تم تو خود اس کا علیحدہ روپ تسلیم کرتی ہو۔ اچھا تو پھر کیا ——

جاوداں کے سو صفحے کتابت ہو چکے ہیں۔ کاغذ ابھی تک نہیں خرید سکا کل ضرور یہ کام کر ڈالوں گا۔ مارچ میں یقیناً چھپ کر آجائے گی۔ اسی کے بعد "حرف آشنا" کی کتابت شروع کرا دوں گا۔

اچھا اب اجازت دو۔ بی آپا کو آداب۔ سب بھائی بہنوں کو دُعا۔ شاہد کو پیار۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۸، فروری ۱۹۵۵ء

عزیز خدیجہ!

تمہاری خیریت معلوم ہو کر اطمینان ہوا۔ تم کتابیں پا کے اتنی بھی خوش ہو سکتی ہو کہ پورا خط اُسی کی نذر ہو جائے اور کوئی دوسری کام کی بات نہ لکھی جائے، یہ میں نے نہیں سوچا تھا۔ ایک کتاب تو غالباً تم نے ختم کر ہی ڈالی ہوگی۔ اور ایک دو دن میں دوسری کتاب بھی پڑھ لوگی۔ پھر —— !

ہاں میں نے ان ناولوں کے بارے میں لکھنے کے لیے کہا تھا۔ یہ دونوں ناول فرانسیسی ادب میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں فلابیئر FLAUBERT انیسویں صدی کے فرانس کا بڑا زبردست نباض تھا اُس کا زمانہ ۱۸۲۱ء سے ۱۸۹۰ء ہے۔ مادام بوداری MADAME BOVARY اگرچہ ایک آوارہ عورت EMMA کی داستان حیات ہے لیکن فلابیئر اُس کی آوارگی سے حظ نہیں اٹھاتا بلکہ اُس کی نظر اُن نفسیاتی اسباب پر جمی رہتی ہے جو ایما کی تباہی اور آخرکار اُس کی خودکشی کا باعث بنے۔ اس ناول کو بعض لوگ فحش سمجھتے ہیں لیکن کسی نقاد کی یہ رائے بہت درست ہے کہ مادام بوداری پڑھنے والوں کے ذوق کی کسوٹی ہے۔

دوسری کتاب فرانس کے مشہور افسانہ نگار موپساں MAUPASSAN کے طویل افسانے UNEVIE کا ترجمہ ہے۔ اُس کے ادبی ذوق کی تربیت فلابیئر ہی کے زیر اثر ہوئی ہے۔ موپساں کی ماں سے فلابیئر کے بڑے گہرے مخلصانہ اور دوستانہ تعلقات تھے، چنانچہ اپنی ابتدائی عمر ہی سے موپساں نے فلابیئر کے ادبی کارناموں کو اپنے لیے MODEL بنا رکھا تھا۔ موپساں پر بھی ایک عرصہ تک ادب میں بداخلاقی پھیلانے کا الزام لگایا جاتا رہا، لیکن آخرکار اُس کے قلم کی اہمیت کو تسلیم کیا جانے لگا۔ اُس کے بیسیوں افسانے اُردو میں ترجمہ ہو چکے ہیں۔ NECKLACE کا ترجمہ تو غالباً تم نے ضرور پڑھا ہوگا۔ یہ طویل افسانہ UNEVIE بھی اُس کے شاہکاروں میں شمار کیا جاتا ہے فرانس کا یہ مشہور افسانہ نگار آخر میں پاگل ہو کر ۱۸۹۳ء میں جب اس کی عمر صرف تینتالیس سال تھی فرانسیسی ادب میں اپنی جگہ ہمیشہ کے لیے خالی کر گیا۔

میں نے ان دونوں کتابوں کے بارے میں کوئی تفصیلی رائے تمہیں نہیں لکھی ہے۔ اسی لیے کہ تم انہیں پڑھ کر خود رائے قائم کرو۔

آج تمہارے لیے شولوخوف (روس کا موجودہ مشہور ناول نگار۔) کے ناول And quite flows the Daon کا اُردو ترجمہ "بہتا دریا" ریزرو کر دیا ہے۔ جیب میں پیسے موجود نہ تھے کہ خرید لاتا، اب غالباً پرسوں تنخواہ ملے گی، تب لاؤں گا اور تمہیں بھیجوں گا۔ ناول بہت طویل ہے اور دو جلدوں میں ہے، کہیں پڑھتے پڑھتے گھبرا نہ جانا۔ یہ ترجمہ جو میں تمہیں بھیجوں گا مطلبی فریدآبادی کا کیا ہوا ہے اور بہت رواں اور شستہ ہے۔

ایک ترجمہ "اولڈ ڈان بہتا رہا" کے نام سے بھی ہوا ہے جو مخمور جالندھری کا کیا ہوا ہے، وہ بہت ناقص ہے اور شاید اسی لیے سستا بھی!۔

آج کل "جاوداں" کی مصروفیت چل رہی ہے۔ اب کل سے کاردار پروڈکشن کی تصویر کے گانے بھی شروع ہو جائیں گے۔ تھوڑی بہت رہی سہی فرصت بھی ختم۔

اور کیا لکھوں دوست! زندگی گذر رہی ہے، نہ بہت بُری نہ بہت بھلی۔ یوں کبھی کبھی شدید وحشت طاری ہو جاتی ہے اور ہر چیز بُری نظر آنے لگتی ہے، اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ تصور میں "خیال کی جنتیں" بس جاتی ہیں۔ لیکن موپساں کے اسی افسانے UNEVIET کا جسے تم آج کل پڑھ رہی ہوگی آخری جملہ ذہن میں اکثر اُبھر آتا ہے۔

You see, life is never quite so bad or so pleasant as one imagines it is

ہاں ایک کام کی بات یاد آئی: "جاوداں" کا انتساب یہ تو طے ہے کہ صفیہ کے نام کرنا ہے۔ میں سوچتا ہوں کہ اُس کا اسکیچ کتاب میں شامل کر دو اور اُسی اسکیچ کے نیچے انتساب کے الفاظ لکھ کر اپنے دستخط کر دوں۔ یہ صورت بہت ہی اچھی رہے گی۔ تمہارا کیا خیال ہے؟۔ تو کہنا یہ تھا کہ الیاس میاں نے اگر اسکیچ بنا ڈالا ہو تو اُن سے کہو کہ باقاعدہ P.A.X کر کے جلد سے جلد بھجوا دیں۔ میں شکر گزار ہوں گا۔ اور وہاں D.A.G آفس کی کیا اطلاعات ہیں یہ بھی پوچھ کر لکھنا۔ بھوپال آنے کی تقریب تو یہ بھی ہے نا؟ مشاعروں کا کیا ٹھیک۔ اور میں تو زہرہ جمال کو خود یہ لکھ دیا ہے کہ اپریل میں وہ جو مشاعرہ کرنا چاہتی ہیں اُس میں مجھے بلانے کی ضرورت قطعی نہیں۔ صرف کیفی، ساحر اور مجاز کو بلائیں۔ اس خیال سے کہ یہ لوگ بھوپال نہیں آئے ہیں۔ دوسرے ظاہر ہے کہ پیسے کا سوال بھی ہوتا ہے۔ بھوپال میں اتنا COLLECTION کرنا بہت مشکل ہے کہ چار پانچ شاعروں کو اکٹھا کیا جا سکے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اسکیم بنتی ہے اور دم توڑ دیتی ہے۔ میں نہ بھوپال والوں کے لیے نیا ہوں اور نہ صرف مشاعرہ میرے بھوپال آنے کا سبب رہ گیا ہے۔ تمہارا خلوص اور تمہاری محبت کی کشش ہی کیا ہے!

اچھا اب آخری بات یہ ہے کہ ان دنوں اپنی مصروفیت کی بنا پر تمہارے خطوں کے جواب میں دیر ہو جائے، اتفاق ہے، تو تم بالکل بھی پریشان نہ ہونا۔ میں اپنی پہلی فرصت میں تمہیں خط لکھنے کی ہمیشہ کوشش کرتا ہوں اور کرتا رہوں گا۔ ہاں مگر تمہارے خطوں میں کمی نہ ہونی چاہیے ورنہ کام کرنے کی اُمنگ کیسے پیدا ہوگی۔

بی آپا کو میرا آداب کہو، اُن کی دُعائیں میرے لیے بہت قیمتی ہیں۔ اپنے بہن بھائیوں کو میرا اسلام پہنچاؤ۔

عذرا کو پیار۔ اُس کے لیے ایک پہیلی لکھ رہا ہوں اُس کی بوجھن اُسی سے پوچھنا۔ ویسے تو "بھوئی" ہے لیکن وہ اگر پوچھے گی تو میرا جواب تو "عذرا" ہی ہوگا۔

"اتنی سی فتنی ___ کام کرے کتنی"

اچھا، شب بخیر

تمہارا ہمیشہ
جاں نثار اختر

۱۲ فروری ۱۹۵۵ء

●

میری خوبصورت خدیجہ

تمہاری دونوں پیاری تحریریں ملیں۔ میں اپنی مصروفیت کی وجہ سے تمہیں خط نہ لکھ سکا اور اُس کے لیے میں نے پیشگی تم سے معذرت بھی کر لی تھی۔ بہر کیف مشغولیت تو چلتی رہے گی، تم سے باتیں کیے بنا بھی تو چارہ نہیں۔

تم نے ایک معنوں میں اس کی شکایت لکھی ہے کہ میں نے بہتے دریا کی پہلی جلد پر تو اپنا اٹوگراف لکھا لیکن دوسری جلد پر کچھ نہیں لکھا۔ تو میری دوست! تم نے یہ نہیں سوچا کہ ایک کتاب پر ایک ہی اٹوگراف مناسب ہوتا ہے، اس سے کیا کہ وہ کتاب اتفاق سے دو جلدوں میں شائع ہوتی ہے۔ میں تو اُس سوچ میں پڑ گیا کہ آگے چل کر تمہیں میری دی ہوئی کتابوں کے ہر ہر صفحہ پر میرے اٹوگراف کی ضرورت نہ محسوس ہونے لگے۔ بہر کیف "محبت کی معصوم نادانیاں ہیں" کے ذیل میں تو بڑی سی بڑی حماقتیں آ جایا کرتی ہیں۔

اچھا، یہ سب باتیں تو بعد کی ہیں، تمہاری طبیعت کیسی ہے؟ یہ رہ رہ کے انجکشنوں کا سلسلہ کیوں شروع ہو جاتا ہے۔ آخر تم جم کر کچھ دنوں اپنا علاج کیوں نہیں کر ڈالتیں۔ تم کچھ دن کے لیے بمبئی آ کر یہاں کے معقول ڈاکٹروں کو دکھا دو۔ تم اپنا ارادہ لکھو تو میں اس سلسلے میں تمہارے لیے ہر سہولت مہیا کرنے کی کوشش کروں۔ تم الیاس یا عباس کسی کو بھی ساتھ لے کر ایک آدھ ہفتہ کے لیے تو آ ہی سکتی ہو۔ یہ روز روز کے انجکشنوں اور دواؤں سے تو چھٹکارا ملے۔ بولو؟ کیا سوچتی ہو؟

اپنے بارے میں تمہیں کیا لکھوں۔ آج کل جے۔ پی ایڈوانی کی نئی تصویر "باغی" اور کاردار پروڈکشن کی نئی فلم "پڑوسن" کے گانے لکھنے میں وقت گزرتا ہے۔ اپنے مجموعہ "جاوداں" کی طرف سے فی الحال

بے فکری نصیب ہوگئی ہے۔ ہمارے کاتب محتشم صاحب وطنِ مالوف تشریف لے گئے ہیں۔ چنانچہ دس بارہ مارچ تک واپسی ہوگی پھر کیا گاڑی آگے چلے گی۔

ہاں کل کی شام ذرا مختلف طریقے سے گذری۔ روسی ادیبوں اور فن کاروں کا ایک وفد بمبئی آیا ہے۔ کل شام احمد عباس کے مکان پر یہ مہمان کھانے پر مدعو تھے۔ وہاں خاصے وقت تک ان لوگوں سے بات چیت کا موقع ملا۔ مجھے سب سے زیادہ سرخوف SURKHOV کی شخصیت نے متاثر کیا۔ یہ روس کا بڑا مشہور شاعر ہے۔ مجھے تو اس میں بڑی دلکشی نظر آئی، بالکل شاعر، جیسے ہمیں میں سے وہ بھی ایک ہے۔ میری نظر سے اس کی نظموں کا کوئی انگریزی ترجمہ ابھی تک نہیں گذرا اس لیے میں براہ راست اس کی شاعری سے واقف نہیں۔ لیکن اس سے باتیں کرنے کے بعد یہ احساس مجھے ضرور ہوا کہ اس کی شاعری میں بھی وہی خلوص اور وہی محبت کا عنصر ہونا لازمی ہے جس کی تابناکی جھلک اس کی سادہ اور معمولی گفتگو میں میں نے پائی ہے۔ جانے کیوں اس وقت مجھے رسکن RUSKIN کی کہی ہوئی یہ بات یاد آگئی:۔

No Noble or right — art was yet founded but out of a sincere heart

"سوائے ایک پُرخلوص دل کے اعلا اور سچے فن کی کوئی اور دوسری بنیاد نہیں ہے نہ ہوسکتی ہے" میں اس کا شدید طور پر قائل ہوں۔ بُرا انسان میری مراد ہے وہ انسان جس کا دل بُرا ہو، اچھا اور قیمتی ادب پیدا نہیں کرسکتا۔ یہ بڑی پتے کی بات ہے۔ لیکن بُرے اور بھلے انسان کی پہچان بڑا نازک مسئلہ ہے۔ تم اگر بڑے ادیبوں اور فن کاروں کی سوانح عمریاں اٹھا کر پڑھو تو نہ جانے کتنی مثالیں تمہیں ایسی ملیں گی جن کا کردار تمہیں آلودہ نظر آئے گا، ایک نہیں کتنی برائیاں تمہیں اُن سے چمٹی ہوئی دکھائی دیں گی۔ لیکن وہ پھر بھی بڑے تھے اور انھوں نے دنیا کو بڑے ادبی اور فنی شہ پارے دیے ہیں۔ یہ کیسے؟۔ اس کے لیے تمہیں ان کی سطحی خامیوں اور کمزوریوں سے گذر کر اُن کی روح کے نہاں خانے تک پہنچنے کی ضرورت ہوگی جہاں محبت، روشنی اور انسانی ہمدردی کے سوا کسی دوسری شے کا وجود نہیں۔

اچھا، یہ میں تم سے کیا بکواس کرنے بیٹھ گیا۔

ہاں تم نے اپنے اس خط میں لکھا ہے کہ "میں آپ کی کیسی دوست ہوں کہ کوئی خدمت آپ کی نہیں کرسکتی" تو خدا، بچہ! تم ایسی باتیں سوچ کر اپنا۔ اور ایسی باتیں لکھ کر میرا دل نہ دکھایا کرو۔ تم نے مجھے بہت بڑا ذہنی سہارا دیا ہے، یہ میرے لیے بہت کچھ ہے۔ میں اس کے بدل میں اگر تمہارے لیے کچھ کرسکوں تو یہ تم پر کوئی احسان نہ ہوگا تمہارے احسان و کرم کا جواب ہوگا۔ آؤ ہم اپنی دوستی پر اعتماد پیدا کریں۔ اور

اسے "دو اور دو چار" کے اصول پر چل نکلنے سے بچالیں۔ پھر تم دیکھنا تم کتنی خوش رہ سکوگی اور کتنی نازاں۔ اور میں تو دیکھو اب بھی تم سے ناز کر ہی لیتا ہوں۔

آؤ، میری بہت سی دُعائیں لو۔ اپنے سب بھائی بہنوں کو میری محبت پہنچاؤ۔ اور ہاں تم نے یہ بھی تو پوچھا ہے "بتایئے تو کیا انجام ہوگا میرا" تو بھئی انجام تو میں بتانے کو تیار ہوں لیکن پہلے تمہیں تقدیر کو چھوڑ کر تدبیر کا قائل ہونا پڑے گا۔ یا پھر فلمی زبان میں سے "اپنے پر بھروسا ہے تو اک داؤں لگالے" والی بات ہے۔ پھر تو مجھ سے بھی پوچھنے کی ضرورت تمہیں نہ ہوگی۔ کیوں!

اچھا، اب اجازت دو۔ اپنی خیریت لکھو، اور اگر بی آپا وغیرہ اجازت دیں تو بمبئی اگر اپنے کو دکھا جاؤ۔ صرف مجھے نہیں، ڈاکٹروں کو بھی۔

عذرا، منی اور شاہد بیٹے کو پیار۔

تمہارا

جاں نثار اختؔر

۲۳ر فروری ۱۹۵۵ء

●

عزیزہ خدیجہ!

تمہارا خط ملا، تمہیں ہراساں ہونے کی ضرورت نہیں۔ کوئی کسی کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔ خود میں حوصلہ اور ہمت رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اپنے مفصل حالات سے مطلع کرو۔ اچھا ہے کوئی تصفیہ تو ہو۔ میری تمام دعائیں تمہاری بہبودی اور بہتری کے لیے ہیں۔

میرا پہلا خط تمہیں مل گیا ہوگا۔

بی آپا کی خدمت میں آداب کہو، اور سب بہن بھائیوں کو دعا۔

تمہارا

جاں نثار اختؔر

۲۵ر فروری ۱۹۵۵ء

"ہاں، کیا لطیف صاحب بھوپال نہیں آرہے۔؟ شاہد کو اگر دیکھنا چاہتے ہیں تو تم کسی کے ساتھ ضرور بھیج دو، یہ نہ ڈرو کہ وہ شاہد کو کراچی لے کر نہ چل دیں۔ ایسا وہ کبھی نہیں کرسکتے۔ تمہاری خیال داری کے لحاظ سے نہیں بلکہ اپنے کو اس ذمہ داری سے بھی بچانے کی غرض سے ——

●

عزیزہ خدیجہ

تمہارا خط ملا۔ تم پریشان نہ ہو۔

"ایسے قصّے ہزار ہوتے ہیں"

یہ بات قابلِ افسوس ضرور ہے کہ تمہاری ازدواجی زندگی خوش گوار ثابت نہ ہوئی۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ تم اپنی زندگی میں اسی طرح گھُن لگنے دو، اور میں تو سمجھتا ہوں کہ لطیف صاحب بھی زبردستی تمہیں اپنے سے وابستہ رکھ کے ذہنی سکون حاصل نہیں کر سکتے۔ ازدواجی تعلقات شیشے سے بھی زیادہ نازک ہوتے ہیں جو ایک خفیف سے خفیف بال بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ تم نے یہ نہیں لکھا کہ آخر لطیف صاحب چاہتے کیا ہیں؟ کیا وہ اپنے گزشتہ عمل پر متاسف ہیں اور آئندہ تمہاری کفالت اور تمہاری تمام تر ذمہ داریاں پوری کرنے کی ہامی بھرتے ہیں؟ کیا وہ اس کے لیے تیار ہیں کہ تم اُن کے ساتھ ہی پاکستان چلی چلو؟ تم اگر سمجھتی ہو کہ کوئی شریفانہ سمجھوتہ لطیف صاحب سے آج بھی ممکن ہے اور وہ سمجھوتہ قابلِ اعتماد بھی تمہاری نظر میں ہو، تو اس میں بھی کوئی ہرج نہیں۔ لیکن اگر تم محسوس کرتی ہو کہ تمہارے دل میں اُن کے لیے کوئی گنجائش باقی نہیں اور تم اُن پر کسی حال میں بھروسا نہیں کر سکتیں تو تمہیں اُن سے ملنے کی بھی ضرورت باقی نہیں کہ جاتی نہ کہ اُن کی میزبانی کی۔

مجھے اس پر تعجب ضرور ہے کہ اباجی اُن کا وہاں ٹھیرنا کیوں گوارا بناتے ہوتے ہیں۔ اس معاملے میں تمہارے گھر والوں کی مروتیں مجھے بے محل اور بے معنی نظر آتی ہیں۔ غالباً وہ لوگ غیر شعوری طور پر یہ سوچتے ہیں کہ شاید کسی لمحے اس طرح تم دونوں کے میل کی کوئی صورت نکل آئے ورنہ اس کے علاوہ تو کوئی تاویل نہیں کی جا سکتی۔

اباجی جو اقدام تمہارے سلسلے میں کرنا چاہتے تھے، وہ فی الوقت اُنھوں نے ملتوی کر دیا یہ تو بہت ٹھیک کیا لیکن اُن کا یہ قیام آئندہ اُس اقدام کے سلسلے میں بھی مضر ثابت ہو سکتا ہے یہ اباجی کیوں نہیں سوچتے۔ بہرکیف، خدیجہ! میں تو یہ جانتا ہوں کہ تم جس بات کو صحیح سمجھتی ہو، تمہیں ہر قیمت پر وہی کرنا چاہیے، اسی میں سچا سکون اور سچی مسرت ملتی ہے۔ اپنے کو ہر حال میں نڈر رکھو۔ خائف ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ تم خائف ہوگی تو دنیا تمہیں خائف کرنے کی اور کوشش کرے گی۔ تم نڈر رہوگی تو دنیا تم سے ڈرنے پر مجبور ہو جائے گی۔

امین کے بارے میں تم نے جو کچھ لکھا ہے وہ ٹھیک نہیں۔ کسی بھائی کا رویّہ اپنی بہن کی طرف دشمن کا نہیں ہو سکتا۔ وہ بھی تمہاری بھلائی اور بہبودی ضرور چاہتے ہوں گے، صرف اُن کے سوچنے کا طریقہ مختلف

ہوسکتا ہے۔ غالباً وہ پہلی ٹھوکر کھاکر سنبھل جانے کے قائل نہیں۔ مجھے "اربعین جامی" کی ایک حدیث یاد آئی کہ "مومن ایک سوراخ سے دو مرتبہ نہیں ڈسا جا سکتا" کم سے کم اسے تو مان ہی لینا چاہیے انھیں۔ بہر کیف، عملی زندگی کی سوجھ بوجھ بغیر تجربات تو پیدا نہیں ہوتی، اس لیے اُن سے کوئی شکایت نہ رکھو۔

میری طرف سے اپنے سب بھائی بہنوں کو دُعا کہو۔ اباجی اور بی آپا کی خدمت میں میرا آداب پہنچانا۔

اپنے حالات سے ضرور اطلاع دیتی رہو۔ تم سے اپنے تعلقِ خاطر کی بنا پر فکر مند رہوں گا۔ خدا کرے میرا یہ خط تمہیں پُر حوصلہ اور باعزم پائے۔

دُعاوں کے ساتھ

تمہارا

۵ مارچ ۱۹۵۵ء جاں نثار اختر

اچھی خدیجہ

آج تمہارے دونوں خط ملے۔ اس طرف تمہارے خط میں دیر ہوتی ہے تو تمہاری پریشانی کے خیال سے دل کڑھنے لگتا ہے۔ بہر کیف خدیجہ تم اپنا دل چھوٹا نہ کرنا اور کسی حال میں حوصلہ نہ کھونا۔ یہ سب وقتی ہنگامے ہیں، تمہیں ضرور پُر سکون زندگی مل کر رہے گی۔ آخر میری پیشین گوئی اتنی مہمل تو نہیں ہو سکتی۔ دیکھو مجھے ہری بھرتری کا ایک دوہا یاد آنے لگا۔

"بلند حوصلہ آدمی کی ہمت زمانے کی گلفتوں سے پست نہیں ہوتی۔ آگ کا شعلہ جھکانے سے زمین کی طرف نہیں جھکتا، اوپر ہی لپکتا ہے۔"

ہاں تم نے یہ نہ لکھا کہ تم سے اُن کی براہِ راست کیا گفت و شنید ہوئی؟ اور ان سب حالات کے پیشِ نظر بی آپا اور اباجی کا آخر کیا آخری ردِّ عمل ہے؟ بہر حال خدیجہ! تم زیادہ فکر مندی سے اپنے کو نہ تھکاؤ۔ ذہن کو بوجھل کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ تم تو اپنی پڑھائی میں لگی رہو۔ کل جب تم اپنے پیروں پر کھڑی ہو جاؤ گی تو اپنے میں آج سے ہزار گنا زیادہ قوت محسوس کرو گی۔ یہ سب کچھ تو "بر سرِ اولادِ آدم ہر چہ آید بگزرد" والی بات ہے۔

آؤ میں تم سے دوسری باتیں کروں!

تم نے میری مصروفیتوں کے بارے میں پوچھا ہے، تو وہی فلمی چکر، کل تو اتوار ہے، پرسوں سے پھر ہوتی صبح اور آدھر ہم کان پر رکھ کر قلم رکھ کر نکلنے والا قصہ ہوگا۔ ہاں یاسمین ۱۱ تاریخ کو دہلی اور کلکتہ میں ریلیز ہوگئی غالباً اس ماہ کے آخر تک تمہارے بھوپال میں بھی لگ جائے۔ اس تصویر کو دیکھتے ہوئے تمہیں میری یاد تو ضرور آئے گی نا؟ کیوں؟

تم نے لکھا ہے کہ حمیدیہ کالج میگزین کا صفیہ نمبر شائع ہوا ہے، تو یہ لوگ بھی عجیب ہیں۔ مجھے لکھا ہوتا تو میں اچھا خاصا مواد اُن کے لیے فراہم کر دیتا۔ کم سے کم صفیہ کا ایک آدھ غیر مطبوعہ مضمون ہی بھیج دیتا۔ خیر، تم آفاق سے کہو کہ وہ اس کی ایک کاپی مجھے بھی بھجوادیں، میں شکر گزار ہوں گا۔

"آج کل" دہلی میں عنقریب ایک مضمون صفیہ کے بارے میں باقر مہندی کا شائع ہونے والا ہے۔ اُس کے لیے میں نے صفیہ کی تصویر بھی بھیج دی ہے، وہ تو تمہاری نظر سے گذرے گا ہی۔ الیاس کے بنائے ہوئے اسکیچ کا انتظار ہے، غالباً پیر کے روز آجائیں۔ "جاوداں" کے کاتب صاحب ابھی تک لکھنؤ سے واپس ہی تشریف نہیں لائے۔ اس لیے کتاب جہاں کی تہاں رُکی ہوئی ہے۔ البتہ اس عرصے میں DUST COVER تیار ہوگیا ہے۔ اب تو اپریل ہی تک چھپ کر مکمل ہو سکے گی۔

اور یہ کہ میں نے ایک خط عباس کے لفافہ میں بھی تمہیں رکھ کر بھیجا تھا، وہ انھوں نے تمہیں پہنچا دیا ہوگا۔ تمہارا ہولی کے دن کا لکھا ہوا خط پڑھ کر تو مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے سچ مچ ہی میرے گرد رنگوں کی پھوار پڑنے لگی ہو۔ اچھا اب اجازت دو۔

ابا جی اور بی آپا کو میرا مودبانہ آداب کہو۔ اور شاہد کو دعا اور عذرا کو بہت سے پیار۔

جہاں قدر چغتائی کے کیا رنگ ڈھنگ ہے۔ تم انگریزی کس سے پڑھ رہی ہو آج کل؟

اچھا شب بخیر

دعاؤں کے ساتھ

تمہارا اختر

۱۱، مارچ ۱۹۵۵ء

اچھی خدیجہ

تمہارا پندرہ کا خط مجھے مل گیا۔ میں نے ایک خط اس عرصے میں تمہیں براہ راست تمہارے نام لکھا تھا، خدا کرے تمہیں مل گیا ہو۔ بہر کیف اب الیاس کے پتہ پر ہی تمہیں خط لکھوں گا جب تک تم اپنے نام خط لکھنے کی اجازت نہ دو گی۔

آج کل دن بھر گھر سے غائب رہتا ہوں، شام کو واپس ہوتا ہوں اس اُمید میں کہ تمہاری کوئی خوبصورت تحریر مجھے مل جائے گی، تین چار دن کی مایوسی کے بعد آخر تمہارا خط مجھے مل ہی جاتا ہے اور پھر دوسرے دن سے تمہارے خط کا انتظار کرنے لگتا ہوں، یہ جانتے ہوئے کہ اب تو کتنی دن کے بعد تم سے تحریری ملاقات ہو سکے گی۔

تم نے جو واقعات لکھے ہیں، اور جو اقدام حسین چچا کی معرفت کیا گیا ہے اُس ضمن میں اگر کسی موقع پر مزید قانونی مشورہ کی ضرورت محسوس ہو تو تم حسین چچا کو پنجوانی کا نام SUGGEST کر دینا، وہ اس وقت تمہارے بھوپال کے بڑے کامیاب وکلا میں سے ہیں۔ اور پھر آخر اُن سے ترقی پسندی کا تھوڑا بہت ناتا بھی تو ہے۔ یا تم پسند کرو گی تو میں براہ راست انھیں لکھ دوں گا۔

تم نے اپنے اس خط میں چند فضول باتیں بھی لکھ ڈالی ہیں، تم ہر ایک کی بات کا اثر قبول نہ کیا کرو۔ چھوٹی چھوٹی باتوں سے ذہن کو اُلجھانا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ لوگ تو ہمیشہ کچھ نہ کچھ کہا ہی کرتے ہیں، تمہیں اگر مجھ سے خلوص ہے یا مجھے تمہاری قدر اور محبت ہے تو یہ کوئی گناہ تو نہیں۔ ہاں اگر ہم اس خلوص و محبت کا غلط استعمال کریں تو وہ بے شک گناہ ہوگا۔ لیکن جب خلوص و محبت صحیح معنوں میں خلوص و محبت ہو تو پھر اگر ایک بہکنا بھی چاہے تو دوسرا اُسے بہکنے کہاں دیتا ہے۔ محبت کی نظر حال سے زیادہ مستقبل پر ہوتی ہے ایک بڑی اور بامقصد زندگی کی طرف۔ لمحاتی نشاط کی طرف نہیں۔ میں نے کسی افسانے میں یہ جملہ پڑھا تھا، یاد نہیں آرہا کہاں پڑھا تھا لیکن بات بہت بڑی ہے اگر سمجھ سکو۔ لکھا تھا "محبت ایک دوسرے کی طرف دیکھنے کا نام نہیں ہے بلکہ ایک ہی سمت دیکھنے کا نام ہے" کتنا بلند شعور ہے محبت کا ان چند سادہ لفظوں میں ——

خیر، یہ میں تم سے کہاں کا فلسفہ بگھارنے بیٹھ گیا۔ لعنت بھیجو اس محبت کے لفظ ہی پر۔ SHALLAY نے آج سے کتنے قبل اس لفظ کو TOO PROFANE لکھا ہے وہ لفظ جو بہت گندہ اور غلیظ ہو چکا ہے اب اس مطلب کے لیے کوئی اور لفظ گھڑنا ہی پڑے گا۔ اور اس کے لیے کچھ تو فرصت کے رات دن "چاہئیں نا۔

اور کیا لکھوں تمہیں۔ یاسمین تو سُنا ہے تمہارے بھوپال میں خاصی چل رہی ہے۔ غالباً تم نے دیکھ ہی لی ہوگی۔ کیا رائے ہے اس فلم کے بارے میں۔ مروت کی کوئی ضرورت نہیں۔ صاف صاف رائے!

میری جانب سے ابا جی اور بی آپا کو آداب پہنچاؤ، اور اپنے سب بھائی بہنوں کو دعا و سلام

(امین بھی اس میں شامل ہیں)۔ اور عذرا اور شاہد کو پیار۔

اور یہ کہ تم میرے خط کا انتظار نہ کیا کرو، اپنے حالات سے کم سے کم اس طرف برابر مطلع کرتی رہو۔

اچھا شب بخیر

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۷ مارچ ۱۹۵۵ء

اچھی خدیجہ

تمہارا خط شدید انتظار کے بعد ملا، اتنے دن چپ نہ رہا کرو، مجھے تمہارے حالات جاننے کی بے چینی رہتی ہے۔ تمہارے خط میں دیر ہوتی ہے تو نہ جانے ذہن کیا کیا سوچنے لگتا ہے، کبھی تمہاری پریشانیوں کا خیال آتا ہے، کبھی تمہاری طبیعت کی ناسازی کا۔

میرا خط تمہیں ۲۰ تک تو مل جانا چاہیے تھا، ۱۸ کو میں نے الیاس میاں کو خط لکھا تھا، اُن کے آفس کے پتہ پر، اُسی میں تمہارے نام کا خط بھی تھا۔

تم نے دیوان گنج میں اپنے تقرر کے بارے میں جو لکھا ہے، اُس سے کم سے کم مجھے اتفاق نہیں ہے، اُنھیں دونوں وجوہ کی بنا پر جو تم نے خود بھی لکھے ہیں۔ اوّل تو وہاں تنہا کیوں کر رہو گی، بالفرض کوئی ڈھنگ کا مکان بھی مل جائے اور کوئی ڈھنگ کا ملازم یا ملازمہ بھی نصیب ہو جائے، تو ایسی کون سی بڑی تنخواہ وہ دے دیں گے کہ اس خرچ کو دیکھتے ہوئے اُس کی لالچ کی جا سکے۔ دوسرے اس سے اہم بات، تمہاری پڑھائی کی ہے، جو دیوان گنج میں کسی طرح نہ ہو سکے گی۔ ہاں اگر بھوپال کے کسی اسکول میں تمہیں کوئی جگہ مل جائے تو ضرور قبول کر لو، ورنہ اسے جانے ہی دو، تم اس معاملے میں قطعاً عجلت پسندی سے کام نہ لو۔ اپنی پڑھائی کو اپنا اوّلین مقصد رکھو، اُس کے لیے اگر کچھ دو نوائے تمہیں اور تکلیفیں اُٹھانی پڑیں تو غم نہ کرو۔ "سب کچھ میں نے ہنس کے سہا ہے" والی اسپرٹ کو ہاتھ سے نہ دو، یہی چیز تو مستقبل کی خوشیوں اور راحتوں کی ضامن ہے۔

تمہارا ہندی کا امتحان کب سے ہے۔ ہندی تو میں بھی پڑھنا چاہتا ہوں، کبھی پڑھی بھی تھی، لیکن اب تو بہت سے حرف بھی نہیں پہچانتا۔ خیر، اب تم بھی مجھے پڑھا دینا۔

سچ مچ خدیجہ، اب کی میں بھوپال آؤں گا تو تمہاری پڑھائی کوئی نہ کوئی بہت معقول صورت پیدا کر دوں گا، نہ جانے اس مرتبہ میرے ذہن میں یہ بات کیوں نہ آئی ورنہ میں زہرہ کو راضی کر دیتا کہ وہ تمہیں

انگریزی پڑھا دیا کرے۔

اپنے بارے میں تمہیں کیا لکھوں۔ اِدھر تین دن سے پڑھتے رہنے کا موڈ سوار ہے، چنانچہ ہندوستانی تمدن پر ایک کتاب اور چھ سات افسانے پڑھ ڈالے ہیں۔ ایک دو افسانے مجھے پسند بھی آئے اور جی چاہا کہ تم بھی انھیں پڑھو، لیکن تم تو بہت دور ہو۔ ہاں حمید یہ کالج میگزین مجھے پہنچ گیا۔ آفاق سے کہہ دینا، میں انھیں خود خط لکھتا لیکن اُن کا پتہ میرے پاس نہیں ہے۔

عذرا کو پیار کہنا اور کہنا کہ تمہارے فرسٹ ڈویژن پاس ہونے کا زوردار انتظار ہے۔ لطیف صاحب کا قیام کب تک ہے؟ تمہارے معاملات کس اسٹیج پر ہیں۔ سب کچھ تفصیل سے لکھو۔

چاند اور سعیدہ کو دُعا اور شاہد کو پیار۔ اور ہاں اب تمہارا خط کب آئے گا؟؟

اچھا، سدا خوش رہو اور باحوصلہ۔

تمہارا

۲۳ مارچ ۱۹۵۵ء
جاں نثار اختر

عزیزہ خدیجہ

تمہارے دونوں خط ملے۔ لیکن اکثر تم ادھوری باتیں لکھ کر رہ جاتی ہو، اس کی شکایت کرنے کو جی چاہتا ہے لیکن پھر سوچتا ہوں تم جس بارے میں جتنا مناسب سمجھوگی اُتنا ہی تو لکھوگی۔ بہرکیف یہ کیا کم ہے کہ تم کسی حد تک تو مجھے اپنے سے قریب سمجھتی ہو۔ مجھے افسوس ہے اس کا کہ میں تمہاری پریشانیوں میں کچھ بھی کام نہیں آسکا ہوں، سوائے اس کے کہ میرے خط تھوڑی بہت ڈھارس تمہیں دیتے رہے ہوں۔ یہ تو کوئی دوستی نہ ہوئی، کچھ تو لکھو میں تمہارے لیے کیا کروں؟

آج کل نہ جانے کیوں کچھ دن سے اپنے کو ذہنی طور پر UP SET محسوس کر رہا ہوں۔ اس لیے میں نے تمہیں اس طرف خط بھی نہ لکھا۔ نہ جانے کیوں — تو میں یوں ہی لکھ دیا ہے ورنہ مجھے اپنے ذہنی انتشار کے وجوہ معلوم تو ہیں۔ تمہیں لکھ کر کیا کروں۔ تم خود ہی آج کل حد درجہ پریشان ہو۔ مجھے غالب کا وہ شعر یاد آتا ہے۔

توقع جن سے تھی کچھ خستگی کی داد پانے کی
وہ ہم سے بھی زیادہ کشتۂ تیغ الم نکلا

ہاں — وہ جملہ مجھے یاد آیا، شفیق الرحمٰن کے افسانے "جینی" کا ہے۔ یہ افسانہ کردار نگاری کی

بڑی اچھی مثال ہے۔ معلوم نہیں تم نے جینی پڑھا ہے یا نہیں۔ یہ اُن کی کتاب "پچھتاوے" کا سب سے اچھا افسانہ ہے۔

آج کل زیادہ وقت پڑھ لکھ کر ہی گذار دیتا ہوں، کم سے کم اس طرح بہت سے غم غلط ہوتے رہتے ہیں اور کسی حد تک تنہائی کا احساس بھی دبا رہتا ہے۔ اب کل یا پرسوں کچھ کتابیں خرید کے لاؤں گا کچھ پڑھنے کو رہ نہیں گیا ہے۔ فلمی مشاغل آج کل ٹھنڈے پڑے ہیں لیکن ایک آدھ ہفتہ میں کام شروع ہونے ہی والا ہے۔

اور کیا لکھوں ــــ الیاس میاں کو میری دُعا کہنا اور کہنا کہ انھیں تکلیف تو ہوگی کبھی کبھار صفیہ کے کاغذات کے بارے میں کچھ پوچھ گچھ کرتے رہیں، ورنہ کہیں لاپتہ ہو کر نہ رہ جائیں۔

سب کو سلام و دُعا' شاہد کو پیار، اور "اتنی سی قلمی" کیسی ہے؟ اُس کو بھی پیار۔

دُعاوں کے ساتھ

تمہارا

جاں نثار اختر

۳۱، مارچ ۱۹۵۵ء

میری عزیز دوست!

تمہارے خط پر پہلی اپریل کی تاریخ دیکھ کر معاً خیال آیا کہ کہیں یہ اپریل فول کے سلسلے میں نہ ہو، لیکن "ولے بخیر گزشت"۔ تمہارا امتحان کیسا رہا' معلوم نہیں تمہارے دوسرے امتحان کا نتیجہ کب تک نکلے گا۔ ہاں تم نے شاعر کے منٹو نمبر کے لیے لکھا ہے، تو ابھی شائع ہی کب ہوا ہے، مجھے مہلت ہی نہیں ملی کہ ایک آدھ صفحہ منٹو کے بارے میں لکھ کر دے دیتا' بہر کیف میرے مضمون کی امید نہ رکھو۔ میں تمہیں رسالہ آتے ہی فوراً بھجوا دوں گا۔ البتہ افکار' کراچی نے جو منٹو نمبر شائع کیا ہے وہ آگیا ہے' مجھے تو آج کل پڑھنے کی فرصت نہیں۔ کل سے پھر فلمی عذاب نازل ہے۔ تمہیں اگر وہاں افکار نہ مل سکا ہو تو لکھو' میں بھیج دوں گا۔

پرسوں دو کتابیں خرید کے لایا تھا' اُن میں سے ایک کتاب The story of the Philosophy پڑھنا بھی شروع کی۔ اب کل سے وہ بھی بند ہے۔ اس مرتبہ دیکھو میں نے سخت خود غرضی سے کام لیا ہے یعنی اپنے لیے دو کتابیں خریدیں اور تمہارے لیے ایک بھی نہیں۔ اب اگر تم اس بات پر مجھ سے روٹھ گئیں تو کیا ہوگا۔

اور کیا لکھوں۔ اپنا حال کچھ نہیں تمہارا حال جاننے کی بے چینی رہتی ہے۔

"کون سی وادی میں ہے، کون سی منزل میں ہے
عشق بلاخیز کا قافلۂ سخت جاں"

(اقبال)

بہر کیف یہ شعر تو میں نے یوں ہی لکھ دیا ہے، شاید اپنے شاعرانہ افتادِ مزاج کی وجہ سے، ورنہ اس عشق بلاخیز سے مجھے یا تمہیں کیا واسطہ۔

اچھا بہت سی دعائیں لو

تمہارا
جاں نثار اختر

۵ اپریل ۱۹۵۵ء

عزیزۂ من

تمہارا EXPRESS خط مجھے ابھی ابھی ملا۔ تعجب ہے کہ میرے خط تمہیں نہیں ملے۔ میں نے ایک خط دوسری کو ایک خط پانچویں کو لکھا ہے، الیاس کے پتہ پر۔ تم اُن سے پوچھنا۔

یہ چند سطریں محض تمہارے خط کی رسید میں لکھ رہا ہوں اس وقت بس باہر جانے کے لیے تیار بیٹھا ہوں۔ اب تم جلدی سے مجھے مفصل خط لکھو۔ ہاں، تمہیں تو مجھ سے بہت سی باتیں کرنی ہیں اور بہت کچھ کہنا ہے۔ میں منتظر ہوں اور اب جب تک تمہارا خط نہ آئے گا میں نہ جانے کیا کیا سوچتا رہوں گا کہ تم یہ لکھو گی اور یہ لکھو گی۔ کیا خبر میں جو کچھ سوچوں گا تم وہی لکھو گی یا اُس کے بالکل برعکس۔

اچھا، اجازت دو۔

میری بہترین دعائیں ہر حال میں تمہارے ساتھ ہیں۔

تمہارا
جاں نثار اختر

۷ اپریل ۱۹۵۵ء

بمبئی۔ ۸

اچھی خدیجہ!

تمہارا خط ملا۔ نو تاریخ کو ایک مختصر خط تمہیں لکھ چکا ہوں جس پر غلطی سے شاید ساتویں اپریل لکھ گیا ہوں۔ اُس سے قبل تمہیں دو خط الیاس کے پتہ پر بھیجے تھے۔ تمہارے آج کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں پانچویں کا خط تو مل گیا البتہ دوسری تاریخ کا لکھا ہوا خط نہیں ملا۔

آج تمہارا خط پڑھ کر تھوڑی دیر کے لیے تو تم پر غصہ آگیا۔ تم نے کچھ بھی تو نہیں لکھا کہ تمہارے معاملات نے کیا صورت اختیار کی ہے اور اب کیا مراحل درپیش ہیں۔ محض چند خوب صورت رومانوی

باتیں لکھ کر تم ٹال دیتی ہو۔ مجھے تمہارے ان جذبات کی قدر ہے لیکن میری دوست تمہاری زندگی کے تلخ حقائق اور ان کے خلاف تمہاری جدوجہد کو ہر لمحہ جاننے کی بھی ضرورت ہے۔ اسے تم بھول جاتی ہو۔ مجھ سے اپنی دوستی کو اتنا محدود نہ بناؤ۔ ہو سکتا ہے جو کچھ میں سوچتا ہوں تم اس کے برعکس سوچتی ہو۔

اچھا آؤ اب تم سے اچھی باتیں کروں۔ سب سے پہلے تو تمہارے ہنس کے بارے میں۔ تم نے یہ اچھا ہی کیا کہ جوڑا منگوالیا ورنہ یہ غریب کہیں آپس میں بچھڑ جاتے تو نہ جانے ان کے دِلوں پر کیا گذرتی۔ مجھے نظیر کی نظم "آیا تھا کسی شہر سے اک ہنس بچارا" یاد آرہی ہے اس نظم کی صوفیانہ تاویلیں بھی کی گئی ہیں لیکن اس وقت مجھے ان سے مطلب نہیں۔ میرے ذہن میں تو اس وقت اس جوڑے کی ابدی محبت ہے جو ضرب المثل بن چکی ہے۔ ایک کا دوسرے سے الگ ہونا ان کے لیے زندگی کے خاتمہ کے مرادف ہوتا ہے۔ دیکھو اس پرانے دوہے میں ہنس کی اکیلی زندگی کی کیا دِل دوز تصویر ہے۔

ندی سوکھ پتھر بھو اور ہنس گھٹوں نہ جائے
پچھلی پریت کے کارنے کنکر چُن چُن کھائے

خیر، تمہارے یہ ہنس جاندار نہ سہی، لیکن کیا پتہ تمہارے ہاتھوں میں پہونچ کر ان میں جان پڑ گئی ہو۔ اگر ایسا ہے تو پھر ان سے کوئی خدمت کیوں نہ لو۔

مہابھارت کے قِصّے میں تو شروع شروع ہنس "نل" کا پیغام لے کر "دمینتی" کے پاس گیا تھا۔

Damayanti, there is a King of Nishedha names Nala. Your beauty, may your life, would be blessed if you could be his wife. You are jewel among women, and Nala is the gratest of men."

لیکن آج تو ہنس کو دمینتی کا پیغام "نل" کے نام لے جانے کی خدمت انجام دینی ہو گی۔ سوال یہ ضرور ہے کہ میری دمینتی کو کوئی "نل" تو ملے!۔

تم نے لکھا ہے کہ ابھی تک "بہتا دریا" نہیں پڑھ سکی ہو۔ لیکن میں نے تمہارے لیے دو کتابیں اور خرید ڈالی ہیں۔ گئودان اور کالا سورج۔ گئودان سچ پوچھو تو اُردو ادب کا ابھی تک سب سے اعلا

ناول ہے۔ ہوری، گوبر اور دھنیا کے کردار ہمارے لٹریچر میں زندۂ جاوید ہیں اور رہیں گے۔ یہ دونوں کتابیں تمہیں ایک دو دن میں روانہ کر دوں گا۔ ایک دو دن میں اس لیے کہ آج سے میری طبیعت کچھ خراب ہو گئی ہے۔ اس وقت بھی خاصا ٹمپریچر ہے، رات کے گیارہ بج رہے ہیں اور پڑے پڑے تمہیں یہ خط لکھ رہا ہوں ـــــ ہاں خدیجہ! میں سوچتا ہوں کہ تمہیں تھوڑا بہت سکون ہو جائے تو تم ناولوں اور افسانوں کے علاوہ اب کچھ علمی کتابیں بھی پڑھنا شروع کرو۔ بہت بھاری بھرکم کتابیں تو ابھی میں تمہیں SUGGEST نہیں کروں گا ہاں چند کتابیں میں نے تمہارے لیے سوچی ہیں، دستیاب ہونے پر تمہیں بھیجوں گا۔

تمہاری اس بات پر مجھے ہنسی آئی کہ تم خواہ مخواہ مجھے نہ صرف ایک اعلا نثر نگار سمجھنے لگی ہو بلکہ مجھ سے زیادہ ''خوبصورت اسٹائل'' تمہاری نظر میں کسی کا نہیں ہے۔ بہرکیف میری دوست اتنا مبالغے سے بھی کام نہ لو، دیکھو کہیں مجھے مغالطہ نہ ہو جائے۔

''اس زمیں کو زمین ہی رہنے دے
اس زمیں کو تو آسماں نہ بنا''

ہاں بھئی، سحر صاحب کی شادی کی اطلاع مجھے مل گئی تھی۔ مجھے مونس کو ایک ہی مرتبہ دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے، جب گذشتہ سال میں بھوپال میں تھا اور ڈاکٹر سیف الدین کچلو کی دعوت اختر عزیز صاحب نے اپنے گھر پر کی تھی۔ مجھ پر اُس لڑکی کا بڑا اچھا IMPRESSION پڑا تھا۔ اتنی ادھوری تعلیم میں اس کی شادی البتہ مجھے بھی نہیں جچی۔ رہا سحر صاحب کی سحر اندازی کا سوال تو ممکن ہے تم اس طرف سے پُر امید ہو۔ مجھے تو اس کی اپنی ذہانت بھی جاتی نظر آتی ہے۔

اتنے دن کے بعد، تمہاری پُرانی فرمایش یعنی دہلی کانفرنس کی تصاویر ـــــ وہ بھی دو عدد، کاغذات میں سے نکل آئی ہیں جن میں ایک تصویر میری اور رضیہ بھابی کی ہے۔ وہ بھی عنقریب تمہیں بھیج دوں گا۔ تازہ شاہراہ میں ایک مضمون رضیہ بھابی کا جعفری کے بارے میں شایع ہوا ہے وہ تو غالباً تم نے پڑھ لیا ہوگا۔ بعض وقت بے چارے کی ''رسوائی'' سے جی کڑھتا بھی ہے لیکن ''خود کردہ را علاجے نیست'' والی بات ہے۔

اچھا، اب اجازت دو، تم نہیں ہو تو تم سے کتنی باتیں کر ڈالیں۔ تم ہوتیں تو آج تم چُپ چاپ میرے سرہانے بیٹھی رہتیں اور میں خاموش آنکھیں بند کیے پڑا رہتا۔ آؤ ہاتھ رکھ کر دیکھو میری آنکھیں کتنی جل رہی ہیں۔

سب کو سلام و دُعا کہو۔ بی آپا کو آداب۔ سعیدہ کے امتحانات کیسے رہے؟ اور چاند کی طبیعت اب کیسی رہتی ہے؟

شاہد بیٹے کو پیار

تمہارا
جاں نثار اختر

۱۲ اپریل ۱۹۵۵ء

خدیجہ عزیز،

تمہارا ایکسپریس خط ملا، پرسوں ایک خط تمہارے گھر کے پتہ پر تمہیں بھیجا ہے خدا کرے تمہیں مل گیا ہو۔ تمہارا آج کا خط پڑھنے کے بعد بھی مجھے تم پر تھوڑا سا غصہ ہی آیا۔ تم حالات لکھتی بھی ہو تو بعض بعض جگہ لفظوں کا گورکھ دھندا سا بنا دیتی ہو اور ذہن عجیب سی اُلجھن محسوس کرنے لگتا ہے۔ تم خدا کے لیے واضح طور پر اپنے حالات لکھا کرو ورنہ کسی دن دم گُھٹ کے رہ جائے گا۔

تم نے لکھا ہے کہ لطیف صاحب نے بی آپا سے تمہارے سلسلے میں مفاہمانہ انداز کی گفتگو چھیڑی تھی، لیکن یہ نہیں لکھا کہ بی آپا اور ابا جی کا اُن کے رویّہ کی اس تبدیلی پر کیا ردِ عمل ہے اور تم خود کہاں تک اسے لبیک کہنے کے لیے تیار ہو۔ تم نے یہ بھی نہیں لکھا کہ اس تبدیلی کے پیشِ نظر وہ تمہیں اپنے ساتھ پاکستان لے جانے کی بات کرتے ہیں یا نہیں۔ اگر واقعی وہ کسی شریفانہ سمجھوتے کے لیے تیار ہیں تو بی آپا یا ابا جی کیا مزید UNDERSTANDING ان سے چاہتے ہیں اور وہ اسے کہاں تک ماننے کے لیے آمادہ ہیں۔ تم نے یہ بھی نہیں لکھا کہ ان کا ارادہ اگر پاکستان واپسی کا ہے تو کب تک؟ یا وہ اب یہیں کی مستقل سکونت حاصل کرنے کے لیے کوشاں ہیں؟۔

اگر ابا جی کسی سمجھوتے کے لیے تیار نہیں ہیں، تو آخر ان کی یہ خاموشی کس لیے ہے؟ اس سلسلے میں جو اقدام ابا جی نے سوچا تھا بلکہ اگر میرا حافظہ خطا نہیں کرتا تو جیسا تم نے لکھا تھا کہ وہ اس سمت پہلا قدم اُٹھا بھی چکے ہیں، وہ سب کچھ آخر کیا ہوا؟

تم نے لکھا ہے کہ میں یہ نہیں چاہتی کہ "میری وجہ کوئی ہنگامہ ہو، میں گھر والوں کی بدمزگی کا باعث بنوں، ان پر کسی قسم کے ناخوشگوار اثرات پڑیں"۔ تو تم ان ہنگاموں سے کب تک ڈرتی رہو گی گھر والوں کو ناخوشگوار اثرات سے بچانے کے لیے تم اپنی صحت، اور اپنی زندگی کی بھینٹ دینا چاہتی ہو تو دوسری بات ہے ورنہ اصولاً تو تمہیں اپنی صحت اور زندگی کا تحفظ ہر قیمت پر کرنا چاہیے۔ پھر بھی

کر اس میں تمہاری گھر والوں کی بدمزگی کا سوال ہی کیا ہے، اُنھیں تو خود تمہارے لیے بڑھ کر حالات کا مقابلہ کرنا چاہیے، نہ کہ تم اُلٹی ان کی بدمزگی کے خیال سے اپنے کو اندر ہی اندر گھلاتی رہو۔

بہادر بنو میری دوست! زمانہ کی تلخیوں سے گھبرا نہ جاؤ۔ اپنی جدوجہد کو اپنا ایمان بناؤ، عزم واستقلال ہو تو بڑی بڑی آندھیاں اپنا مُنہ موڑ جایا کرتی ہیں، چھوٹے موٹے ہنگاموں سے کیا ڈرنا۔

جلانے والے جلاتے ہیں آندھیوں میں چراغ

یہ کیا کہا کہ ہوا تیز ہے زمانے کی!

یقین جانو خدیجہ! میری خواہش اگر کوئی ہے تو تمہیں آسودہ اور مطمئن زندگی بسر کرتے دیکھنے کی۔ میں تمہیں اس طرح رِسک رِسک کر زندگی گذارتے دیکھنا نہیں چاہتا۔ اگر لطیف صاحب سے تمہارا کوئی سمجھوتہ ہو جائے اور وہ تمہیں آسودہ اور مطمئن رکھ سکیں تو اس سے بڑھ کر کیا بات ہے۔ اگر یہ ممکن نہیں تو تم ضرور دامن جھٹک کر کھڑی ہو جاؤ، اپنے پیروں پر اس طرح کہ تمہیں دوسروں سے اپنی آسودگی اور طمانیت کی بھیک نہ مانگنی پڑے۔ اسے تم کوئی بہت بڑی بات نہ سمجھو۔ تم ارادہ تو کرو پھر دیکھو کیا کچھ ممکن نہیں۔

تمہاری کتابیں، ممکن ہوا تو میں کل ہی روانہ کر دوں گا۔ میری طبیعت ابھی ٹھیک نہیں ہے، پرسوں رات جب میں تمہیں خط لکھنے کے بعد لیٹا تو اتنا شدید ٹمپریچر ہو گیا کہ ہذیان کی سی کیفیت پیدا ہو گئی، بہرکیف "تیرے بیمار پہ یہ رات بہت بھاری ہے" والی بات تھی، آج تو حالت کچھ بہتر ہے، پھر بھی بیماری میں دِل کچھ ایسا پگھل سا جاتا ہے اور "بھری دنیا میں اپنے تنہا ہونے" کا احساس اس شدت سے اُبھرنے لگتا ہے کہ اُسے الفاظ تو نہیں آنسو ہی بیان کر سکتے ہیں۔ لیکن ان آنسوؤں کی زبان سمجھنے والا کون ہے؟!

آج دوپہر کی ڈاک سے بچوں کا خط آ گیا تھا، لیکن نہ جانے کیوں آج اُن کا خط پاکر اپنی تنہائی کا احساس اور زیادہ شدید ہو گیا، شاید اس خیال سے کہ میری ذمہ داریوں کو بٹانے والا ابھی تو کوئی نہیں ہے۔ خیر، میری ان ذہنی کیفیات کو چھوڑو۔

ہاں، عذرا کی طبیعت کیسی ہے، اس کے امتحانات کب سے ہیں۔ چاند کی طبیعت کیسی رہتی ہے، اس نے زندگی سے کچھ محبت کرنا بھی سیکھا یا نہیں، اس سے کہنا کہ دیکھو تمہاری ہم نام سولھویں صدی کے اواخر میں ہندوستان کی ایک بڑی بہادر بیٹی گذری ہے۔ چاند بی بی، کم سے کم اس کے نام کی لاج تو تمہیں رکھنا ہی چاہیے۔ سعیدہ کو کچھ نہیں تو بہت سی دُعائیں کہنا۔

شاہد کو پیار

اور تم دیکھو مجھے ٹھیک سے خط لکھا کرو۔ ہاں اگر تم سب بھائی بہنوں کا کوئی گروپ تمہارے پاس ہو تو بھی مجھے ضرور بھیج دو۔ بس یوں ہی جی چاہ اٹھا۔

اچھا اب اجازت دو کہ میں آنکھیں بند کر کے پڑ جاؤں۔

تمہارا
جاں نثار اختر

۱۴ را پریل ۶۵ء

نوٹ: نہ جانے کیوں مجھے ۱۰ اپریل کا خیال رہا میں نے ۱۲ مارچ کو ہی تمہیں خط لکھا تھا غالباً خیر تمہیں مل گیا یہ غنیمت ہے۔

خدیجہ عزیز

جو خط الیاس کو تم نے ڈالنے کو دیا تھا، کل مجھے ملا اور آج صبح کی ڈاک سے تمہارا بیس کا لکھا ہوا خط پہنچا۔ میں ایک خط تمہیں الیاس کے پتہ پر لکھ چکا ہوں اور ایک خط تمہارے اپنے پتہ پر دو تین روز ہوئے بھیجا ہے، خدا کرے تم تک پہنچ گئے ہوں۔ کتابیں بھی روانہ کر دی ہیں، ملی ہوں گی۔

میری طبیعت اب ٹھیک ہے، یوں ہی بیماری آتی اور جاتی رہتی ہے۔ آج کل پڑوسن کے گیتوں میں مبتلا ہوں۔ کہیں "سرودِ خانۂ ہمسایہ" کا گمان نہ کرنے لگنا" "پڑوسن" کاردار پروڈکشن کی نئی فلم ہے اور آج کل گیارہ بجے سے پانچ بجے تک میوزک ڈائرکٹر کے ساتھ بیٹھ کر الٹی سیدھی طرزوں پر تک بندی کرتا رہتا ہوں۔ سوائے اس کے کہ "پیٹ بڑا بدکار ہے بابا" اور کہا بھی کیا جا سکتا ہے۔ پتہ نہیں اس ذہنی جنجال سے کبھی نجات بھی ملے گی یا نہیں۔

اور تمہیں کیا لکھوں۔ تمہاری بھوپال گورنمنٹ نے صفیہ کی گریچویٹی تو نامنظور کر دی ہے۔ غالباً انھوں نے بلا تنخواہ چھٹی کو سروس میں شمار نہیں کیا، ورنہ اُس کی سروس پانچ سال اور کچھ دن کی ہوتی ہے اور پانچ سال کی سروس کے بعد گریچویٹی کا حق تسلیم کر لیا جاتا ہے۔ خیر، جانے دو اب اس کی تنخواہ اور گریڈ کے پیسوں کا فیصلہ اور باقی رہ گیا ہے، شاید وہ مل جائیں۔ الیاس نے اس بارے میں کچھ پوچھ گچھ کی ہو تو لکھنا۔

ہاں تم نے لکھا ہے کہ کھنہ صاحب "زیر لب" لے جانا چاہتے ہیں اور تم اپنی کتاب انھیں دینے جا رہی

ہو، تو یہ تمہاری مرضی۔

"تم جانو تم کو غیر سے جو رسم و راہ ہو"

پھر بھی تم سے چھپانا نہیں چاہیے، مجھے ایک لمحے کے لیے ایسا محسوس ہوا کہ تم اس کتاب کو اتنا عزیز نہیں سمجھتیں جتنا میں نے بلا وجہ تصور کر رکھا تھا۔ تم میرے اس جملے سے پریشان نہ ہونا، یہ محض جذباتی بات ہے اور مجھ پر کبھی کبھی باوجود عقل کی اس پختگی کے، جذباتیت غالب آجاتی ہے۔ میں نے ایسا سوچا تھا یہ بھی میرا جذباتی پن تھا اور اب اپنے اس غلط اندازے پر جی کڑھانا یہ بھی میرا جذباتی پن ہے۔ مجھے اس وقت صفیہ کے خط کا یہ جملہ یاد آنے لگا "تم اپنی نازک مزاجی سے کبھی باز نہ آؤ گے دوست"۔

بہر کیف، چھوڑو اس قصے کو — کوئی اور بات کریں۔

تم کیسی ہو اور کیا کرتی رہتی ہو۔ "بہتا دریا" شروع کیا یا نہیں؟ چند دن ہوتے شرقی صاحب بمبئی آئے تھے۔ ظفر آرٹسٹ صاحب کے یہاں اُن سے ملاقات ہو گئی تھی۔ اُن سے سوائے امین کی خیریت کے اور کیا پوچھتا۔ یہاں کا موسم بڑا جان لیوا ہو رہا ہے۔ بلا کی گرمی پڑ رہی ہے، بس پچھلی رات کچھ غنیمت ہوتی ہے، کچھ تھوڑی بہت خنکی ہو جاتی ہے ورنہ پوچھو نہیں کیا عالم ہے۔ اس پر آج سے رمضان بھی شروع ہیں، خیر مجھے تو آج اٹھارہ سال سے روزوں کی توفیق نہیں ہوتی، یہ تو "غم دیگراں" کے سلسلے میں ہے۔ البتہ پریشانی کی بات صرف اتنی ہے کہ رات کو فقیر یہاں بھی اٹھانے آیا کرتے ہیں آپ کتنا ہی انھیں منع کر دیجیے کہ ہمارا کمرہ نہ کھٹکھٹایا کرو وہ اپنا فرض ضرور ادا کریں گے۔ مجھے اس وقت پُرانی بات یاد آنے لگی جب ہمارے یہاں ایک فقیر سحری کے وقت جگانے آتا تو ہمیشہ یہی آواز لگایا کرتا تھا "اُٹھو روزہ داروں کچھ کھا کے سو رہو" یہ مشورہ تو معقول تھا لیکن لوگ اتنے "معقولیت پسند" کہاں ہیں۔

اچھا، میں نے بہت بکواس کر لی۔ اپنی خیریت اور حالات سے مطلع کرو بی آپا کی خدمت میں آداب کہو اور سب کو سلام و دعا اور عذرا کو پیار

تمہارا
جاں نثار اختر

۲۳۔ اپریل ۱۹۵۵ء

خدیجہ، عزیز از جان

تمہارے ۲۳ کے خط سے تمہارے حالات معلوم ہوتے۔ غالباً اب تو لطیف صاحب پاکستان

روانہ ہو گئے ہوں گے۔ اب تو اباجی کو تمہارے لیے کچھ نہ کچھ قدم اٹھانا ہی چاہیے۔ اباجی اور حسین چچا تمہارے معاملے میں جو بھی اقدام کریں تم مجھے اُس سے برابر مطلع کرتی رہنا۔ مجھے آج بھی یقین ہے کہ تمہیں اچھے دن ضرور نصیب ہوں گے۔ تم گھبرانا چھوڑ دو۔ خواہ مخواہ اپنے دل و دماغ کو پریشان کرنے سے کوئی نتیجہ نہیں نکلا کرتا۔ پُراُمید اور باحوصلہ رہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ تم نے لکھا ہے کہ "کیا میں شاہد کے لیے ایک اچھی ماں نہ بن سکوں گی" تو ایسے خیال تمہارے دل میں آتے ہی کیوں ہیں۔ اب تو تمہیں اپنے کو شاہد کے لیے ایک اچھی ماں ثابت کرنے کا اور موقع ہے، خود پر اعتماد پیدا کرو، پھر دیکھو کل تم اس کے لیے جو کچھ کر سکتی تھیں اُس سے زیادہ آج کر سکوگی۔

میری مصروفیت کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ آج اتوار کا دن ہے۔ ابھی ابھی سو کر اٹھا ہوں، چائے پی ہے اور تمہیں خط لکھنے بیٹھ گیا ہوں۔ تین چار دن سے خواجہ احمد فاروقی بمبئی آئے ہوتے ہیں، اُن کے آنے کا وقت ہو گیا ہے، آتے ہی ہوں گے۔ وہ آ گئے تو کہیں یہ خط ادھورا نہ رہ جائے اس لیے جلدی سے اسے لکھ ڈالنے کی فکر میں ہوں۔

کل زہرہ جمال کا خط بھی مجھے ملا تھا، رات کو میں نے تفصیلی جواب لکھا ہے، آصف شاہمیری کا رونا اُن کے خط میں بھی تھا۔ میں نے یہی لکھ دیا ہے کہ اُن کا مرض لاعلاج ہے، اُن کے لیے میں کیا دوا تجویز کر سکتا ہوں، بہرکیف انھیں اُن کے "باشعور" ادیب ہونے کی یاد دلاتی رہو، اُن کے ذہن کے لیے اس سے بڑھ کر مسکن شے اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ میں نے زہرہ کو بھوپال میں نئے ادیبوں کی کانفرنس بلانے کی تجویز لکھی ہے، دیکھو وہاں کیا رائے ہوتی ہے۔ میں اس کانفرنس کی ضرورت بہت دن سے محسوس کر رہا ہوں۔ اگر یہ کانفرنس ہو سکی تو اس سے بڑا فائدہ ہوگا۔ ہمارے ادیبوں کی نئی نسل اپنے وجود اور اُس کی اہمیت کو بھرپور طریقے پر محسوس کر سکے گی۔ بہت سے گمنام لکھنے والے ابھر کر ہماری نظروں کے سامنے آجائیں گے۔ خود انھیں اپنے مسائل پر جن میں ادبی اور فنی مسائل بھی ہیں اور معاشی مسائل بھی، تبادلۂ خیال کا بہترین موقع ملے گا۔ پھر یہ کہ یہ کانفرنس عملاً اُس بے بنیاد پروپگنڈے کا جواب ہوگی کہ ادب میں آج کل جمود ہے۔

ہاں تاباں کا مجموعہ "سازِ لرزاں" تم نے پڑھا؟ کیا رائے ہے تمہاری؟ آج کل تاباں بھی بمبئی آئے ہوئے ہیں، تقریباً روز ہی شام کو اُن سے ملاقات رہتی ہے۔ اُن کی تازہ غزل کا ایک شعر مجھے بہت پسند آیا، شاید تم بھی پسند کرو۔

اُس صید کو کیا کہیئے جو خود آئے تہہِ دام
دل میں لیے اک حسرتِ پرواز کا عالم

زیرِلب کے بارے میں میں نے تمہیں جذباتی بات لکھی تھی۔ یہ ٹھیک ہے کہ کتاب پڑھنے ہی کے لیے ہوتی ہے اور تم چاہتی ہو کہ اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ لوگ پڑھیں، پھر بھی نہ جانے میں کیوں یہ نہیں چاہتا کہ تم اپنی اس کتاب کو کسی دوسرے کے حوالے کر دو، بہرکیف۔ یہ تو میری اپنی FEELINGS ہیں کتاب تمہاری ہے اور میں تمہیں دے چکا، تم اب چاہے اُسے اپنے پاس رکھو چاہے کسی کو دے ڈالو۔

عذرا کے فیل ہونے کا افسوس ہے، خیر حساب میں فیل ہونا کوئی زیادہ بُری بات نہیں ہے، کسی معقول شخص کو حساب سے دلچسپی نہیں ہوتی، اُس سے کہنا کہ غم نہ کرو، اب چھٹیوں میں تھوڑی سی محنت کر لوگی تو پاس ہو ہی جاؤ گی، ہمارا خیال تو یہ ہے کہ یہ بس جان کر فیل ہوتی ہے تاکہ سب کو مٹھائی نہ کھلانا پڑے۔

کل یا پرسوں تک تمہیں تصویریں بھیج دوں گا، دہلی کانفرنس کے ایک دو گروپ اور بھی مل گئے ہیں۔ لیکن میں سوچتا ہوں تم ان سب کا کرو گی کیا!

اچھا اب اجازت دو، آج پہلی مئی ہے اور آج ہی کے دن دنیا کے مزدوروں کی منظم جدوجہد کا آغاز ہوا ہے، آؤ آج کے دن اپنی عید منائیں۔

بی آپا کو آداب کہو، الیاس، عباس، چاند، سعیدہ سب کو میری دعائیں۔ عذرا اور شاہد کو پیار۔ اور ہاں تمہیں کسی قربانی کی ضرورت نہیں ہے، خود بھی میرا دلی پیار قبول کرو۔

تمہارا
جاں نثار اختر

۱ مئی ۱۹۵۵ء

خدیجہ،

اتنے دن تک خط نہ لکھنے کا عذر تمہیں کیا لکھوں سوائے اس کے۔

"پاتی اُس کو لکھت ہیں، جو ہووے کچھ دور
نینن میں تو ناچتی، پاتی کون ضرور۔"

میری فلمی مصروفیتوں کا وہی عالم ہے۔ آج کل تو پڑھائی لکھائی بھی بالکل بند ہے۔

GREAT WOMEN OF INDIA کا وی پی سینچر کو آگیا تھا لیکن ابھی تک تفصیل سے کتاب کو پڑھ بھی نہیں سکا ہوں۔ گیارہ بجے کا گیا ہوا چھ بجے اسٹوڈیو سے واپس ہوتا ہوں۔ اتنی تھکن ہو جاتی ہے کہ کسی بات کی سکت نہیں رہتی۔ اکثر ملنے جلنے والے جمع ہو جاتے ہیں اور گیارہ بجے رات تک گپ بازی کے سوا کچھ نہیں ہوتا، کبھی کبھی محفل نائے ونوش بھی آراستہ ہو جاتی ہے باوجود اس ماہ مبارک کے۔ غالب کا ایک شعر بے ساختہ یاد آگیا۔

خجلت نگر کہ در حسناتم نہ یافتند
جز روزۂ درست، از صہبا کشودہ

تو میری شرمندگی دیکھ کہ میری نیکیوں میں کسی نیکی کو بھی تسلیم نہیں کیا جاتا سوائے اس روزے کے جس کو میں نے کبھی شراب سے افطار کیا تھا۔

خیر، روزہ رکھنے کی توفیق تو کبھی ہوتی نہیں، البتہ ایک دفعہ تین دن کے فاقے کو اس طرح افطار کرنے کی سعادت ضرور حاصل ہے۔ اب اس واقعہ کو سوچتا ہوں تو "تھا ایک انداز جنوں وہ بھی" والی بات معلوم ہوتی ہے، اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

تمہاری روزہ داری کا کیا عالم ہے؟ اور تمہارا ہاتھ کیسا ہے، یہ تم بیٹھے بٹھائے کیا عذاب مول لیتی رہتی ہو مفصل خط لکھو اور اپنی خیریت سے اطلاع دو۔

ہاں حمیدہ کا خط آیا ہے۔ وہ جولائی سے سال بھر کی چھٹی لے کر اپنے شوہر کے پاس علی گڑھ جانے کا قصد رکھتی ہیں۔ انھوں نے لکھا ہے کہ وہ جادو کو اپنے ساتھ لے جانا چاہتی ہیں اور سلمان کو لکھنؤ ہی میں بانو کی سرپرستی میں چھوڑنا چاہتی ہیں۔ پھر اگر اس دوران میں علی گڑھ میں اُن کی سروس کی کوئی صورت پیدا ہو گئی جس کا قوی امکان ہے تو وہ سلمان کو بھی اپنے ساتھ لے جائیں گی۔ میں نے ابھی انھیں کوئی جواب نہیں لکھا ہے۔ لیکن میں سوچتا ہوں کہ اب بچوں کو مجھے لکھنؤ سے لے آنا چاہیے، میں یہ جانتا ہوں کہ حمیدہ کو یہ لکھوں گا تو وہ ضرور SHOCK ہو جائیں گی، لیکن بات یہی مناسب ہے۔ چنانچہ پھر آج کل کسی مناسب مکان کی تلاش میں ہوں، ہوسٹل کے اخراجات بہت زیادہ ہوں گے، البتہ گھر پر بچوں کی نگرانی کا ضرور مسئلہ ہوگا کیوں کہ مجھے تو اکثر و بیشتر دن دن بھر باہر رہنا پڑتا ہے۔ بہر کیف کوئی نہ کوئی صورت نکل ہی آئے گی۔ خیر، ابھی تو دو مہینے ہیں "ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا"۔

تم نے جن تصویروں کی فرمائش دہرائی ہے وہ کل تمہیں روانہ کروں گا، لیکن ذہن یہی

سوال کرتا ہے کہ تم ان کا کوئی گی بھی کیا!

ںوں کی ایک تصویر جو لکھنؤ میں سالم نے میرے ساتھ کھینچی تھی اُس کا PRINT بھی تمہیں بھیجوں گا۔

ہاں تم نے اپنے گذشتہ خط میں شکایت کی تھی کہ میں نے "گردِ دان" پر صرف تمہارا نام لکھ دیا ہے اور کوئی آٹوگراف نہیں لکھا۔ آٹوگراف نہ لکھنے کا تو مجھے بھی اعتراف ہے، لیکن میں سوچتا ہوں کہ میں نے تو اُس پر بہت کچھ لکھ دیا ہے، بات اتنی ہے خدیجہ کہ تم اُسے سمجھ نہیں پائیں۔ خیر، یہ بھی اچھا ہے۔ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔"

چاند اور سعیدہ کو میری دُعا پہنچانا اور عذرا اور شاہد کو پیار۔ بی آپا کو آداب کہو، اور خود کو میری تمام محبتیں۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۱ مئی ۱۹۵۵ء

●

اچھی خدیجہ

تمہارا ۹ تاریخ کا مکتوب ملا،

پرسوں تمہیں خط لکھ چکا ہوں، تمہاری تصویروں کی فرمائش بھی پوری کر دی ہے، غالباً تمہیں پہنچ گئی ہوں گی۔ بچوں کی تصویر البتہ تمہیں نہیں بھیج سکا پھر سہی۔ ہاں کل جادو اور سلمان کا خط آیا تھا، دونوں پاس ہو گئے ہیں، غنیمت ہے، مجھے زیادہ فکر جادو صاحب کی تھی۔ حمیدہ کو ابھی تک اُن کے خط کا جواب نہیں لکھ سکا ہوں، کل پرسوں تک ضرور لکھوں گا، بہرکیف کوئی نہ کوئی فیصلہ تو کرنا ہو گا۔

تم نے اپنے خط میں کرشن کے جس افسانے کا ذکر کیا ہے، مجھے خصوصاً اُس کا خاتمہ END بہت MECHANICAL معلوم ہوتا ہے اس لیے مجھ پر تو اُس نے کوئی خاص اثر نہیں چھوڑا۔ اقبال نے محبت کا نسخہ عرش کے پائے پر لکھا ہوا دیکھا تھا۔

"لکھا تھا عرش کے پائے پہ اک اکسیر کا نسخہ
چھپاتے تھے فرشتے جس کو چشم روح آدم سے"

کرشن نے امن کا نسخہ شجر ممنوعہ کے پتے پر لکھا ہوا پالیا ہے اقبال کے یہاں تصوریت کی

گنجائش تھی۔ لیکن کرشن کو باغ ارم کے سفر کی ضرورت نہ تھی، یہ نسخہ تو انھیں یہیں ہر پھول کی پتی پر لکھا ہوا مل جانا چاہیئے تھا۔ امن کا تصور انسان آسمان سے اُتار کر نہیں لایا ہے، یہ تو ہماری زمین ہی کی پیداوار ہے۔ کرشن سے ہم امن کے موضوع پر اس سے بہتر کہانی توقع کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ انھوں نے جو زیادہ لکھنے کو خوبی بنا لیا ہے یہ انھیں نقصان پہنچا رہی ہے۔ وہ اگر کم لکھیں اور پوری کاوش و محنت کے ساتھ تو آج بھی اُن کی ٹکر کا افسانہ نگار کوئی مشکل سے نکلے گا۔

مجھے اگر کرشن کے علاوہ کسی اور کے افسانے اپیل کرتے ہیں تو احمد ندیم قاسمی کے، اُن کا حال ہی میں ایک مجموعہ "سناٹا" آیا تھا، اُس مجموعے کے اکثر افسانے میرے پڑھے ہوئے ہیں، میں نے سوچا تھا کہ تمہیں بھیج دوں گا، لیکن جتنی جلدیں مکتبہ میں آئی تھیں بک چکی ہیں، میں خریدنے کا ارادہ ہی کرتا رہا، بہرکیف کچھ دنوں بعد ممکن ہے مل جائے۔

اور، اپنے حالات کیا لکھوں، ایک یکسانیت طاری ہے، پھر بھی جیسے کسی تبدیلی کا انتظار سا ہو۔ یہ تبدیلی کیسے آئے گی، کب آئے گی یہ کچھ پتا نہیں چلتا۔ "بے سبب انتظار سا کچھ ہے" والی کیفیت ہے۔ ہاں، زہرہ کے خط کا انتظار ہے، میں نے جو نئے ادیبوں کی کانفرنس کا [illegible] انھیں بھیجا تھا اُس کا ابھی تک انھیں کوئی جواب نہیں دیا۔

عذرا مُنّی کو میری دُعا کہنا کہ چھٹیوں بعد تمہیں پاس ہو ہی جانا چاہیئے اس کے لیے تھوڑی سی محنت تو تمہیں کرنی ہی ہوگی۔ اللہ میاں کو روزوں کی رشوت دے کر کام نہیں چلے گا، یہ سمجھ لو۔

چاند اور سعیدہ کیسی ہیں؟

ہاں تمہارے ہاتھ کا کیا حال ہے، BURNOL کے استعمال سے تمہیں ایک دو دفعہ ہی میں آرام ہو جاتا۔ تمہارے ہاتھ جل جانے پر مجھے ہندی کی ایک بہت ہی شوخ اور دل چسپ کوتیا یاد آرہی ہے، لیکن تمہیں لکھوں گا نہیں۔

بی آپا کی خدمت میں مؤدبانہ آداب۔

تمہارا
جاں نثار اختر

۱۴ مئی ۱۹۵۵ء

●

پیاری دوست

خط ملے۔ تمہارا ۱۹ تاریخ کا ایکسپرس خط آج ۲۳ کو ملا ہے۔ پرسوں سے ٹیکہ چاذ چکر لگا رہا تھا،

لیکن جب بھی وہ آیا میں گھر پر نہیں ہوا دستخط کون کرتا، ملازم چار پانچ دن ہوتے اپنے وطن چلا گیا۔ لہٰذا فی الحال یہی مناسب ہے کہ سادہ خط ہی بھیجا کرو ورنہ EXPRESS خط کے بھٹکتے رہنے کا امکان ہی رہے گا۔

بچوں کے بارے میں یہی سوچ سکا ہوں کہ جادو کو حمیدہ امسال اپنے ساتھ علی گڑھ لے جائیں اور سلمان کو بجائے لکھنؤ میں رکھنے کے، اگر جولائی تک مکان کی کوئی صورت پیدا ہو سکے تو میں اُسے اپنے ساتھ بمبئی لے آؤں۔ پھر آئندہ سال جادو کو بھی بُلا لیا جائے گا۔ ہاں بانو صفیہ کی بڑی بہن کے لڑکے ابو میاں کی بیوی ہیں۔۔ با تمہارا یہ لکھنا کہ "دوسرا سوال تو حل ہو جائے گا، آپ کو ایک اچھی سی ساتھی بھی مل جائے گی" تو آؤ میں تمہیں بتا ہی دوں کہ وہ اچھی سی ساتھی مجھے مل چکی ہے۔ میری عین مرضی کے مطابق۔ بس اتنا ہے کہ اکثر گھبرا کر خود پر بے حوصلگی کے دورے ڈال لیتی ہے اور ایک بات اُس میں اور بہت بُری ہے، یہ کہ اپنی صحت کا بالکل خیال نہیں رکھتی۔ میں سوچتا ہوں اس طرح اپنی تندرستی گرائے گی تو وہ کیسے زندگی کی مسلسل جدوجہد میں میرا ہاتھ بٹا سکے گی اور میرا ساتھ کس طرح دے سکے گی۔ دیکھو نا خدیجہ! تم اُسے میری طرف سے کیوں نہیں سمجھاتیں۔

سچ خدیجہ، تمہاری صحت کی طرف سے مجھے سخت فکر پیدا ہو گئی ہے۔ تم خود کو اس طرح نہ گھلاؤ میری دوست۔ آخر تم اس طرح کیوں نہیں سوچتیں کہ تمہاری یہ پریشانیاں دائمی تو نہیں عارضی اور وقتی ہیں۔ وہ بھی چند مہینے کی بات ہے۔ اس مرحلے سے تو تمہیں ہنستا ہوا گذر جانا چاہیے اس اُمید اور اس اعتبار پر کہ پھر تمہیں کبھی کوئی ذہنی کوفت چھونے نہ آئے گی۔ تم میری دوستی اور میرے خلوص پر اعتماد پیدا کرو۔ ہم اپنی دوستی کو اپنے دلوں کی محبت۔ اور اپنے دلوں کی محبت کو اپنی زندگی کی شرکت میں ڈھال لیں گے۔ اگر میری یہ بات بھی تم میں زندگی کی کوئی خفیف لہر اور تھوڑا سا اُبھار پیدا نہیں کر سکتی تو مجھے تو خودکشی کر لینی چاہیے۔ آؤ مجھ سے وعدہ کرو کہ تم بالکل خوش رہوگی اور اپنی صحت کا پورا خیال رکھوگی ورنہ سچ جانو میں تم سے قطعی ناراض ہو جاؤں گا۔

تم نے اباجی کے بمبئی آنے کی بات لکھی ہے، یہ غضب دیکھو کہ میری آج تک اُن سے ملاقات ہی نہیں ہوئی ہے۔ ہاں جہاں قدر اگر آئے تو وہ تو غالباً ضرور ملیں گے بمبئی میں غالباً اُن کی کوشش فلم انڈسٹری میں چپکنے کی ہو سکتی ہے، حالانکہ اس میں BREAK ملنا بڑا مشکل مسئلہ ہے۔ صد منزل است و منزلِ اوّل قیامت است والا معاملہ ہے۔ ریکارڈنگ کی بات تو سمجھ میں نہیں آتی، بڑے بڑے گویوں کو پرائیوٹ ریکارڈنگ کا موقع آسانی سے نہیں ملتا۔ اسکول کے لڑکیوں کا ریکارڈ کون بنائے گا۔

سنو، خدیجہ! کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ تم کچھ دنوں کے لیے بمبئی آجاؤ۔ میرے ایک دوست ہیں انھوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنا فلیٹ تمہارے ٹھہرنے کے لیے دے دیں گے۔ تم الیاس یا عباس یا پھر سنا سب سمجھو تو جہاں قدر چغتائی صاحب کے ساتھ ہی دس پندرہ دن کے لیے ہی چلی آؤ۔ کچھ بھوپال کی گھٹن سے بھی تمہیں فراغت ملے گی اور یہاں تم اچھے ڈاکٹروں کو دکھا بھی دینا۔ اچھا تو اب تم مجھے واقعی اپنے آنے کی تاریخ سے اطلاع دو۔ بولو کب آرہی ہو۔

میرا بمبئی سے نکلنا فی الحال ممکن نظر نہیں آتا۔ ممکن ہے جولائی میں چند دن کے لیے لکھنؤ جاؤں۔ بچوں کو دیکھنے کے لیے۔

تمہاری بھیجی ہوئی تصویریں مل گئیں۔ بچوں کی تصویریں تمہیں عنقریب بھیجوں گا۔ میری کوئی نئی تصویر ہی نہیں جو تمہیں بھیجوں۔

ہاں وہ "کورتا" میں نے تمہیں جان کر نہیں لکھی، وہ خاصی شوخ اور بیباک ہے، اور نہ اب لکھ رہا ہوں، خیر اُس دن کا انتظار کرو جب اُس سے بھی زیادہ شوخ باتیں کی جاسکیں۔

اب تمہیں کیا لکھوں، اب تو تم بمبئی آ ہی رہی ہو نا؟ ہاں کل عید ہے۔ لیکن "ساقی بیار بادہ کہ ماہِ صیام رفت" سے زیادہ عید منائی بھی کیا جاسکتی ہے۔ اچھا اب اجازت دو۔ کل تمہیں پھر خط لکھوں گا۔

سب بہن بھائیوں کو دعا و سلام، شاہد کو پیار۔

بی آپا کو آداب

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۳ مئی ۱۹۵۵ء

●

عزیز از جان

میں نے کل کے خط میں تمہیں بمبئی آنے کی دعوت دی ہے، تم پہلی فرصت میں چلی آؤ۔ بی آپا سے میری طرف سے اپنے بمبئی آنے کی اجازت لے لو، کوئی تیار نہ ہو تو نسیم میاں کو لے کر آجاؤ۔ یہاں تمہارے ٹھہرنے کا معقول انتظام ہو جائے گا اور ڈاکٹروں کو دکھا کر تم اپنا علاج بھی شروع کر سکو گی۔ دیکھو کہیں تم اس طرح نہ سوچنے لگنا کہ تم اگر دس بیس دن کے لیے آؤ گی تو مجھ پر کوئی بار پڑے گا۔ اس طرح سوچو گی

تو پھر دوستی نبھ چکی۔ پھر مجھے بھوپال آ کر تمہارے یہاں ٹھہرتے ہوئے بھی اسی طرح سوچنا پڑے گا اور نتیجہ میں ہمارے تعلقات بڑے BUSINESS LIKE ہو کر رہ جائیں گے۔ سیدھی بات یہ ہے کہ تم اپنی رضامندی لکھو۔ بمبئی ریڈیو اسٹیشن کے پروگرام ڈائرکٹر میرے ایک بہت عزیز دوست ہیں، میں ان کے ذریعہ تمہاری ایک تقریر ریڈیو پر FIX کرا دوں گا۔ اس طرح تمہارے بمبئی آنے جانے کے مصارف بھی بآسانی نکل آئیں گے۔

سچ مچ خدیجہ تم آ ہی جاؤ، فرصت پاتے ہی۔

تقریر کے بارے میں تم قطعی پریشان نہ ہونا۔ ریڈیو کی تقریریں لکھی ہوئی پڑھنی ہوتی ہیں اور وہ تم بس آدھ گھنٹہ بھر میں لکھ لوگی۔

باجرہ آپا کے ساتھ گروپ بہت سمجھو کہ مل گیا۔ ورنہ اس کی تو کوئی امید ہی نہیں رہی تھی۔ اس گروپ میں مجھے خود اپنی تصویر بہت پسند آئی۔ شاید "جمالِ ہم نشیں در من اثر کرد" والی بات ہو۔

اور ہاں دیکھو، آج عید ہے، میں ابھی ابھی سو کر اٹھا ہوں اور تمہیں خط لکھنے بیٹھ گیا ہوں، میری طرف سے عید کی مبارکباد قبول کرو۔ یہاں تو عید منانے کا کوئی سوال ہی نہیں ہے، اب تم جس دن بمبئی آؤ گی اُس دن میں عید منالوں گا۔

بی آپا کی خدمت میں آداب کہو اور سب بہن بھائیوں کو دُعا۔

اور سنو اباجی اگر واقعی بمبئی آ رہے ہوں تو تم انھیں کے ساتھ کیوں نہ چلی آؤ اباجی اور تمہارے ٹھہرنے کا بہت معقول انتظام ہو جائے گا۔

جواب لکھو۔ دُعاوں کے ساتھ

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۳ مئی ۱۹۵۵ء

●

عزیز خدیجہ،

خط ملا، تمہاری علالت سے پریشانی ہے، تم سچ مچ کچھ دنوں کے لیے بمبئی چلی آؤ، یہاں ڈاکٹروں کو دکھا دو، تمہیں ہر قسم کی سہولت یہاں مل سکے گی، وکی میرے بڑے اچھے دوست ہیں انھوں نے امسال ہی میڈیکل کالج سے M. B. B. S. کیا ہے۔ اُن کے یہاں کے تمام ڈاکٹروں سے مراسم ہیں اُن کے ذریعہ

بہت کچھ کا نکل سکے گا۔ تو بولو کب آ رہی ہو؟

میرے دونوں خط ۲۳ اور ۲۴ کے لکھے ہوئے تمہیں مل گئے ہوں گے۔ آج تمہارے خط کا انتظار رہا۔ اب کل تو اتوار ہے، بات پرسوں پر گئی۔ خدا کرے تمہارا بخار جاتا رہا ہو، اور تم سفر کے قابل ہو۔

ہاں عذرا کا کوئی خط مجھے نہیں ملا' اُس نے تو اب مجھے بالکل بُھلا ہی دیا ہے، وہ تو تم خواہ مخواہ مجھے اُس کی طرف سے آداب وغیرہ لکھ دیتی ہو۔

اچھا' اس وقت اجازت دو۔ پرسوں صبح اور شام کی ڈاک سے تمہارے خط اور خیریت کا انتظار رہے گا' اور پھر رات کو تمہیں مفصل خط لکھوں گا۔

بی آپا کو میرا آداب کہو

اور سب بھائی بہنوں کو دُعا۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۸ مئی ۱۹۵۵ء

●

جان سے عزیز خدیجہ،

تم کیسی ہو؟

آج اتوار تھا' تمہارا خط کیسے آتا' کل کا انتظار ہے۔ اس وقت تم سے باتیں کرنے کو جی چاہنے لگا تو خط لکھنے بیٹھ گیا۔ اکثر چھٹی کا دن کاٹے نہیں کٹتا۔ ویسے ہفتہ بھر اتوار کا انتظار رہتا ہے لیکن اتوار جب آتا ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کرو۔ آج صبح تو DUEL IN THE SUN کا مارننگ شو دیکھنے چلا وہاں سے پلٹا تو، آج کل یہاں چین کے ARTS AND CRAFTS کی ایک نمائش ہو رہی ہے وہ دیکھنے گیا۔ پہنچ گیا۔ بقیہ وقت ظفر آرٹسٹ کے یہاں گذر گیا بہر کیف مجھے اس نمائش نے کچھ زیادہ متاثر نہیں کیا۔ میں سمجھتا ہوں ہمارے یہاں کی صنعتیں کہیں زیادہ آگے ہیں۔ وہاں کی KIANGSU اور SZECHUAN کے بروکیڈ کے مقابلے میں ہمارے یہاں کا بنارسی کام کہیں نفیس اور اعلا ہے۔ یا پکنگ کے ہاتھی دانت کے کام، ٹن یانگ کی لکڑی کی نقاشی یا تن سن کے مٹی کے کھلونے ہمارے میسور کے ہاتھی دانت کے کام سے یا کشمیر کے لکڑی کے کام سے یا لکھنؤ کے کھلونوں سے پیچھے ہی نظر آتے ہیں۔ سلک البتہ اپنے TEXTURE کے اعتبار سے بہت اچھی ہے، دوسرے بانس یا درختوں کے ریشوں، یا گیہوں سے ڈنٹھلوں سے یا مختلف گھاس پھوس سے وہاں بعض بڑے کام کی چیزیں تیار ہوتی ہیں جو آرٹ کا نمونہ بھی نظر آتی

ہیں۔ ہمارے یہاں اس قسم کی چیزیں ملا بار وغیرہ کی طرف ضرور بنتی ہیں لیکن یہ خوبصورتی اور نزاکت اُن میں نہیں ہوتی۔ ایسی چیزیں سچ پوچھو تو بڑے تخلیقی شعور CREATIVE TALENT کا پتہ دیتی ہیں۔

ابھی کچھ دن ہوئے یہاں ایک INTERNATIONAL DOLL بھی ہوئی تھی جس میں بہت سے ملکوں نے شرکت کی تھی۔ یہ بڑی دلچسپ تھی، صرف دلچسپ ہی نہیں بلکہ اُن گڑیوں سے ہر ملک کے پہناوے وہاں کے فیشن، بالوں کی تراش، وضع قطع، حتیٰ کہ قدیم رسوم و روایات کا پتہ بھی ملتا تھا۔ ایسے موقعوں پر جی چاہنے لگتا ہے کہ تم بھی ہو ہم ساتھ ان چیزوں کو دیکھیں اور پھر ان پر DISCUSS کریں۔ لیکن ——

ہاں، تمہیں میں تین خط لکھ چکا ہوں تم واقعی بمبئی چلی آؤ۔ کچھ دنوں کے لیے تمہیں بھوپال کی فضا اور اُس کی گھٹن سے چھٹکارا ملے گا تو تمہاری صحت پر اچھا اثر پڑے گا۔ پتہ نہیں تم نے کیا طے کیا ہے۔ "اُس پہ بن جائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے" —— یہ ہو تو کوئی بات بھی ہوتی! آج "آئینہ" کے تازہ شمارے میں کرشن کا ایک افسانہ "کالی سڑک اور سفید سڑک" پڑھا، مجھے یہ افسانہ خاصا پسند آیا، نہ پڑھا ہو تو ضرور پڑھنا اور اپنی رائے لکھنا۔

خدا کرے تم اب رُو بہ صحت ہو!

عذرا اور شاہد کو پیار۔ چاند اور سعیدہ کو دُعا اور بی آپا کو آداب۔

اچھا، رخصت کل شام تک کے لیے۔

تمہارا

۲۹ مئی ۱۹۵۵ء — جاں نثار اختر

"مزاج اچھا تو ہے یادش بخیر اُس آفت جاں کا"

(داغ)

۷ جون ۱۹۵۵ء — جاں نثار اختر

●

عزیز خدیجہ،

صبح کی ڈاک سے تمہارا خط ملا اور شام کو تار کا جواب بھی۔ اپنی خیریت سے کم سے کم برابر مطلع

کرتی رہو۔

تم نے بمبئی آنے کی بات کو بڑے خوبصورت انداز میں ٹال دیا۔ بہر کیف میرا دوستانہ اور مخلصانہ مشورہ آج بھی یہی ہے کہ تم مجھ سے ملنے کی غرض سے نہیں، اپنے علاج کی خاطر کچھ دنوں کے لیے بمبئی چلی آؤ۔ اگر تمہاری مجبوری صرف اخراجات کے پیش نظر ہے تو میں تمہیں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ یہاں بمبئی ریڈیو سے تمہاری ایک Talk میں بک کرادوں گا اس طرح تم پر آمد و رفت کا کوئی بار نہ پڑے گا۔ اگر تم گھر والوں پر بوجھ ڈالنا نہیں چاہتیں تو میں تمہیں پیسے بھیج دیتا ہوں تم کو ریڈیو اسٹیشن سے پیسے ملیں تو تم مجھے ادا کر دینا' اس میں میرا کوئی احسان بھی تم پر نہ ہوگا۔ لیکن اس کے علاوہ اگر تمہاری خانگی مصلحتیں مانع ہیں تو ظاہر ہے کہ میں عذرا! تمہیں کیسے مجبور کر سکتا ہوں۔

اور ہاں عذرا میں نے جو بات گذشتہ خط میں لکھی تھی اُسے تم نے میری غلطیوں کے رنگ لگا کر ختم کر دیا۔ لوگ اسے پسند نہیں کریں گے تو میں لوگوں کے بارے میں اتنا نہیں سوچتا' تم کب سے سوچنے لگی ہو۔ مجھے تو تمہاری یہ بات پڑھ کر بے ساختہ یہ مصرعہ یاد آگیا ؎

تیرا ہی جی نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

اصل بات تو یہ ہے کہ تم مجھ پر پورا اعتماد نہیں رکھتیں۔ اس کے لیے اگر میں یہ کہوں کہ نہیں عذرا مجھ پر بھروسا کرو تو یہ بڑی بچکانہ بات ہوگی۔ اعتماد زبردستی پیدا نہیں کیا جا سکتا۔ تم نے لکھا ہے کہ "میں آپ کی بے کیفی سے ڈرتی ہوں" خیر میں تو اتنا جانتا ہوں کہ ہر شخص کو آزادانہ طور پر سوچنے اور سمجھنے کا حق ہے۔ تمہیں میرے خیال سے اتفاق نہیں تو مجھے اُس پر اصرار نہیں کرنا چاہیے۔ تم مجھے عزت دے سکتی ہو محبت نہیں تو مجھے اُس پر قناعت کرنی چاہیے۔ بہر کیف میں اس بات کو اب تم سے نہیں چھیڑوں گا۔ زندگی نے نہ جانے کتنے سبق دیے ہیں اور جن میں سے ایک بڑا سبق یہ بھی ہے کہ کسی غیر متوقع بات پر بھی حیرت نہ کرو، غم کرنا تو الگ رہا۔ بہر حال ہم ہر حالت میں کم سے کم ایک دوسرے کے اچھے دوست ضرور رہیں گے، اس کا مجھے ابھی تک تو یقین ہے۔

ہاں، گیارہ تاریخ کو برہان پور میں ایک مشاعرہ ہو رہا ہے۔ میں غالباً جاؤں۔ برہان پور سے بھوپال بس آدھی دُور ہی تو رہ جائے گا۔ لیکن اس آدھے راستے سے مجھے لوٹنا ہی ہوگا —

عباس، چاند، سعیدہ، عذرا اور شاہد کے عید کارڈ مجھے پہنچ گئے تھے۔ میری طرف سے اُن

سب کی محبتوں کا شکریہ ادا کر دینا۔ عذرا اور شاہد کو پیار بھی۔ بی آپا کو آداب کہو۔

دُعاوں کے ساتھ

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۴؍ جون ۱۹۵۵ء

●

میری اچھی دوست،

تمہارے خطوں کا جواب لکھ چکا ہوں۔ ملا ہوگا، خدا کرے اب تمہاری طبیعت رُو بہ اصلاح ہو۔ میری طبیعت بھی آج کل کچھ ٹھیک نہیں ہے، گلے میں تکلیف ہے آج کوئی دس بارہ دن سے، ابھی تک "ٹالتا رہا" لیکن اب بغیر علاج کے کام چلتا نظر نہیں آتا۔ دیکھو۔ ابھی تک آپ اپنی فکر کرنے کی عادت پڑ نہیں سکی ہے، تھوڑی بہت کوشش ضرور کرنے لگا ہوں۔ لیکن "آخری وقت میں کیا خاک مسلماں ہونگے" والی بات سمجھو۔

تم اپنی پڑھائی کا کوئی غم نہ کرو۔ مقدم بات تمہارا صحت یاب ہونا ہے۔ دوسرے بکھیڑے تو چلتے ہی رہتے ہیں۔

کل سے میں اسٹوڈیو نہیں گیا ہوں، اطمینان سے بستر پر پڑا ہوں، اسے تم میری طبیعت کی خرابی پر محمول نہ کرنا، اتنا بیمار تو نہیں کہ چل پھر نہ سکوں، بس یونہی کچھ کام سے جی اُچاٹ سا ہے۔ بہرکیف یہ T E A توڑتے ہی رہتے ہیں۔

ہاں تمہارے معاملات کا کیا ہوا حسین چچا وغیرہ اب کیا کہتے ہیں۔ یہ سوال میں نے تم سے اس لیے کیا ہے کہ بغیر اس مصیبت سے نجات حاصل کیے تمہیں ذہنی سکون نہ ملے گا، اور بغیر ذہنی سکون کے صحت کو برقرار رکھنا مشکل ہوتا ہے۔ اُن لوگوں کو چاہیے کہ تمہارا علاج سمجھ کر ہی ان معاملات کو طے کرا چکیں۔

میں گیارہ تاریخ کو غالباً ایک دن کے لیے برہان پور جاوں گا، تیرہ کو واپس آجاوں گا۔ بیس تاریخ کے بعد غالباً میں اپنی موجودہ رہائش سے کہیں منتقل بھی ہو جاوں، ممکن ہے کسی ہوٹل ہی میں۔ جیسا ہوگا میں تمہیں لکھوں گا، فی الحال تو تم اسی پتہ پر مجھے اپنی خیریت لکھتی رہو۔

چاند، سعیدہ، عذرا کو دُعا اور شدو کو پیار

بی آپا کی خدمت میں آداب

پورے خلوص کے ساتھ

تمہارا

جاں نثار اختر

۸؍ جون ۱۹۵۵ء

بہت عزیز خدیجہ

آج یاسمین یہاں ریلیز ہوئی ہے، اس وقت آخری شو دیکھ کر لوٹا ہوں، ایک تو بج رہا ہوگا۔ دیکھو نا! اس وقت تمہیں سوتے سے جگا کر باتیں کرنے بیٹھ گیا۔

تمہارا خط مجھے مل گیا تھا، آج بھی تمہارے خط کا انتظار تھا، کل یقیناً آئے گا لیکن مجھے تو دو دن بعد ہی مل سکے گا۔ صبح چھ بجے کی گاڑی سے برہان پور جا رہا ہوں۔ کتنا جی چاہ رہا ہے کہ ایک دن کے لیے بھوپال بھی پہونچ جاؤں، تمہارے پاس۔ اس خط سے پہلے ہی!

رشکِ پیغام ہے عنان کشِ دل
نامہ بر راہ بر سنہ ہو جائے

لیکن ہر وقت دل کا چاہا بھی تو ممکن نہیں ہے۔ سچ جانو میرا دل تو برہان پور جانے کو بھی نہیں چاہتا مگر مسعود صدیقی صاحب بہ نفس نفیس نازل ہیں اس لیے مروت کا رشتہ بھی نہیں توڑا جا سکتا، ورنہ اولاً تو یہاں آج کل کام کی زیادتی مہلت نہیں دے رہی، دوسرے میری طبیعت بھی ٹھیک نہیں۔ گلے میں ورم پیدا ہو گیا ہے۔ اِدھر دو تین دن سے انجکشن کا سلسلہ چل رہا ہے۔ دراصل میں نے سوچا ہے کہ جب تم اپنی صحت کا خیال نہیں رکھتی ہو تو پھر میں بھی بیمار رہنا شروع کر دوں۔

ہاں جو خط میں نے تمہیں ۶ ؍ یا ۷ تاریخ کو لکھا تھا، اس کا مزا تمہیں اچھا نہیں معلوم ہوا ہوگا اس کا مجھے یقین ہے۔ لیکن میں سوائے اس کے تمہیں اور لکھتا بھی کیا۔ بہر کیف "مہرباں ہو کے بلالو مجھے چاہو جس وقت" کا کم سے کم اعتبار رکھو۔

برہان پور سے اس امید میں لوٹوں گا کہ تمہارا خط مجھے رکھا ہوا ملے گا۔ اچھا، اب تمہیں زیادہ نہیں جگاؤں گا۔

میٹھی نیند اور سہانے سپنے!

تمہارا
جاں نثار اختر

۱۰ ؍ جون ۱۹۵۵ء

●

میری عزیز خدیجہ،

کل رات برہان پور سے واپسی پر تمہارا خط رکھا ہوا ملا۔ تم نے لکھا ہے کہ تم شام کو مفضل

خط لکھوگی چنانچہ آج دن بھر تمہارے خط کا انتظار رہا اب دیکھو کل بھی تمہارا "مفصّل خط" مجھے ملتا ہے یا نہیں۔

برہان پور پہونچ کر کتنا جی چاہتا رہا کہ تم سے ملنے ایک ہی دن کے لیے بھوپال پہونچ جاؤں لیکن بعض موقعوں پر دل کی نگرانی عقل بُری طرح کرتی ہے لہٰذا بمبئی لوٹنا پڑا۔ اب دیکھو بمبئی سے کب نکلنا ہوتا ہے۔

تم نے اپنے پچھلے خط کے سلسلے میں خاصی لمبی چوڑی معذرت کر ڈالی ہے لیکن ساتھ یہ بھی کہ "میں آپ کی اچھی دوست بھی تو ہوں، یہ آپ کیوں بھول جاتے ہیں"۔ تو بھئی اچھی دوستی کے یہی معنی ہیں تو آؤ ہم دوستی ترک کر کے دشمنی کا رشتہ جوڑ لیں۔ بولو اس میں تو تمہیں کوئی عذر نہیں؟ تم نے بمبئی آنے کے بارے میں لکھا ہے کہ "یہاں جو عجیب و غریب افواہیں اُڑ رہی ہیں ان کی تصدیق ہو جائے گی" تو مجھے میرؔ کا یہ مصرعہ یاد آگیا ہے "؎ کہنے کو اِک راز ہے لیکن۔ عالم سارا جانے ہے"۔ اور ویسے تو زبانِ خلق کو نقارۂ خدا کہا جاتا ہے۔ کیا خبر لوگوں کی یہ بات آگے چل کر صحیح ثابت ہو۔ اس لیے ان افواہوں سے ڈرنے کی کوئی بات نہیں۔ انھیں نیک فال کیوں نہ سمجھو۔

ہاں اس سلسلے میں آج کی بات سُنو۔ تمہارے بھوپال کی مسز رینک آج کل بمبئی آئی ہوئی ہیں۔ آج انھوں نے مجھے کاردار اسٹوڈیو فون کیا تھا، چنانچہ میں سہ پہر کو اُن سے ملنے گیا۔ دورانِ گفتگو میں انھوں نے مجھ سے بڑی بے تکلّفی سے پوچھا "اختر صاحب آپ لوگوں کی شادی کب ہو رہی ہے"۔ یقین جانو میں ان کا مُنھ دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا۔ میں نے پوچھا بھی کہ آپ یہ بات کیسے کہہ رہی ہیں۔ جس کے جواب میں انھوں نے صرف اتنا ہی کہا کہ "یہ تو مجھے معلوم ہے"۔ کیسے معلوم ہے یہ البتہ جانے! تمہاری تعریفیں انھوں نے اتنی کر ڈالیں کہ مجھے شبہ ہونے لگا کہ یہ تمہاری بھیجی ہوئی نہ ہو۔

اچھا یہ باتیں تو ہوئیں۔ تمہاری طبیعت اب کیسی ہے؟ تم علاج میں کوتاہی نہ کرو اور بے تکلّف چند دن کے لیے بمبئی آجاؤ اور یہاں ڈاکٹروں کو دکھا دو، اس بارے میں تم اپنا فائنل پروگرام بنا کر لکھو۔ اور کیا لکھوں اب۔ ہاں برہان پور کا مشاعرہ زہرہ جمال کی صدارت میں منعقد ہوا تھا۔ اس کا خطبۂ صدارت اچھا خاصا تھا، بمبئی سے میں نے اور کیفی نے شرکت کی تھی۔ ساحرؔ بھی مدعو تھے لیکن وہ جا نہ سکے۔ مشاعرے کے دوسرے دن برہان پور کے آثارِ قدیمہ کی سیر بھی کر ڈالی۔ قلعہ کا منظر بہت خوبصورت ہے۔ قلعہ کے عین دامن میں دریائے تاپتی بہتا ہے۔ یہ قلعہ بہت شکستہ حالت میں ہے اور مغلیہ زمانے کی یادگار ہے، کچھ حصّہ آصف جاہ اوّل کے زمانے میں بھی تعمیر ہوا ہے۔ تاپتی کے اس پار زین آباد کی چھوٹی سی بستی

ہے' یہ وہی زین آباد ہے جس کی خاک نے اس عورت کو جنم دیا تھا جس نے عالمگیر جیسے متشرع شخص کو دیوانہ بنا ڈالا تھا۔ تم نے اگر غبارِ خاطر پڑھی ہو گی تو جہاں تک مجھے خیال ہے آزاد نے کسی خط میں بیگم زین آبادی کا تذکرہ کہیں کیا ہے۔ تپتی کے اُس پار ایک جگہ "آہو خانے" کے نام سے موسوم ہے۔ اسی آہو خانے کی چہار دیواری میں وہ بارہ دری بھی ہے جہاں ممتاز محل دفن رہ چکی ہے۔ بعد میں تاج محل کے تکمیل ہونے پر اس کے تابوت کو یہاں سے آگرہ منتقل کیا گیا تھا۔ بس ایک اسیر گڑھ کا قلعہ نہ دیکھ سکا، اس کے لیے پورا ایک دن درکار تھا یہ برہان پور سے چودہ میل کے فاصلے پر ہے' اس کا افسوس ہے۔ بہرکیف پھر کوئی موقع ہوا تو دیکھا جائے گا۔ اس پوری سیر و تفریح میں تمہاری یاد قدم قدم پر میرے ساتھ رہی ہے' بس نہ جانے کیوں جی چاہتا ہے کہ تم ہر جگہ میرے ساتھ ہو اکرو' صرف تمہاری یاد مجھے نہیں بہلا سکتی یہ صاف بات ہے۔

اور ایک بات یہ کہ میں نے برہان پور سے بھوپال نہ آنے کے جرمانہ میں تمہارے لیے وہاں کے HANDLOOM کی ایک ساڑی خریدی ہے۔ بہت معمولی سی۔ اب بمبئی سے تمہارے لیے ایک دو ساڑیاں اور خرید کر ساتھ ہی بھیجوں گا لیکن میں سوچتا ہوں انھیں بھیجنے کی ضرورت ہی کیا ہے تم تو خود بمبئی آ رہی ہو۔

اچھا اب اجازت دو۔ اپنے عزائم سے اطلاع دو۔

سب کو میرا سلام و دعا پہونچاؤ اور خود کو میری تمام محبتیں

تمہارا ہمیشہ

جاں نثار اختر

۱۴ر جون ۱۹۵۵ء

●

عزیز جانِ بچہ

تمہارے دونوں خط آج ساتھ ہی ملے۔ میرے گلے کی تکلیف اب تو برائے نام رہ گئی ہے کل پرسوں تک بالکل جاتی رہے گی۔ البتہ رات کے بخار نے آن گھیرا' اس وقت بھی خفیف سا ٹمپریچر ہے' یہ بھی کل پرسوں تک جاتا رہے گا۔ تمہیں فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔

تم نے بعض بہت دلچسپ باتیں لکھی ہیں۔ بھئی اس "بڑی صلاحیتوں کی مالک لڑکی" کو دیکھنے اور اس سے ملنے کا اشتیاق تو مجھے بھی ہو گیا مجھے نہیں پتہ تھا کہ بھوپال میں میرے کچھ ایسے بے پناہ ہمدرد بھی ہیں جو میرے لیے ایسی زبردست لڑکی تلاش کرنے کی زحمت گوارا کر سکتے ہیں۔

بہرکیف میرے لیے خود یہ ایک دلچسپ انکشاف ہے۔ میں کیسے یقین کروں کہ تاج نے ایسی بے بنیاد بات امین سے کہی ہوگی۔ اس قسم کی باتیں دوسروں کے نام سے مصلحتاً کہی سُنی جاتی ہیں، البتہ مجھے حیرت اس بات پر ہے کہ تم ان باتوں سے متاثر ہونے لگتی ہو جس کا ثبوت تمہارے یہ جملے ہیں کہ "میں آپ کی آواز ہی میں جی لوں گی لیکن آپ میرے لیے کوئی ایسا نقصان نہ کیجیے جس کی تلافی ممکن نہ ہو۔ سچ آپ کی جیون ساتھی کوئی ایسی لڑکی ہو جو صحیح معنوں میں آپا کا بدل ہو۔ وغیرہ"۔ میری دوست! تم نے مجھے صحیح معنوں میں ابھی تک سمجھا ہے اور اسی لیے تم میں وہ اعتماد پیدا نہیں ہو سکا جہاں پہونچ کر تم یہ کہہ سکو کہ "وہ لڑکی صرف میں ہی ہو سکتی ہوں"۔ رہا میرے نقصان کا سوال تو کسی آدمی کو اتنی آزادی تو ملنا ہی چاہیے کہ وہ خود اپنا نفع نقصان سوچ سکے۔ اور وہاں نقصان تو دیکھو جب ہوتا کہ وہ "بڑی صلاحیتوں والی لڑکی" اس دُنیا میں پیدا ہو چکی ہوتی اور میں اس نعمت سے مُنھ موڑ کر چلا آتا لیکن ابھی جب اس کے ظہور کے لیے یہ آسمان و زمیں مضطرب اور منتظر ہیں اور اس کا وجود پردۂ غیب سے منصۂ شہود پر جلوہ افروز نہیں ہوا ہے، اگر میں غریب انتظار کی تاب نہ لاکر کسی چھوٹی صلاحیتوں والی لڑکی سے شرطِ وفا باندھ لوں تو تھوڑا بہت تو میرا فائدہ کہیں نہیں گیا ہے نقصان کا سوال تو اُٹھتا ہی نہیں۔

دوسری بات تم نے آفاق کی لکھی ہے۔ اوّل تو مجھے میٹنگ کا لفظ پڑھ کر بہت ہنسی آئی۔ غالباً ان لوگوں نے کوئی اسپیشل میٹنگ اس مسئلہ پر بحث کے لیے طلب کی ہوگی۔ تم ان حماقت کی باتوں پر ہنسنا سیکھو۔ کسی کی خانگی زندگی پر انجمن بحث نہیں کیا کرتی۔ انفرادی طور پر بالفرض وہ میرے کسی اقدام کو اگر اچھا نہیں سمجھتے تو یہ ان کی اپنی ذاتی رائے ہے، اُن کی رائے یوں بھی صحیح نہیں ہو سکتی کہ وہ دوسروں کے دلوں سے واقف نہیں ہو سکتے۔ "آپ پہ اعتماد ہے"۔ والی بات ہونی چاہیے۔ تم سکون دے سکتی ہو، چاہت دے سکتی ہو اس کا تو تمہیں اعتماد ہے، پھر رہا کیا "گوناگوں شخصیت"! تو میری دوست، الفاظ کے طلسم میں خود کو نہ اُلجھاؤ۔ ادبی رُجحان یا سیاسی دلچسپیاں سب ماحول کی پیدا کی ہوئی چیزیں ہوتی ہیں۔ تم ایک کشادہ اور وسیع ماحول میں تو آؤ۔ تم میں خود یہ گوناگوں شخصیت پیدا ہو جائے گی۔

اور ہاں سب سے عجیب بات تم نے یہ لکھی ہے کہ "سوچیے آپ جیسے اپنا ساتھی بنانا چاہتے ہیں اس کے ساتھ ایک بچہ کا ساتھ ہے"! مجھے سچ جانو تمہاری یہ بات پڑھ کے تھوڑا سا ذہنی صدمہ ضرور ہوا۔ میری توقعات تم سے ہمیشہ بہت بہت اونچا سوچنے کی ہیں۔ تمہارے ذہن میں ایسی چھوٹی بات کیسے آئی۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ اگر تم مجھ تک آ سکیں تو پھر جادو اور رمضان سے مجھے کوئی

واسطہ نہ ہوگا، ان کی ہر ذمہ داری تم پر ہوگی اور شاہد سے تمہیں کوئی مطلب نہ ہوگا، اس کی ہر ذمہ داری مجھ سے وابستہ ہوگی۔ پیح خدیجہ، تم مجھے مل سکو یا نہ مل سکو، لیکن اپنے ذہن کو تنگ اور تاریک نہ ہونے دو۔ ورنہ تمہیں اس طرح سوچتے ہوئے دیکھ کر میرا دم گھٹ کر رہ جائے گا۔

رہا یہ کہ میں بقول لوگوں کے تین چار مہینے بعد تمہیں نہ پہچان سکوں گا تو اس کا جواب تم اپنے دل سے لیا کرو، اور جو جواب تمہارا دل دے وہی لوگوں سے کہہ دیا کرو۔ اب رہی لوگوں کی خوشنودی تو مجھے نہیں معلوم یہ کیا چیز ہوتی ہے کیا تم واقعی یہ سوچ سکتی ہو کہ لوگوں کی خوشنودی کی خاطر میں تمہارا خیال ترک کر سکتا ہوں۔ پھر تم نے مجھے ایسی بات کیوں لکھی۔ اگر تم اپنے کو موجودہ ازدواجی بندش سے آزاد نہ کر سکیں تو دوسری بات ہے لیکن اگر ایسا ہو سکا تو دنیا کی ہر مخالفت و مزاحمت میرے لیے بے معنی ہے۔ میری دوست، دنیا کا اختلاف محض اس وقت تک ہوا کرتا ہے جب تک ہمیں جو بات کرنی ہو کر نہ گذریں، پھر دنیا کی بھی وہی رائے ہو جایا کرتی ہے جو ہماری ہوتی ہے۔

دیکھو خدیجہ، تم فضول کی باتوں میں نہ پڑو۔ خود پر اعتماد رکھو، مجھ پر اعتماد رکھو تمہاری ازدواجی زندگی کے تلخ تجربے نے تمہارے ذہن کو مذبذب اور مشکوک سا بنا دیا ہے لیکن میری دوست اگر تمہیں میری چاہت ہے تو کیا وہ اتنی کمزور ہے کہ ان مہمل اور لغو شکوک پر حاوی نہیں ہو سکتی۔

کام کی بات یہ کہ تمہارے اس طرح خاموش رہنے سے کچھ بھی نہ ہوگا۔ تم اباجی اور حسین چچا سے کھل کر بات کرو۔ "نا روا شرم کو غیرت نہ سمجھو"۔ تمہیں کوئی قدم اٹھانا ہی پڑے گا۔ ہمیں منزل تک چل کر جانا ہے، منزل ہمارے پاس چل کر نہیں آئے گی۔

تمہاری طبیعت کیسی ہے۔ علاج سے تغافل نہ برتنا۔

دیکھو آج WRITING PAD بھی ختم ہو گیا ہے۔ ان کاغذ کے ٹکڑوں پر تمہیں خط لکھ رہا ہوں، اور اب تو ایک ٹکڑا بھی باقی نہیں ہے۔ اس لیے خط ختم کرنا ہی پڑے گا۔ میں اب تو صرف یہ جاننا چاہتا ہوں گا کہ تم نے اپنے معاملہ میں کیا قدم اٹھایا، تم قطعی ڈھیل نہ دو اس سلسلے میں، ورنہ اس سے بڑی غلطی تمہاری کوئی نہ ہوگی، یہ یاد رکھو۔

برہان پور سے واپسی پر ایک خط تمہیں لکھ چکا ہوں، پہونچا ہوگا۔ اپنے دونوں خطوں کے جواب کا انتظار کروں گا۔

اچھا اب اجازت! بی آپا کی خدمت میں آداب۔ سب بھائی بہنوں کو دعا، شاہد کو پیار۔ اور

"بڑی صلاحیتوں کی لڑکی" کو بھی اگر وہ عالمِ وجود میں آچکی ہو تو لوگوں کی معرفت میری تمام محبت پہونچا دینا۔

تمہارا
جاں نثار اختر

۱۷/جون ۱۹۵۵ء

●

بہت عزیز خدیجہ،

میرا خط بھی تمہیں مل گیا ہوگا۔ رات کو تمہیں خط لکھنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ تمہارے بھوپال کے متھرا بابو تشریف لے آئے۔ دُنیا بھر کی باتیں چھڑ گئیں۔ اور آخر میں آصف صاحب کے تازہ لطیفے۔ کوئی دو بجے تک محفل گرم رہی۔ اس وقت اسٹوڈیو جانے کے لیے تیار بیٹھا ہوں، پھر بھی سوچا تم سے کچھ باتیں تو کرلوں ورنہ پھر تمہیں دن بھر انتظار کرنا پڑے گا۔

میرے بھوپال میں ہونے کی خبر دلچسپ ہے اور اس سے زیادہ دلچسپ یہ کہ مجھے پوچھنے لوگ تمہارے یہاں آتے ہیں۔ مجھے غالب کا یہ شعر یاد آیا۔

اپنی گلی میں مجھ کو نہ کر دفن بعدِ قتل
میرے پتے سے غیر کو کیوں تیرا گھر ملے

ہاں حسین چچا کے کشمیر جانے کی خبر بھی معلوم ہوئی۔ تم نے لکھا ہے کہ میرے معاملہ کا آغاز انھوں نے غالباً کر دیا ہے۔ یہ "غالباً" کی ایک رہی۔ یعنی تم اپنے معاملات سے اتنی بے خبر ہو کر تمہیں کوئی بات تیقن سے نہیں معلوم۔ بہرکیف اُن سے واپس آنے پر تم اس معاملہ کو التوا میں نہیں ڈالو۔ خاموشی سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ میں یہ بات تم سے گھڑی گھڑی دُہراتا ہوں۔ ممکن ہے تم اکتاہٹ محسوس کرنے لگی ہو۔ لیکن میری دوست! تم یہ قدم اُٹھا کر تو دیکھو، تم اپنے کو زندہ محسوس نہ کرنے لگو تو میرا ذمہ۔

میں نے کل تمہارے لیے دو PRINTED ساڑیاں اور خریدی ہیں، معلوم نہیں تم میرے انتخاب کو پسند کروگی یا نہیں؟ بہرکیف اب تو میں نے خرید لی ہیں اور تمہیں پہننا پڑیں گی۔ مسز رینگ میرے بہت پیچھے پڑیں کہ آپ خدیجہ کے لیے کوئی تحفہ ضرور بھیجیے لیکن میں نے ہنس کر ٹال دیا۔ تمہاری یہ ساڑیاں میں اگلے مہینے تک تمہیں بھیجوں گا، ابھی کچھ اور بھی تو خریدنا ہے صرف ان سے کیا کام چلے گا۔

ہاں خدیجہ، کل میں اس آرکیڈیا بلڈنگ روم نمبر ۲۱ سے کہیں نہ کہیں Shift ہو جاؤں گا۔ کل ایک مکان بھی دیکھا ہے، آج شام تک پتہ چلے گا کہ وہ مل سکے گا یا نہیں۔ مکان بہت خوبصورت جگہ پر واقع ہے۔ امید تو ہے کہ کل اُسی میں منتقل ہونے کی صورت نکل آئے۔ وہاں منتقل ہو کر تمہاری یاد ہر لمحہ ستائے گی، کمرے کی کھڑکیاں سمندر کی جانب کھُلتی ہیں اور اتنا حسین منظر ہے کہ جی چاہتا ہے یہیں کھڑکی میں بیٹھے رہو، بہرکیف اگر خوش قسمتی سے کل تک یہ مکان مل بھی گیا تو اُسے FULLY SHIFT کرنا ہوگا، اور اگر سچ پوچھو تو سجے گا تو اُسی وقت جب تم آؤ گی۔

میری طرف سے سب کو سلام و دُعا کہو

شاہد اور عذرا کو پیار

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۲ر جون ۱۹۵۵ء

●

عزیز از جان

آج تمہارے خط کا انتظار ہے۔

مکان کا معاملہ ۲۵ر تاریخ پر ٹل گیا ہے۔ مالک مکان نے کسی صاحب سے وعدہ کر رکھا ہے۔ اگر وہ ۲۵ر تاریخ تک نہ آئے تو ۲۶ر کی صبح مجھے قبضہ مل جائے گا۔ امید تو بہت کچھ ہے۔ ۲۵ر تک کے لیے میں آج وارثی صاحب کے یہاں منتقل ہو گیا ہوں۔ تم مجھے آرکیڈیا بلڈنگ کے پتہ پر ہی فی الحال خط لکھنا، مجھے بحفاظت مل جائے گا۔ نئے ٹھکانے کا پتہ تو ۲۶ر کے بعد ہی لکھ سکوں گا۔

جادو اور پس کی تصویریں لکھنؤ سے آئی ہیں، تمہیں بھیج رہا ہوں اور اپنی تصویر بھی جو انسان نے کھینچی ہے۔

امید ہے تمہاری صحت اب بہتر ہوگی۔

بی آپا کو آداب کہو اور میری بہنوں کو دُعا۔ شاہد کو پیار۔

اچھا،

تمہارا ہمیشہ

جاں نثار اختر

۲۳ر جون ۱۹۵۵ء

میں کل یا پرسوں تمہیں پھر خط لکھوں گا، اور اپنا نیا پتہ بھی

اختر

بمبئی

اچھی خدیجہ،

تمہارے دونوں خط ملے۔ خدا کرے تم اچھی طرح ہو، تمہاری صحت کی طرف سے ہر لمحہ فکر رہتی ہے۔ تم جلدی سے بالکل اچھی کیوں نہیں ہو جاتیں۔

دیکھو آج ۲۹ر تاریخ بھی ہو گئی لیکن مکان کا معاملہ ابھی تک طے نہیں ہو سکا ہے۔ روز آج کل پر بات ٹل رہی ہے۔ کمبخت انکار ہی کر چکے تو کسی دوسرے مکان کی تلاش کروں۔ بہرحال دنیا امید پر قائم ہے، کچھ نہ کچھ ہو ہی رہے گا۔

آج کل وارثی صاحب کے گھر گزارا ہو رہا ہے، روز شام کو اسٹوڈیو سے لوٹتے ہوئے آرکیڈیا بلڈنگ کا ایک چکر ضرور ہوتا ہے۔ زیادہ تر اس امید میں کہ تمہارا خط آیا ہوگا۔

سچ خدیجہ آج کل زندگی بڑی UP SET ہو رہی ہے۔ سامان کہیں رکھا ہے، کھانا کہیں کھاتا ہوں اور سوتا کہیں ہوں۔ یہ دَور بھی یاد رہے گا۔ اس عرصے میں تمہیں خط لکھنے کا کئی بار ارادہ کیا لیکن ذہنی انتشار نے مہلت ہی نہیں دی۔ اس وقت بھی ذہن منتشر ہی سا ہے، ٹھیک طور پر کچھ لکھا ہی نہیں جا رہا، جانے کیا اُلٹا سیدھا لکھ رہا ہوں۔

کل زہرہ کا خط بھی آیا تھا، انجمن کے قصّے قضیّوں سے بھرا ہوا، اس کا جواب لکھنے کے لیے کل یا پرسوں کوئی وقت نکالوں گا۔ جولائی میں مجھے اور کیفی کو بلوا بھیجا ہے، کیفی ممکن ہے بھوپال آسکیں، مجھے تو اس طرف مہلت ملنا ناممکن ہے۔

اچھا اب شب بخیر، تمہیں بھی نیند آرہی ہوگی۔

"میں چاند کا یہ چراغ مدھم کر دوں"۔

سب کو میرا اسلام و دُعا کہو۔ اتوار کو تمہیں مفصّل خط لکھوں گا۔

ساری محبتیں۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۹ر جون ۱۹۵۵ء

عزیز از جان

آخر وہ مکان دستیاب نہ ہو سکا۔ صرف تمہاری وجہ سے۔ تم کہو گی اس میں تمہاری کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ بہرکیف سوچو، میں کیوں بتاؤں۔

آج ایک دو جگہ اور کوشش شروع کی ہے، فی الحال تو

"وہ جو ہم رکھتے تھے اِک حسرتِ تعمیر سو ہے"۔

تمہاری طبیعت کیسی ہے۔ کل تو تمہارے خط کی کوئی خاص امید نہیں، پرسوں شام کی ڈاک سے البتہ انتظار رہے گا۔ پرسوں تک ممکن ہے پھر وقت گذاری کے لیے آرکیڈیا بلڈنگ چلا جاؤں۔ اصل میں اب وہاں رہتے رہتے طبیعت گھبرا گئی ہے۔ جب تک زندگی میں کوئی سچی تبدیلی نہیں آتی ان جھوٹی تبدیلیوں ہی سے جی بہلایا جائے، اور چارہ بھی کیا ہے۔

میں نے تمہیں مفصل خط لکھنے کے لیے آج کا وعدہ کیا تھا لیکن اس وقت دن بھر کا تھکا ہارا واپس ہوا ہوں اور گھڑی میں بھی اور صورت پر بھی بارہ بج رہے ہیں لہٰذا کسی تفصیل کی ہمت نہیں۔ بس تمہیں آج کا دن ضائع ہونے کی رپورٹ دینی تھی اس لیے بھی کہ اتوار کا دن تو مکمل طور پر تمہارا دن ہے نا؟!

حسین چچا سفر سے واپس ہوئے یا نہیں، تمہارے معاملات کا کیا حشر ہے، اور گھر والوں کی مخالفت یا موافقت کا عالم کیا ہے، سب کچھ لکھو۔

سب کو میرا سلام و دعا۔ عذرا مُنّی کو الگ سے پیار۔ اس کے امتحان کا کیا نتیجہ نکلا، اب تو اس کے اسکول کُھل گئے ہوں گے۔

اچھا۔ شب بخیر

تمہارا

جاں نثار اختر

۳؍جولائی ۱۹۵۵ء

●

میری عزیز خدیجہ

تمہارے دونوں خط مل گئے۔ اتوار کو تمہیں مختصر سا خط لکھا تھا جو پیر کو پوسٹ ہوا ہے۔ مکان کا حشر تمہیں لکھ چکا ہوں، بہرحال کوشش جاری ہے۔ حسین چچا کے واپس آجانے کی اطلاع تو مل گئی، اب تو شاید ابا جی بھی اُجین سے واپس آ گئے ہوں گے۔ تم اب کسی قیمت پر

اس معاملہ کو التوا میں نہ ڈالو یہ میرا مخلصانہ مشورہ ہے اور ہاں یہ غنی صاحب کون ہیں۔ میں تو انہیں بالکل نہیں جانتا۔ تم مناسب سمجھو تو حسین پچا سے پنچوانی کا نام SUGGEST کر دو۔ تم چاہو گی تو میں پنچوانی کو براہِ راست لکھ دوں گا۔ یہ بات غالباً میں نے تمہیں پہلے بھی لکھی تھی۔

مسز رینک بے چاری بڑی پُرخلوص خاتون ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے ان سے پھر بھی ملنے کا وعدہ کیا تھا لیکن دوسرے ہی دن سے میری طبیعت ایسی خراب ہوئی کہ میں جا نہیں سکا۔ تم سے ملاقات ہو تو میری طرف سے ان سے چلتے وقت نہ مل سکنے کی معذرت کر دینا۔

اپنے آنے کے بارے میں تمہیں لکھ چکا ہوں کہ شاید ہی مجھے فرصت مل سکے۔ زہرہ کو بھی میں نے یہی لکھا ہے کہ میں پوری کوشش ضرور کروں گا لیکن اگر نہ آسکوں تو مجھے واقعی معذور سمجھیں۔ اس نے مجھے بڑے پُرخلوص انداز میں بھوپال آنے کی دعوت دی ہے اور صفیہ کا واسطہ اٹھا کر مجھے جذباتی طور پر ہلا سا دیا ہے۔ بہرحال اگر وہ صفیہ کی چھوٹی بہن ہونے کی دعویدار ہے تو میری بھی چھوٹی بہن ہے۔ میں حتی الامکان ضرور آؤں گا، لیکن ٹھہروں گا شہاب ہی کے گھر — ظاہر ہے موجودہ صورتِ حال میں تمہارے یہاں تو ٹھہر نہیں سکتا۔

اور تمہیں کیا لکھوں۔ نسیم میاں کے پاس ہونے کی بے حد خوشی ہوئی اور سعیدہ کے اٹک جانے کا تھوڑا سا افسوس، خیر، کوئی بات نہیں، صرف پلکوں کی سوئیاں ہی تو باقی ہیں، امتحان میں اب کی وہ ضرور پاس ہو جائے گی۔ دونوں کو میری دُعا کہنا۔ CCMP ART DIGITAL

اب اس وقت خط ختم کر کے گیت لکھنے بیٹھوں گا۔ کل صبح نو بجے ہی اسٹوڈیو جانا ہے۔

موسم آج کل یہاں کا بہت پُرفضا ہو رہا ہے، اس وقت بھی جھما جھم مینہ برس رہا ہے۔ ہاں آج سے تو ساون شروع ہے نا؟ ''ساون آیا تم نہیں آئے'' والی بات یاد آ رہی ہے۔

بی آپا اور گھر کے سب لوگوں کو میرا سلام کہو۔ شاہد کو پیار۔

اپنی خیریت سے مطلع کرنا۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۵ر جولائی ۱۹۵۵ء

●

عزیز از جان

کل تمہارا پانچ کا لکھا ہوا خط اور آج ۶ر تاریخ کا لکھا ہوا خط ملا۔ میرا اتوار والا خط تمہیں

اب ضرور پہونچ گیا ہوگا۔ بات یہ ہوئی کہ پیر کو صبح پوسٹ کرنا یاد نہیں رہا، دن بھر جیب میں لیے پھرا، شام کو پوسٹ کیا، اس کے معنی منگل کو وہ یہاں سے روانہ ہوا ہوگا، تمہیں جمعرات کو ملنا چاہیے یعنی ۷ تاریخ کو۔ اس کے علاوہ میں تمہیں ایک خط اور لکھ چکا ہوں۔ بہرحال تم یہ نہ سوچنے لگا کرو کہ میں تمہیں بھول گیا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اعتماد سے یہ تو کہہ سکو کہ آپ بھولنا بھی چاہیں تو مجھے نہیں بھول سکتے۔ لیکن کیا خبر یہ اسٹیج کب آئے گا۔ کیا میری دوستی نے ابھی تک اتنا اعتبار پیدا نہیں کیا ہے؟

حسین چچا نے تمہارے معاملہ کو اگر شروع کر دیا ہے تو اچھا ہے۔ اب تو یقیناً آپاجی بھی واپس آگئے ہوں گے۔ میں نے پنچوانی کے بارے میں تمہیں لکھا تھا، تم اگر موقع ہو تو حسین چچا سے یہ بات کر کے دیکھنا۔ رہا یہ کہ تم یہ قدم اٹھا رہی ہو تو ہمت اور بہادری کو ہاتھ سے نہ دو۔ ہراساں ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جو بھی ہوگا مجھے یقین ہے تمہاری بہتری کے لیے ہوگا۔ وہ اگر تمہارے اس اقدام کے مخالف ہیں تو یہ ان کی نادانی ہے۔ آخر وہ کیا چاہتے ہیں، کیا تم یونہی ہمیشہ ذہنی کرب کے عالم میں زندگی گذارتی رہو۔ بہرکیف یہ غنیمت سمجھو کہ صرف وہی تمہارے مخالف ہیں، اگر سب ہی مخالف ہوتے تو تم کیا کرتیں۔ پھر تو تمہیں سوچو کتنی بغاوت کرنی پڑتی۔ لہٰذا موجودہ حالات کو بجائے مخالف سمجھنے کے اپنے موافق کیوں نہ سمجھو۔ البتہ اس کشاں کشاں چلنے کے بجائے کچھ تو تیز رفتاری سے کام لو۔

"اے میرے محبوب! جلدی کر
اور اُس غزال کی مانند ہو جا
جو بلسانی پہاڑیوں پر ہے"

یہ اقتباس بائبل سے ہے۔ بائبل میں ایک CHAPTER "غزل الغزلات" ہے جو حضرت سلیمان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ تم اسے پڑھو تو محسوس کرو گی کہ کتنی حسین شاعری ہے۔ میں ایک ٹکڑا تمہیں لکھتا ہوں۔ سُنو

"میں سوتی ہوں اور میرا دل جاگتا ہے
یہ تو میرے محبوب کی آواز ہے!
میرے لیے دروازہ کھول میری محبوبہ، میری پاکیزہ، میری پیاری!
دیکھ میرا سر شبنم سے تر ہے

میں تو کپڑے اُتار چکی اب مجھے پھر پہننا ہوں گے
میں تو پاؤں دھو چکی اب ان کو پھر کیوں میلا کروں
اسی سوچ میں مجھے دیر ہو گئی
پھر میں اپنے محبوب کے لیے دروازہ کھولنے اُٹھی
اور میرے ہاتھوں سے رقیق مُر ٹپکا
میں نے دروازہ کھولا
لیکن میرا محبوب مڑ کر چلا گیا تھا
میں نے اسے ڈھونڈا پر نہ پایا
میں نے اسے پکارا لیکن کوئی جواب نہ ملا
پہرے والے جو شہر میں پھرتے ہیں مجھے ملے
انھوں نے مجھے مارا اور گھائل کر دیا
شہر پناہ کے محافظوں نے میری چادر مجھ سے چھین لی
اے یروشیلم کی بیٹیو! میں تم کو قسم دیتی ہوں کہ اگر میرا محبوب تم کو مل جائے۔
تو اس سے کہنا کہ میں عشق کی بیمار ہوں"

یہ اقتباس میں نے تمہیں اس لیے لکھا ہے تاکہ تمہیں اسے مکمل پڑھنے کا اشتیاق پیدا ہو جائے۔ تم اسے خود پر منطبق نہ کر لینا۔ تمہارا محبوب جو بھی ہو مجھے یقین ہے کہ تم دروازہ نہ کھولو تب بھی۔ تمہارے دروازے سے لوٹ کر نہیں جائے گا۔

خیر، یہ بات تو ہوئی۔ بھوپال آنے کی بات یہ ہے کہ زہرہ کا خط آج بھی آیا ہے۔ مشاعرے کے لیے انھوں نے ۱۷ر تاریخ لکھی ہے۔ اب مجھے پتہ نہیں کہ یہ مشاعرہ ہو بھی سکے گا یا نہیں۔ یہ اس لیے کہ کیفی اور مجروح جنھیں وہ بلانا چاہ رہی ہیں انھیں آنے کی فرصت بھی ہو گی یا نہیں۔ بہرکیف اگر یہ لوگ جانے کو تیار ہو گئے اور واقعی مشاعرہ ہوا تو میں ۱۷ر کی صبح ضرور بھوپال پہونچ جاؤں گا۔ ۱۴ر تاریخ تک تو مجھے بے حد مصروفیت ہے، اتنی کہ اب خط ختم کر کے پھر گیت لے کر بیٹھنا ہے۔ البتہ ۱۵ر سے ۲۰ر تک ـــــ مجھے مکمل فرصت رہے گی۔ اس لحاظ سے مجھے آنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہو گی۔ دیکھو اتوار تک پتہ چلاؤں گا کہ کیفی وغیرہ جا بھی سکیں گے یا نہیں۔ ورنہ تو مشاعرہ منسوخ ہی کرانا پڑے گا۔

ہاں تم نے میرے کرتے سی کر رکھے ہیں۔ اس کا شکریہ اتنی دُور سے کیسے ادا ہو سکتا ہے۔ اس کے لیے تو تمھیں میرے پاس ہونے کی ضرورت ہے۔

اچھا، اب اجازت دو۔ سب بہن بھائیوں کو سلام و دُعا، عذرا اور شاہد کو پیار۔ بی آپا کی خدمت میں آداب کہو۔

شب بخیر

تمھارا

جاں نثار اختر

۸ر جولائی ۱۹۵۵ء

●

عزیزہ ام خدیجہ

کیسی ہو تم۔ میرے خط ملے؟

آج تو بقول تمھارے "تمھارا دن" ہے اس لیے تم سے باتیں کیے بغیر کیسے رہا جائے۔ میں آرگیڈیا واپس آگیا ہوں۔

پھر آگئے وہیں پہ چلے تھے جہاں سے ہم

ابھی تک کوئی صورت مکان کی پیدا نہیں ہو سکی ہے۔ یہ نہیں ہے کہ بمبئی میں مکانات کی قلت ہے۔ مکان خالی پڑے ہیں لیکن بغیر "پگڑی" کے نہیں مل سکتے۔ "مانگ رہا ہے ہندوستان، روٹی، کپڑا اور مکان" کا نعرہ نہ سُنائی دے تو کیا ہو۔ مکان کے عنوان پر ایک نظم کیفی نے کہی ہے اور خوب کہی ہے ——

آج کی رات بہت سرد ہوا چلتی ہے
آج کی رات نہ فٹ پاتھ پہ نیند آئے گی
میں اُٹھوں، تم بھی اُٹھو، تم بھی اُٹھو، تم بھی اُٹھو
کوئی کھڑکی اِسی دیوار میں کُھل جائے گی

خیر، دیر سویر مل ہی جائے گا۔ ابھی تو تمھارے بمبئی آنے میں جو دیر ہے۔

ہاں بھئی، مشاعرے کا حشر یہ ہے کہ رات کیفی آئے تھے، انھیں ۱۷ر کو فرصت نہیں۔ ۲۴ر تاریخ کو بھوپال چلنے پر راضی ہیں۔ چنانچہ آج زہرہ کو خط لکھا ہے کہ ۲۴ر تاریخ مشاعرے کی رکھیں۔ اس عرصے میں مجروح یا ساحر کو بھی ہموار کیا جاسکے گا۔

تم نے نئی نظم کی فرمائش کی ہے اور میں نے اس عرصے میں کچھ نہیں کہا "ہندوستانی عورت" کے عنوان سے ایک نظم کا خاکہ ضرور ذہن میں ہے لیکن کب کہہ سکوں گا پتہ نہیں۔ البتہ مجموعۂ کل چھپ کر پریس سے آجائے گا، لیکن ابھی تو جلد بندی اور DUST COVER کے مرحلے باقی ہیں ممکن ہے ۲۴/ تک بالکل تیار ہوجائے اور اگر میں بھوپال آؤں تو ساتھ ہی لاؤں۔ اس کی پہلی جلد میں نے ابھی سے تمہاری نذر کر رکھی ہے۔

اچھا، اجازت دو۔ آج سے چودہ دن ہیں تم سے ملاقات میں۔ بس یہ چودہ سال ثابت نہ ہوں یہ دُعا کرو۔

میری جانب سے سب کو سلام و دُعا کہو۔ شاہد کو پیار۔ اپنی خیریت اور حالات سے مطلع کرتی رہو۔

تمہارا
جاں نثار اختر

۱۰/ جولائی ۱۹۵۵ء

عزیز از جان

خط ملا۔ تمہیں میرا گذشتہ خط پڑھ کے یہ احساس خوب ہوا کہ میں نے زبردستی تمہیں یہ خط لکھا ہے۔ ہاں زبردستی ہی سمجھنا چاہو تو میرے دل کی زبردستی سمجھ سکتی ہو۔ تو دل کے تھوڑے بہت ناز تو اٹھانا ہی پڑتے ہیں۔

مشاعرہ کی تاریخ اب ۲۴/ ہے۔ میں اور کیفی تو یقینی طور پر آرہے ہیں۔ ساحر یا مجروح کا ابھی تک کچھ ٹھیک نہیں۔ میں ۲۴/ کو صبح بھوپال پہونچوں گا اور شہاب کے یہاں ٹھہروں گا، اس وقت میں انھیں بھی خط لکھ رہا ہوں۔ پنچوانی کو میں کل خط لکھوں گا، ویسے تو اب میں آہی رہا ہوں، زبانی اُن سے مفصّل بات ہوسکے گی۔ اور وہ کہیں بہتر صورت ہوگی۔ بہرکیف دیکھا جائے گا۔

تم کیسی ہو، میں جب آؤں تو تمہیں قطعی بیمار نہیں ہونا چاہیے، یہ سمجھ لو۔

آج کل میں بڑی فرصت میں ہوں، پھر بھی تمہیں اتنا مختصر خط لکھ رہا ہوں۔ بہت سی باتیں زبانی کرنے کے لیے اُٹھا رکھی ہیں نا؟! شاہد کو پیار

تمہارا
جاں نثار اختر

۱۲/ جولائی ۱۹۵۵ء

بمبئی

عزیز از جان

پنچوانی کو خط لکھ دیا ہے۔ تم الیاس میاں سے کہو وہ ان سے پہلے مل لیں، پھر حسین چچا کو اُن سے ملا دیں گے۔

۲۴ر کو میں بھوپال آرہا ہوں۔ یہ ٹھیک نہیں صبح پہونچوں گا یا سہ پہر کو۔

امید ہے تم اچھی ہوگی اور خوش و خرم۔

بی آپا کو آداب کہو اور سب کو سلام و دُعا

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۷ر جولائی ۱۹۵۵ء

خدیجہ عزیز،

تم سے رخصت ہو کر صبح بمبئی پہنچا، دن بھر اسٹوڈیو کی نذر ہو گیا۔ اب رات کو بستر پر بیٹھا تمہیں خط لکھ رہا ہوں۔ آج اسٹوڈیو پہنچتے ہی گانوں کا چکر پھر شروع ہو گیا۔ چنانچہ کل ایک گیت مکمل کر کے دینا ہے۔ تم غالباً اس وقت سو چکی ہوگی، لیکن بمبئی پہنچتے ہی نیند کو مجھ سے دشمنی سی ہو جاتی ہے۔ پتہ نہیں آج تم نے مجھے خط لکھا یا نہیں۔ دل تو کہتا ہے ضرور لکھا ہوگا، لیکن دل کی باتوں کا کیا اعتبار۔ یہ تو خواہ مخواہ بھی تمہاری طرفداری کرتا رہتا ہے۔

تمہارے بقیہ رائٹنگ پیڈ پیر کے دن چھپ کر ملیں گے، اور پیر ہی کو جادوداں کا OUST COVER بھی مل سکے گا۔ بہرکیف منگل تک تمہیں دونوں چیزیں روانہ کروں گا۔

اپنے حالات سے مطلع کرتی رہو۔ اور اپنے معاملات سے دیکھو بالکل لاپروائی نہ برتنا۔ میں کل اختر سعید کو بھی خط لکھوں گا۔ "اب ترا امتحان ہے پیارے" والی بات ہے۔

سعیدہ غالباً واپس آگئی ہوگی۔ اُسے، چاند کو اور سب کو میرا سلام و دُعا کہنا۔ عذرا اور شاہد کو پیار۔

تمہارا ہمیشہ

جاں نثار اختر

۵ر اگست ۱۹۵۵ء

خدیجہ عزیز،

کیا ایک لمحہ کو بھی تم ایسا محسوس کرتی ہو کہ میں تم سے خفا ہوں۔ مجھے تم سے جو شکایت پیدا ہوئی وہ میں نے تم سے اُسی وقت کہہ ڈالی بلکہ تم سے بہت زیادہ لڑ بھی لیا۔ "میری دیوانگی شوق، مرا نازِ جنوں" والی بات ہے۔ یہ بھی ممکن تھا کہ میں تم سے کچھ نہ کہتا اور دل میں بات رکھ کر چُپ ہو جاتا۔ لیکن یہ عمل بے تعلقی کی دلیل ہوا کرتا ہے۔ مجھے تمہاری کوئی بات یا تمہیں میری کوئی حرکت ناخوشگوار معلوم ہو تو ہمیں ضرور ایک دوسرے سے صاف کہہ دینا چاہیے۔ اگر وقتی اور لمحاتی طور پر ہم لڑ بھی لیں گے تو یہ اس سے اچھا ہے کہ ہم ایسی باتوں کو پی جائیں اور رفتہ رفتہ ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف اتنی تلخی جمع ہو جائے کہ آپس کے مراسم خطرے میں پڑ جائیں۔ اور سوچو ہم اپنے بڑھتے ہوئے مراسم کو کیسے خطرے میں ڈال سکتے ہیں۔ ان کو تو ابھی بہت آگے جانا ہے۔

آؤ خدیجہ میں تمہیں ایک بڑے کام کی بات بتاؤں۔ وہ یہ کہ ہم کسی وقت کتنا ہی کیوں نہ لڑ لیں اُسے دوسرے وقت نہ دوہراؤ۔ ہماری لڑائیاں ضرور ہوں گی لیکن وہ جذباتی ہی تو ہوں گی۔ اُس کے لیے بعد میں کوئی حجت و دلیل پیش کرنا بے معنی ہوتا ہے۔ بس ہم ایک دوسرے کے سامنے اس طرح ہنستے ہوئے آجائیں کہ جیسے کوئی بات ہی نہیں ہوئی تھی، یہ بہت کافی ہے۔ یہ اصول ہمیشہ یاد رکھنا، یہ طبیعتوں میں وہ بوجھل پن اور تکدر پیدا نہیں ہونے دیتا جو اکثر خواہ مخواہ کی "صفائی" سے پیدا ہوتا ہے۔ اسی اصول میں جذباتی خوبصورتی اور جذباتی لطافت ہے۔ تو آؤ میری دوست مسکراتی ہوئی میرے سامنے آؤ، آؤ میں تمہارے ماتھے پر تمہیں پیار کرلوں۔

ہاں بھئی مسز رینک سے نہ مل سکنے کا مجھے بھی افسوس ہے۔ بھوپال آتا ہوں اور دس بارہ دن رہتا بھی ہوں لیکن اکثر دوستوں سے ملنے تک کی نوبت نہیں آتی۔ دیکھو، نہ نوشہ صاحب سے مل سکا، نہ ڈاکٹر سلطان صاحب سے۔ نہ جانے وقت کس طرح پر لگا کر اُڑ جاتا ہے۔ تم سے مسز رینک کی ملاقات ہو تو میری طرف سے معذرت کر لینا بلکہ اپنی طرف سے کیونکہ تمہیں نے تو اتنی مہلت نہ دی۔

اور اب کیا لکھوں۔ آج دن بھر گھر ہی پر پڑا رہوں گا۔ "باپ رے باپ" کا ایک گیت باقی تھا کل اُس سے چھٹکارا حاصل کر چکا۔ اب فی الحال فرصت ہی فرصت ہے۔ میرے ایک دوست احسان صاحب پرسوں اورنگ آباد جا رہے ہیں اور مجھ سے مُصر ہیں کہ میں بھی چلوں۔ اجنتا کی دوبارہ سیر سہی۔ لیکن اب ——— "دست در دستِ نگارِ شوخ و سیرِ کوہِ طور" سے کم کی کیا تمنا کی جائے۔ کیوں ٹھیک ہے نا؟

اور ہاں تم نے یہ ترس والی بات کیوں لکھی ہے۔ مجھے STIFA ZEUIG کی ناول BEWARE OF PITY کا خیال آگیا۔ میری دوست میں نے تو تمہیں اپنی محبت دی ہے، کیا تم اس سے انکار کرو گی؟

اچھا، اب بہت سی خوبصورت یادوں کے ساتھ تم سے رخصت۔ آج بہت سے خط لکھنا ہیں۔ ناجی کا ایک بہت پاگل پن کا خط کل آیا ہے اُس کا بھی جواب لکھوں گا۔ ہاں کل تو چاند کی شادی ہے۔ میری جانب سے اُسے اور جہانقدر کو مبارکباد دے دینا، میری دلی دعائیں ان کی خوشگوار زندگی کے لیے ہیں۔

سب بھائی بہنوں کو میرا سلام و دُعا کہو۔

شاہد کو پیار۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۹ راگست ۱۹۵۵ء

میں نے ابھی ابھی تمہیں یہ خط لکھ کر ختم کیا تھا کہ عذرا کا خط آگیا۔ اُسے میرے بہت سے پیار پہنچانا، کل اپنے بچوں کو خط لکھوں گا تو اُسے بھی لکھوں گا۔

عزیز خدیجہ،

تمہیں صبح خط لکھ چکا ہوں، شام کی ڈاک سے تمہارا خط سات تاریخ کا لکھا ہوا ملا۔ تمہارا یہ خط پڑھ کے مجھے تھوڑا سا دُکھ ہوا۔ میں نے تمہیں صبح کے خط میں اُس دن کی لڑائی کے بارے میں بہت کچھ لکھا ہے۔ ایسی باتیں تو زندگی میں ہزار ہوا کرتی ہیں، اُنھیں دوسرے دن بھول ہی جانا چاہیے۔ اُنھیں دہرانا اُن ناخوشگوار لمحوں کو پالنے کے برابر ہے۔ اس کا بہترین اصول ہی یہ ہے کہ ہمیں دوسرے وقت کچھ یاد نہ ہو۔ تم لکھتی ہو "مگر وہ صبح آپ کی اجنبی سی شخصیت جیسے ہم ایک دوسرے کو جانتے ہی نہ ہوں" تو خدیجہ تم نے ایسا محسوس کیا ہو تو کیا ہو، میں نے تو تمہیں اجنبی محسوس نہیں کیا، میں چلتے وقت تمہارے گھر تمہیں سے تو ملنے آیا تھا، اور تم یاد کرو میں تمہیں اپنا پیار دے کر آیا ہوں۔ کیا میرا پیار بھی تمہیں رات کی چھوٹی سی بات کو نہ بھلا سکا۔

اور ہاں مجھے تمہارے اس جملے سے دُکھ ہوا ہے "آپ میری اس رائے سے متفق ہو گئے۔ نا آخر کہ میں کسی طرح آپ کے قابل نہیں ہوں مجھے اس کی بڑی خوشی ہے۔" اوّل تو میں تمہاری اس رائے سے متفق نہیں ہوں تمہیں یہ بتا دوں، لیکن اگر مجھے تمہاری اس رائے سے اتفاق ہوتا تو کیا واقعی تمہیں خوشی

ہوتی؟ تم اپنے کو دھوکا نہ دو میری دوست۔ اگر خدانخواستہ ایسی بات ہوتی تو تم کبھی خوش نہیں ہو سکتی تھیں۔ کیا میں تم سے دور ہو جاؤں تو تمہیں خوشی ہوگی؟ مجھے جس دن اس کا یقین ہو گیا میں اپنے دل کا خون کر کے بھی خود کو تم سے دور کر لوں گا۔ رہا یہ کہ کوئی مکمل طور پر کسی سے ہم آہنگی رکھتا ہو، ایسا عام طور پر نہیں ہوا کرتا۔ زندگی کی حقیقتوں کو ہمیں سمجھنے کی کوشش کرنی ہی چاہیے۔ کیا تم سمجھتی ہو کہ صفیہ اور مجھ میں یہ شدید ہم آہنگی شروع ہی سے تھی۔ آٹھ سال گذرنے پر بھی کبھی کبھار ہلکا سا اختلاف کسی چھوٹی سی بات پر ہم میں پیدا ہو جاتا تھا۔ تم اُس کا ۱۸؍جولائی ۵۱ء کا خط پڑھو۔

"میں نے ہمیشہ تمہارے قابل بننے کے لیے STRUGGLE کی ہے اور اپنی اس STRUGGLE میں کامیاب بھی رہی ہوں۔ میری PROGRESS ابھی ختم نہیں ہوئی ہے۔ میں ہمیشہ اسی راستے میں کوشاں رہوں گی جہاں مجھے تمہارے ہاتھ کا سہارا مل سکے"۔

پھر اگر میں تم سے کہوں کہ تمہیں میرے قابل بننے کے لیے یا مجھے تمہارے قابل بننے کے لیے تھوڑی بہت جد و جہد تو کرنی ہی پڑے گی تو تم اسے غلط اسپرٹ میں نہ لو۔ ہم ایک دوسرے کے جتنے قریب آتے جائیں گے رفتہ رفتہ ہماری ذہنی اور جذباتی ہم آہنگی شدید تر ہوتی جائے گی۔ تمہارا اس طرح سوچنا کہ قابل ہونے اور قابل بننے میں "عظیم فرق" ہے بڑی نادانی کی بات ہے۔ کوئی اللہ میاں کے یہاں سے ایک دوسرے کے قابل بن کر پیدا نہیں ہوتا، اگر ہم میں ایک دوسرے کے لیے بنیادی پسندیدگی ہوتی ہے تو ایک مدت کے ساتھ باہمی جذباتی ردّ و قبول کے ذریعہ ہم ایک خوشگوار سمجھوتہ اپنے درمیان قائم کر لیتے ہیں۔ یہی "من تو شدم تو من شدی" کا راز ہے۔

میری دوست! ہمیں ایک دوسرے کو سمجھنے کی ہمیشہ کوشش کرنی چاہیے، خواہ مخواہ کی غلط فہمیوں کا شکار نہ ہونا چاہیے۔ میں تم سے پوچھتا ہوں کہ اگر میں تمہارے دس یا پندرہ منٹ دیر سے آنے پر اتنا برہم ہو سکتا ہوں تو کیا تم اس کو میرا شدید پیار نہ کہو گی۔ تمہیں تو میرے اس غصّہ پر پیار آنا چاہیے تھا، لیکن تم اس غم و غصّہ کی جذباتی نوعیت کو سمجھ ہی تو نہ سکیں۔

"اس بلائے جاں سے آتش دیکھیے کیونکر نبھے
دل سوا شیشے سے نازک دل سے نازک خوئے دوست"

بہرکیف، میرے ان خطوں کے بعد اب تم کوئی بُری بات مجھے نہ لکھنا، ورنہ ابھی تو چھوٹی سی لڑائی تھی ابھی بڑی لڑائی ہو جائے گی تم سے، اور دیکھو ہم امن کے حامیوں کو یہ بات قطعی زیب نہیں دیتی۔

آؤ مجھے مسکراتی ہوئی نظر سے دیکھو۔

اچھا، اب تم مجھے بہت پیارا سا خط لکھو گی نا؟

تمہارا، تمہارا، تمہارا

جاں نثار اختر

۹ر اگست ۱۹۵۵ء

میری رادھا

آج جنم اشٹمی کا شبھ دن ہے نا! آؤ میرا پریم اور پیار قبول کرو۔

(یہ خط دیوناگری تحریر میں ہے)

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۱ر اگست ۵۵ء

عزیز از جان

تمہارے دونوں خط ملے۔ ایک خط تو آج صبح کی ڈاک سے ہی ملا ہے، تمہیں کل خط لکھنے کا ارادہ تھا لیکن کل باوجود اتوار ہونے کے مجھے اسٹوڈیو جانا ہے اور پتہ نہیں وہاں دن بھر لگ جائے۔ آج بھی گیارہ بجے دن کا گیا ہوا اس وقت نو بجے رات کو واپس آیا ہوں۔ اس خیال سے تمہیں اسی وقت خط لکھنے بیٹھ گیا ورنہ سچ پوچھو تو آنکھیں بند کر کے پڑ جانے کو جی چاہ رہا تھا۔ اب تک تو تمہیں میرے پہلے خط کے علاوہ جس کی تم نے رسید لکھی ہے تین خط اور مل چکے ہوں گے۔ اب بھی تمہیں خط لکھتے ہوئے بعض اوقات اندیشہ ستانے لگتا ہے کہ ایسا نہ ہو کہ تمہیں نہ مل سکے۔ بہرکیف اب کوئی خط چرا کر بھی کیا کرے گا؟

میں نے اختر سعید کو خط لکھا تھا اُن کا ابھی تک کوئی جواب وصول نہیں ہوا۔ اب تو الیاس میاں کو قدرے فرصت ہو گی۔ تم اُن سے کہو کہ وہ اُنھیں کھٹکھٹاتے رہیں۔ تمہارے حسین چچا تم سے کیوں عجیب سے ہو رہے ہیں۔ مجھے تو افسوس ہے کہ اُن سے میری آج تک ملاقات نہ ہو سکی۔ کسی اور موضوع پر نہیں تو تمہارے ہی بارے میں کچھ بات چیت ہوتی۔

"جاوداں" کا DUST COVER ابھی تک چھپ نہیں سکا ہے۔ یہاں آ کر کئی دن بعد معلوم ہوا کہ بلاک کچھ غلط بن گیا ہے لہٰذا دوبارہ بلاک بننے کے لیے دیا ہے، کوئی بیس بائیس تاریخ تک کتاب آسکے گی۔ اور تمہیں اب ایسا انتظار بھی کیوں ہے، جاوداں کی پروف کاپی تو تمہارے پاس ہی ہے۔

ہاں تم نے جاوداں پر مجھے اپنی رائے نہیں دی۔ یہ کیسی بات ہے؟!

اور یہ "افکار" میں تمہیں کس کی نظم کی تلاش تھی۔ نیاز حیدر کی نظم ممکن ہے اُس میں شائع

ہوئی ہو- میری نظم "تمہارے شہر میں" "نیا دور" کے ۱۰ اگست کے ISSUE میں چھپی ہے وہ بھی غلط سلط۔ ایک بند میں ایک مصرع ہی چھوڑ دیا ہے۔ میں نے اس نظم کو "آئینہ" کے لیے بھیج دیا ہے، اُن لوگوں کا بہت دنوں سے تقاضا چلا آتا تھا۔

کل یہاں گوا کے سلسلے میں بڑے مظاہرے کیے گئے، شہر میں تقریباً ہڑتال سی رہی۔ پندرہ اگست کو دیکھو کیا صورتِ حال ہوتی ہے۔ پرتگیز حکومت کے استبداد کو دیکھتے ہوئے تو بعض اوقات ذہن POLICE ACTION کی موافقت کرنے لگتا ہے۔ بہرحال شہیدوں کا بہا ہوا خون کبھی رائیگاں نہیں گیا ہے اور نہ جائے گا۔

اور میری دوست! تمہیں کیا لکھوں۔ کل رات شدید بارش ہوتی رہی اور کل رات ہی تو تمہاری سی ہوئی رضائی میں نے پہلی بار اوڑھی ہے، نہ جانے کتنے خوبصورت، نرم اور گداز تصورات جسم و جان میں گھل کر رہ گئے۔ لیکن یہ تمہیں لکھنے کی باتیں تو نہیں ہیں۔

اپنی خیریت لکھو۔ پیر کو تو تمہارا خط ضرور آئے گا نا؟

شاہد کو دُعا کہو۔

محبت اور پیار

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۳ اگست ۱۹۵۵ء

عزیز از جان

تمہارا دس تاریخ کو لکھا ہوا خط ملا تھا، اس کے بعد سے ابھی تک کوئی تحریر تمہاری نہیں ملی۔ تم اچھی طرح تو ہو؟ ہو سکتا ہے شام کی ڈاک سے تمہارا خط آجائے۔ اس وقت کوئی دو بجے ہیں۔ میں آج اسٹوڈیو نہیں گیا۔ ویسے بھی آج گوا کے سلسلے میں شہر بھر میں ہڑتال ہے۔ پریل اور لال باغ کے علاقے میں تو بڑا ہنگامہ اور زور شور ہے، یہ یہاں کا مزدور علاقہ ہے نا؟ ٹرام ٹیکسی، بس وغیرہ سبھی بند ہیں۔ سڑکوں پر مختلف جتھے نعرے لگاتے ہوئے گزر رہے ہیں۔

"لاٹھی گولی کھائیں گے، پھر بھی گوا جائیں گے

گوا ہمارا آپ کا، نہیں کسی کے باپ کا"

خاصا جوش و خروش پھیلا ہوا ہے۔ لیکن دیکھو یہ بات کیسی افسوس ناک ہے کہ سارے شہر کی فضا کے برعکس مسلم محلّوں میں خصوصاً بھنڈی بازار میں آج بھی اکثر دوکانیں کھلی ہوئی ہیں۔ یہ لوگ اُن

شہیدوں کے خون کا اتنا بھی احترام نہیں کر سکتے جنھوں نے اپنے مُلک کے بقیہ حصّے کو آزاد کرانے کے لیے اپنے سینے پر گولیاں کھائی ہیں۔ بہرکیف سالازار کی حکومت کب تک چلے گی۔ گوا پر اپنا اقتدار قائم کرنے کے لیے ہندوستانیوں کا جو خون پرتگیزوں نے پندرھویں اور سولھویں صدی میں بہایا ہے اس کو تاریخ کبھی فراموش نہ کرے گی۔ ۱۴۹۸ء سے یہ تاریخ شروع ہوتی ہے۔ ۱۵۰۰ عیسوی میں PEDRO ALVARES نے کالی کٹ پر دو جہازوں کا محاصرہ کر کے اُن کے چھ سو ملاحوں کو تہِ تیغ کر دیا۔ اُس کے دو سال بعد VASCO DE GAMA نے کالی کٹ کے ساحل سے کچھ دُور آٹھ سو مچھیروں کے ہاتھ پاؤں کاٹ کے اُن کے جسموں کو ایک جہاز میں بھر کر کنارے پھنکوا دیا۔ ۱۵۰۹ء میں DOM FRANCISCO DE ALMEIDA نے جب ہمارے شہر DIN پر قابض ہو کر فتح کا جشن منایا تو بجائے آتش بازی کے زندہ انسانوں کو بازاروں میں جلایا گیا۔ اس کے دوسرے ہی سال DE ALBUQUERQUE نے گوا میں اپنی فوجیں اُتاریں اور تین دن تک قتلِ عام جاری رکھا۔ ۱۵۳۰ء میں DE SILVERIA نے منگلور اور سورت کو اس طرح لوٹا اور وہ غارتگری کی کہ ان شہروں کا ایک متنفّس زندہ باقی نہ چھوڑا۔ ۱۵۳۱ء میں NUNO DA CUNHA نے دمن کی پوری آبادی کو تیغ کے گھاٹ اُتار دیا۔ اسی DA CUNHA نے بہادر شاہ سلطان گجرات کو مدعو کر کے دھوکے سے اُسے قتل کرا دیا۔ پھر ۱۵۴۳ء میں AFONSO DA SOUZA نے ٹراونکور پہنچ کر لوٹ مار کی اور ۱۵۵۵ء میں BARRET نے کراچی کے قریب نو ہزار مسلمانوں کو ایک دن میں ہلاک کر ڈالا۔ یہ تو ان کے مظالم کی چند مثالیں ہیں۔ بہرحال وہ دن دُور نہیں جب ان قاتلوں اور لٹیروں کے ہاتھ سے ہمارا یہ حصّہ بھی آزاد ہوگا اور اس آزادی کے لیے سب سے پہلی گولی کھانے والی سبھدرا دیوی کے خون کا پہلا قطرہ بھارت ماتا کے ماتھے پر سُرخ ٹیکا بن کر چمک اُٹھے گا۔

اور تمھیں کیا لکھوں۔ رات کیفی آئے تھے، زہرہ کا خط اُن کے نام آیا ہے جس سے پتہ چلا کہ اظہر سعید اور عیسیٰ وغیرہ نے حلقہ سے علیحدگی اختیار کر لی ہے اور باقاعدہ استعفیٰ دے دیا ہے۔ کچھ زیادتیاں ضرور اس مشاعرہ کے سلسلے میں ہوئی ہیں لیکن یہ ان کا بھی بچکانہ عمل ہے، ان حرکتوں سے وہاں کی ادبی تحریک کو سوائے نقصان کے کوئی فائدہ تو پہنچ نہیں سکتا۔ کیفی سے حامد سعید خاں صاحب کی دل شکنی کے بارے میں بڑی تفصیلی گفتگو ہوئی۔ وہ وعدہ کر گئے ہیں کہ حامد سعید خاں صاحب کو خط لکھیں گے۔ میں نے اُن سے کہا ہے کہ حامد سعید خاں صاحب کی معرفت وہ اظہر سعید وغیرہ کو تھوڑا سا ڈانٹ بھی دیں۔

تمہارے معاملات کس اسٹیج پر ہیں۔ تم نے کچھ ہاتھ پاؤں ہلائے یا نہیں۔ اپنی خیریت لکھو، خط میں

تو اتنی دیر نہ کیا کرو۔

سب گھر والوں کو میرا سلام و دُعا کہو۔

بہت سی دُعائیں۔

تمہارا
جاں نثار اختر

۱۶ / اگست ۱۹۵۵ء

●

خدیجہ عزیز،

ابھی ابھی تمہارا خط ملا، میں اسٹوڈیو جانے کے لیے تیار بیٹھا ہوں، سوچا تمہارے خط کی رسید لکھتا جاؤں۔
کل تمہیں خاصا طویل خط لکھ چکا ہوں، کل کی ہڑتال نے شام تک ہنگامی صورت اختیار کر لی تھی، چنانچہ سکریٹریٹ پر فائرنگ کی نوبت بھی آگئی۔ ملوں کی ہڑتال کرانے کے سلسلے میں چند اور لوگوں کے ساتھ کیفی کو بھی گرفتار کر لیا گیا ہے۔ دیکھو آج کیا صورتِ حال رہتی ہے۔
اس وقت پانی زور شور سے برس رہا ہے، ٹیکسی کے لیے ملازم کو بھیجا ہے اور تمہیں عجلت میں خط لکھ رہا ہوں۔ تمہارے حسین چچا تو تمہارے معاملات کو ادھورا چھوڑ کر چل دیے، تم الیاس کے ذریعہ اختر سعید کو کھٹکھٹاؤ۔ پہلی اور ضروری بات یہی ہے کہ تمہیں اس خواہ مخواہ کے شکنجے سے نجات حاصل ہو۔ کل رات خلیل صاحب نے دیوان حافظ کی بجائے "زیرِ لب" میں فال دیکھ ڈالی۔ دیکھو اُس میں بھی تو یہی نکلا۔

"فی الحال جو مسائل سامنے ہیں اُن کا حل تلاش کرنا چاہیے، دُور کی دقتیں خود ہی کسی نہ کسی طرح حل ہو جاتی ہیں۔" (۱۷۸ صفحہ)

تو عرض یہ ہے کہ آپ مہربانی فرما کے بلا وجہ لیت و لعل نہ فرمائیے۔ اور اس مسئلہ کو معرضِ التوا میں نہ ڈالیے۔
سچ خدیجہ جب تک تم خود پیچھے نہ پڑو گی کوئی کچھ کر کے نہ دے گا۔

سعیدہ کی طبیعت اب کیسی ہے۔ سب کو میرا سلام و دعا کہو۔

اباجی اور بی آپا کو آداب اور شاہد کو پیار۔

اب اجازت۔

تمہارا

۱۷ / اگست ۱۹۵۵ء

●

میری خدیجہ

تمہارا خط اور تمہاری بھیجی ہوئی تصویریں ملیں۔

آج کئی دن سے تمہیں خط نہ لکھ سکا لیکن تمہیں ہر لمحہ یاد رکھا۔ تم کیسی ہو؟

میں ابھی یہیں تک لکھ پایا تھا کہ تمہارا سترہ کا لکھا ہوا خط ڈاکیہ لے آیا، تم چھوٹی چھوٹی باتوں پر اپنا دل نہ دکھایا کرو۔ اگر دو مہینے میں تھوڑا بہت سیکھ کر شاہد بی کلاس میں داخل ہو سکتا ہے تو یہ کہیں اچھا ہے۔ تم اس کے لیے کوئی ماسٹر ضرور مقرر کر دو۔

آج اسٹوڈیو جانے کو نہ جانے کیوں دل نہیں چاہا، بس صبح سے کمرہ ہے اور میں ہوں، بہت سے خطوں کے جواب باقی تھے، سوچا یہی کام کر ڈالوں۔ ان میں دو خط دو صاحبزادیوں کے ہیں۔ ایک لکھنؤ سے، ایک حیدرآباد سے "زیر لب" پر اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے، ان میں سے ایک صاحبزادی نے میرے بارے میں مجھ سے بہت سے سوالات کیے ہیں جن میں ایک یہ بھی ہے کہ میرا اب شادی کرنے کا ارادہ ہے یا نہیں۔ اب تم جو کہو میں لکھ دوں۔ ہاں، ان تصویروں کا کیا حشر ہوا جو الیاس اور ... نے جاتے پر کھینچی تھیں، یہ بات میں نے برسبیل تذکرہ پوچھ لی ہے، مجھے ان کی ضرورت بالکل نہیں۔ میرے کس مصرف کی جب تم ان میں کہیں نہیں ہو۔

بارش آج کل یہاں بھی زور باندھے ہوئے ہے، آج تھوڑی دیر کے لیے دھوپ نکل آئی تھی، ابر اب بھی گھرا ہوا ہے۔ لیکن موسم کی یہ خوشگواری تو اور جان لیوا بن جاتی ہے "یہ سب کالے بادل برس جائیں گے" یہی تو ہونا ہے نا؟

اب اس وقت تمہیں خط لکھ کر جے۔پی۔ایڈوانی کے یہاں جاؤں گا، پھر سات بجے شام کو او۔پی۔نیئر نے بلایا ہے، ان کے یہاں جانے کے معنی بارہ ایک بجے واپسی کے ہیں۔ کل اتوار ہے، کل ایک صاحب کے ذریعہ مکان دیکھنے جاؤں گا اور رات کو تمہیں خط لکھوں گا۔ تو کل تک یہ پروگرام ہے۔

تم الیاس کو کچھ تو حرکت میں لاؤ۔ اب ایسا بھی کیا۔ تم کہو تو میں انہیں خط لکھوں، آخر کچھ تو نتیجہ نکلے۔

بی آپا اور ابا جی کو آداب کہو اور سب بہن بھائیوں کو دعا۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۰ اگست ۱۹۵۵ء

جانِ عزیز

کیسی ہو تم، تمہاری طبیعت کی تھوڑی سی خرابی بھی مجھے بے چین کر دیتی ہے۔ یہی جی چاہتا ہے تم ہمیشہ تندرست اور خوش و خرم رہو۔ اب تمہارا دوسرا خط آنے تک دل بے چین رہے گا، اپنی خیریت لکھو، جھوٹ موٹ نہیں، سچ سچ۔

میں نے تمہیں سنیچر کو خط لکھا تھا، سوچا تھا اتوار کو پھر خط لکھوں گا لیکن دیکھو آج منگل ہو گیا اور نوبت نہ آسکی۔ بعض ایسی غیر متوقع مصروفیات آپٹکتی ہیں کہ بنا بنایا پروگرام UP SET ہو جاتا ہے۔ حد ہے تمہیں خط لکھنا چاہتا ہوں اور مہلت نہیں ملتی، بہرکیف

گو میں رہا رہینِ ستم ہائے روزگار

لیکن ترے خیال سے غافل نہیں رہا

آج کل تقریباً ہر شام مجھے او۔پی۔ نیر کے یہاں جانا ہوتا ہے۔ اور کوئی ایک ڈیڑھ بجے رات کو واپسی ہوتی ہے۔ وہ بھی "دوسرے عالم" میں۔ "باپ رے باپ" کے گیتوں سے تو نجات مل گئی، چنانچہ دو چار دن سے کاردار سٹوڈیو بھی نہیں گیا۔ اب نیر کے ساتھ ایک فلم ڈائرکٹر پنچولی کی ملی ہے۔ کل سے گانوں کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ ہمارے پرانے ڈائرکٹر جے۔پی۔ ایڈوانی بھی ستمبر کی ابتدا میں اپنی تصویر شروع کرنے جا رہے ہیں، اُس کے میوزک کے لیے بھی انھوں نے نیر کو لیا ہے۔ چنانچہ نیر سے اب دوہرا تہرا واسطہ ہو گیا ہے۔ خیر اس تفصیل کو چھوڑو۔

اور تازہ خبر تمہیں کیا لکھوں، اس کے سوا کہ آج کل پلنگ کی نواڑ دھلنے دے دی ہے اور زمین پر بستر جما لیا ہے۔ اسی بستر پر بیٹھا یہ خط تمہیں لکھ رہا ہوں۔ طالب علمی کے دَور کی بہت سی یادیں رہ رہ کے ذہن میں اُبھر آتی ہیں جب امتحان کے قریب مہینہ ڈیڑھ مہینے کے لیے زمین پر بستر لگ جاتا تھا تاکہ نیند نہ آئے اور رات بھر پڑھا جا سکے۔

سعیدہ کے پاس ہو جانے کی خوشی ہوئی، اُسے میری دُعا کہنا۔ ہاں اختر سعید کو میں اس وقت خط لکھوں گا، آخر اُن پر نکمے پن کا دَورہ کیوں پڑا ہوا ہے۔

میرے بارے میں خواہ مخواہ تمہیں گرفتاری کی خبر پہنچی۔ آصف صاحب کی "معلوماتِ عامہ" پر یقین کرنے کی بظاہر تو کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ کیفی ضرور گرفتار کر لیے گئے تھے، وہ بھی چوبیس گھنٹے بعد رہا کر دیے گئے۔

اور اب کچھ لکھنے کو باقی نہیں، جو باقی ہے وہ زبانی ہی کہا جا سکتا ہے اور فی الحال تو وہ زبانی

بھی نہیں کہا جا سکتا۔

اچھا، شب بخیر، بہت سی دعائیں۔

شاہدہ کو میرا پیار۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۳ اگست ۱۹۵۵ء

●

بہت عزیز خدیجہ

میں نے تمہیں ۲۰، کو خط لکھا ہے جو غالباً ناوقت پوسٹ ہونے کی وجہ سے تمہیں ۲۴، تک نہ مل سکا ہوگا، ممکن ہے شام کی ڈاک سے ملا ہو۔ ایک خط تمہیں ۲۳ کو پوسٹ کیا ہے اور آج پچیس ہے۔ آج پھر تمہارے تازہ خط کا جواب لکھنے بیٹھا ہوں۔ ہاں تمہارے گذشتہ خط میں ایسی کیا بات تھی کہ تمہیں یہ خطرہ پیدا ہوا، میری ناراضگی کا۔ میری دوست، تمہاری دوستی میرے لیے بڑی قیمتی ہے۔ تم نے مجھے اپنی ہمدردی، اپنا خلوص اور اپنی محبت دی ہے جبکہ مجھ سے یہ دولتیں چھینی جا چکی تھیں، تم یقین کرو میں تم سے کبھی دل سے تو ناراض ہو ہی نہیں سکتا۔ فراق کا شعر یاد آرہا ہے۔

ہم تم سے خفا ہو کے کہاں جائیں گے   تم ہم کو کسی طرح منایا نہ کرو

بہر حال، تم اپنے کو خواہ مخواہ بدگمان نہ کر لیا کرو۔ یوں اگر کبھی کبھار تم سے روٹھ بھی گیا تو وہ بھی میرا ناز ہی تو ہوگا تم پر۔ خیر یہ موضوع قبل از مرگ واویلا محسوس ہو رہا ہے۔ اس لیے دوسری بات۔

تم نے ساوتری کے قصے سے جو جملہ نقل کیا ہے، وہ میری نظر سے یوں بھی نہیں گذرا تھا، میں نے تو ہندو اساطیر کو بہت اختصار کے ساتھ پڑھا ہے۔ البتہ تم نے دیوی ساوتری لکھ کر تھوڑا سا مغالطے میں ڈال دیا۔ کیونکہ ساوتری تو مدراس کے راجہ اشواپتی کی لڑکی تھی۔ اشواپتی اور اس کی رانی دیوی ساوتری کی پرستش کرتے تھے اور اس سے منت منانے کے بعد ہی یہ بچی اُن کے یہاں پیدا ہوئی تھی اس لیے اس کا نام اُنھوں نے اسی دیوی کے نام پر ساوتری رکھا تھا۔ ساوتری اور ست یادت کی ایک بڑی اچھی قلمی تصویر [illegible] کی بنائی ہوئی ہے۔ اس قلمی تصویر کا فوٹو گراف GREAT [illegible] میں ہے۔ ابکی میں آؤں گا تو یہ کتاب تمہارے پڑھنے کے لیے لیتا آؤں گا۔ بہت کام کی تصنیف ہے یہ۔ تم پڑھ کے خوش ہوگی۔

اپنا کوئی نیا حال نہیں جو لکھوں۔ اکثر بہت تھکا ہوا محسوس کرتا ہوں اور طبیعت بمبئی سے اُچاٹ

ہونے لگی ہے، بہر حال مرتا کیا نہ کرتا والا معاملہ ہے، طبیعت کے اُچاٹ لمحوں میں بھی گیت سوچنا اور لکھنا پڑتے ہیں۔ چنانچہ آج کل باہر ایک پکچر مل گئی ہے اسی کا پہلا گیت آج شروع کیا ہے، کل یا پرسوں تک ختم کر کے دینا ہے۔

اور تم کیسی ہو؟ —— شب بخیر

تمہارا

۲۵ اگست ۱۹۵۵ء جاں نثار اختر

●

جانِ عزیز

میرے کئی خطوں کا جواب تم پر قرض ہے، کل بہت انتظار رہا تمہارے خط کا، آج تو اتوار ہے، اب تو بات کل پہ گئی۔ کل تو ضرور ہی آنا چاہیے تمہارا خط، نہیں آیا تو انتقال ہو جائے گا۔

میری طبیعت پرسوں سے خراب ہے، پرسوں رات سے جو بخار چڑھا ہے تو آج صبح جا کر اُترا ہے۔ اس وقت کوئی گیارہ بجے ہوں گے۔ خلیل صاحب کہیں چلے گئے ہیں، پلنگ پر لیٹے لیٹے تمہیں خط لکھ رہا ہوں۔ لیکن کیا لکھنا ہے یہ کچھ بھی ذہن میں نہیں۔ بس اس وقت تو یہ جی چاہ رہا ہے کہ تم باتیں کرتیں اور میں سنتا رہتا۔

کل کی ڈاک سے "کردار" آیا ہے۔ بھوپال کے مشاعرہ کی ناکامیابی کا جو اعلان مفتی صدیقی نے کیا ہے اُسے دیکھ کر تھوڑی بہت ہنسی ضرور آئی۔ اگر زہرہ اُن کے یہاں کی دعوت قبول کر لیتیں اور ہم لوگ اُس میں شرکت کر لیتے تو غالباً پھر یہی مشاعرہ کامیاب کہا جاتا۔ ان طفلانہ ذہنیتوں کا کیا علاج۔ خیر اس کا رونا ہی کیا۔

ہاں حیدرآباد سے جس لڑکی کا خط میرے نام آیا تھا اُسے میں نے جواب لکھ دیا تھا، کل اُس کا پھر خط آیا ہے اور صفیہ کی تصویر مانگی ہے۔ چنانچہ کل ہی میں نے اُسے صفیہ کی تصویر بھجوا دی۔ میں اس لڑکی کے بارے میں فی الحال کچھ نہیں جانتا سوائے اس کے کہ بے حد جذباتی قسم کی لڑکی ہے جو اُس کی تحریر سے ظاہر ہوتا ہے۔ مجھے سچ مچ اس کے جذبات کی قدر ہونے لگی ہے اور میں نے واقعی اُسے اپنی بہن بنا لیا ہے۔ میں تمہیں اس کے خط کا ایک ٹکڑا لکھ رہا ہوں تم اس سے اُس کی جذباتیت کا اندازہ لگا سکو گی۔

"بھیا، سوچتی ہوں تم کتنے حوصلہ مند ہو، اتنا بڑا غم سہہ کر بھی اتنی ہمت کر سکتے ہو کہ مجھے تسلی دیتے ہو کہ غم میں نہ ڈوبی رہو۔ میرے بھیا میں غم کہاں کرتی ہوں، میں روتی کہاں ہوں، میں اپنی صفیہ آپا کے لیے موتی رول رہی ہوں۔ ان موتیوں کی میں ایک مالا تیار کروں گی۔ مجھے ایسا لگتا ہے کہ صفیہ آپا کبھی نہ کبھی ضرور ہمارے پاس آجائیں گی۔ پھر میں یہ مالا انھیں پہنا دوں گی۔ انھیں بھی تو پتہ چلے کہ ہم نے اُن کے سواگت کے لیے کیسی

مالا گوندھی ہے۔"

ہاں تو میری اس نادیدہ بہن کا نام ہے واجدہ تبسم۔

اور کیا لکھوں خدیجہ۔ جلدی سے خط لکھو، خیریت لکھو۔ تمہارا خط جب تک نہ آئے گا میں پوری طرح اچھا نہ ہو سکوں گا، یہ سمجھ لو۔

اباجی اور بی آپا کو آداب کہو۔ اور عذرا اور شاہد کو پیار۔

بہت ساری دُعائیں۔

تمہارا ہمیشہ
جاں نثار اختر

۲۸ اگست ۱۹۵۵ء

●

اچھی خدیجہ،

تم نے اُن لڑکیوں کے خطوط کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اور جس سنجیدگی سے مجھے مشورہ دیا ہے اُس پر تو مجھے ہنسی آنی ہی چاہیے البتہ اپنے سلسلے میں تم نے جو "عجز وانکسار" برتا ہے اُس کا بھی جواب نہیں ــــــ "یہ ناحق انکسار جلوۂ حیرت فزا کیوں ہے!" نہ جانے کس کا مصرعہ ہے، مجھے اس وقت یاد آگیا۔ خیر تم عجز وانکسار پر ہی تلی ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ ہاں تم نے دو باتیں ایسی لکھی ہیں جن پر میں تم سے ضرور اُلجھوں گا۔

پہلی بات:۔ تم نے اپنی تسلی کے لیے محبت کے جس فلسفہ کی پناہ ڈھونڈھی ہے وہ بڑا خطرناک فلسفہ ہے۔ خواب وخیال کی ہیروئن کا ایک جملہ تم نے دلیل کے بطور لکھ تو دیا لیکن نسیم کی شادی کے بعد ثریا کا ردِ عمل تم نظر انداز کر گئیں جو اس فلسفہ کے کھوکھلے پن کا ثبوت ہے ورنہ سوچو ثریا کو گھٹ گھٹ کے مرنے کی کیا وجہ تھی۔ ثریا کی موت کیا اس فلسفہ کی ہلاکت خیزی کو ظاہر نہیں کرتی۔ اور ثریا ہی سے کیا جانے کتنی زندگیاں آج تک اس غلط فلسفہ کی بھینٹ چڑھ چکی ہیں۔ میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ اکثر گھٹے ہوئے ماحول اور مخالف حالات میں ذہن اس قسم کے فلسفے کو اپنا کر جھوٹی تسلیاں حاصل کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ بات خود فریبی کے علاوہ تو کچھ نہیں۔ کیا تم بھی اپنے مخالف حالات سے شکست مان کر اس فلسفہ کو اپنانا چاہتی ہو۔ نہیں میری دوست، اپنے میں ہر مخالفت اور ہر مزاحمت سے ٹکر لینے کا حوصلہ رکھو اور اس قسم کے حیات کش فلسفوں میں خود کو نہ اُلجھاؤ۔ یہ ہمیں زندگی سے دور لے جانے والے ہیں، ہمیں ان سے دُور ہی رہنا چاہیے۔

دوسری بات: تم نے لکھا ہے کہ میں اپنے "اس فیصلہ پر" ایک مرتبہ اور غور کرلوں۔ تو میں نے سوچا تھا کہ میں اس جملہ پر تم سے بہت سخت لڑوں گا لیکن اب میں سوچتا ہوں کہ میں تمہیں کوئی لڑائی کی بات نہیں لکھوں، البتہ اتنا ضرور لکھوں گا کہ اب تم یہ بات مجھ سے کبھی نہ کہنا اس لیے کہ یہ میرے اُس خلوص اور پیار کی توہین ہے جو میں نے تمہیں دیا ہے، یہ میرے اس جذبہ کی توہین ہے جس کے تحت میں نے تمہیں لکھا تھا کہ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ صفیہ میرے لیے تم میں زندہ ہوگئی ہے۔

اچھا آؤ اب دوسری باتیں کریں۔ ہاں تمہیں گذشتہ خط میں جو کل ہی تو لکھا ہے واجدہ تبسم کے خط کے بارے میں لکھ چکا ہوں۔ وہ تو دیکھو شروع ہی سے میری بہن بنی ہوتی ہے۔ رہی لکھنؤ والی صاحبزادی جنہوں نے مجھ سے میری شادی کے بارے میں سوال کیا تھا، اس غریب کو معلوم ہوتا ہے میرے جواب سے بڑی مایوسی ہوئی، اُس نے اُلٹ کر پھر پوچھا بھی نہیں۔ خیر مجھے بھی کیا کرنا، میری "لیلیٰ آشفتہ سر" تو مجھے مل ہی گئی ہے نا؟

او پی نیّر کے بارے میں تم نے پوچھا ہے۔ تو بھئی تم کیسی فلمیں دیکھتی ہو کہ تمہیں یہ نہیں معلوم کہ نیّر آج کل کا بڑا مقبول میوزک ڈائرکٹر ہے۔ آر پار، مس ۵۵، مسافر خانہ، یہ اور کتنی ہی فلموں میں اُسی کا میوزک ہے۔ "باپ رے باپ" میں اُسی کے ساتھ میں نے گیت لکھے ہیں اور پنچولی کی نئی تصویر جس کا حال میں CONTRACT ہوا ہے میں اُسی کے ساتھ لکھ رہا ہوں۔ جانا تو اُن کے یہاں کام ہی کے سلسلے میں ہوتا ہے لیکن کام تو زیادہ سے زیادہ گھنٹہ بھر میں نبٹ جاتا ہے پھر تو کام کی جگہ جام لے لیتا ہے، اور پھر یہ محفل جمی تو جمی۔ اکثر بارہ ایک بجے واپسی ہوتی ہے۔ بہرکیف تم پریشان نہ ہو، میں خیریت سے گھر پہنچ جاتا ہوں۔ رہا یہ کہ تمہیں میری صحت کا خیال ہے تو کبھی کبھی پینے اور کم کم پینے کی جو تلقین خیام نے ایک رباعی میں کی ہے اُس کا میں قائل ہوں اس کا یقین رکھو۔ اسے بالکل ہی معمول نہ سمجھ لو۔

اور —— ہاں اب تمہاری طبیعت کیسی ہے۔ میں آج بھی بستر پر پڑا ہوں۔ کل کی بہ نسبت آج طبیعت بہتر ہے، پھر بھی بغیر تمہاری تیمارداری کے اتنی جلد کیسے اچھا ہو جاؤں۔ کل دن بھر ہی لوگ آتے رہے، آج بھی چونکہ محرم کی چھٹی تھی خاصا مجمع لگا رہا۔ اب اس وقت کوئی ۹ بجے ہیں۔ سوائے خلیل صاحب کے گھر میں کوئی نہیں۔ وہ چپ چاپ اپنا جام لیے بیٹھے ہیں اور میں —— "میں تری یاد میں ہوں او کافر"۔

سنو، خدیجہ، میں سوچتا ہوں تم کچھ لکھنے پڑھنے کا کام شروع کرو۔ تم یہ نہ سوچو کہ تم نے آج تک کچھ نہیں لکھا، تم کیسے لکھوگی، یہ کوئی بات نہیں ہوتی۔ کل رفعت سروش بھی مجھے دیکھنے آئے تھے، وہ یہاں ریڈیو پر اُردو ہندی ڈراموں کے انچارج ہیں، میں نے اُن سے کہا تھا، انھوں نے بتایا کہ کسی بھی اصلاحی، اخلاقی یا گھریلو موضوع پر پندرہ منٹ کا یا زیادہ سے زیادہ آدھ گھنٹہ کا ڈراما ہم لوگ براڈکاسٹ کرتے ہیں اور اُس کے پچاس ساٹھ روپیہ لیکھک کو ادا کیے جاتے ہیں۔ کیوں نہ تم ایک مختصر سا پندرہ منٹ کا ڈرامہ دس پندرہ دن کی محنت میں لکھ ڈالو۔ جو موضوع بھی تمہیں زیادہ اپیل کرے۔ پہلے اُس کا ایک خاکہ تیار کرلو اور جی چاہے تو مجھے بھیج دو بلکہ اچھا یہی ہے کہ مجھے بھیج دو، میں کچھ نہ کچھ SUGGSSTIOE تمہیں دے سکوں گا بلکہ ممکن ہوا تو اُسے خود رفعت سروش ہی سے DISCUSS کرلوں گا۔ یہ کام ضرور کرو۔ اس عرصے میں مجھے کوئی موضوع سوجھ گیا تو میں ڈرامہ کا خاکہ تیار کرکے تمہیں خود بھیج دوں گا۔ پھر اُس کے مکالمے لکھنا ہی تو رہ جائے گا، اس طرح تمہیں زیادہ ذہنی اُلجھن بھی نہ ہوگی۔ ایک مرتبہ جب لکھنا شروع کردوگی تو پھر خود بخود ذہن میں نئے موضوع اور لکھنے کی نئی اُمنگ پیدا ہونے لگے گی۔

اس طرف بمبئی میں واقعی بڑی دھواں دھار بارش ہوئی۔ پرسوں تو مسلسل ۲۴ گھنٹے جھڑی بندھی رہی ہے۔ رات کو خاصی خنکی محسوس ہونے لگی ہے، تمہاری ریشمیں رضائی اوڑھ کر سوتا ہوں، یہ خالی ریشمیں ہی تو نہیں اس میں تمہاری خوشبو بھی تو بسی ہوئی ہے۔

ہاں تمہیں "آئینہ" کی اتنی تلاش کیوں ہے۔ وہ نظم تو میرے ہاتھ کی لکھی ہوئی تمہارے پاس موجود ہے۔ پھر؟۔ بہرکیف ایسا ہی شوق مارا جارہا ہے تو میں وہ آئینہ تمہیں بھجوا دوں گا۔ ہاں آئینہ کے تازہ شمارے میں سجاد ظہیر کے جو شعر چھپے ہیں وہ " SC SC " ہیں، نہ جانے کیوں مجھے شاعری اُن پر زیب نہیں دیتی — غالباً "ہر کارے و ہر مردے" والی بات ہے۔

اچھا، میں نے بہت باتیں کرلیں۔ تم بھی تو کچھ بولو!

دیکھو اب میں آنکھیں بند کرکے چپ چاپ پڑ جاؤں گا اور تم نہ جانے کس طرح اُن بند آنکھوں میں بھی دَر آؤگی۔

ساری محبتیں اور —

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۹ راگست ۱۹۵۵ء

عزیز از جان

میں نے ایک خط اتوار کو اور دوسرا پیر کو تمہیں لکھا تھا، اتوار کے خط کا ذکر تو تمہارے ۳۱؍ کے خط میں ہے۔ پتہ نہیں پیر کا خط تمہیں پہلی تک کیوں نہیں ملا۔ کل تمہارا پہلی کی رات کا لکھا ہوا خط مجھے ملا اس میں بھی کوئی رسید نہیں۔ ممکن ہے جمعہ کو پہونچا ہو۔ بعض وقت خطوں کے کھونے کا اندیشہ ذہن میں اُبھرنے لگتا ہے، بلا کسی دلیل کے۔ خیر

ہاں تو آج اتوار ہے، آج تو بہت صبح میری آنکھ کھُل گئی ہے، اتنی صبح کہ کمرے میں روشنی کرکے تمہیں خط لکھ رہا ہوں۔ ایک فارسی شاعر کے چند اشعار میرے ذہن میں اُبھر آئے: "میں نے کہا: آج کی صبح کتنی حسین ہے! اُس نے چونک کر آنکھ ملتے ہوئے پوچھا، کیا صبح ہو گئی ہے؟ میں نے کہا نہیں ابھی صبح کہاں ہوئی" اور ہم پھر سو رہے"۔ لیکن جب کوئی نیند سے چونک کر "کیا صبح ہوگئی؟" پوچھنے والا ہی نہ ہو تو پھر صبح ہو بھی جائے تو اُسے جھُٹلانے کا کیا فائدہ۔ ہاں تو آج اتوار ہے، لیکن دیکھو کیسی مصیبت ہے کہ میں آج بھی تھوڑی دیر تم سے باتیں کرکے رخصت ہو جاؤں گا، آج اسٹوڈیو تو نہیں جانا البتہ نو بجے نیّر کے یہاں جانا ہے۔ پنچولی صاحب کی فلم کا میوزک شروع ہو گیا ہے۔ بارہ تک دو گیت مکمل کرنے ہیں۔ پھر بیس، بائیس تک دو گیت اور لکھنے ہوں گے۔ ممکن ہے اس مہینے کے آخر میں ایڈوانی صاحب کی تصویر بھی شروع ہو جائے، بہرحال بغیر محنت کیے زندہ رہنے کی کوئی صورت تو ہوا نہیں کرتی۔ کام کیے بن گزارا کیسے ہو۔ فلم کے سلسلے کی ایک اور خبر یہ ہے کہ "باپ رے باپ" ۱۶؍ تاریخ کو یہاں لبرٹی سنیما ہاؤس میں ریلیز ہو رہی ہے۔ دیکھو کیا بنتا ہے۔

تم نے اپنے پرسوں کے خط میں بھی اور کل کے خط میں بھی لکھا ہے کہ تم گزشتہ خطوں میں جانے کیا کیا لکھ گئی ہو۔ تو مجھے صرف ایک بات تمہاری بہت کھٹکی تھی جس کے بارے میں میں تمہیں اپنے پیر کے خط میں لکھ چکا ہوں۔ میں اسے دُہراؤں گا نہیں۔

اب تک تو وہ خط تمہیں ضرور مل گیا ہوگا۔

اور تم کیسی ہو؟ تمہارے اور حالات کیا ہیں۔ اختر سعید کا خط میرے پاس آیا تھا، الیاس ان سے وعدہ کر جاتے ہیں لیکن پھر ان کا پتہ نہیں چلتا۔ بہرکیف تم نے لکھا ہے کہ میں اس معاملہ کو تم پر چھوڑ دوں، چنانچہ تم جانو ———

شاہد کو میرے بہت سے پیار، تم نے مجھے پہلے سے اس کی سالگرہ کے بارے میں کیوں نہ لکھا،

میں اس کے لیے آخر کچھ تو بھیجتا۔ عذرا کیسی ہے، سعیدہ کو اور نسیم کو میری دُعا کہنا۔

اور اب کیا لکھوں ——؟ میری طبیعت اب ٹھیک ہے، بغیر دوا کے اچھا ہو جاتا ہوں یہ کیا کم معجزہ ہے۔

بہت ساری دُعائیں اور ——

تمہارا

جاں نثار اختر

۴ر ستمبر ۱۹۵۵ء

●

میری خدیجہ

تمہارا خط ملا، آج تمہیں میں پورے ایک ہفتہ بعد خط لکھ رہا ہوں۔ میری طبیعت تو اب بالکل ٹھیک ہے البتہ کام کی زیادتی نے مصروف رکھا۔ آج اتوار ہے اور فرصت ہی فرصت ہے، کل سے پھر شدید مصروفیت ہو گی۔ ویسے آج شام کو جعفری نے کھانے پر مدعو کر رکھا ہے، ان کے یہاں جانا ہے۔ چار پانچ دن ہوئے ساحر ملنے آئے تھے، ہم لوگ دیر تک تمہارے شہر کی یادیں دُہراتے رہے۔ ساحر تم سب کو خط لکھنے کا ارادہ بھی ظاہر کر رہے تھے، اب یہ معلوم نہیں، لکھا یا نہیں۔ کل شام رفعت سروش آگئے تھے ان سے بڑی لمبی چوڑی گپ ہوتی رہی، کوئی گیارہ بجے تک۔ ہاں تم نے ریڈیو ڈرامہ لکھنے کے بارے میں جو عذر پیش کیا ہے کہ اس سال تم امتحان کی تیاری کرنی چاہتی ہو وہ بجا نہیں۔ ایک پندرہ منٹ کا ڈرامہ لکھنے میں زیادہ سے زیادہ تم چار پانچ دن لگاؤ گی۔ رہا یہ کہ اگر اس میں کچھ خامیاں ہوں گی تو میں اگر ممکن ہوا تو خود اُسے دُرست کر دوں گا ورنہ کسی سے بھی اُسے دُرست کرا لوں گا، یہ تم مجھ پر چھوڑ دو۔

تم نے جو اطلاع مجھے بھیجی ہے کہ کوئی صاحب زیرِ لب پر کوئی مخالفانہ مضمون لکھ رہے ہیں اور آئینہ میں چھپنے جا رہا ہے تو اس میں تمہارے یا میرے پریشان ہونے کی تو کوئی بات نہیں۔ اگر وہ مضمون سنجیدہ اور شائستہ ہو گا تو کہیں بھی چھپ سکتا ہے اور کوئی ہرج کی بات نہیں ہے، کسی تصنیف پر بھی اُس کی موافقت یا مخالفت میں لکھا جا سکتا ہے۔ لیکن اگر مضمون ناشائستہ ہو گا یا اس میں کسی قسم کے ذاتی حملے ہوں گے تو ظاہر ہے کہ نہ آئینہ اُسے شائع کرے گا نہ کوئی اور معقول رسالہ، کیونکہ مضمون کی ذمہ داری بلکہ قانونی ذمہ داری کچھ صرف لکھنے والے ہی پر نہیں ہوتی چھاپنے والے پر بھی ہوتی ہے۔ پھر اگر وہ کسی گھٹیا رسالہ میں شائع بھی ہو تو ان گھٹیا رسالوں کا کردار

تو کیچڑ اُچھالنا ہوتا ہی ہے، ان کی اہمیت ہی کیا ہے۔ تم خواہ مخواہ اتنی فکر مند کیوں ہو گئیں، اگر ہم ان چھوٹی چھوٹی باتوں کو سوچنے لگیں تو یہ لوگ تو ہمیں ایک دن بھی نہ جینے دیں گے۔

ہاں تم نے لکھا ہے پرتھوی تھیٹر بھوپال آیا ہوا ہے۔ موتی (شوکت کیفی) ضرور ساتھ ہوں گی، تم نے اس بے چاری کو اپنے گھر مدعو کیوں نہیں کیا۔ تم اسے ضرور بلاؤ اور اُس سے ملو۔ الیاس یا نسیم کسی کے ہاتھ بھی تم اُسے پرچہ لکھ بھیجو، جب کیفی تمہارے گھر آچکے ہیں تو کیفی کی بیوی تمہارے گھر کیوں نہ آئے۔ یا پھر عذرا کافی ہے وہ اُسے ضرور کھینچ لائے گی۔

چار پانچ دن ہوئے واجدہ کا خط بھی حیدر آباد سے آیا ہے، آج اُسے بھی جواب لکھوں گا۔ سچ خدیجہ اتنا پیارا خط اس نے مجھے لکھا ہے کہ میں اس کا خط پڑھتے ہوئے دو تین جگہ رو دیا۔ اس کے حالات بچپن سے لے کر آج تک بڑے ناموافق رہے ہیں۔ لیکن مجھے یہ جان کے خوشی ہے کہ مصیبتیں جھیل کے اور فاقے کر کے بھی اس نے اپنی تعلیم کو جاری رکھا، اور ہمت نہیں ہاری، اور اس وقت وہ ایم۔ اے کے آخری سال میں ہے، سچ جانو میں تو اپنی اس بہن پر فخر محسوس کرنے لگا ہوں۔ مجھے اس نے بہت تفصیلی خط لکھا ہے اور ایک بہن کی سچی نرمی اور چاہت مجھے بھیجی ہے۔ میرا جی چاہتا ہے تم اس کے خط پڑھ سکتیں۔ اچھا میں تمہیں اس کے خط سے ایک دو ٹکڑے لکھتا ہوں۔

"اور وہ وقت تو میں کبھی نہ بھول سکوں گی جب انٹر کا امتحان دینے جا رہی تھی تو میں فاقے سے تھی، مجھے چکر آ رہے تھے، بھوک لگ رہی تھی اور میں دُنیا سے بے خبر پرچہ حل کر رہی تھی۔ بھیا کسی نے یقین نہیں کیا شاید تم کرلو کہ انٹر کا امتحان میں نے بغیر کتابوں کے پاس کیا ہے۔ پیسے نہ تھے کہ کتابیں خریدی جائیں، یقین کرو بھیا، رات کے تین، تین بجے تک بالکل بھوکی رہ کر میں صرف رسالے اخبار اس امید پر پڑھتی تھی کہ کہیں سے، اقبال، اکبر، پریم چند اور سوشیولوجی پر کچھ نوٹس تیار کرنے کا مواد مل جائے۔"

"دو سال اول جب میری طبیعت بے حد خراب ہو گئی تو ڈاکٹر نے مجھے ایک ٹانک لکھ کر دی۔ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد۔ بڑی مشکلوں سے ٹانک تو کہیں نہ کہیں سے لائی گئی مگر میں یہ مسئلہ حل کرنے سے قاصر تھی کہ اسے کھانے سے پہلے پیوں یا بعد۔ ارے بھیا، کھانا ہی نہیں ملتا تھا تو اوّل اور بعد کا سوال ہی کب پیدا ہوتا ہے۔"

"دِل ایسی پیاری پیاری باتیں سوچتا ہے، کیا بتاؤں۔ کبھی موسم بے حد خوشگوار سا ہو جاتا ہے، ٹھنڈی ہوائیں چلتی ہیں، ننھی منّی بوندیاں برستی ہیں ـــــ دل چاہتا ہے اس وقت سب کچھ بھول بھال کر صرف بوندوں کی رم جھم سنوں۔ کھڑکی کے شیشوں پر جو بوندیں گرتی ہیں ان کو گنوں اور مدہوش بیٹھی خلاؤں میں تکتی رہوں۔ صرف میں ہوں اور بارش کی ٹپ ٹپ ـــ اور ایسا ہوتا بھی ہے بھیا۔ کبھی کبھار بارش کا ایک آدھ قطرہ ٹپ سے میرے ہاتھوں پر آگرتا ہے اور میں چونک پڑتی ہوں۔ ابھی ابھی ایسا ہوا۔ مگر بھیا یہ بارش کا قطرہ نہیں ہے، یہ میرا آنسو ہے جس نے مجھے حال میں لا پٹخا ہے۔"

"آج تم نے مجھے بہت ہی پیارا خط لکھا ہے۔ میں تھوڑی دیر کے لیے اپنا سارا غم بھول گئی مگر تمہاری بیماری سے بڑی پریشانی ہوگی، دل چاہتا ہے اپنے بھائی کی ساری بیماریاں، پریشانیاں اور مصیبتیں مجھے لپٹ جائیں۔ تمہارے لیے میرا جی بہت کُڑھتا ہے میرے بھیا۔ جی چاہتا ہے اپنے جیون کی ساری خوشیاں تمہیں دے ڈالوں، اپنی ساری مسکراہٹیں تمہیں بخش دوں، اپنا سارا پیار تم پر لُٹا دوں کہ تم میرے اتنے اچھے، اتنے پیارے بھائی ہو۔"

"جب تک تم چلنے پھرنے کے قابل نہ ہو جاؤ مجھے ہرگز خط نہ لکھنا ورنہ میں تم سے خفا ہو جاؤں گی۔ سمجھ گئے نا؟۔ فرماں بردار بچّوں کی طرح تم میرا کہنا مان لیا کرو۔ کبھی کبھی ایسا بھی سوچ لیا کرو کہ تمہاری بڑی بہن ہوں۔ اور چھوٹی تو ہوں ہی۔"

تو خدیجہ، تم نے دیکھا میری بہن کتنی حوصلے والی لڑکی اور کتنی پیاری۔ اب تمہیں بھی تو اس کی قدر کرنی پڑے گی۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میں اس کے لیے کچھ کر سکوں۔

بادوداں کا DUST COVER بھی چھپ گیا ہے، لیکن آج کل جیب بالکل خالی ہے اس لیے پریس کا PAYMENT ممکن نہیں۔ اب جمعرات کو جب پنچولی کے گیتوں کے پیسے مجھے ملیں گے تب کتاب آسکے گی۔

اچھا، بہت سی دعاؤں کے ساتھ رخصت،

عذرا اور شاہد کو پیار

تمہارا
جاں نثار اختر

۱۱ر ستمبر ۱۹۵۵ء

●

اچھی خدیجہ

تمہارا اتوار کا لکھا ہوا خط کل شام کی ڈاک سے ملا۔ میں نے خود بھی اتوار کو تمہیں خط لکھا ہے۔ اتوار کی رات کو جعفری نے اپنے یہاں کھانے پر مدعو کیا تھا، وہاں گیا تو موتی سے بھی ملاقات ہوئی، انھوں نے بتایا کہ وہ آج ہی بھوپال سے واپس آئی ہیں۔ اس کے معنی کہ تم سے ان کی ملاقات نہ ہو سکی۔ خیر،

الیاس کے بارے میں تم نے جو لکھا ہے تو ظاہر ہے وہ آرٹسٹ آدمی ہیں، اس میں ان کے موڈ کو بھی تو بہت دخل ہوگا۔ بہرکیف تمہیں DEPEND تو انھیں پہ کرنا ہے۔

اور اپنے حالات کچھ بھی نہیں، بس بعض اوقات اس یکسانیت سے جی گھبرانے لگتا ہے، صبح سے شام تک ایک بندھا ہوا سا پروگرام ہے، اب تو دسمبر کا انتظار ہے جب کچھ دنوں کے لیے یہاں سے باہر نکل سکوں اور کوئی CHANGE محسوس کر سکوں۔ لیکن کیا پتہ دسمبر میں بھی نکلنا ہوتا ہے یا نہیں۔

اچھا، اب اسٹوڈیو جانے کی تیاری کرنی ہے، اب اتوار ہی کو تم سے مفصل باتیں ہوں گی۔

سب کو میرا سلام و دُعا کہنا۔

تمہارا
جاں نثار اختر

۱۴ر ستمبر ۱۹۵۵ء

●

پیاری دوست

تمہارا خط ملا۔ دیکھو لب کی تو ہیں تمہیں اتوار کو بھی خط نہ لکھ سکا۔ بس ایسی ہی مصروفیتیں گھیرے ہوئے ہیں۔ کام تو خیر آج کل زیادہ ہو ہی گیا ہے، لیکن کام کے علاوہ اُدھر کی دوڑ دھوپ میں بہت وقت ضائع ہو جاتا ہے۔ عالم یہ ہے کہ جاوداں سپیکر کو چھپ کر آگئی ہے لیکن آج تک جو آرڈر آئے پڑے ہیں ان کی تکمیل کی نوبت نہیں آئی۔ نہ تمہیں ابھی تک کتاب روانہ کر سکا

ہوں، نہ رسالوں کو ریویو کے لیے بھیج سکا ہوں۔ اور فی الحال چار پانچ دن تو بالکل دم لینے کی مہلت ملنی مشکل ہے۔ صبح سے نکلتا ہوں تو رات کو واپس ہوتا ہوں، آج تو غنیمت ہے کہ آٹھ بجے گھرے پر آ گیا ہوں، تو بھئی تمہارا وقت کسی نے نہیں چھینا، چھینا ہے تو ان فلمی مصروفیتوں نے جس کے بغیر روٹی ملنا بھی مشکل ہے۔ تم بدگمان نہ ہو، دور رہ کر تو تم مجھے اور بھی عزیز محسوس ہوتی ہو اور اگر ان کمبخت فلمی مصروفیتوں میں پڑ کے تمہیں چند دن بھی خط نہیں لکھا تو صبح و شام تمہیں خط لکھنے کے بارے میں ضرور سوچتا رہتا ہوں۔

اس عرصہ میں صرف ایک پوسٹ کارڈ سلیمان کو لکھا ہے اور ایک خط نفیس کو کراچی بھیجا ہے۔ اس کا چھوٹا بھائی کوٹھے پر سے گر کے مر گیا، کوئی نو دس برس کا ہو گا۔ واجدہ کے بھی دو خط آئے پڑے ہیں اس بچاری کو بھی جواب نہیں لکھا اور کاروباری خطوں کا تو ڈھیر لگ گیا ہے۔

اچھا، اب کام کی بات! تم نے اپنے پچھلے خط میں عبداللہ گنج جانے اور وہاں ملازمت کرنے کے بارے میں مجھ سے رائے مانگی تھی، تو خدیجہ، میں تو یہ جانتا ہوں کہ تم پہلے میٹرک کر لو اس کے بعد سروس کی بات سوچنا، ورنہ سروس کے دوران میں پرائیویٹ طور پر امتحان دینا بڑا مشکل ہو جاتا ہے خصوصاً جب سروس ایسے مقام پر کی جائے جہاں کوئی پڑھانے والا بھی مشکل سے دستیاب ہو۔ تم NOTES کی بات سوچتی ہو، نوٹس وغیرہ سے بالکل کام نہیں چلتا۔ میرا مشورہ تو صاف الفاظ میں یہی ہے کہ تم لعنت بھیجو اس سروس کو فی الحال ——

عبید چچا سے تم باقاعدگی کے ساتھ پڑھتی رہو اور اس سال میٹرک کر ہی ڈالو۔ اور جب تک تم میٹرک کرو گی کیا پتہ تمہیں اس دوران میں پھر سروس کی ضرورت ہی نہ رہے، حالات بدل بھی تو سکتے ہیں —— رہے موجودہ حالات تو تم اچھا دسمبر تک اور انھیں گوارہ بناؤ میں اب کی آؤں گا تو ان کا حل تمہیں بتا دوں گا، لیکن اس شرط پر کہ تمہیں اس حل کو قبول کرنا پڑے گا۔

اختر سعید نے جتنے پیسے مانگے تھے میں نے انھیں دے دیے تھے اگر انھوں نے کچھ مزید طلب کیا ہے تو تم مجھے لکھو، میں انھیں بذریعہ تار بھیج دوں گا۔ تم اس سلسلے میں بالکل پریشان نہ ہونا۔ مجھ سے غلطی ہوئی ورنہ میں کچھ روپے تمہارے پاس چھوڑ آتا۔ اب تمہارے پتہ پر تو بھیجے نہیں جا سکتے۔ صفیہ سے پیسوں کے متعلق جو تم نے پوچھا ہے تو وہ معاملہ تو وہیں کا وہیں ہے۔ اسں

بارے میں مجھ سے زیادہ بھوپال گورنمنٹ کو علم ہے۔ مجھے تو سچ پوچھو ٹھیک سے یہ بھی نہیں معلوم کہ وہ کاغذ اب کس دفتر میں اٹکا ہوا ہے۔

اور اب کیا کہوں۔ تمہیں جاوداں ضرور بھیجوں گا۔ اس کی پہلی جلد میں نے تمہیں کو نذر کی ہے اور اس پر آٹوگراف لکھ کر رکھ دیا ہے۔

ہاں ساحر کے گھر اس اتوار کو دعوت تھی۔ کرشن، جعفری، عصمت، اختر الایمان، مہندر وغیرہ سبھی تھے۔ خاصا ہنگامہ برپا رہا۔ میں تو رات کو وہیں سویا۔ ان کا گھر اتنا دُور ہے کہ باضابطہ سفر کا موڈ طاری کرنا ہوتا ہے۔ آج کل ہر اتوار کو کسی نہ کسی کے یہاں دعوت لازمی قرار دے دی گئی ہے۔ انجمن کی میٹنگ تو ہوتی ہی نہیں، دعوت کے بہانے آپس میں مل بیٹھنے کی صورت پیدا ہو جاتی ہے، چنانچہ آئندہ اتوار کو ہم سب عصمت کے گھر مدعو ہیں —— اپنا نمبر آیا بھی تو کسی دوسرے کے گھر انتظام کرنا ہوگا۔ اور وہ انتظام بھی کرانے کا ہوگا۔ بہرکیف اس دن تو تمہاری یاد بہت ہی زیادہ آئے گی اس کا یقین کرو۔

اچھا، سب کو میرا سلام و دُعا کہو۔

عذرا اور شاہد کو پیار

باقی اتوار کو ——

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۰ر ستمبر ۱۹۵۵ء

●

عزیز از جان

دیکھو اس وقت ایک بج رہا ہے، ابھی ابھی گھر واپس آیا ہوں۔ فوراً نیند بھی تو نہیں آسکتی، سوچا تم سے کچھ باتیں کر لوں۔ تمہارے پچھلے دو خطوں کا جواب بھی قرض ہے، آج تمہاری بھیجی ہوئی تصویریں بھی پہونچ گئیں۔ شام کو کچھ دیر کے لیے گھر آیا تھا اس وقت ساحر بھی آدھمکے تھے، چنانچہ انھوں نے بھی ان تصویروں کے درشن کر لیے۔ انھیں شکایت ہے کہ نہ تو جبا اس نے نہ سعیدہ نے ان کے خط کا جواب دیا —— بہرحال ان تصویروں کو دیکھ کر تم سب کی یاد آج بُری طرح ذہن میں تازہ ہو گئی۔ البتہ تمہاری کمی تو ہر تصویر میں محسوس ہوتی ہے، "اے کاش تم بھی ہوتے ——" والا مذہ ابھر کر رہ جاتا ہے، تمہارے بغیر تو یہ تصویریں بہت سُونی ہیں کم سے کم

میرے لیے۔ اسی لیے میں نے انھیں بہت لاپروائی سے میز کی دراز میں ڈال دیا ہے۔

ہاں، تم نے آصف کے مضمون کے بارے میں لکھا تھا، اس وقت تک وہ میری نظر سے نہیں گزرا تھا۔ میں نے اس کی CUTTING گھورو میاں سے منگوائی اور وہ آج آ بھی گئی ہے مع گھورو میاں کے تفصیلی خط کے۔ انھوں نے لکھا ہے، کہ اصل میں یہ مضمون کبیر کوثر نے، اور ایک دو لوگوں کی مدد سے لکھا ہے، لیکن چھپوایا آصف شاہمیری کے نام سے گیا ہے۔ بہرحال مضمون سوائے گالی گلوچ کے اور ہے ہی کیا، جس کے بارے میں کچھ کہا جائے۔ ایک بات البتہ میں پورے طور پر نہیں سمجھ سکا کہ کبیر کوثر کی بنائے مخاصمت کیا ہے۔ خیر چھوڑو میں اسے کوئی اہمیت دینا نہیں چاہتا۔ تم نے کسی لڑکی کے بارے میں لکھا تھا کہ وہ اس کا جواب لکھ رہی ہیں تو میں اس سے واقف نہیں، میں کبھی نہیں چاہوں گا کہ اس مضمون کا کوئی کسی قسم کا جواب لکھے، تم ہو سکے تو اس لڑکی کو میری طرف سے منع کرا دینا۔ یہ خواہ مخواہ اس مضمون کو اہمیت دینا ہو جائے گا۔

"جاوداں" ابھی تک تمھیں روانہ نہیں کر سکا ہوں۔ آیندہ پیر کو تمھیں بھیج سکوں گا۔ میں غالباً پرسوں یعنی سنیچر کو ایک دن کے لیے کھنڈالا چلا جاؤں۔ یہ بڑا پُرفضا مقام ہے اور یہاں سے کوئی تقریباً ۴۰، ۴۵ میل ہے۔ قصہ یہ ہے کہ ڈاکٹر ملک راج آنند نے وہاں ایک بنگلہ بنا رکھا ہے۔ سجاد ظہیر کو مع ہم سب کے وہاں مدعو کیا ہے۔ چنانچہ غالباً پیر کی صبح کو واپسی ہو گی۔ لیکن یہ بات تو جب کی ہے کہ میں جا سکا کیونکہ آج کل کام کی کچھ زیادتی ہے، سوچو اتوار بھی چین سے نہیں گذرتا۔ اس وقت چار پانچ جگہ مجھے گانے لکھنے پڑ رہے ہیں۔ بہرکیف جانے کی کوشش ضرور کروں گا۔

اور تم کیسی ہو؟ تم نے عبداللہ گنج کی سروس کا خیال ترک کر دیا اچھا ہی کیا۔ اس طرح تم اور زیادہ پریشان ہو جائیں اور یہ کہ میں تمھیں مالی طور پر SUPPORT کرتا ہوں یہ بات بہت عجیب اور دلچسپ ہے۔ میں نے ایسا کئی بار سوچا کہ میں اگر تمھارے کچھ کام آ سکوں تو اس میں ہرج ہی کیا ہے۔ لیکن محض اس خیال ہی سے تو یہ بات میں تم سے نہ کہہ سکا کہ لوگ کیا سمجھیں گے۔ لیکن لوگ بلاوجہ جب ایسا سوچنے لگیں تو بتاؤ کیا کیا جائے — "اب کیا تمھاری رائے ہے"۔

اور اب کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا لکھوں۔ ہاں تم اپنے خطوں میں اتنی زیادہ شاعری کیوں کرنے لگی ہو اس طرح تمھارے خط پڑھ کے میں کس طرح محسوس کروں گا کہ تم میرے پاس

بیٹھی مجھ سے باتیں کر رہی ہو، بے تکلف انداز میں ۔۔۔ آؤ اس سادگی اور لہجہ کی اس نرمی کے ساتھ مجھ سے باتیں کرو جس میں اکثر میں کھو سا گیا ہوں۔

اچھا، بہت سی یادیں ۔۔۔۔

سب کو میرا اسلام و دعا کہو، اور شاہد کو پیار

تمہارا

۲۹ ستمبر ۱۹۵۵ء جاں نثار اختر

●

عزیز خدیجہ

تمہارے خط ملتے رہے، اور تمہاری محبت اور تمہارا پیار مجھے نہ ہو نچتا رہا۔ اور مجھے چاہیے بھی کیا۔ سچ بعض وقت تو میں سوچتا ہوں جب مجھے خط لکھنے میں دیر ہو جاتی ہے تو تم جلد جلد مجھے خط لکھنے لگتی ہو، یہ تو بہت اچھی ترکیب ہے جلد جلد تم سے خط لکھوانے کی ۔۔۔۔

ہاں، میں تمہیں اس عرصے میں ایک خط ضرور لکھ چکا ہوں جس میں غالباً آصف کے مضمون کے بارے میں بھی کچھ لکھا تھا اور اپنے کھنڈلا جانے کے بارے میں بھی۔ یہ اور بات ہے کہ مصروفیت کی وجہ سے بنے بھائی (سجاد ظہیر) کے ساتھ کھنڈلے جانا بھی نہ ہو سکا۔ تو اس کے معنی یہ ہیں کہ میرا وہ خط تمہیں نہیں ملا، خیر کوئی غم نہ کرو اس میں ایسی کوئی خاص بات بھی نہ تھی۔

اور ہاں، ایک خوشخبری یہ ہے کہ پہلی اکتوبر سے کاردار پروڈکشن کی سروس سے نجات مل گئی ہے

"لو بندگی کہ چھوٹ گئے بندگی سے ہم"

تفصیل اس کی یہ ہے کہ نئی تصویر میں کاردار نوشاد سے میوزک لے رہے ہیں اور نوشاد سوائے شکیل کے کسی کے گانے قبول نہیں کرتے۔ ظاہر ہے کہ مجھے وہ سال بھر تک بیٹھا کر مفت تنخواہ کیوں دیں۔ یہاں ذاتی مروتوں کا سوال تو ہوتا نہیں یہ تو تجارتی معاملات ہیں، لہٰذا فی الحال انھیں میری ضرورت نہیں۔ "پڑوسن" ان کی ادھوری ضرور پڑی ہے اسے جب مکمل کریں گے اس وقت میری ضرورت یقینی ہو گی، اس وقت پھر کوئی

CONTRACT ہو رہے گا۔ بہرکیف اس میں پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے، یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ کہیں تم اس خبر سے فکرمند نہ ہو جاؤ۔ مجھے اس عرصے میں، باہر کئی تصویریں مل گئی ہیں اور میرے پاس بہت کافی کام ہے، اسی کی وجہ سے تو تمہیں خط لکھنے میں بھی تاخیر ہو جاتی ہے اور تم لکھو نہیں لیکن دل میں کبھی کبھی سوچنے لگتی ہو کہ اختر صاحب ـــــ کا کیا بھروسہ ـــــ

تم نے اپنے پہلے خط میں لکھا تھا کہ کسی لڑکی نے آصف کے مضمون کے خلاف کوئی مضمون شائع کرایا ہے۔ سچ پوچھو، تو میں اس کے خلاف ہوں کہ اس کا کوئی جواب لکھے، یہ تو خواہ مخواہ کی اہمیت دینا ہے اس حماقت کو ـــــ

گجر کا رسالہ میرے پاس موجود ہے، میں جاوداں کے ساتھ ہی تمہیں بھیج دوں گا، مطمئن رہو۔ عالم دیکھو تمہیں اب تک جاوداں بھی نہیں بھیج سکا حالانکہ میں اپنی بہن کو کتاب بھیج چکا ہوں، میں تم سے جھوٹ تو بول نہیں سکتا۔ اس کے بھی خط آئے پڑے ہیں اور جواب کی نوبت نہیں آ رہی۔ اب اسے اتوار کو خط لکھوں گا۔ اس نے اپنی طرف سے فرض کر لیا ہے کہ میں پھر بیمار ہوں اور لکھا ہے ـــــ "کیا اپنی گذشتہ زندگی کا انتقام صرف اپنی صحت سے لینے پر تُل گئے ہو۔ ایسا ہی ہے تو پھر مرنے کے کئی طریقے ہیں، اتنی جان جوکھوں میں ڈال کر ہی کیوں مرا جائے، دو چار آنے کا زہر لے آؤ اور مزے سے کھا کر سو رہو۔" ـــــ اب تمہاری بھی یہی رائے ہو تو پھر یہی کیا جائے۔ کیوں؟

آج دن میں مجھے تھوڑی سی فرصت مل گئی تھی، تمہارے لیے آج کچھ بلاوز پیس خرید لایا ہوں، اب تمہیں بھیجوں کیسے، یہ بڑا ٹیڑھا مسئلہ ہے۔

اچھا، اب باتیں ختم، مجھے کام کرنے دو ورنہ پھر تمہارے لیے میں کچھ بھی نہ خرید سکوں گا اور یہ کتنی بُری بات ہو گی۔

عذرا اور شاہد کو پیار

تمہارا

جاں نثار اختر

۶ راکتوبر ۱۹۵۵ء

عزیز، بہت عزیز خدیجہ

تمہارا خط ابھی ابھی ملا، میں تمہیں اس عرصے میں تین خط لکھ چکا ہوں یہ چوتھا خط ہے اب تمہیں نہ پہونچیں تو بتاؤ میں کیا کروں۔ میں نے تمہیں گذشتہ خط میں بھی یہی بات لکھی ہے کہ مجھے تو یہ محسوس ہونے لگا ہے کہ تمہاری ڈاک بیچ میں سے غائب کر دی جاتی ہے۔ یہ بھی ایک صورت ہے میری طرف سے تم میں بدگمانی پیدا کرنے کی ــــ بہرکیف اتنا مجھے یقین ہے کہ تم مجھے اپنی خیریت سے محروم نہ کروگی، میرے خط تم تک پہونچیں یا نہ پہونچیں ــــ

میں آج بھی تمہیں کوئی تفصیلی خط نہیں لکھ رہا ہوں، محض اسی لیے کہ کیا فائدہ، تمہیں تو ملے گا نہیں۔

یہ خط الیاس کے پتہ پر تمہیں بھیج رہا ہوں۔ انھیں میری طرف سے دُعا کہنا عذرا اور شاہد کو پیار۔ بی آپا کی خدمت میں آداب۔

تمہارا
جاں نثار اختر

۱۲/اکتوبر ۱۹۵۵ء

●

خدیجہ عزیز

تمہارے خط ملے۔ بہرحال دو خط گم ہونے کے بعد تمہیں میرا ایک ــــ خط تو پہونچ ہی گیا۔

میں کل صبح حیدرآباد جا رہا ہوں، ۲۵/ کو واپس آؤں گا۔ وہاں ASIAN SOLIDARITY COMMITTEE کا اجلاس ہو رہا ہے، اسی کے ساتھ ایشیائی ادیبوں کی ایک کانفرنس بُلانے کے سلسلے میں ہندوستانی ادیبوں کا بھی ایک ابتدائی جلسہ ہے۔ وہاں سے واپسی پر تمہیں مفصل خط لکھوں گا۔

سعیدہ کو میری دُعا کہنا اور ہاں چاند کا خط بھی مجھے ملا تھا، اس سے کہنا حیدرآباد سے واپس آکر تمہیں زیرِ لب اور جاوداں بھیجوں گا۔

تم کیسی ہو، تمہارے حالات کے بارے میں جاننے کا تھوڑا بہت حق تو مجھے ہے نا؟ دوستی کے ناتے سے۔ پیار اور محبت

شاہد اور عذرا کو پیار کہنا۔

تمہارا
جاں نثار اختر

۱۹ر اکتوبر ۱۹۵۵ء

●

سیف آباد
حیدر آباد (دکن)

عزیز خدیجہ

میں ۲۰ ر تاریخ کو چل کر ۲۱ ر کو حیدر آباد پہونچ گیا تھا، تین دن تک کانفرنس کی مصروفیت رہی۔ خیال تھا کہ ۲۴ ر کو واپس ہو جاؤں گا، لیکن آج تو ۲۹ ر ہے، کانفرنس کے بعد تین دن تک مختلف کالجوں اور اداروں میں جلسے ہوتے رہے ایک ایک دن میں پانچ پانچ اور چھ چھ جگہ پروگرام ہونے کی وجہ سے اتنی مہلت نہ ملی کہ تمہیں خط لکھتا۔ ۲۷ ر کی صبح واپسی قطعی طے کر لی تھی لیکن ۲۶ ر کی رات ساحر کی کار کے ساتھ سانحہ پیش آگیا، چنانچہ موٹر کارخانے میں پڑی ہے، پرسوں صبح ہم لوگ بمبئی روانہ ہو سکیں گے۔ آج کل دسہرے کی چھٹی کے سبب اتنا RUSH ہے کہ ٹرین سے RESERVATION بھی نہیں مل رہا، ورنہ میں نے سوچا تھا کہ ٹرین سے واپس ہو جاؤں۔

اب آج اور کل کا دن حیدر آباد میں اور گذارنا ہے جہاں میں اور ساحر ٹھہرے ہیں، پروفیسر احسن صاحب کے یہاں، وہ بے چارے بہت پر خلوص اور ملنسار لوگ ہیں، میں نے اور ساحر نے سوچا تھا کہ ہم لوگ کسی ہوٹل میں منتقل ہو جائیں لیکن احسن صاحب کسی طرح راضی نہیں۔ ہاں، اظہر بھائی کا تبادلہ اورنگ آباد سے حیدر آباد ہو گیا ہے، چنانچہ وہ بھی یہیں ہیں کل رات ان کے گھر باقاعدہ دعوت تھی۔ اور آج کا پروگرام تو پوچھو نہیں، دوپہر کا کھانا ایک صاحبہ کے یہاں کھانا، شام کی چائے ایک اور صاحبہ کے یہاں پینا ہے اور رات کا کھانا ایک اور صاحبہ کے یہاں۔

"اب اے دل تباہ ترا کیا خیال ہے!"

ہاں، واجدہ سے حیدر آباد آنے کے دو دن بعد ملاقات ہوئی، ایک دن اس نے زبردستی مجھے کھانے پر بھی مدعو کیا تھا، اُن کا پورا گھر بہت شریف اور پُرخلوص ہے۔ اس

سے میری پہلی ملاقات ہے لیکن وہ سچ مچ مجھے اپنی بہن ہی معلوم ہوتی ہے۔ آج تو شاید ہی اس سے ملنے جا سکوں مشکل ہی سے وقت نکلے گا۔

اس وقت دس بج رہے ہیں، گیارہ بجے سے دن بھر کا چکر شروع ہو جائے گا۔

اچھا، اب اجازت دو،

تم کیسی ہو، تمہارے حالات کس اسٹیج پر ہیں،

مجھے تفصیل سے خط لکھنا میں دوسری تیسری تک بمبئی پہونچ جاؤں گا۔

بہت سی دُعائیں اور پیار قبول کرو۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۹ر اکتوبر ۱۹۵۵ء

●

بے حد پیاری خدیجہ

تمہارے تین خط رکھے ہوئے ملے، میں آج چار بجے شام حیدرآباد سے واپس ہوا ہوں، آتے ہی نیّر کے یہاں چلا گیا، اور اب اس وقت کوئی ڈیڑھ بجا ہے رات کا، ابھی ابھی واپس آیا ہوں اور تمہیں خط لکھنے بیٹھ گیا ہوں۔

سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ تم نے جو پارسل بھیجا تھا، وہ معلوم ہوا واپس چلا گیا ہے اس کا رنج اس لیے نہیں کہ تم خود اپنے ہاتھ سے مجھے اپنی بنائی ہوئی چیز پہلے ہی دکھلا چکی ہو۔

میں نے حیدرآباد سے تمہیں ایک خط لکھا تھا، وہ تو مل گیا ہوگا، حیدرآباد میں خلاف توقع زیادہ دن لگ گئے، بہرکیف کچھ دنوں بمبئی سے باہر گذارنا اچھا ہی ہوتا ہے ورنہ یہاں مُسلسل چند مہینے رہ کر تو ذہن پر بڑا بوجھ سا محسوس ہونے لگتا ہے۔ حیدرآباد کے اس بارہ تیرہ دن کے قیام میں بڑا مصروف پروگرام رہا، دن میں چھ جگہ مختلف پروگراموں میں شرکت کرنی ہوتی تھی۔ اسی سلسلے میں نظام کالج کی بزم ادب کا افتتاح بھی کرنا پڑا۔ سب سے اچھا اور سُتھرا FUNCTION تو COLLEGE میں ہوا، مجھے تو وہاں فرمائش پر "خاک دل" اور "خاموش آواز" ہی سُنانا پڑی۔

ہاں واجدہ سے ملاقات کی بات تو تمہیں لکھ ہی چکا ہوں۔ اس سے تقریباً روز ہی

ملنا ہوتا رہا اور سینکڑوں ہی باتیں ہوئیں، پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ تمہارا تذکرہ نہ آتا، چنانچہ تمہارا ذہنی تعارف تو میں نے اپنی بہن سے کرا ہی دیا ہے۔ آئندہ سال غالباً حیدرآباد ہی میں ایشیائی ادیبوں کی کانفرنس ہو، اس میں تو تم بھی حیدرآباد چلوگی نا، اس وقت تم خود بھی اس سے مل لوگی۔

ہاں الیاس کا خط ملا، پتہ نہیں اختر سعید نے معاملات کو کہاں تک پہونچایا ہے۔ بہرکیف میں اس وقت انھیں بھی خط لکھوں گا اور تفصیل معلوم کروں گا۔

— — — — —

رات کو تمہیں یہیں تک خط لکھ کر چھوڑ دیا تھا، دن بھر کاموں میں مشغول رہا، اب اس وقت شام کو واپس آیا ہوں تو تمہارا ۳۰ کا لکھا ہوا خط مع تمہاری تصویر کے ملا، لیکن بھئی سچ پوچھو تو ــــ "تصویر تیری دل مرا بہلا نہ سکے گی" والی بات ہے اب تو مجھے تمہاری ضرورت ہے تمہاری تصویر کی نہیں۔ اور ہاں یہ اختر سعید کس خواب خرگوش میں مبتلا ہیں۔ اباجی کو وہ کیا کاغذ دے گئے ہیں یہ بھی تم نے نہ لکھا جس سے بات سمجھنے میں کچھ مدد ملتی۔ بہرکیف میں ان سے براہِ راست پوری کیفیت معلوم کروں گا اور تمہیں لکھوں گا تم چاہو تو نسیم کی معرفت انھیں پرچہ لکھ کر بلوالو اور براہِ راست بات کرو فضول کے تکلفات میں وقت کیوں ضائع کرتی ہو۔

تمہاری صحت کی طرف سے ہر وقت فکر رہتی ہے، دیکھو خدیجہ! میں نے تمہیں ہمیشہ لکھا ہے کہ تم اس طرف سے ذرہ بھر بھی غفلت نہ برتو۔ میرے خط میں دیر ہو جاتی ہے تو تم یہ نہ سوچا کرو کہ میں ایک منٹ کو بھی تم سے ذہنی طور پر غافل ہوں میری دوست میرا زیادہ وقت گیا سارا وقت مستقل کاوش اور جدوجہد میں گزرتا ہے اور یہ سب جدوجہد کس کے لیے ہے؟ اسی نئی دنیا کی تعمیر ہی کے لیے تو، جس کے سہانے خواب اس خوبصورت تصویر کی نرم دلکش اور ہموار آنکھوں میں دیکھ رہا ہوں جو اس وقت میرے بہت پاس رکھی ہوئی ہے تم اپنے دل کو افسردگی اور مایوسی کا شکار نہ ہونے دو ورنہ یوں تو تمہاری صحت پر بہت برا اثر پڑے گا، اور سوچو جب تم صحت ہی کھو دوگی تو یہ راستہ اور یہ منزل کیسے طے ہوگی۔

تمہارے لیے واقعی میں نے اس طرف کوئی کتاب نہیں خریدی، کل تمہیں تمہاری فرمائش کے مطابق "باپ اور بیٹے" اور اگر کوئی اور تازہ کتاب دستیاب ہو سکے گی تو روانہ کروں گا۔ ہاں

تمہارے لیے کچھ بلاؤز پیس میں نے بہت دن ہوئے خریدے تھے وہ آج تک رکھے ہوئے ہیں، انھیں بھیجوں یا ساتھ لاؤں یہ ابھی تک طے نہیں کر سکا ہوں۔ تم نے تصویر کی فرمائش کی ہے، احسان نے اس طرف ایک تصویر کھینچی تھی، اس کا پرنٹ موجود ہے، تمہیں بھیج رہا ہوں۔ بس یونہی سی ہے۔

اور اب کیا لکھوں۔ عالیہ کا خط لکھنؤ سے آیا ہے۔ یوپی اسٹوڈنٹس کا CONVE TION ۲۶ر اور ۲۷ر نومبر کو ہو رہا ہے۔ مجھے اس میں شرکت کی دعوت دی ہے، لیکن میرا جانا کسی صورت ممکن نہیں ہے، ابھی تو واپس آیا ہوں۔ لکھنؤ تو دسمبر کے آخر میں غالباً جانا ہو سکے اگر گیا تو ایک آدھ دن کے لیے تم سے ملنے ضرور بھوپال اُتروں گا۔

اچھا اب اجازت دو۔ عذرا اور شاہد کو پیار

ہاں کل چاند کو زیرِ لب اور جاوداں بھی بھیجوں گا بلکہ تمہاری کتابوں کے ساتھ ہی روانہ کروں گا۔ تم اس تک پہونچا دینا۔

بی آپا اور ابا جی کو آداب کہو۔ اور سعیدہ کو بہت سی دعائیں

تمہارا ہمیشہ

۴ر نومبر ۱۹۵۵ء جاں نثار اختر

●

خدیجہ عزیز

بہت سی دُعائیں

کل تمہیں خط لکھ چکا ہوں۔ آج تمہارا نیا خط ملا تو پھر جواب لکھنے بیٹھ گیا۔ تمہیں اس بات پر تعجب کیوں ہے کہ حیدرآباد کی مصروفیتوں میں، میں نے تمہیں یاد رکھا اور تمہیں خط لکھا۔ "سچ مچ یہ آپ ہی ہیں جس نے مجھے یہ خط لکھا ہے یا میں خواب دیکھ رہی ہوں" — تعجب تو تمہیں اس وقت کرنا چاہیے تھا جب میں تمہیں خط نہ لکھتا۔ سچ جانو، بعض اوقات مجھے عجیب سی تکلیف ہونے لگتی ہے کہ تم میرے دل کو شاید ابھی تک نہ سمجھ سکیں۔ کل تک ضرور میں چاہتا تھا کہ مجھے کوئی پوری طرح نہ سمجھ سکے لیکن آج مجھے یہ سوچ کر ایک تکلیف دہ احساس ہوتا ہے کہ مجھے کوئی بھی سمجھنے والا نہیں۔ حد یہ ہے کہ تم بھی مجھے سمجھنے سے انکار کر دیتی ہو۔ بہرحال میری دوست، مجھ پر سے اپنا اعتماد نہ کھو، یہی ایک طریقہ اور ایک صورت ہے خود کو اور ساتھ مجھے بھی ذہنی تکلیف سے بچانے

کی۔ آؤ ہم وعدہ کریں کہ ہم ایک دوسرے کے خلوص و محبت کو کبھی شبہ کی نظر سے نہ دیکھیں گے۔

ہاں آج میں نے نو کتابیں خریدی ہیں، تین تمہارے لیے، تین اپنی بہن کے لیے اور تین خود اپنے لیے۔ تمہاری کتابیں پیر کے دن روانہ کروں گا۔ ایک تو تورگنیف کا ناول "باپ اور بیٹے" ہے جس کی تم نے فرمائش کی تھی، ایک گورکی کا ایک مختصر سا ناول ہے، ایک افسانوں کا مجموعہ اے حمید کا۔ اس میں ایک دو افسانے مجھے پسند آئے ہیں۔

اختر سعید کو بھی کل خط پوسٹ کیا ہے، اب ان کے جواب کا بے چینی سے انتظار ہے۔ خدا جانے یہ منزل کب طے ہوگی۔

آج حامدہ سبزواری کا خط علی گڑھ سے آیا ہے، وہی آصف شاہمیری کے مضمون کا رونا ہے۔ غالباً اس کا کوئی مضمون بھی "ندیم" بھوپال میں شائع ہوا ہے جواباً، لیکن میری نظر سے نہیں گذرا، تم نے تو ضرور پڑھا ہوگا۔

اور کیا لکھوں۔ تمہاری کتابوں کے ساتھ چاند کے لیے زیرِ لب اور جاوداں بھیجی ہے وہ اسے دے دینا۔ سب بہن بھائیوں کو دعا کہنا، بی آپا کو سلام کہنا اور شاہد، اور ایک لڑکی ہے عذرا اسے پیار

اچھا شب بخیر

تمہارا

جان نثار اختر

۵ر نومبر ۱۹۵۵ء

●

جانِ عزیز

تم کیسی ہو۔ دو تین دن سے تمہارے خط کا انتظار ہے، کل تو ضرور ہی آنا چاہیے۔ میرے دونوں خط تمہیں مل گئے ہوں گے اور کتابیں بھی۔

اختر سعید کو میں نے خط لکھ دیا تھا، ہر ڈاک سے ان کے جواب کا بھی انتظار کرتا ہوں، اس وقت پھر انھیں یاد دہانی کراؤں گا، وہ تو حد سے زیادہ کاہل آدمی ثابت ہوئے۔ تم خود بھی نسیم کی معرفت انھیں کسی دن کھٹکھٹاؤ تو اچھا ہے۔

حسبِ دستور آج کل گانوں کا سلسلہ چل رہا ہے۔ کل صبح دس بجے صادق پروڈکشن کی فلم

"چھومنتر" کے دو گانوں کا TAKE ہے، وہاں جانا ہوگا۔ وہاں سے کمرے اس امید میں لوٹوں گا کہ تمہارا خط ضرور آیا ہوگا، سچ اگر کل خط نہیں آیا تو پھر بڑی مشکل ہو گی، کس کمبخت سے پھر گیت لکھے جائیں گے میں یہ بات تم سے چھپاؤں گا نہیں کہ تمہارے خط میں دیر ہو جاتی ہے تو میرا جی ہر کام سے اُچاٹ ہونے لگتا ہے، عجیب ایک خلا کا سا احساس ہونے لگتا ہے جسے کسی بہانے پُر نہیں کر سکتا۔ بہرکیف میں نے اپنی کمزوری تم پر ظاہر کر دی ہے اب۔ اس سے بے جا فائدہ نہ اُٹھانا۔

اور میری دوست! تمہیں کیا لکھوں ـــ "یہ راتوں کا اندھیرا میرے تیرے درمیان کب تک" والا سوال ہے!

آؤ میری ساری محبّت اور سارا پیار تمہارے لیے ہے۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۹ر نومبر ۱۹۵۵ء

میری دوست

تمہارا خط ملا، میں نے کل ہی تمہیں خط لکھا ہے اور تمہارے حسب اندیشہ تمہارے گذشتہ خط کے اس جملہ پر "آپ کے حیدرآباد جانے کی خبر سے میں زرد پڑ گئی تھی"! اعتراض بھی کیا ہے۔ تمہیں اپنا لکھا ہوا یہ جملہ یاد رہا "دل کی چوری" تو یہیں پکڑی جا سکتی ہے۔ تم لکھتی ہو "مجھے یقین ہے آپ کسی غلط نتیجے پر نہیں پہونچیں گے" یہ تم نے ٹھیک لکھا ہے لیکن اپنے اس زرد پڑنے کا خود تم نے جو EXPLAINATION دیا ہے اس سے مجھے اتفاق نہیں۔ صحیح بات یہ ہے کہ میرے حیدرآباد جانے کی خبر سن کر تمہیں یہ خدشہ ستانے لگا تھا کہ کہیں واجدہ تمہاری رقیب نہ بن جائے ـــ "عشق است و ہزار بدگمانی" والی بات ہے۔ میں تمہاری اس شدید محبت کی قدر کرتا ہوں جو تمہیں ذرا سے میں رشک پر آمادہ کر دیتی ہے۔ "وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جائے ہے مجھ سے" میری دوست! محبّت میں فطری طور پر POSSESSION کا جذبہ ہوتا ہے، میں اسے مانتا ہوں، مجھ میں خود یہ جذبہ بڑا شدید ہے۔ صفیہ نے تو اپنے مضمون میں میرے لیے یہاں تک لکھا تھا کہ اختر جیو اور جینے دو کے قائل نہیں، ان کے یہاں جینے کے یہی معنی ہیں کہ صرف ان کے لیے جیو۔ اس کے باوجود میں اتنا تم سے ضرور کہوں گا کہ محبّت میں اتنے ہی شدید اعتماد کی بھی ضرورت ہوتی ہے POSSESSION کا جذبہ اکثر اوقات گھٹ کر ہم میں تنگ نظری پیدا کر دیتا ہے، لیکن باہمی اعتماد POSSESSION

کے اس جذبے کو گھٹن نہیں بننے دیتا، اور آپس کے تعلقات کو اس تلخی سے بچا لیتا ہے جو دوسری صورت میں ممکن ہو سکتی ہے۔ اس لیے یونہی اس POSSESSIVE محبت کے ساتھ تم اس اعتماد کو بھی شامل رکھو جس کے بغیر تم میرے حیدرآباد جانے کی خبر سُن کر زرد پڑ سکتی ہو۔ رہی واجدہ تو جب میں نے اسے بہن کہا ہے تو وہ واقعی میری بہن ہے۔ اسے تمہاری جگہ نہیں چاہیے۔ ہاں تمہارا پیار اسے ضرور چاہیے۔ تم نے جو EXPLAINATION دیا ہے اس سے مجھے خوشی نہیں ہوئی۔ تم لکھتی ہو "مجھے اپنی وارفتگی بے حد عزیز ہے" مجھ سے یہ کبھی نہ ہو سکے گا کہ میں آپ سے اپنے دل کی بات نہ کہوں" لیکن پھر بھی تم نے اس سلسلے میں اپنے دل کی بات چھپائی ہے، تم اگر مجھے صاف لکھتیں کہ سچ مجھے یہ اندیشہ ستانے لگا تھا تو مجھے واقعی خوشی ہوتی۔ خیر، اب یہ قصہ بہت خطوں میں دُہرایا جا چکا، اب چھوڑو اسے۔

لیکن سنو تو خدیجہ، اب تو کئی قصّے پیدا ہو گئے ہیں، کل تمہارے خط کے ساتھ حیدرآباد سے کئی لڑکیوں کے خط ملے۔ تم سمجھو گی کہ میں یونہی تمہیں بنانے کے لیے یہ بات کہہ رہا ہوں اس لیے بطور ثبوت ایک صاحبزادی کے خط کا چھوٹا سا CUTTING تمہیں بھیج رہا ہوں۔ اب بتاؤ تم کہاں تک زرد پڑو گی۔ بھئی دیکھو ویسے بھی اب کہاں تک ہر ایک کو ٹالا جا سکتا ہے، پھر یہ کہ دسمبر کی پہلی تاریخ میں دن ہی کتنے رہ گئے ہیں، اس کے بعد سے تو ہم لوگوں کی خط وکتابت بھی ختم ہی ہے۔ اب کسی نہ کسی سے تو آخر یکجی دوستی کرنی ہی پڑے گی۔ تم ہوتیں تو سب خط پڑھ کر کوئی مشورہ دے سکتی تھیں، خیر اب خود ہی کوئی فیصلہ کرنا پڑے گا۔

اور اب تمہیں کیا لکھوں:

ہاں آج تو دیوالی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ آج وشنو اوتار نے بالی راجہ سے تین قدم زمین چاہی تھی اور جب بالی راجہ نے اس کی درخواست مان لی تو وشنو نے جو اس وقت وامن کے رُوپ میں تھے ایک محیرالعقول وجود کا رُوپ دھار لیا اور ایک قدم میں زمین، اور ایک قدم میں آسمان ناپ ڈالا، جب تیسرے قدم کے لیے جگہ نہ رہی تو بالی نے اپنا سر جھکا دیا، بالی جو اپنے کرتوتوں سے بدی کا SYMBOL سمجھا جاتا ہے اور اس کے سر پر وشنو نے تیسرا قدم رکھا۔ یہ گویا بدی پر نیکی کی فتح ہے۔ دیوالی اسی کا جشن ہے۔ بہرکیف تم لکھتی ہو کہ تم آج اپنے کمرے کو خوب سا سجاؤ گی، میرا تو اتنا جی چاہ رہا ہے کہ تمہارے سجے ہوئے کمرے میں تمہیں سجا ہوا دیکھنے کے لیے وشنو اوتار کی طرح میں بھی کاش ایک قدم میں کم سے کم ۵۰۰ میل کا فاصلہ طے کر سکتا،

لوگ آج لکشمی کی پوجا کریں گے لیکن میری لکشمی اور میری دولت تو تم ہو۔ آؤ تم مجھے آج تک پوجتی رہی ہو۔ آؤ آج میں تمہیں پوجوں۔

کتابیں تمہیں مل گئی ہوں گی۔ یہ دیکھو اتفاق ہے کہ تم مالوا پڑھنا چاہتی تھیں اور میں نے وہی کتاب خریدی۔

اور ہاں خدیجہ ایک کام کی بات یہ۔ کہ تم الیاس سے کہو کہ وہ تو پی۔ ڈبلو۔ ڈی میں کام کرتے ہیں۔ کوئی عمدہ زمین جہاں سے تالاب کا عُمدہ VIEW ہو تلاش کر دیں۔ زمین کافی ہونی چاہیے۔ میں چاہتا ہوں کہ جلد سے جلد خرید لی جائے۔ ورنہ تمہارے بھوپال کے راجدھانی بننے کے بعد زمین کی قیمتیں بہت بڑھ جائیں گی۔ شہاب کو میں لکھتا مگر وہ عملی آدمی نہیں ہیں۔ الیاس اگر یہ کام کر سکیں تو اچھا ہے، وہ ہر بات طے کر لیں، پھر یا تو میں خود آجاؤں گا یا انھیں پیسے بھیج دوں گا، جو بھی اس وقت شکل ہوئی۔ یہ بات میں اس لیے کر رہا ہوں کہ بمبئی میں میرا ہمیشہ رہنے کا ارادہ ہے نہیں۔ کچھ پیسے جہاں ملے اور میں نے اس شہر کو چھوڑا۔ کیا ابا جی کی معرفت یہ سب کچھ نہیں ہو سکتا؟

بہرکیف یہ بات ہے اہم۔ تم اس معاملہ میں کیا مشورہ دیتی ہو، اگر تمہیں یہ تجویز پسند نہیں تو پھر اس قصہ کو اٹھانا ہی نہیں۔ سچ حیدرآباد سے آئے ہوئے خطوں کے بارے میں تم رائے دو یا نہ دو اس بارے میں تو تمہیں رائے دینا ہی پڑے گی۔

اچھا۔ شاہد کو پیار سب کو میرا اسلام و دُعا کہو
اور جلدی سے خط لکھو

تمہارا

۱۳ر نومبر ۱۹۵۵ء — جاں نثار اختر

●

خدیجہ

اس طرف تو میں تمہیں مسلسل خط لکھتا رہا ہوں، اس سے پہلے بھی تمہیں ایک دو خط اور ملیں گے۔ آخری خط تمہیں ۱۳ر کو لکھا ہے۔ آج دن بھر کی فرصت ہے اور کل تمہارا خط بھی ملا ہے، سوچا آج اور ایک خط سہی کل سے نہ معلوم مصروفیت کا کیا عالم ہو۔

کل خدا خدا کر کے اختر سعید کا خط موصول ہوا۔ تمہیں بھیج رہا ہوں۔ خیر، انھوں نے کچھ

تو قدم آگے بڑھایا۔ پتہ یہی چلا کہ انھیں مستقل کھٹکھٹاتے رہنے کی ضرورت ہے۔ ایک دو دن میں انھیں پھر خط لکھوں گا، تم مطمئن رہو، ہر بات اپنے وقت سے ہو رہے گی۔ اور پھر وہ دن بھی آرہے گا جب تم صرف خطوں کی حد تک "آپ کی خدیجہ" نہ رہو گی۔ لیکن کیا پتہ معاہدے کی معیاد تو صرف پندرہ دن کی اور ہے۔

ہاں بھئی، تمھارے رائٹنگ پیڈ آج تک پریس سے نہیں آسکے ہیں، اب جلد ہی وصول کر کے بھیجوں گا۔ آج تو تعطیل ہے، پریس بند ہوگا کل یا پرسوں ان کمبختوں کو کھٹکھٹاؤں گا۔

تم نے "جھنک جھنک پائل باجے" کی تعریف کی ہے، ہے بھی وہ تعریف کے لائق، میں اسے بہت پہلے دیکھ چکا ہوں، غالباً کسی خط میں، میں نے اس فلم کے بارے میں تمیں لکھا بھی تھا، وہ خط پہونچا نہ ہوگا تمھیں۔ اسٹوری کے اعتبار سے آخری حصہ کمزور ہے البتہ ڈائرکشن، فوٹوگرافی، رنگوں کی اسکیم اور ہندوستانی رقص بے مثل ہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ صحیح معنوں میں "ہندوستانی" فلم ہے۔ ودیاپتی کے بعد جو نیو تھیٹر کلکتہ کی بنائی ہوئی تصویر تھی یہ ایک تصویر آئی ہے۔ تم اسے دوبارہ دیکھنے کی خواہش رکھتی ہو، ضرور دیکھو۔

اور کیا لکھوں۔ یہاں کا موسم خاصا خنک ہوگیا ہے، رات کو تمھاری سی ہوئی ریشمین رضائی اوڑھ کر سوتا ہوں، کتنے حسین خواب آنکھوں میں گھُل کر رہ جاتے ہیں "کل یہی خواب حقیقت میں بدل جائیں گے" دیکھو وہ کل کب آتا ہے۔

اچھا، اب اجازت دو۔

سب کو سلام و دُعا کہو، شاہد کو پیار

تمھارا

جاں نثار اختر

۱۵ر نومبر ۱۹۵۵ء

■

میری خوبصورت دوست

تمھارا دیپاولی کے دن کا لکھا ہوا خط ملا، خط پڑھ کے مجھے حسرتؔ کا یہ مصرعہ بے اختیار یاد آگیا۔

"جاگیں تمام رات، جگائیں تمام رات"

چاہو تو دوسرا مصرعہ بھی سُن لو لیکن وہ تمھاری پُوجا والی بات سے بہت مختلف ہے۔

"خود بھی پئیں انھیں بھی پلائیں تمام رات"

حسرت اس معاملے میں غالباً مجھ سے زیادہ "ترقی پسند" تھے۔ میں "انھیں بھی پلائیں" کا بالکل قائل نہیں ہوں۔ مجھے سچی بات یہ ہے کہ عورت کی مشرقیت بہت عزیز ہے اسے میں فنا ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔ خیر اصل سوال تو اس وقت "جاگیں تمام رات" کا ہے۔ رہا جاگنے کا مصرف تو فی الحال پوجا والی بات ہی سہی۔

ہاں تمہارا ۱۰ ر تاریخ کا خط بھی مجھے مل گیا تھا اور حامدہ کے مضمون کی CUTTING بھی۔ بیرنگ تو اسے اصولاً ہونا چاہیے تھا لیکن غالباً ڈاک خانے والے تمہارے خط کے ساتھ رعایت کرتے ہیں —— ہاں تمہیں ایک بات تو آج تک میں نے بتائی نہیں کہ تمہارے خط اکثر مجھے بڑے مہنگے پڑتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ احسان وغیرہ تمہارا WRITING پہچاننے لگے ہیں اس لیے جب میں نہیں ہوتا تو تمہارا خط غائب کر دیتے ہیں اور پھر جب تک مٹھائی نہ کھلائی جائے تمہارا خط مجھے نہیں ملتا۔

خیر "ایں ہم اندر عاشقی ——"

چاند کا خط مجھے مل گیا تھا، اس نے لکھا تھا کہ تمہاری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں۔ تم لکھو تمہاری طبیعت واقعی کیسی ہے، دیکھو میری دوست تمہیں صحت مند رہنے کی ضرورت ہے ورنہ پھر سوچو "جاگیں تمام رات" والی بات کیسے بنے گی ——

اختر سعید کو میں آج خط لکھوں گا، ان کا آیا ہوا خط میں نے تمہیں پرسوں اپنے خط کے ساتھ بھیجا ہے۔ تم الیاس میاں کی معرفت انہیں کبھی کبھی کھٹکھٹاتی رہو، یہ کافی ہے۔

رہی بھوپال آنے کی بات۔ تو لکھنؤ میں یوپی اسٹوڈنٹس کا کنونشن ہو رہا ہے۔ مجھے ان لوگوں نے مدعو بھی کیا، لیکن دسمبر کی ابتدائی تاریخوں میں میرا جانا ممکن نظر نہیں آتا۔ دوسرے خیال یہ بھی ہے کہ جادو دسمبر کے آخری ہفتہ میں علی گڑھ سے لکھنؤ آسکے گا، اگر اس وقت چلا بھی جاؤں تو اس سے ملنا نہ ہو سکے گا اور پھر دوبارہ جانا ناممکن ہو جائے گا، لہٰذا فی الحال تو دسمبر کے آخری ہفتہ کا پروگرام ہے۔ وہاں سے واپسی پر ضرور تم سے ملتا ہوا جاؤں گا۔ اور کیا لکھوں اب ——

آؤ عمر خیام کی ایک رُباعی سنو ——

فردا الم فراق طے خواہد شد
با طالع سعد، قصد مئے خواہد شد
معشوقہ موافق است و ایام بکام
اکنوں نہ کنم نشاط کے خواہد شد

(کل فراق کا غم ختم ہو جائے گا اور نیک نصیبی کے ساتھ مئے نوشی کا قصد ہو گا معشوقہ موافق ہے اور زمانہ ساز گار ہے۔ اگر اب خوشی نہ مناؤں تو کب مناؤں گا)

اچھا اب اجازت۔
خط جلد لکھا کرو۔

تمہارا
جاں نثار اختر

۱۷ر نومبر ۱۹۵۵ء

●

پیاری خدیجہ

تمہارا کیا حال ہے۔ تم رہ رہ کے بیمار ہو جاتی ہو یہ تو اچھا نہیں۔ آج تمہیں دو دن بعد جواب لکھ رہا ہوں، خط تمہارے مجھے پرسوں ہی مل گئے تھے۔ عذرا کے خط میں تمہاری طبیعت کی ناسازی کا ذکر تھا لیکن تمہارے ۱۸ر کے خط میں "تم اب ٹھیک ہو" تم نے لکھا تھا اپنی طبیعت کا صحیح حال مجھے لکھو، تمہیں تو بیج بہت دن تک جم کے علاج کرنے کی ضرورت ہے۔ گھڑی گھڑی بیماری کی اُلجھن کوئی معنی نہیں رکھتی

اس وقت رات کا ایک بج رہا ہے اور میں ابھی ابھی نیر کے یہاں سے واپس آیا ہوں۔ اس ہفتہ میں صرف دو گیت مکمل ہو سکے ہیں اور اب سمجھو ۳۰ر تاریخ تک چار گانے اور کہنا باقی ہیں، بس اللہ مالک ہے۔

کل شام کو بلگانن بمبئی آ رہے ہیں۔ پرسوں یہاں INDO SOVIET SOCIETY کی طرف سے ان کے اعزاز میں ڈنر ہے اور ساتھ ہی CULTURAL PROGARME بھی چنانچہ پرسوں کی شام تو وہاں گذرے گی، لیکن "میرا حصہ دُور کا جلوہ" کے سوا اور ہو گا بھی کیا۔ اس پر ایک لطیفہ یاد آگیا، ایک صاحب فرمانے لگے "آج مولانا آزاد سے بڑی بے تکلفی سے گفتگو رہی" لوگوں نے حیرت سے پُوچھا "بھئی کیا ایسی بے تکلفی سے بات چیت ہوئی۔ فرمانے لگے بس

راستے میں ملاقات ہوئی، اور جیسے ہی جناب میں نے ان سے کہا "السلام علیکم" انھوں نے کہا۔ "وعلیکم السلام" —— تو بس کچھ یہی حشر ہوتا ہے بلگانن سے ملاقات کا۔

آج تمہارے بھوپال کے اخبار "نیا دور" "جوش صاحب پر غصہ" کے عنوان سے ایک نوٹ پڑھا۔ نوٹ میں بڑے منطقی (یا غیر منطقی) استدلال سے جوش صاحب کے پاکستان جانے کی تائید کی گئی ہے۔ "بریں عقل و دانش بباید گریست" —— اور دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ نوٹ اس وقت شائع ہو رہا ہے جب خود جوش صاحب نے اپنے ارادہ کو منسوخ کر دیا۔ ان کی فیملی البتہ پاکستان منتقل ہو رہی ہے۔ بہرکیف جوش صاحب یہیں رہیں گے یہ خوشی کی بات ہے۔

ہاں ساحر کل آئے تھے، ان کا ارادہ اسٹوڈینٹس کنونشن میں لکھنؤ جانے کا ہے اور واپسی میں سوچتے ہیں ایک دن بھوپال بھی ٹھہریں۔ (میرا خیال ہے صرف سوچتے ہی ہیں)۔ کہہ رہے تھے کہ انھوں نے عباس اور سعیدہ کو خط لکھا ہے اور اس میں یہ بھی لکھ دیا ہے جاں نثار بھی لکھنؤ جا رہے ہیں اور وہ بھی واپسی پر بھوپال آئیں گے۔ لیکن میں تو آج کل یہاں سے ہل بھی نہیں سکتا۔

اور ہاں عذرا کو میرا پیار کہنا اور کہنا کہ اتنے دُور ہو کر بھی اس کے ہاتھ کا لگایا ہوا تلک میں اپنی پیشانی پر محسوس کرتا ہوں۔ اس کے لیے اپنی پہلی فرصت میں کچھ لاؤں گا اور اسے بھیجوں گا۔

اختر سعید کو میں نے آج صبح ہی چار سطریں لکھ کر ڈالی ہیں تم الیاس میاں سے کہو کہ وہ ان کی طرف سے بالکل مطمئن ہو کے نہ بیٹھ رہیں، انھیں کھٹکھٹاتے رہنے کی ضرورت ہے۔

اور اب کچھ باقی نہیں لکھنے کے لیے —— سوائے محبت اور پیار کے اس ظرف مجھے خط لکھتی رہنا برابر، چاہے میرے خط میں دیر ہو جائے تمہارے خطوں سے مجھے کام کرنے کا حوصلہ رہتا ہے۔

بی آپا کو آداب کہنا اور شاہد کو دُعا۔ الیاس میاں کو عنقریب خط لکھوں گا، ان کا پائپ آج تک میرے بکس میں رکھا ہے بھیجنے کی نوبت ہی نہیں آتی، دیکھو کوئی ترکیب نکالوں گا۔

اچھا، شب بخیر

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۲ر نومبر ۱۹۵۵ء

پیاری خدیجہ،

خط ملے ـــــ

پرسوں رات ہی کو تمہیں خط لکھنے کا ارادہ تھا' ڈنر سے واپسی پر، لیکن ساڑھے بارہ بجے گھر لوٹ کر آیا تو بڑی شدید نیند آ رہی تھی۔ کل دن بھر مصروف رہا بلکہ رات تک، آج تھوڑی بہت فرصت ہے تو تمہیں خط لکھنے بیٹھا ہوں۔

ڈنر میں BULGANIN اور KHRUSHCHEV کی زیارت ہو ہی گئی۔ بلگانن نے بہت مختصر سی تقریر کی البتہ KHRUSHCHEV کی اسپیچ خاصی طویل اور اہم تھی۔ ان دونوں کو ساتھ دیکھ کر میرا IMPRESSION بھی ہے کہ کرتا دھرتا اصل میں KHRUSHCHEV ہی ہے۔ ایک کان میں کام کرنے والے کا بیٹا جس نے اپنی ابتدائی عمر میں فیکٹریوں میں FITTER کی حیثیت سے کام کیا ہو اور DON BAS کی کانوں میں نوکری کی ہو، آج سارے روس کا سب سے اہم آدمی ہے، یہ بات دیکھو کمیونسٹ نظام ہی میں تو ممکن ہے۔ ڈنر کے بعد کلچرل پروگرام بھی تھا لیکن وقت زیادہ ہو جانے کی وجہ سے پورا نہ ہو سکا' صرف چار پانچ ITEMS ہو سکے۔ بھارتیہ ودیا بھون کی طرف سے جو گروپ ڈانس پیش کیا گیا تھا وہ میرے خیال سے سب سے کامیاب چیز تھی، یہ گجرات اور سوراشٹر کا لوک ناچ تھا اور اسے RABARI RAS کہا جاتا ہے۔ گوپی کرشن جس نے "جھنک جھنک پائل باجے" میں کام کیا ہے اُس کا بھی کتھک ناچ تھا اور وجینتی مالا نے بھی کوئی کلاسیکل ناچ دیا تھا لیکن اُس کی قسم مجھے بالکل نہیں معلوم۔ بہر کیف پروگرام خاصا رہا' تمہاری یاد تو ہر جگہ آ ہی جاتی ہے ـــــ "میں نے ہر لطف کے موقع پہ تجھے یاد کیا" یہ بات غلط نہیں ہے میری دوست۔

کل دن بھر تو کام کی مصروفیت رہی، رات کو نیر اور اُن کی بیوی کے ساتھ تس "کوکولا" دیکھنے چلا گیا تھا' کل یہ پکچر یہاں ریلیز ہوتی ہے۔ میوزک نیر ہی کا ہے، چند گانے مجھے پسند آئے' تصویر کا موضوع اچھا ہے لیکن کہانی اور اسکرین پلے وغیرہ خاصے کمزور ہیں، اس لیے زیادہ چلنے کی امید نہیں۔

ہاں تم نے اپنے گذشتہ خط میں لکھا ہے۔ "فی الحال ہم کوئی زمین نہیں خریدیں گے" تو تمہاری مرضی۔ جب تم چاہو گی اُسی وقت تو خریدی جا سکے گی۔ رہا تمہارا "اختر صاحب اور جائیداد" والا جملہ تو میرے نام سے تو ہوگی نہیں جو مجھ پر جائداد کا "الزام" آئے، "الزام" آئے گا تو تم پر ـــــ

اور کیا لکھوں، کل واجدہ کا خط بھی تمہارے خط کے ساتھ ملا تھا' اُس نے لکھا ہے کہ کسی خاتون نے بھوپال سے زیرِ لب کے بارے میں اُس کی رائے پوچھی ہے جو اُس نے لکھ کر بھیج دی۔ اُن خاتون کا نام اُس نے نہیں لکھا' بہرحال' ہوں گی کوئی —— ہاں بھئی اُن صاحبزادی کو میں نے جواب دے دیا تھا اور سبھی کو جواب لکھ دیتا ہوں۔ اُن کا خط دوبارہ نہیں آیا' —— اب تم کو کم سے کم مٹھائی تو بانٹنا ہی چاہیے ——

اچھا' اب اجازت؟

عذرا اور شاہد کو دعائیں۔ بی آپا کی خدمت میں آداب۔

اب کی الیاس آئیں تو اختر سعید کو کھٹکھٹا دیں، تم خود نہ کہو تو میری طرف سے کہہ دینا ——

تمہارا

۲۶، نومبر ۱۹۵۵ء جاں نثار اختر

خدیجہ، میری پیاری دوست

تمہارا خط ملا' تمہیں کل اپنی ایک تصویر بھیجی ہے' شیلی کے چند شعر اُن کی پشت پر لکھ دئے ہیں، یہ تصویر تمہارے پاس پہلے سے موجود ہے۔ ہاں میں نے اس پر تمہارا نام اس لیے نہیں لکھا کہ سب دیکھیں گے ضرور، اور ان شعروں کی روشنی میں بات بہت کُھل جائے گی، ویسے چھپی ہوئی بھی کیا ہے!

تمہیں ساتھ ہی خط بھی لکھنے کا ارادہ تھا' لیکن کچھ لوگ ملنے آ گئے اس لیے نہ لکھ سکا۔ اختر سعید کو خط لکھ چکا ہوں اور تمہیں تاکید بھی کی کہ تم الیاس کی معرفت انھیں کھٹکھٹاتی رہو، لیکن ابھی تک اُن کا جواب نہیں آیا' اور غالباً تم بھی یوں ہی ٹالتی رہتی ہو۔ بہرکیف دو دن بعد نومبر تو ختم ہے —— بس اس خط کے بعد آخری خط تمہیں لکھنا اور باقی رہ گیا ہے۔ کیوں؟!

ہاں کل ٹائمز آف انڈیا میں ایک خبر پڑھی ہے کہ نیویارک میں ایک شخص رابرٹ کول نے دعویٰ کیا ہے کہ چاند اُس کی ملکیت ہے اور وہ اُس کی زمین پانچ روپیہ فی ایکڑ کے حساب سے بیچ رہا ہے۔ اب تک ساڑھے چار ہزار لوگ خریدار بن چکے ہیں۔ میں سوچتا ہوں کہ ہم بجائے اس کے کہ بھوپال میں زمین خریدیں چاند میں کیوں نہ خریدیں۔ ویسے بھی تمہاری رائے تو بھوپال میں زمین خریدنے کی ہے نہیں۔

"باپ رے باپ" دیکھی ؟ اپنی رائے لکھنا۔ میوزک کے بارے میں بھی محض اس لیے پسند نہ کرنا کہ گانے میرے لکھے ہوئے ہیں۔

اور تم کیسی ہو ؟ میری طرف سے سعیدہ اور عذرا کو دعائیں اور شاہد کو پیار کہو ــــ اباجی اور بی آپا کی خدمت میں آداب۔

اچھا ــــ اجازت دو۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۸ نومبر ۱۹۵۵ء

●

پیاری خدیجہ

تمہارا بہت پیارا خط ملا۔

دوست ! زندگی کے یہ خوشگوار سپنے ضرور پورے ہوں گے۔ تم یہ رہ رہ کر دل شکستہ سی کیوں ہونے لگتی ہو۔ اختر سعید کا خط آیا ہے وہ تمہیں بھیج رہا ہوں تمہاری تسلّی کے لیے۔ اصولاً تو تمہیں مجھ کو تسکین دینا چاہیے کہ واقعی تم مجھ تک پہنچ جاؤگی۔ بہر کیف یہ انتظار کے دن بھی گذر ہی جائیں گے اور پھر ــــ

ہاں گذشتہ رات کو تمہیں "آخری خط" لکھا تھا لیکن صبح اُسے چاک کر ڈالا۔ تمہیں خواہ مخواہ ستانے کو جی نہیں چاہا۔

تم نے جس تصویر کے ENLARGEMENT کی فرمائش کی ہے وہ پرسوں ہی تو ENLARGE ہو کر آئی تھی، اور میں نے سوچا تھا کہ تمہیں بھیج دوں گا لیکن اُسی دن شام سے میز پر رکھے رکھے غائب ہو گئی۔ بہر کیف تمہیں ایک دوسری تصویر بھیج رہا ہوں۔ ہاں ابھی چند دن ہوتے ایک تصویر تمہیں بھیج چکا ہوں اُس کی رسید نہیں ملی۔ معلوم نہیں تمہیں ملی یا نہیں۔

اچھا، اجازت ؟

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۰ دسمبر ۱۹۵۵ء

خدیجہ عزیز

تمہارے پیڈ آج چھپ کر آئے ہیں، اس کاغذ پر کچھ دھبے پڑ گئے تھے میں نے سوچا یہ تمہارے لیے بیکار ہے، میں اس پر تمہیں خط لکھ دوں۔ ویسے بھی دوستی کے ناتے تمہاری چیزوں کو استعمال کرنے کا حق تو مجھے حاصل ہے۔

آج صبح تمہیں خط لکھ چکا ہوں، یہ خط تو ـــــ "خط لکھیں گے چاہے مطلب کچھ نہ ہو" کے ضمن میں ہے۔

ہاں ساحر کے خط کے تذکرے میں تمہارا یہ ادھورا جملہ ـــ "مجھے خاصی تشویش ہو گئی ہے دوست، میں تم سے نہیں چھپاؤں گی، کسی کے آنے سے نہیں بلکہ ـــــ "میری سمجھ میں پوری طور پر نہیں آیا، خیر جب میں آؤں گا جب ہی بتا دینا۔ اول تو وہ بھوپال مجھے اُترتے نظر نہیں آتے اور اگر ٹھہرے بھی تو تم لوگوں سے صرف ملنے آئیں گے۔ تو بھئی ملنے میں کیا ہرج ہے جبکہ اتنے پُرخلوص طریقے سے تم لوگ ان سے پہلے مل چکے ہو۔ رہا تمہارا "بلکہ" تو پہلی بات تو تمہیں یہ لکھنے کو جی چاہ رہا ہے کہ محبت کا حق میری یا تمہاری طرح دُنیا کے ہر ذی نفس کو ہونا چاہیے۔ دوسری بات یہ کہ ایسا ہے نہیں۔ ساحر کا رومانس جن خاتون سے برسوں سے چل رہا ہے وہ آج کل حیدرآباد میں ہیں۔ اور نوبت بھرے گھر کے تباہ ہونے کی آگئی ہے

عشق سے کون ہے بشر خالی
کر دیے اس نے گھر کے گھر خالی

حیدرآباد کے دوران قیام میں ان خاتون اور ان کے شوہر نے ساحر کے ساتھ مجھے اور جعفری کو بھی اپنے گھر کھانے پر مدعو کیا تھا، اس سلسلے میں ایک دلچسپ لطیفہ ہوا کہ جعفری بھوک نہ ہونے کی وجہ سے بہت کم کھا رہے تھے، ساحر نے اصرار کیا کہ بھئی "انھوں" نے کتنا اہتمام کیا ہے تم کھانا کیوں خراب کر رہے ہو۔ جعفری نے بہت برجستہ جواب دیا جس پر مجھے مجاز یاد آگیا کہ "جناب ہم تو کھانا ہی خراب کر رہے ہیں آپ تو خانہ خراب کر رہے ہیں"۔

اچھا، یہ میں دوسروں کے عشق کی داستان لے کر کیوں بیٹھ گیا۔ یہاں اپنے ہی دل کا رونا کیا کم ہے۔

تمہارے لیے آج سجّاد ظہیر کی ناولٹ "لندن کی ایک رات" خریدی ہے، بلس مجھے

یونہی محسوس ہوا کہ تم نے یہ کتاب پڑھی نہیں ہے۔ اور اب کچھ نہیں لکھنے کے لیے سوائے محبت اور پیار کے۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۲ر دسمبر ۱۹۵۵ء

●

خدیجہ عزیز

تمہارا پہلی کا خط ملا، میں دوسری تاریخ کو تمہیں دو خط اکٹھے لکھ چکا ہوں۔ قومی آواز کی خبر غلط ہے۔ میں نے کنونشن میں شرکت کی منظوری بالکل نہیں بھیجی۔ اصل بات میں تمہیں لکھ چکا ہوں کہ جادو وہاں موجود نہیں کل ہی حمیدہ کا خط آیا ہے وہ جادو سمیت ۲۰/۲۱ر دسمبر تک لکھنؤ پہونچیں گی۔ میں بھی انھیں تاریخوں میں لکھنؤ جاؤں گا۔ بھوپال تو میں واپسی ہی میں ٹھہروں گا۔ اگر تم مجھ سے جاتے ہوئے بھی ملنا چاہتی ہو تو کیوں نہ اسٹیشن آجاؤ۔ لیکن نہیں، تم آؤ گی برقعہ پہن کر اور میری طبیعت جلے گی، لہٰذا اب ۳۰ر دسمبر کو ہی تم سے ملاقات ہوگی۔ ۲۶ دن ہی تو اور رہ گئے ہیں۔

ہاں، واجدہ کی بات تمہاری سمجھ میں کیوں نہیں آئی۔ وہ اچھی خاصی ادیبہ ہے اس کے کئی افسانے "صبا" میں جو حیدرآباد سے شائع ہوتا ہے، چھپے ہیں اور عام طور پر پسند بھی کیے گئے ہیں۔ تم دیکھنا وہ تھوڑے ہی دن میں عصمت اور ہاجرہ مسرور کے ٹکر کی افسانہ نگار بن جائے گی۔ اس کا دس پندرہ دن ہوئے خط آئے ہوئے میں ابھی تک جواب نہیں لکھ سکا ہوں۔ تمہیں خط لکھنے سے جو فرصت نہیں ہے۔

اور کیا لکھوں۔ کل میرے ایک دوست رشید کیفی نے "جاوداں" پر ایک نظم "فارسی میں کہہ کر بھیجی ہے وہ اسے شائع کرانا چاہتے ہیں، آج انھیں خط لکھوں گا کہ تم نے میری کتاب کا ضرورت سے زیادہ پروپگنڈہ کیا ہے۔ اس لیے جانے ہی دو چند شعر تمہیں خوش کرنے کے نقل کیے دیتا ہوں۔

رامشِ حسنِ دلبراں درِوے　　　لحنِ عشاقِ نیم جاں درِوے
نغمۂ خوش، ترانۂ مرغوب　　　نالۂ درد، نوحۂ محبوب
گاہ رودادِ کلفتِ دوراں　　　گاہ افسانۂ غمِ جاناں

آہ جاں سوز از غمِ دوری — نالۂ دل شکن زمہجوری
چیرہ دستیٔ مرگ خوں آشام — الم جاں گسل، فراقِ دوام

شانِ مزدور و شوکتِ دہقاں — خستہ حالیٔ آمرو سلطان
ہم حدیثِ گل و بیانِ خار — ذکرِ جمہور و داستانِ زار
مدحتِ سرزمینِ لالہ فام — کعبۂ امن، قبلہ گاہِ عوام
جلوۂ ارضِ زر نگارِ چین — نازشِ ایشیا، دیارِ چین

الغرض نغمہ ہائے ہر رنگے — صد نوائے، ہزار آہنگے

اور کوئی تازہ خبر نہیں، سوائے ایک "نئی صاحبزادی" کے خط کے۔
اچھا، بہت سی دعائیں اور ساری محبتیں۔

تمہارا
جاں نثار اختر
۴ر دسمبر ۱۹۵۵ء

●

عزیز خدیجہ،

ابھی ابھی لکھنؤ سے تار آیا ہے، مجاز کے انتقال کا بہت بڑا شاعر، بہت پیارا دوست، بہت اچھا انسان۔ اُس سے میری پچیس سال کی دوستی تھی، ہم راز، ہم مشرب، ہم پیالہ۔ میں نے اس وقت اُس کی وہ تصویر سامنے رکھ چھوڑی ہے جو آج سے بیس سال پہلے اُس نے مجھے دی تھی اور جس پر اُس نے "مجاز مرحوم" لکھ دیا تھا۔ ہزاروں چھوٹی چھوٹی یادیں ذہن کو گھیرے ہوتے ہیں۔ میں نے اُسے ہر حال میں دیکھا تھا، خوش، غمگین، بے کیف، مدہوش، مطمئن، غیر آسودہ، بے حال، دیوانہ، متین، متفکر، بے نیاز، ناز کرتے ہوئے بھی اور ناز اٹھاتے ہوئے بھی، نہ جانے کتنی تصویریں اس ایک تصویر سے ابھر رہی ہیں۔ میں نے ابھی ابھی تار کے ذریعہ اپنا آخری پیار اُسے لکھ کر بھیجا ہے لیکن اب وہ اپنے دوستوں کے پیار سے بھی بے نیاز ہو چکا ہے۔
میں اُس کی زندگی کو سوچتا ہوں تو سمجھ نہیں سکتا کہ زندگی زیادہ ظالم ہے یا موت۔
اور تمہیں کیا لکھوں — ہائے —!

"کتنے ہمارے ساتھ کے بیمار مر گئے"

تمہارا
جاں نثار اختر

۶ر دسمبر ۱۹۵۵ء

●

عزیز خدیجہ،

تمہارے چار، پانچ اور چھ تاریخ کے خط مجھے اکٹھے پہنچے، آج کل کام کو تیزی سے نبٹانے کی کوشش کر رہا ہوں تاکہ بیس تک لکھنؤ روانہ ہو سکوں۔ چھ تاریخ کو میں نے بھی تمہیں خط لکھا تھا، ملا ہوگا۔

ہاں تمہاری یہ تصویر انلارج ہو کر آئی ہے۔ تمہیں اس کی دو کاپیاں بھیج رہا ہوں۔ ایک پر بہت شوخ قسم کا آٹوگراف لکھ دیا ہے۔ کسی فارسی شاعر کا مصرعہ ہے۔ "چہ قیامتے کہ نمی رسی زکنارِ ما بہ کنارِ ما" "یہ کیا قیامت ہے کہ تو میرے پہلو سے میرے پہلو میں نہیں پہنچ چکتی"۔ اس تصویر کو تم سب کو نہیں دکھاتی پھرنا، اپنے البم میں چسپاں کر دینا۔ دوسری تصویر جس پر میں نے کچھ نہیں لکھا تمہاری ہمت پر ہے جسے چاہو دکھا دو۔ لیکن اس دوسری کاپی بھیجنے کا اصل مقصد تو یہ ہے کہ تم اس پر میرے لیے کوئی آٹوگراف لکھ دو۔ اس پر آٹوگراف لکھ کر تم اپنے ہی پاس محفوظ رکھنا میں جب بھوپال آؤں گا تو تم سے لے لوں گا۔

اچھا، اب تمہیں زیادہ کچھ نہیں لکھوں گا، بات یہ ہے کہ آج کل میری آنکھیں بہت تکلیف دے رہی ہیں۔

"دوا بھی کی مگر آنکھوں کی بیماری نہیں جاتی"

اس کا علاج تو تمہیں دیکھنے کے بعد ہی ممکن ہے۔

شب بخیر

تمہارا
جاں نثار اختر

۹ر دسمبر ۱۹۵۵ء

●

اچھی خدیجہ،

تمہارے خط ملے۔ آج تمہیں دو کتابوں کا پارسل بھیجا ہے۔ لندن کی ایک رات تمہارے لیے

بہت دن سے خرید رکھی تھی اور دوسری کتاب ساحر کی "پرچھائیاں"۔ کل ساحر آئے تھے اور اپنی یہ کتاب اپنے آٹوگراف کے ساتھ تمہیں پیش کر گئے ہیں۔ تم دو چار سطریں اُس کے شکریہ میں اُسے ضرور لکھ دینا اُس کا پتہ تو غالباً تمہیں معلوم ہوگا۔

ہاں ساحر اور جعفری نو تاریخ کو لکھنو سے واپس آ گئے تھے، ظاہر ہے مجاز کے سانحہ کے بعد بھوپال کیا اُترتے۔ دس کو ساحر میرے پاس آیا تھا اور اُس دن سات آٹھ گھنٹے تک ہم لوگ مجاز کی یادوں کو دوہراتے رہے۔ مجاز کی زندگی اور شاعری پر ایک فلم بنانے کی تجویز بھی ہم لوگوں نے سوچی ہے۔ ان تین چار دنوں میں ساحر نے کئی ڈائریکٹروں سے بات چیت کی اور کئی لوگ اس فلم کو بنانے کے لیے تیار ہیں۔ آج سے مجاز کی کہانی پر قلم اُٹھانا ہے۔ شام کو ساحر آئیں گے۔ ایک بنیادی خاکہ چار پانچ دن میں مرتب کر کے دینا ہے۔ بہرکیف ــــ اگر یہ کام انجام پا گیا تو بڑی بات ہوگی۔

ہاں میں بیس یا اکیس کو لکھنو روانہ ہو جاؤں گا، اگر تم آسانی سے اسٹیشن آسکو تو تمہیں دیکھ لوں گا، ورنہ غم نہ کرنا میں اٹھائیس یا اُنتیس کی رات کو بھوپال آ ہی رہا ہوں اور شہاب کے یہاں یا پھر روبی ہوٹل میں ٹھہروں گا۔

آج اتفاق سے وہ کھوئی ہوئی تصویر کاغذات میں سے نکل آئی، تمہیں بھیج رہا ہوں۔ عذرا اور شاہد کو پیار کہو۔ اور جلدی سے خط لکھو۔

تم کیسی ہو۔ تمہاری طرف سے ہر وقت فکر رہنے لگی ہے۔

لکھو تو تمہیں اپنی روانگی کی اطلاع تار سے دیدوں۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۳؍دسمبر ۱۹۵۵ء

●

میری پیاری دوست،

تمہارا ۱۴ کا خط مجھے ۱۷ کو ملا، آج اتوار تھا، کل تمہیں تمہارے رائٹنگ پیڈ ضرور روانہ کر دوں گا۔ تم نے مجھے اپنے گذشتہ خط میں لکھ بھیجا ہوتا کہ تمہارے لیٹر پیڈ ختم ہو گئے ہیں۔

میری بیس کی روانگی التوا میں پڑ گئی ہے، اب یقیناً ۲۴ کو میل سے روانہ ہوں گا اور ۲۵ کی صبح کو تمہارے بھوپال سے گذروں گا۔ کل حمیدہ کا خط لکھنو سے آیا تھا، جادو میرے انتظار میں لکھنو رُکا ہوا ہے اس لیے سیدھا وہیں جاؤں گا۔ تم اگر ۲۵ کی صبح اسٹیشن آسکو تو آجانا ورنہ لکھنو سے واپسی

پر تم سے ملاقات تو ضرور ہوگی۔ ممکن ہے اب تمہیں خط لکھنؤ پہنچ کر ہی لکھوں کیونکہ بڑی مصروفیتیں حائل ہیں۔ اور جب تک یکسوئی نہ ہو تم سے اطمینان سے باتیں بھی تو نہیں ہو سکتیں۔ میرے بمبئی سے روانہ ہونے میں پانچ دن سمجھو۔ ان پانچ دنوں میں تین گانے ابھی اور لکھنے باقی ہیں۔ کام کو ادھورا چھوڑنا ٹھیک نہیں۔ بہر حال چند دن اور سہی۔

تم البتہ مجھے ۲۱ تک خط لکھ سکتی ہو اور لکھتی رہنا۔ ۲۲ کا لکھا ہوا خط ۲۴ کو ہرگز نہ پہنچے گا، اگر تم نے لکھا بھی تو یہاں پڑا رہے گا۔ اس لیے فائدہ ہی کیا۔

ہاں مجاز پر ایک مفصل مضمون لکھنے کا ارادہ ہے لکھنؤ رہ کر یہی کام کروں گا۔

سب کو میرا سلام و دُعا کہو، خود کو میرے دلی پیار۔

تمہارا

جان نثار اختر

۱۸ دسمبر ۱۹۵۵ء

●

لکھنؤ

اچھی خار بجہ،

الیاس نے مجھے اسٹیشن پر بتایا کہ تمہاری طبیعت خراب ہے۔ خدا کرے تم اب اچھی ہو۔ کل ہی تمہیں خط لکھنے کا ارادہ تھا، لیکن کچھ لوگ ملنے کے لیے آتے رہے، پھر شام کو ننّے بھائی کے یہاں چلا گیا، وہاں سے کافی دیر میں واپسی ہوتی۔ رات کو خط لکھنے کا سوچا تو پیڈ دستیاب نہ ہوا، اب اس وقت بازار سے پیڈ خریدا ہے اور کافی ہاؤس میں بیٹھا تمہیں یہ خط لکھ رہا ہوں۔

مجاز کے نہ ہونے سے گھر پر ذرا بھی طبیعت نہیں لگتی، زیادہ وقت باہر گذارنے کی کوشش کرتا ہوں۔ رات کو بچوں سے بارہ ایک بجے تک گپ ہوتی ہے۔ بہر حال تین روز اور یہاں ٹھہروں گا۔ ۳۱ کی صبح روانگی ہے، تمہارے بھوپال سے غالباً آٹھ ساڑھے آٹھ بجے گذروں گا، وہاں اتروں گا یا نہیں، یہ مجھے خود نہیں معلوم، تمہیں یقینی بات کیا لکھوں۔

اچھا، اب اجازت دو،

تمہارا

جان نثار اختر

۲۷ دسمبر ۱۹۵۵ء

۱۹۵۶ء

اچھی خدیجہ،

تم سے رخصت ہو کر آج صبح بمبئی پہنچا، راستے میں دوپہر ہی سے طبیعت خراب ہو گئی، رات بھر ٹرین میں شدید بخار رہا، اس وقت بھی پلنگ پر پڑا ہوں۔ اپنے آنے کی اطلاع نیر کو ٹیلی فون سے کر دی ہے۔ اُن کے یہاں کل ہی جا سکوں گا۔ اور تمہیں کیا لکھوں۔ دماغ عجیب دھواں دھواں سا ہو رہا ہے، گذشتہ تین چار دن کی یادیں کسی خواب کی طرح سے ذہن میں چھا رہی ہیں۔ اب تم جلدی سے خط لکھو، ویسے مجھے یقین ہے کہ تم اب تک مجھے ضرور خط لکھ چکی ہو گی اور کل مجھے تمہارا خط مل بھی جائے گا۔

الیاس میاں سے کہنا کہ دس تاریخ کی شام کو وہ اختر سعید سے ضرور مل لیں۔

اچھا، بہت سے پیار، میری جانب سے سب کی خدمت میں سلام کہو۔

تمہارا

جان نثار اختر

۶ر جنوری ۱۹۵۶ء

●

عزیز از جان

تمہارے تین خط اکٹھے ملے، پھر کل ایک خط ملا، اور آج بھی ایک خط مل گیا۔ میری طبیعت اچھی ہے اگرچہ بالکل صاف نہیں۔ تین چار دن بخار آتا رہا اور اُس میں مستقل کام بھی کرنا پڑا، بڑی تھکن اور گراوٹ سی محسوس ہوتی ہے آج کل۔ تمہارے خط پا کر پھر جینے کا حوصلہ بندھنے لگتا ہے ورنہ ۵۷ء کی پیشین گوئی تو میں نے اپنی وفات کے بارے میں کر ہی رکھی ہے۔

ہاں میں نے بمبئی پہنچ کر واجدہ کو خط لکھا تھا اُس میں تمہارا تذکرہ بھی تھا اور تمہارا وہ جملہ

بھی کہ "آپ کی یہ بہن میری اچھی خاصی رقیب بن گئی ہے" پرسوں اُس کا بہت پیارا سا خط آیا ہے اور تمہیں اُس نے اپنا پیار بھیجا ہے۔ میں ایک آدھ دن میں اُسے جواب لکھوں گا، بس آتے ہی تو گیت جان پر نازل ہو گئے ہیں، بیس تاریخ تک تین گانے اور لکھنا ہیں، دو تو کہہ چکا ہوں۔

ایک خبر یہ کہ ۲۴ تاریخ کو ہماری قومی سرکار نے ایک "کوی دربار" دہلی میں منعقد کر ڈالا ہے، اُس سلسلے میں اُن کے کئی خط اور تار آ چکے ہیں۔ آج میں نے اپنی منظوری بھیج دی ہے۔ میں ۲۲ تاریخ کو یہاں سے روانہ ہو کر ۲۳ کی صبح تمہارے بھوپال سے گزروں گا (بشرطیکہ ان گانوں سے فرصت مل گئی یہ سمجھ لو) - اس اطلاع کے یہ معنی نہیں ہیں کہ تم اسٹیشن آنے کی تکلیف کرو اس لیے کہ تمہیں اس کے لیے بڑی دقت اٹھانی ہوتی ہے، تم یہ نہ سمجھو کہ مجھے اس کا احساس نہیں ہے۔

آج اختر سعید کو چند سطروں کا خط لکھوں گا، آخر آگے کی بات کا پتہ تو چلے۔

میری جانب سے سب کو سلام و دُعا کہو، عذرا اور شاہد کو پیار

تمہارا

۱۴ر جنوری ۱۹۵۶ء جاں نثار اختر

●

خدیجہ،

تمہارا خط ملا، آج ۱۸ تاریخ ہے، دہلی جانے کا ارادہ مذبذب ہو رہا ہے، ابھی دو گیت باقی ہیں شاید ہی جا سکوں۔ اگر گیا تو تمہیں اطلاع دوں گا۔ وہ بھی صرف اس لیے کہ تم کسی کے ہاتھ اپنا بُنا ہوا سوئٹر مجھے اسٹیشن بھجوا دینا۔ میرا سوئٹر میرے دوست جو لکھنؤ جا رہے تھے مانگ کر لے گئے ہیں۔ دہلی میں بلا کی سردی ہوگی اس لیے وہاں ضرورت پڑے گی۔

میں تمہارے کہنے کے مطابق آج شہاب کو بھی خط لکھ رہا ہوں۔ الیاس نے کالج کی طرف جن زمینوں کا تذکرہ کیا تھا کہ وہ عنقریب نیلام ہونے والی ہیں کیا وہ بہتر نہ رہیں گی۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ تالاب کا منظر ضرور ہو ورنہ بات ہی کیا ہوئی۔

شہاب کو میں لکھ رہا ہوں، وہ جو زمین منتخب کریں اُسے تم اور الیاس بھی دیکھ لینا، پیسے وہ تم جس دن بھی کہو میں تمہیں بیمہ کے ذریعہ بھیج دوں ـــــ یا تم لکھو تو شہاب کو بھیج دوں۔

اختر سعید کو میں نے خط لکھا ہے۔ اُن کے جواب کا بھی انتظار ہے، ان کا بھی جواب نہیں ہے کمال ہے کہ اُنہیں دس تاریخ کی پیشی کے بارے میں کوئی پتہ نہیں۔

اچھا، اب اجازت دو، تمہاری خیریت جاننے کو دل بے چین ہے۔ خط لکھو فوراً

تمہارا

۱۸؍جنوری ۱۹۵۶ء جاں نثار اختر

●

عزیز خدیجہ،

"پھر وہی زندگی ہماری ہے"

یا بقول غالب "بزبانِ قلم باتیں کیا کرو اور ہجر میں وصال کے مزے لیا کرو۔"

بہرکیف تم سے رخصت ہو کر بمبئی پہنچا، کل تو خاصا ٹمپریچر رہا آج نسبتاً کم ہے، ایک دو دن میں بالکل اچھا ہو جاؤں گا، تم فکرمند نہ ہونا۔ طبیعت کی اس ناسازی میں بھی کام پر تو جانا ہی پڑا، کل بھی گیا تھا، اور آج بھی، وہاں سے واپسی پر تمہیں خط لکھنے بیٹھ گیا ہوں۔ یہاں کے حالات بہت کچھ سدھر گئے ہیں، پھر بھی رات کو ۹ بجے سے صبح چھ بجے تک کا کرفیو چل رہا ہے۔

ہاں تمہارے تینوں خط رکھے ہوئے مل گئے تھے۔ ایک خط میں تم نے بہت زیادہ قابل اور سمجھ دار بننے کی کوشش کی ہے، لیکن عرض یہ ہے کہ تم دو مردوں کے ذہن کو سمجھنے کے بجائے صرف میرے دل کو جاننے کی کوشش کرو۔ "کہ تجھ کو لاکھ حسینوں میں انتخاب کیا" کم سے کم اس کی تو داد دو — ساجدہ کا خط بھی آیا ہوا ہے، اور عطیہ اور رشید وغیرہ کے خط بھی۔ اب دو تین دن میں انھیں جواب لکھوں گا۔

اور تمہیں کیا لکھوں۔ کل تمہارے خط کا انتظار کروں گا، اور خط تمہارا ضرور آئے گا یقین ہے۔

اچھا اب مجھے سونے دو، میں بڑی تھکن محسوس کر رہا ہوں۔ بہت سے پیار

تمہارا

۲۱؍جنوری ۱۹۵۶ء جاں نثار اختر

●

خدیجہ،

تم بہت بُری ہو، تمہارا خط آج بھی مجھے نہیں ملا، مجھے اپنے خطوں کا عادی بنا کے اب تساہل برتو گی تو سوچو میرا دل کسی کام میں بھی تو نہ لگے گا۔ مجھے جلدی سے خط لکھو۔

آج میں نے مجاز پر "میری یادداشت سے" کے تحت گوالیار میں مجاز کے آنے اور ہمارے

یہاں ٹھہرنے کے بارے میں لکھنا شروع کیا ہے۔ ظاہر ہے کہ بہت مختصر سا مضمون ہوگا۔ اس سلسلے میں مجھے ایک بات یاد آئی کہ تان سین کے مزار پر مجازؔ اور ماجد میاں وغیرہ کی ایک تصویر قوالی گاتے ہوئے ایوب نے کھینچی تھی۔ ممکن ہے اُس تصویر کی کاپی جہاں قدر کے پاس ہو۔ تم جہاں قدر سے پوچھنا اور ان سے کہنا کہ مجھے اُس کی ضرورت ہے وہ مجھے بھیج دیں۔ بلکہ اچھا یہ ہوگا کہ تم یہ تصویر اُن سے وصول کر کے مجھے بھیج دو ورنہ وہ نہ جانے کب بھیجیں۔ اگر یہ تصویر دل چسپ اور معقول ہوئی تو اپنے اس مضمون کے ساتھ اُسے اشاعت کے لیے بھیجنا چاہتا ہوں۔

اور یہاں کے حالات۔ کرفیو اُٹھ گیا ہے البتہ ذہن ابھی تک لوگوں کے دہشت سے خالی نہیں ہیں۔ شام ہی سے سڑکوں پر سناٹا ہونے لگتا ہے۔ بہرکیف یہ بھی ایک دو دن کی بات ہے۔

آج شہابؔ کو بھی میں نے خط لکھا ہے۔ معلوم نہیں وہ اپنی کوششوں میں کہاں تک مستعدی دکھاتے ہیں اور کہاں تک کامیاب ہوتے ہیں۔

اچھا، اب اجازت دو۔ محبت اور پیار۔ بی آپا اور ابا جی کی خدمت میں آداب اور شاہد کو ننھا سا پیار۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۲ر فروری ۱۹۵۶ء

●

خدیجہ عزیز

خدا خدا کر کے آج تمہارا خط ملا، تمہارا ۲۹ والا خط پوسٹ نہ ہوا ہوگا ورنہ یہاں گم ہونے کا کوئی امکان نہیں۔

میری طبیعت اب اچھی ہے۔ تمہاری مطلوبہ تصویروں کی بات مجھے بالکل یاد نہیں۔ کون سی تصویریں؟ میری کوئی نئی تصویر میرے پاس موجود نہیں۔ ہاں صفیہ کے ساتھ جو میری تصویر ہے وہ تمہیں عنقریب بھیج دوں گا۔

حیدر آباد سے عطیہ نے مجھے جو تصویر بھیجی ہے وہ تنہا میری ہے۔ اور وہ بھی یوں ہی سی۔ وہ گروپ جن میں وہ لوگ بھی شامل تھے بھیجے نہیں ورنہ تمہیں تمہارے بن لکھے ہی بھیج دیتا۔

اور کیا لکھوں۔ تمہارے خط مجھے زندہ رہنے کا حوصلہ دیتے ہیں تم مجھے جلد جلد خط لکھتی رہو، چاہے وہ مختصر ہی کیوں نہ ہوں۔

میری جانب سے اپنے سب بہن بھائیوں کو سلام و دعا کہو اور شاہد کو پیار۔ بی آپا کو

میرا آداب

تمہارا

جاں نثار اختر

۲ر فروری ۱۹۵۶ء

عزیزی خدیجہ،

شاید اتنے بُرے کاغذ پر میں نے تمہیں کبھی خط نہیں لکھا۔ لیکن پیڈ ختم ہو چکا ہے، گانوں کی کاپی میں بھی کوئی صفحہ باقی نہیں، یہی میلا کچیلا تنہا کاغذ اس وقت میری میز پر ہے، دوسرا کاغذ آئے کہاں سے، اس وقت رات کا ایک بج رہا ہے۔ خیر یہ کیا کم بات ہے کہ یہ میرا پیار تم تک پہنچا دے گا۔

چار تاریخ سے پھر میری طبیعت خراب ہو گئی اور اب بھی کچھ نہ کچھ سلسلہ چلا ہی جا رہا ہے۔ ویسے میں کل بھی کام پر گیا تھا اور آج بھی صبح دس بجے کا گیا ہوا چھ بجے شام گھر لوٹا ہوں۔ ہاں کل دوپہر کو گھر واپس ہوتے ہوئے اپنے اور تمہارے لیے کتابیں خرید ڈالیں۔ اپنے لیے صرف چھ اور تمہارے لیے گیارہ۔ میں نے چاہا تھا کہ منٹو کی کتابوں کا پورا سیٹ تمہیں بھیج دوں لیکن فی الحال صرف گیارہ کتابیں اس کی مل سکیں۔ اس ہفتہ میں اور بھی کچھ کتابیں اُس کی دستیاب ہو جائیں گی پھر اکٹھی تمہیں بھیج دوں گا۔

ہاں تمہارا ۲۹ کا خط بھی مجھے مل گیا — جن پاکستانی خاتون کے بارے میں تم پوچھنا چاہتی ہو، میں اُن سے خود پہلی دفعہ ہی گوالیار میں ملا تھا، مجھے اُن کا نام بھی اس وقت یاد نہیں۔ تم کو البتہ یہ شبہہ غلط ہوا کہ یہ فاطمہ ہو سکتی ہیں۔ فاطمہ زبیر تو گوالیار ہی میں رہتی ہیں اور میں انھیں کے یہاں ٹھہرا بھی تھا۔ حنیفہ انھیں کی لڑکی ہے جو میری بہت پیاری بہن ہے۔ خیر یہ مختصر سی بات میں نے تمہاری معلومات کے لیے لکھ دی ہے ورنہ جب تم نے میرے وہاں ہوتے ہوئے گوالیار کے بارے میں کوئی مفصل بات ہی نہ کی تو میں یہ داستان لے کر کیوں بیٹھوں۔ میں نے تم سے شکایت اس لیے کی تھی کہ تم خواہ مخواہ کے ذہنی مرکبات (COMPLEXES) کا شکار میرے سلسلے میں نہ ہو جاؤ تم اپنے میں اعتماد کی یہ قوت ضرور پیدا کرو کہ تمہیں میرے بارے میں چھوٹی سی چھوٹی بات جاننے کا حق ہے، ورنہ ہم لوگوں میں ذہنی دوری پیدا ہونے لگے گی۔

لیکن اس کے ساتھ ہی یہ ضرور ہے کہ اس "پوچھ گچھ" کا طریقہ احتساب والا نہ ہونا چاہیے ورنہ شاعر اور محتسب کی تو کبھی بنی نہیں یہ بات تم جانتی ہی ہو۔ اچھا اب اجازت، ویسے بھی اب

کاغذ کی مجبوری ہے۔ شب بخیر۔

تمہارا اپنا

۶ر فروری ۱۹۵۶ء
جان نثار اختر

●

عزیزی خدیجہ،

چلو تمہیں میری اور صفیہ کی تصویر پہنچ گئی، اب تم اسے اپنے البم میں منگا لینا، اور وہ تصویریں بھی جس میں تم میرے قریب کھڑی ہو۔ "کشاں کشاں ترے نزدیک آتے جاتے ہیں" ٹھیک ہے نا؟

احسان لکھنؤ سے سلمان کی دو تصویریں کھینچ کر لائے ہیں، ایک میں ابو میاں کا بچہ عرفی رکشا میں بیٹھا ہے اور سلمان صاحب رکشا چلا رہے ہیں۔ دوسری تصویر سلمان کی صفیہ کی قبر پر ہے — آج پرنٹ کرنے کو دی ہیں، تمہیں بھیجوں گا۔

میں نے اس طرف تمہیں دو خط تو کم سے کم ضرور لکھے ہیں، تمہیں ملے یا نہیں تمہارے خطوں سے کچھ پتہ نہیں چلا۔ اس مہینے کے آخر ہفتہ میں دہلی میں ایک انڈو پاکستان مشاعرہ ہے، فیض اور ندیم قاسمی کے آنے کی امید ہے۔ لیکن میرا جانا نہیں ہوگا، مارچ کی ۳، ۴ اور ۵ کو مھو میں کانفرنس ہے، شاید وہاں جا سکوں، بنے بھائی نے لکھا ہے کہ پہلی تک لکھنؤ آ جاؤ، یہاں سے ساتھ چلیں گے۔ یہ تو اور بھی دشوار طلب مسئلہ ہے۔ اگر جانا ہوا تو سیدھا مھو جاؤں گا، لیکن تمہارا بھوپال تو کسی صورت سے راستے میں نہیں پڑتا۔

مجاز پر تین چار صفحے لکھ کر میں نے 'شاہراہ' کے مجاز نمبر کے لیے بھیج دیے ہیں، افکار کراچی کے لیے بھی سوچتا ہوں ایک مختصر سا مضمون اور لکھ ڈالوں۔ مگر

"فرصت کشاکشِ غمِ دوراں سے گر ملے"

آج میں نے تمہاری کتابیں احسان کے سپرد کر دی ہیں کہ وہ پارسل بنوا کر تمہیں روانہ کر دیں۔ دو تین دن میں تم تک پہنچ جائیں گی۔ تم نے ان کتابوں پر میرے آٹوگراف کی فرمائش کی ہے، لیکن میں نے صرف تمہارا نام لکھ دیا ہے۔ اس سے بڑھ کر تو کوئی آٹوگراف حسین ہو نہیں سکتا تھا۔

اور اب کیا لکھوں تمہیں۔ ہاں ریڈیو کے TALK کی بات جس خط میں میں نے تمہیں لکھی تھی معلوم نہیں وہ بھی تمہیں ملا یا نہیں۔ سب کو میری طرف سے سلام و دعا کہو۔ عذرا منی کو پیار۔

۱۵ر فروری ۱۹۵۶
تمہارا
جاں نثار اختر

عزیزی خدیجہ'

تمہارا خط پرسوں بھی ملا' کل بھی ملا' لیکن میرے کئی خط غالباً تمہیں نہیں ملے۔ وہ خط جس میں ایلیا اہرن برگ سے اپنی ملاقات کے بارے میں تمہیں لکھا تھا' وہ خط جس میں تمہاری ریڈیو ٹاک کے بارے میں میں نے لکھا تھا کہ اپریل میں تمہیں بمبئی آنا ہوگا۔ وہ خط جس میں میں نے تم سے تمہاری اُس فرمائش کے بارے میں پوچھا تھا جسے تم لکھتے لکھتے رہ گئی تھیں۔ اتنے خط تو کبھی ایک ساتھ غائب نہیں ہو سکتے' پھر آخر وہ تمہیں ملے کیوں نہیں۔ پرسوں تمہیں ایک خط اور بھی لکھ چکا ہوں جس میں یہی اندیشہ میں نے ظاہر کیا ہے۔ معلوم نہیں وہ بھی تمہیں پہنچے گا یا نہیں۔ بعض وقت تو میں سوچتا ہوں کہ اب تمہیں ہر خط رجسٹری بھیجا کروں' کم سے کم ضائع ہونے کا امکان تو نہیں رہے گا۔

سلمان کی دو تصویریں بھیج رہا ہوں۔ احسان لکھنؤ سے کھینچ کر لائے ہیں۔ ایک تصویر میں سلمان صاحب رکشا چلا رہے ہیں۔ دوسری تصویر صفیہ اور مجاز کی قبر کی ہے' سلمان صفیہ کی قبر پر بیٹھا ہوا ہے۔

میری طبیعت بالکل اچھی ہے' تم مطمئن رہو۔ آجکل ایک دو دن سے کوئی کام بھی نہیں ہے "بیٹھے رہیں تصورِ جاناں کیے ہوئے" کے پورے مواقع حاصل ہیں۔

میری جانب سے سب کو سلام و دعا کہو۔ ہاں آج سترہ تاریخ ہے' اختر سعید نے اکیس تاریخ مجھے بتائی تھی' تم اکیس کی شام کو سب کچھ معلوم کرا کے مجھے لکھنا۔

بہت سی دعائیں اور پیار

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۷ر فروری ۱۹۵۶ء

●

اچھی خدیجہ'

تمہارے خط ملے۔ چلو میرا ایک خط تو تمہیں پہنچا' اویس کی تصویریں تمہیں پرسوں روانہ کر چکا ہوں۔ اور غالباً تمہاری کتابیں بھی اب تک تمہیں پہنچ گئی ہوں گی۔

میرا جانا دہلی ہو سکے گا اور نہ مصو کانفرنس میں۔ ابھی تک بنے بھائی کے خط کا جواب بھی نہیں لکھ سکا ہوں۔ آج لکھوں گا۔ اس طرف چار پانچ دن سے فرصت تھی اب کل سے پھر مصروفیت ہوگی۔ اب تو بمبئی سے نکل کھڑے ہونے کی بات ذرا دور جا پڑی ہے۔

ہاں ریڈیو والی بات یہ ہے کہ میں نے فاروقی سے کہا ہے کہ اپریل میں تمہاری TALK بک

کرلیں۔ عنوان میں نے خود تجویز کیا ہے: "بچپن کے خواب"۔ ریڈیو کا CONTRACT تمہیں پہنچ جائے گا جو دستخط کر کے تمہیں واپس کر دینا ہوگا۔ اور پھر اپریل میں تقریر کے لیے تمہیں بمبئی آنا ہی پڑے گا۔ تم الیاس میاں کو لے کر آجانا۔ بہرکیف یہ بات ابھی اپنے ہی تک رہنے دینا جب تک وہ CONTRACT تمہیں نہ پہنچ جائے۔

سعیدہ کا پرچہ تمہارے پچھلے خط میں مل گیا تھا اُسے میری دعا کہنا اور کہنا میں ضرور اسے اپنی تصویر بھیجوں گا لیکن کچھ دن تو انتظار کرنا ہی پڑے گا۔

اور ہاں اپنے کسی "گم شدہ خط" میں تم سے تمہاری اُس فرمائش کے بارے میں سوال کر چکا ہوں جس کی بات تم نے ادھوری چھوڑ دی تھی۔ تم اب کے خط میں مجھے ضرور لکھنا۔

اور سب کو میرا سلام کہو۔ عذرا اور شاہد کو پیار۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۰ر فروری ۱۹۵۶ء

●

عزیزم خدیجہ!

تمہارا خط ملا، اکیس تاریخ کا لکھا ہوا۔ لیکن کمال ہے کہ تم نے اختر سعید سے کچھ بھی دریافت کرانے کی زحمت نہ کی اور سوائے آٹوگراف کی بات کے کچھ نہیں لکھا۔ یہ تمہاری نا سمجھی ہے کہ تمہیں ان پر میرے آٹوگراف نہ لکھنے کی شکایت ہے۔ سوچو اتنی ڈھیری کتابوں پر آٹوگراف لکھنا کیا عجیب سا نہ ہوتا تمہیں اس میں کیوں خوبصورتی نظر نہیں آئی کہ تمہاری کتابوں پر تمہارا نام میرے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ میری بعض کتابوں پر صفیہ نے اپنے ہاتھ سے "اختر" لکھ چھوڑا ہے اور وہ مجھے تو بے حد عزیز ہیں۔ صرف آٹوگراف ہی تو خوبصورت چیز نہیں ہوتا، بہت سی چھوٹی چھوٹی "باتیں" بھی اتنی ہی بلکہ اُس سے زیادہ خوبصورت ہوتی ہیں۔ بہرکیف یہ سب اپنے اپنے احساس کی لطافت پر ہے۔ بُرا نہ ماننا۔

کل بھی تمہیں ایک خط لکھ چکا ہوں، آجکل تو ڈر سا لگا رہتا ہے کہ میرا کون سا تمہیں ملے گا کون سا نہیں ملے گا۔

آج بنے بھائی کا خط آیا ہے، پہلے خط کا بھی جواب آج تک قرض ہے، آج ہی انھیں خط لکھوں گا۔ کچھ میں نہیں آتا لکھوں کیا، ان کے اس شدید اصرار پر نہ جانا ہی بُرا معلوم ہوتا ہے اور جاؤ

تو بتاؤ کیسے، یہاں کی مصروفیتیں تم جانتی ہو بڑی عجیب اور "اچانک" ہوتی ہیں۔ خیر دیکھا جائے گا۔

اچھا، جلدی سے جواب لکھو، اختر سعید سے سب کچھ معلوم کرکے۔ میری طرف سے سب کو سلام و دعا

محبت اور

۲۴ر فروری ۱۹۵۶ء   جاں نثار اختر

●

عزیز خدیجہ،

تمہیں اس طرف میں نے متواتر خط لکھے ہیں۔ آج ہی صبح ایک خط پوسٹ کرچکا ہوں۔ دوپہر کو تمہارا ۲۳ کا خط ملا اور اب تمہیں اُس کا جواب لکھنے بیٹھ گیا ہوں۔ میری دوست، خطوں کے ضائع ہونے کا تو ایسا خاص غم نہیں ہوتا۔ اندیشہ تو مسلسل خط لکھنے سے پیدا ہوتا ہے۔ تم پوچھوگی وہ کیسے؟ تو ابھی کچھ دن ہوئے میں نے ایک لطیفہ پڑھا تھا۔ ایک فوجی افسر نے اپنے دوست کو بتایا کہ وہ جب تک جنگ کے دوران میں باہر رہا، ہر محاذ سے بلاناغہ اپنی محبوبہ کو خط لکھتا رہا۔ دوست نے پوچھا۔ "پھر کیا ہوا؟" اس نے کہا "ہوتا کیا، اُس نے پوسٹ مین سے شادی کرلی"۔ خیر اب سنجیدہ بات ہونی چاہیے — تم نے اس خط میں بھی ۳۱ تاریخ کا کوئی "حشر" نہیں لکھا۔ سچ جانو، بعض وقت میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم اس قصے سے اتنی بے نیاز کیوں ہو — کیا تم چاہتی ہو کہ "ہم بھی تسلیم کی خُو ڈالیں گے" والا طریقہ میں بھی اختیار کرلوں۔ تمہیں اس بات کا جواب دینا ہی پڑے گا۔

آج بہت دنوں بعد عطیہ کا خط بھی حیدرآباد سے آیا ہے۔ اُس کے کئی خطوں کا جواب پہلے بھی میں نے نہیں دیا ہے۔ اس وقت ایک مختصر سا خط اُسے بھی لکھوں گا۔

اچھا، اب اجازت دو۔ عذرا اور شاہد کو پیار

تمہارا

۲۴ر فروری ۱۹۵۶ء   جاں نثار اختر

●

جانِ عزیز،

خط ملا —

"جان جاتی دکھائی دیتی ہے
تیرا آنا نظر نہیں آتا"

خیر، دس مارچ کا بھی انتظار کرنا ہی پڑے گا، میں نے اختر سعید کو خط لکھا ہے، تفصیلی بات

تو اُنھیں سے معلوم ہو سکے گی۔

ہاں: اگر اپریل میں تمہارا آنا ممکن نہیں تو غم نہ کرو، ریڈیو ٹاک کو آگے بڑھوایا جا سکتا ہے، جولائی میں بھی۔ اس وقت تک تو تمہارے نہ آسکنے کا غالباً کوئی سوال ہی باقی نہ رہے گا۔ تمہارا کیا خیال ہے؟

اور تمہیں کیا لکھوں میری دوست۔ صبح شام فلمی مصروفیتوں میں اوقات ضائع ہوتی رہتی ہے لیکن کیا بھی کیا جائے۔ اپنے لیے اس طرف جو کتابیں خریدی ہیں انھیں ہاتھ لگانے تک کی نوبت نہیں آئی، بس الماری کی زینت بنی ہوئی ہیں۔ ایک دو دن فرصت کے درمیان میں ضرور مل جاتے ہیں لیکن اتنا تھک چکنے کے بعد کہ پڑھنا لکھنا بس کا نہیں رہتا۔ "مجاز نمبر" علی گڑھ میگزین کا بھی نکل رہا ہے، آج اُن کا بھی خط آیا ہے اور اُس میں رشیدہ صدیقی کا اصرار بھی شامل ہے کہ میں مجاز پر کچھ نہ کچھ لکھ کر ضرور بھیجوں اب بتاؤ، بات کیسے بنے۔ خیر دیکھا جائے گا۔

کانفرنس میں جانے کا ارادہ منسوخ ہی سمجھو۔ اس طرف تو غالباً میں ایک دو مہینے کہیں بھی نہ آجا سکوں گا۔ تم سے ملنے اور فضول باتیں کرنے کو ہر وقت دل چاہتا ہے لیکن میں سوچتا ہوں اب دل کو جتنا ترسنا ہے اکٹھا ہی ترس لے۔ اب تم ملو تو تھوڑی دیر کے لیے نہیں، ہمیشہ کے لیے ہی مل جاؤ۔ بہرکیف فی الحال تو نہ جانے کتنے اُداس دن اور کتنی طویل راتیں ہمارے درمیان باقی ہیں۔

اب کیا رہا لکھنے کو —— ہاں پرسوں اویس کا خط آیا تھا، وہ لکھنؤ واپس آگیا ہے البتہ "جوجو صاحب" کی خیریت بہت دن سے معلوم نہیں ہوئی ہے۔ اس وقت اُسے بھی خط لکھوں گا۔ نسیم میاں کی طبیعت اب کیسی ہے، انھیں میری دعا کہنا اور شدو کو پیار۔

اچھا اب رخصت —— کل یہ خط تمہیں رجسٹرڈ روانہ کروں گا، اور پھر شام کو تمہارا ۲۵ مئی کا لکھا ہوا خط مجھے مل ہی جائے گا۔ بہت سے پیار

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۷ر فروری ۱۹۵۶ء

●

عزیز خدیجہ

تم اچھی طرح ہوگی —— تمہارا خط پرسوں ملا تھا اُس وقت جہاں قدر یہیں موجود تھے۔ تمہارا بھیجا ہوا حلوا تو رات ہی کو مل گیا تھا اور رات ہی کو کھا بھی لیا گیا اگرچہ اُسے توڑنے کے لیے

تھوڑی ہی کی ضرورت پڑ گئی تھی۔ بہرکیف تمہارا شکریہ تو ادا کرنا ہی پڑے گا۔

کل دوپہر کو ساحر تشریف لے آئے تھے مع نجمہ ممیع کے۔ آجکل وہ بمبئی یس آئی ہوئی ہیں۔ شام تک وہ لوگ کمرے ہی پر رہے۔ کل شام پھر آئیں گے، میں نے انھیں مدعو کر دیا ہے۔ چائے یا کھانا یہ طے نہیں ہے۔ نجمہ نے کہا ہے کہ وہ کل آکر بتائیں گی کہ وہ چائے پئیں گی یا کھانا کھائیں گی۔ بہرکیف کمرے پر تو کوئی انتظام ممکن نہیں، اپنے بس کا روگ کہاں اور تم ہو نہیں اس لیے کسی ریستوران میں لے جاکر اُن کی خاطر مدارات کروں گا۔

آج کی رپورٹ یہ ہے کہ آج بھی تمہارا خط نہیں آیا جبکہ تم نے پرسوں کے خط میں دوسرے ہی دن خط لکھنے کا وعدہ کیا تھا۔ دن بھر انتظار کیا، پھر چار بجے کے میٹنی شو میں ایک اطالوی فلم VERDE دیکھنے چلا گیا، جہاں قدر بھی آ گئے تھے انھیں بھی ساتھ لے گیا تھا۔ کئی مقام پر تو باوجود ضبط کے آنسو نکل پڑتے ہیں۔ مجھے تو خیر اس لیے بھی زیادہ پسند آیا کہ خود میری زندگی کی بعض جھلکیاں اس میں موجود ہیں۔ ایسے موقعوں پر جی چاہتا ہے کہ تم بھی ہوتیں۔

کل سے آج تک سوچتا رہا ہوں کہ جاں قدر کے ہاتھ تمہیں کیا بھیجوں۔ اگر تم نے اپنی فرمائش لکھ دی ہوتی تو وہی بھیج دیتا۔ خیر دیکھا جائے گا، ویسے زیادہ امید یہی ہے کہ کچھ نہیں بھیجوں گا۔

اچھا اب کام کرنے دو، لیکن تمہیں میرے ساتھ جاگنا تو پڑے گا ہی۔

سب کو میرا اسلام ودُعا، شاہد کو پیار

تمہارا

جاں نثار اختر

یکم مارچ ۱۹۵۶ء

●

خدیجہ پیاری

میرے رجسٹرڈ خط کے جواب میں تمہارا خط مجھے پرسوں ملا تھا، لیکن اس کے بعد بھی تو میں نے تمہیں ایک خط پوسٹ کیا ہے یہ خط تمہیں کل یعنی ۷ تاریخ کو پوسٹ کروں گا جو غالباً تمہیں دس تک ملے گا۔ دس تاریخ کو کیا ہوتا ہے یہ بھی فکر ہے کہ تم جلد سے جلد اختر سے آگے کی بات معلوم کر کے مجھے لکھنا کس طرح یہ سب مراحل طے ہو چکیں اور تم مجھ تک پہنچ جاؤ اور ——

"میں گیت سہانے گاؤں گا تم پاس کھڑی لہراؤ گی"

— والی منزل آ پہنچے —

ہاں تمہارے لیے تمہاری فرمائش کی ساڑی ضرور خرید دوں گا لیکن وہ اپنے ساتھ ہی تو مجھے لانا ہوں گی۔ آج حمیدہ کا خط علی گڑھ سے آیا ہے، اُس نے بھی کچھ ساڑیوں کی فرمائش کر ڈالی ہے، بہرکیف کسی دن بازار جاؤں گا، آجکل تو بے حد معروفیت ہے۔ اس وقت ایک بج رہا ہوگا، صبح کا گیا ہوا ابھی ابھی لوٹ کر آیا ہوں، اس پر بھی عالم یہ ہے کہ کل دس بجے ایک گیت کہہ کر دینا ہے۔ اس وقت تو قطعی ہمت نہیں ہے۔ صبح دیکھا جائے گا۔

اور کیا لکھوں — کل اس خط کے ساتھ تمہیں تھوڑے سے ٹکٹ بھی رکھ کر بھیجوں گا، تم اتنے خط مجھے لکھتی ہو، تمہیں بعض موقعوں پر ٹکٹ وغیرہ کی تکلیف ہوتی ہوگی۔ سچ خدیجہ، تیرے لیے میں نہ جانے کتنی چھوٹی اور بڑی باتیں سوچتا ہوں لیکن یہ جان لے کہ یہ سب اُسی وقت تک ہے جب تک تو میرے پاس نہیں آجاتی، پھر تو تجھے میرے لیے ہر بات سوچنی ہوگی۔

وہ بھی دن ہوں کہ اُس ستمگر سے

ناز کھینچوں بجائے حسرتِ ناز

یاد ہے میری دوست یہ شعر کبھی صفیہ نے مجھے اپنے کسی خط میں لکھا تھا۔ آج جب اُس کے ناز کرنے کا وقت آیا تو وہ نہ رہی، میں اس احساس کو بھول جانا چاہتا ہوں لیکن بھول نہیں سکتا۔ زندگی کتنی ظالم ہے، کتنی ظالم —

اچھا خدیجہ، کبھی تم خیال تو نہیں کرتیں کہ میں تم سے اچھی خاصی باتیں کرتے کرتے صفیہ کا تذکرہ نکال لیتا ہوں۔ بہرکیف اس کے لیے میں تم سے کوئی معذرت نہیں کروں گا، یہ تو میری زندگی کا راز بن گیا ہے۔ شاید تمہیں چاہنے کا راز بھی یہی ہے کہ تمہاری بعض باتیں مجھے صفیہ کی یاد دلاتی ہیں۔ اسے تم میری کمزوری سمجھو یا کچھ بھی لیکن یہ حقیقت ہے کہ مجھے جینے کا راز صفیہ کو چاہتے رہنے میں ہے۔ تم اس راز کو جانتی ہو یہ مجھے معلوم ہے، پھر بھی تم اپنی اور میری باہمی زندگی میں ایک خفیف سے لمحے کو بھی اس راز کو بھلا نہ دینا ورنہ تم اسی لمحے مجھے کھو دوگی۔

اب کیا بات کروں — "تم کب تک آؤگی" معروف سے معروف لمحوں میں بھی یہ خیال ذہن سے الگ نہیں ہوتا، آؤ میرے اَن گنت پیار قبول کرو اور ہزاروں تمنائیں۔

اب شب بخیر

تمہارا

جاں نثار اختر

۶ مارچ ۱۹۵۶ء

پیاری خدیجہ،

کل رات کو واپسی پر تمہیں خط لکھا تھا، آج اُس کے پوسٹ ہونے کی نوبت نہیں آئی، اب کل اس خط کے ساتھ ہی کل والا خط بھی تمہیں روانہ کروں گا۔

تمہاری طبیعت اب کیسی ہے، تمہاری تھوڑی سی علالت بھی مجھے فکرمند کر دیتی ہے۔ اپنا خیال رکھا کرو۔

ہاں تمہارا چار تاریخ کا خط مجھے شام کی ڈاک سے مل گیا، نجمہ بیگم حیدرآباد واپس گئیں غالباً اُس دن اُن لوگوں کو ایک ہوٹل میں مدعو کر لیا تھا، اور بمبئی میں تو ویسے بھی دعوتوں کی عام صورت یہی ہے۔

اس وقت "جھومتر" کے آخری دو گانوں کا ریکارڈنگ تھا، وہیں سے واپس آیا ہوں، ایک دوگانا (DUET)، دوسرا کورس۔ ان میں کورس کی TUNE بہت خوبصورت ہے، الفاظ تو بہت سیدھے سادے ہیں لیکن دھن نے ان میں جان ڈال دی ہے۔ اس کی شروع کی لائنیں یہ ہیں:

آ جا رے آ جا نہ ستا رے پیا، نہ جلائے جیا آ جا

میں ہوں دیوانی ترے پیار کی ———

آج صبح کا پورا وقت سی۔ آئی۔ ڈی کے ایک گیت کی نذر ہو گیا، پھر بھی کل جا کر کچھ تبدیلیاں کرنی باقی ہیں۔ یہ ہو جائے تو دو تین دن کو کچھ فرصت مل جائے گی۔

ہاں آج واجدہ کا خط بھی آیا ہے، خفگی بھرا۔ اُس کے پچھلے خط کا جواب میں نے ابھی تک نہیں دیا، بلکہ شاید دو خطوں کا۔ اب کل یا پرسوں اُسے ضرور خط لکھوں گا۔

اچھا، بہت ساری دعائیں اور ——— گھر میں سب کو میری طرف سے سلام و دعا کہو۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۷ر مارچ ۱۹۵۶ء

●

عزیز از جان

میرا رجسٹری شدہ خط تمہیں ملا ہو گا، تمہارا ایک خط پرسوں اور ایک خط آج ملا، تم اس کا خیال نہ کرو کہ مجھے رجسٹرڈ خط بھیجنے میں کوئی دقت اٹھانی پڑتی ہو گی، ویسے میں تمہیں غیر رجسٹری شدہ خط ہی لکھوں گا لیکن ضروری خط رجسٹری کے ذریعہ ہی بھیجا کروں گا تاکہ کھونے کا اندیشہ نہ رہے۔

ہاں آج تو دس تاریخ ہے۔ لیکن یہ تو عام تعطیل ہے، یہ تاریخ کیسے مقرر کی گئی تھی، یہ بات سمجھ

میں نہیں آئی ۔ بہرحال تم معلومات حاصل کر کے مجھے لکھنا' ویسے میں براہِ راست بھی اُنھیں خط لکھوں گا۔
نہ جانے یہ "مہر طلبی" کا سلسلہ کب تک چلے گا۔ خیر' یوں بھی سہی۔

آج تقریباً دن بھر گھر ہی پر رہا اور چھٹی مناتا رہا' اب کل اتوار ہے لیکن صبح سے مصروفیت شروع ہو جائے گی۔ بس کچھ عجیب ڈھچر ہے آجکل زندگی کا۔ دل جس سکون کی تلاش کرتا ہے وقتی الوقت تو ملنے سے رہا: "انتظار اور ابھی' اور ابھی' اور ابھی" والی بات ہے۔

کل خواجہ احمد فاروقی کا خط دہلی سے آیا ہے۔ وہ ۲۴ کو بمبئی آ رہے ہیں غالباً پانچ چھ دن ٹھہریں گے۔ باوجود بہت قربت کے بھی خواجہ صاحب میں ایک لطیف سا تکلف رس بس گیا ہے' شاید اسی خوشگوار قسم کے تکلف کو ذوق نے "شرافت کی نشانی" مانا ہے۔ بہرکیف مجھے اُن کے آنے کی خوشی ہے' اُن کی ملاقات "ملاقاتِ مسیحا و خضر" سے میرے لیے یقینی طور پر بہتر ہے۔

ہاں بھئی' میں نے جہاں قدر کو روکنے کی بہت کوشش کی لیکن "زندگی چاندی عورت کے سوا کچھ بھی نہیں ہے" کے اصول کے مطابق وہ نہ ٹھہر سکے اور واپس چلے ہی گئے۔

اچھا' اب اجازت —— پرسوں تمہارے خط کا انتظار کروں گا —— شاہد کو پیار۔
ابا جی اور بی آپا کی خدمت میں آداب۔ سعیدہ اور عذرا کو دعائیں۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۰ر مارچ ۱۹۵۶ء

خدیجہ

تمہیں کل ہی تو خط لکھ چکا ہوں جو آج پوسٹ ہوا ہے۔ پھر، اس وقت تمہیں خط لکھنے کیوں بیٹھ گیا۔ یہ تو "خط لکھیں گے چاہے مطلب کچھ نہ ہو" والی بات ہو گئی۔

ہاں نجمہ ابھی تک یہیں ہیں' آج شام کئی دن کے خوطے کے بعد وہ اور ساحر آئے تھے۔ اب غالباً تین چار دن بعد حیدرآباد جائیں گی ساحر بھی جا رہے ہیں۔ اور مجھ سے مُصر ہیں کہ دو چار دن کے لیے میں بھی چلوں' لیکن —— "فرصت کہاں کہ تیری تمنا کرے کوئی"!

ایک دلچسپ خبر اور' "گرودت پکچرز کی ایک فلم "پیاسا" بن رہی ہے' اُس کے ایک سین کے لیے اُنھیں چند شاعروں کی ضرورت پڑ گئی ہے۔ چنانچہ ساحر' جعفری اور مجھے انھوں نے APPROACH کیا ہے۔ ساحر بہت زیادہ مُصر ہے کہ اسے قبول کر ہی لیا جائے' اصل

میں یہ تصویر اس لحاظ سے اُس کی ہے کہ گانے اُسی نے لکھے ہیں۔ مجھ بھی رُک گئی ہیں کہ آپ لوگوں کی شوٹنگ دیکھ کر جائیں گے۔ بہر کیف دیکھا جائے گا۔

"اے ہم اندر عاشقی بالائے غم ہائے دگر"

اچھا ـــ تمہاری طبیعت کیسی ہے۔ تمہارے خط کا انتظار ہے تاکہ کچھ تفصیلی بات معلوم ہو۔ میری طرف سے سب کو سلام ودعا کہو۔ عذرا اور شاہد کو پیار۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۱ر مارچ ۱۹۵۶ء

●

پیاری دوست'

اس سے پہلے تمہیں ایک رجسٹری شدہ خط اور دو سادے خط مل چکے ہوں گے' آج تمہارا ۸ تاریخ کا لکھا ہوا خط ملا۔ مجھے تمہارے دس تاریخ کے خط کا انتظار ہے تاکہ کوئی مفصل بات معلوم ہو سکے۔ سچ اب تو انتظار سے اکتاہٹ سی ہونے لگی۔ کسی کام میں جی نہیں لگتا، عجب FRUSTRATION جیسا عالم طاری ہے۔ نہ جانے کس طرح مرپٹ کر گیت پورے کرتا ہوں اکثر رات کو جب "میں نشے میں ہوں" والی کیفیت کے ساتھ گھر واپس ہوتا ہوں تو تم نہیں ملتیں اور میرے لیے سونا مشکل ہو جاتا ہے۔ تم نے "دیوداس" دیکھ کر اپنے خط میں جس اندیشہ کا ہلکا سا اظہار کیا ہے وہ تو میرے لیے بے معنی سا ہے۔

"کہیں ٹھوکر نہ لگ جائے زمیں کے آبگینے کو
ترے رندوں کو مستی میں بھی اتنا ہوش ہے ساقی"

اور ہاں خیام کی جس رباعی کی طرف تم نے اشارہ کیا ہے وہ اس وقت بھی میرے ذہن میں گھوم رہی ہے: "اس وقت" کی تشریح کی ضرورت تو ہے نہیں۔

گر بادہ خوری با تو خرد منداں خور
یا با صنمے سادہ رخ و خنداں خور
بسیار مخور، ورد مکن، فاش مساز
اندک خور و گہہ گاہ خور و پنہاں خور

(اگر تو شراب پیتا ہے تو عقل مندوں کے ساتھ پی' یا کسی ہنس مکھ سادہ رخ محبوب

کے ساتھ۔ بہت نہ پی، بار بار نہ پی، اور سب کے سامنے نہ پی، تھوڑی پی، کبھی کبھی پی اور چھپ کر پی! ---- اور تم مجھ سے پوچھو تو یہ عقل مندوں کے ساتھ پینا بھی بیکار سی بات ہے۔ صرف دوسری ہی بات صحیح ہے۔ پہلی بات تو مجبوری کی ہے۔ دیکھو غالب نے کیا حسین شعر کہا ہے۔

ندیم و مطرب و ساقی ز انجمن رانیم
بہ کار و بار زنِ کارداں بگردانیم

ہاں تمہارا شاہراہ کا مطالبہ ابھی کوئی معنی نہیں رکھتا، مجاز نمبر ابھی شائع ہو کر نہیں آیا، غالباً آئندہ ہفتہ میں آئے گا، رسالہ تمہیں ضرور پہنچ جائے گا تم مطمئن رہو۔ رہا یہ کہ میں کوئی نظم کیوں نہیں کہتا تو "کشاکشِ غمِ دوراں" سے فرصت بھی تو ملے۔

اچھا، اب یہ خط تمہیں کل رجسٹرڈ تو بھیجنا ہی پڑے گا، پھر کیوں نہ تمہیں اپنے بہت سے پیار لکھ بھیجوں۔ آؤ میں تمہیں سر سے لے کر پاؤں تک چوم لوں، اس یقین و اعتماد کے ساتھ کہ تم آج نہیں تو کل میری ہوگی ---- ان گنت پیار

تمہارا
جاں نثار اختر

۱۲ر مارچ ۱۹۵۶ء

●

خدیجہ عزیز،

تمہارا آخری خط ملے تین گذر گئے۔ آخر یہ خاموشی کیوں ---- ہر ڈاک سے تمہاری تازہ تحریر کا انتظار رہتا ہے۔ تم نے پچھلے خط میں لکھا تھا کہ اختر سعید سے معلومات حاصل کر کے لکھو گی، میں نے انہیں خود بھی ایک خط لکھا ہے لیکن ابھی تک اُس کا جواب نہیں آیا۔ شاید کل آئے، کل تو تمہارا خط ضرور آنا چاہیے ورنہ پرسوں اتوار ہے اور پھر بات دوشنبہ پر جائے گی۔ تم تو خط لکھنے میں اتنی دیر نہیں کیا کرتیں۔ خواہ مخواہ وہم ہونے لگتا ہے کہ کہیں تمہاری طبیعت تو خراب نہیں ہے۔

اس عرصے میں واجدہ کے دو خط حیدرآباد سے آئے تھے جن کا جواب کل تو نہیں پرسوں لکھوں گا۔ اس طرف میں نے اُس کا ایک افسانہ "ہاجرہ بھابی" افکار میں پڑھا تھا جو مجھے پسند آیا خصوصاً اُس کا خاتمہ۔ عطیہ کا بھی ایک خط آیا ہے اُس کا جواب بھی دینا ہے۔ بعض اوقات کیا اکثر یہی ہوتا ہے کہ دوسروں کے خطوں کا جواب لکھنے کی نیت سے بیٹھتا ہوں اور تمہیں خط لکھنے

لکھنے لگتا ہوں جبکہ تمہیں کوئی کام کی بات لکھنے کو نہیں ہوتی۔

"ناز کر اے دوست اپنی دلبری پر ناز کر" والی بات ہے نا؟ — اور —؟

ہاں نسیم کو میری دعا کہنا، ان کے لیے میں نے Poster Colour خرید کے رکھ چھوڑے ہیں۔ پہلے بھی تمہیں غالباً کسی خط میں لکھ چکا ہوں۔ اپنے جلد آنے کی تو کوئی امید نہیں اس لیے کل یا پھر پیر کے دن پارسل کے ذریعہ انھیں بھیج دوں گا۔

اب کچھ بھی نہیں لکھنے کو، سوائے اس کے کہ تم ہر لمحہ یاد آتی ہو۔

اباجی اور بی آپا کی خدمت میں آداب۔ سعیدہ اور عذرا کو دعائیں اور شاہد کو پیار۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۶ر مارچ ۱۹۵۶ء

●

عزیز از جاں

تمہارا بہت پیارا خط ملا،

تم پوچھتی ہو "کیا سچ مچ آپ مجھے مل جائیں گے؟" میں کہتا ہوں تم تو مجھے کبھی کی پا چکی ہو میری دوست! وہ دن آئے گا اور ضرور آئے گا جب ہمارے درمیان کوئی حد اور کوئی فاصلہ نہ رہے گا۔

من تو شدم تو من شدی، من جاں شدم تو تن شدی
تاکس نہ گوید بعد ازاں من دیگرم تو دیگری

ہاں، اختر سعید کا جواب آج بھی نہیں آیا، آج تمہارے دوسرے خط سے صرف اتنا ہی تو معلوم ہوا کہ کراچی سے کوئی جواب وصول نہیں ہوا، لیکن بات تفصیل سے معلوم ہونی چاہیے۔ ممکن ہے پیر کو اختر کا خط آئے۔

تمہاری طبیعت اب کیسی ہے۔ تم اپنی صحت سے ایک لمحہ بھی غافل نہ رہو۔ میں تمہیں کسی قیمت پر کھونے کو تیار نہیں ہوں۔ جہاں قدر اپریل میں بمبئی آنے کے لیے کہتے تھے، ہو سکے تو تم ان کے ساتھ آجاؤ۔ یہاں تم اچھے ڈاکٹروں کو دکھا تو سکو گی۔

اور کیا لکھوں — کل ایک نئی فلم کی مہورت ہے "فرشتہ" لیکن اس کے گیت مجھ جیسے گنہگار بندے کو کہنے ہیں۔ صبح دس بجے وہاں جانا ہے، پھر نیر کے یہاں چلا جاؤں گا،

آجکل اُس کی طبیعت خراب ہے، اس لیے کام تو بند ہے البتہ پورا وقت اُسی کے پاس گذرتا ہے
اس لیے اور بھی کہ مسز نیر آجکل امرتسر گئی ہیں اور نیر تنہا ہے۔

اچھا، اب یہ خط تو پرسوں روانہ ہو سکے گا کیونکہ رجسٹرڈ بھیجنا پڑے گا۔ کل پھر تمہیں کچھ نہ کچھ لکھوں گا۔

بہت سی دعائیں اور ——

تمہارا
اختر

۱۷ مارچ ۱۹۵۶ء

●

خدیجہ عزیز،

تمہیں ایک خط سنیچر کی رات کو لکھا تھا، خیال تھا کہ اتوار کو تمہیں پھر لکھوں گا اور دونوں خط پیر کو اکٹھے پوسٹ کروں گا۔ لیکن اتوار سے ایسی مصروفیت رہی کہ دوسرا خط لکھنا تو ایک طرف رہا، وہ خط بھی پوسٹ نہ کر سکا اور آج جب تمہارا یہ نیا خط پہنچا تو اُسے تلاش کرنا شروع کیا، لیکن میز کی دراز میں اتنے خط اور کاغذات بھرے رہتے ہیں کہ اُس کا کہیں پتہ نہیں چلا۔ بہرکیف جانے دو، یہ خط تمہیں "تازہ بہ تازہ" لکھ رہا ہوں۔

تم نے اپنے اس خط میں اپنے جن رشتے کے چچا کا تذکرہ کیا ہے، وہ بے چارے حق بجانب ہیں۔ دوانے نصیحتوں کے اُن سے اور توقع بھی کیا کر سکتی ہو۔ "کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا" کی خواہش تم میں ضرور اُبھرتی ہوگی لیکن دنیا میں سب سے بڑا سہارا اپنا ہی ہوا کرتا ہے۔ میں نے تمہیں دھوکا دینا نہیں چاہا، کسی لمحے اور کسی پل بھی۔ اس کی گواہی اگر تمہارا دل دیتا ہے تو یہ بہت ہے۔ ہم اپنے پر اعتماد رکھتے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ مجھے یا تمہیں دنیا کے سامنے شرمندہ ہونے کی ضرورت نہ ہوگی، شرمندہ تو ان لوگوں کو ہونا پڑے گا جو ہمارے دل کی گہرائیوں کو نہ سمجھتے ہوئے آج بڑی چھوٹی چھوٹی باتیں کرتے ہیں۔

ہاں اختر سعید کا جواب ابھی تک نہیں آیا، آج میں، تمہارے منع کرنے کے باوجود، انہیں ایک سخت خط لکھنے جا رہا ہوں۔ تم فکرمند نہ ہوں۔ اگر وہ میرے اس خط کا جواب تسلی بخش نہیں دیتے تو میں اس CASE کو اُن سے لے کر کسی دوسرے کے پاس SHIFT کر دوں گا۔

تم اپنے کو نہ اُلجھاؤ —— جو کچھ ہوگا اچھے ہی کے لیے ہوگا۔

ہاں تم نے جس فلم "پیاسا" کا انتظار شروع کر دیا تھا اس سلسلے کی بات سنو۔ میں نے اُس "سین" میں حصہ لینے سے انکار کر دیا، میرے بعد ساحر نے خود بھی مناسب نہیں سمجھا اور نتیجے میں اب وہ شاعروں والا سین فرضی بنا دیا گیا ہے۔ آج میں اُدھر گیا تھا ایک صاحب جگرؔ صاحب کی صورت سے ملتے جلتے اُس مشاعرے کی زینت تھے ایک مجازؔ مرحوم کی نقل معلوم ہو رہے تھے۔ بہر کیف میں سمجھتا ہوں ہم لوگوں کا حصہ نہ لینا اچھا ہی ہوا۔

تمہاری طبیعت کیسی رہتی ہے، تم اپنی صحت کی طرف سے بالکل غفلت نہ برتنا، تمہاری تندرستی کی مجھے ضرورت ہے یوں سمجھ لو۔

میری طرف سے سب بھائی بہنوں کو سلام کہو، نسیم میاں کے لیے POSTER COLOUR میں نے خریدے تھے، وہ کل روانہ کر دیئے ہیں۔

عذرا اور شاہد کو پیار — اباجی اور بی آپا کو آداب کہو۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۰ر مارچ ۱۹۵۶ء

●

عزیز خدیجہ،

آج بھی تمہارا خط ملا۔ میں نے رات کو جو خط تمہیں لکھا تھا وہ آج ڈاک خانے نہ جا سکا رجسٹری کے لیے۔ اب کل وہ روانہ ہو گا — اور یہ خط بھی، ممکن ہے یہ خط تمہیں ایک دن پہلے ہی پہنچے۔

میں اچھا ہوں، تم کیسی ہو؟

ابھی ابھی جادو اور سلمان کو چند خط کاروباری قسم کے لکھ کے بیٹھا ہوں۔ اس لیے طبیعت تھکی ہوئی محسوس ہو رہی ہے۔ یہ چند سطریں تمہیں صرف اس لیے لکھی ہیں کہ رجسٹری خط پہنچنے میں ایک آدھ دن کی دیر ہو تو تم پریشان نہ ہو۔

میری طرف سے سب کو دعا و سلام کہو۔ اباجی اور بی آپا کو آداب پہنچاؤ۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۱ر مارچ ۱۹۵۶ء

اچھی خدیجہ،

تمہارا آخری خط بیس تاریخ کا لکھا ہوا ملا تھا۔ آج اتوار ہے اور کل ہولی کی تعطیل — کل ایک وقت کی ڈاک تو ضرور آئے گی۔ ممکن ہے تمہاری خیریت کل پھر معلوم ہو جائے۔

میرا تازہ رجسٹری خط تمہیں مل گیا ہوگا۔ اُسی دن اختر کو بھی رجسٹری خط بھیجا ہے۔ جواب کا انتظار ہے۔ آتے ہی تمہیں لکھوں گا۔ بہر کیف آج نہیں تو کل یہ مرحلہ طے ہونا ہی ہے۔ الہ آباد کی ایک ہندی شاعرہ کی ایک کتاب ہے "آج کی رات سنگھار کروں گی" اسی کی دو لائن یاد آگئیں۔

کھلتے پھول کا جوبن لے کر
کانٹوں کا بن پار کروں گی

بس اسی ہمت اور حوصلے کی ضرورت ہے اور کچھ بھی نہیں۔ اور کیا لکھوں، کل ہولی ہے۔ لیکن جب میری رادھا ہی ہولی نہ کھیلے تو کس کام کی ایسی ہولی۔

اچھا اب اجازت دو۔ شاہد اور عذرا منی کو پیار۔

تمہارا
جاں نثار اختر

۲۵ مارچ ۱۹۵۶ء

●

اچھی خدیجہ،

تمہارے تین خط اکٹھے ملے، ۲۱، ۲۲ اور ۲۴ کے لکھے ہوئے۔

تم اچھی طرح ہو یہ جان کر اطمینان ہوا — رہی "اور تمنا بیتاب" والی بات ہے تو اس کا کیا غم —یہی تو محبت کی بڑی دین ہے۔ اگر اس "تیرِ نیم کش" والی کیفیت سے انسانی دل نا آشنا ہوتے تو سوچو کتنی بڑی دولت سے محروم ہوتا یہ آدم۔

اچھا، آج ہی صبح تو تمہیں میں نے خط پوسٹ کیا ہے۔ میرا پچھلا رجسٹری خط اب تک ضرور مل گیا ہوگا۔ اس وقت تو تمہارے ان تین تین خطوں کی رسید لکھنا مقصود ہے اور کچھ نہیں۔ شاہراہ کا مجاز نمبر بھی تمہیں رجسٹری سے بھجوا دیا تھا، اُس میں مجھے تو حمیدہ کا مضمون ہی غنیمت لگا، اس لحاظ سے کہ مجاز کے بارے میں تھوڑی بہت گھریلو قسم کی واقفیت مل جاتی ہے ورنہ اللہ اللہ خیر سلا والی بات ہے مع میرے مضمون کے۔

اور کیا لکھوں، آجکل طبیعت کچھ عجب گری گری سی رہتی ہے، آج صبح سے کچھ حرارتی کیفیت

سی ہے حالانکہ جی بھرنے ٹمپریچر لیا تو قطعی کچھ نہیں ملا ــ بقول صفیہ کے "سوزِ ہجر شاید اسی کا نام ہو"

اچھا، میری جانب سے نسیم میاں، عذرا، امّی اور شاہد کو پیار کہو اور ابّا جی اور بی آپا کو آداب۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۶ مارچ ۱۹۵۶ء

عزیز از جان،

کل تو کل، آج بھی تمہارا خط نہیں آیا، میرے خط تو تمہیں پہنچے ہوں گے، آج خدا خدا کر کے اختر سعید کا خط ملا ہے۔ تمہیں بھیج رہا ہوں۔ غالباً وہ تم سے خود ہی ملنے آئیں۔ بھاول پور سے نوٹس واپس آ گئے ہیں، اب دو اپریل مقرر کی گئی ہے تاکہ اخبار میں نوٹس شائع کیا جا سکے۔ ظاہر ہے کہ ایک ماہ سے کم کیا اس کی مدت ہو گی اور پھر ثبوت وغیرہ کی تاریخیں۔ خیر دو ڈھائی مہینے ادھی یہ دن بھی کٹ ہی جائیں گے۔

اس وقت اختر سعید کو بھی خط لکھ رہا ہوں کہ وہ تم سے ضرور مل لیں تاکہ تمہاری کچھ تشفی ہو سکے۔ ہاں، یہ مجھے خود اب تک نہیں معلوم کہ ابّا جی کو تمہارے اس اقدام کا پتہ ہے یا نہیں ــ کیونکہ اب تو اخبار میں یہ نوٹس شائع ہی ہو گا۔ ویسے اختر نے لکھا ہے کہ انگریزی میں شائع کرا دیا جائے، لیکن اب تو خواہ مخواہ کی پردہ پوشی ہے، ویسے تم جو مناسب سمجھو۔

خیر، اب کوئی دوسری بات :۔ ہاں یہ تو میں نے تمہیں لکھا ہی نہیں کہ آج کل بمبئی میں میری بہت سی دوستیں (دوست کی جمع، بصیغہ مونث) پیدا ہو گئی ہیں۔ اب بتاؤ، لوگ ٹھیک ہی تو کہتے ہیں کہ مجھ پر کوئی بھروسا نہ کرو، ان کی بات نہ مانو گی تو کیا خبر پچھتانا ہی پڑے۔ مگر پھر اپنی کہی ہوئی بات یاد آنے لگتی ہے کہ "زیادہ سے زیادہ پچھتانا ہی تو پڑے گا تو پچھتا لینا۔"

اچھا، تمہاری طبیعت اب کیسی ہے۔ خط کب لکھ رہی ہو، سچ خواہ مخواہ تمہارے خط کی عادت پڑ گئی ہے۔

عذرا اور شاہد کو پیار ــ ابّا جی اور بی آپا کی خدمت میں مودبانہ آداب۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۹ مارچ ۱۹۵۶ء

عزیزی خدیجہ،

تمہاری علالت سے فکر ہے۔ خدا کرے تم اب بالکل صحت مند ہو۔ تمہارا خط مجھے آج ہی ملا ہے اور آج ہی سلمان کا خط بھی لکھنؤ سے آیا ہے، اُسے Chiken Pox. نکل آئی ہے۔ اُس کی طرف سے الگ تردد پیدا ہوگیا ہے۔ اور شاہد کی طبیعت اب کیسی ہے تم مجھے اپنی اور شاہد کی خیریت لکھ بھیجو۔ تمہاری طرف سے تو اب ہر وقت اندیشہ رہتا ہے کہ تم بیمار نہ پڑ جاؤ۔ آخر لگ کر اپنا علاج کیوں نہیں کرتیں۔ تمہیں نہیں تو سمجھ لو کہ مجھے تمہاری تندرستی کی ضرورت ہے۔

اختر سعید سے تمہاری ملاقات کا حال پڑھ لیا، میرا رجسٹری خط جس میں اختر کا خط بھی میں نے رکھ دیا تھا اب تک تمہیں پہنچ گیا ہوگا۔ نوٹس کی اشاعت سے کم سے کم تمہیں توڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کوچے میں تو بڑی بڑی آزمائشوں کا وقت آتا ہے۔ تم اگر گھبراؤگی تو پھر کیا ہوگا۔

آجکل خواجہ احمد فاروقی بمبئی آئے ہوئے ہیں۔ آج تقریباً دن بھر میرے ساتھ ہی رہے، کل شوٹنگ دیکھنے میرے ساتھ جائیں گے۔ شام کو "شریمتی ۴۲۰" کے آخری دو گانوں کا ریکارڈنگ ہے، وہاں بھی انہیں گھسیٹ لے جاؤں گا۔ یہاں تو بیس اپریل کو یہ فلم ریلیز ہو رہی ہے، تمہارے بھوپال میں کب دکھائی جائے گی، یہ کیا معلوم۔

کل واجدہ کا خط آیا ہے، اب ایک آدھ دن میں اُسے جواب لکھوں گا اور تمہاری تعریف بھی اُسے لکھ بھیجوں گا جو تم نے اُس کا شاہراہ والا خط پڑھ کر مجھے لکھی ہے۔ خوش ہو جائے گی۔

اچھا، بہت سی دعاؤں کے ساتھ اب رخصت۔ خط جلدی لکھنا بلکہ ابھی۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۲ اپریل ۱۹۵۶ء

عزیزہ خدیجہ،

تمہاری خیریت معلوم ہوئی۔

جس دن تمہیں رجسٹری خط بھیجا تھا اُسی دن اختر کو بھی ایک رجسٹری خط بھیجا تھا، رسید تو آگئی، اب ان کے جواب کا انتظار ہے۔ بہر حال۔

اس طرف خواجہ احمد فاروقی دہلی سے آئے ہوئے تھے، زیادہ وقت اُن کی معیت میں ہی گذرا، پرسوں وہ واپس گئے، کل سے پھر تھوڑا بہت کام کا سلسلہ چلا ہے۔

ہاں اس عرصے میں کئی فلمیں دیکھ ڈالیں، آواز، دیوداس اور دو انگریزی تصویریں۔ مجھے تو دیوداس کا وہ گانا جس کی تم نے اپنے خط میں تعریف کی تھی بالکل نہیں پسند آیا۔ اس فلم کی سب سے بڑی کمزوری "موسیقی اور گیت" ہیں۔ اب چاہے ساحر برمن کو یا برمن ساحر کو موردِ الزام ٹھہرائیں۔

اور کیا لکھوں ــــ بعض لمحوں میں طبیعت بڑی بجھی بجھی سی محسوس ہوتی ہے۔ بظاہر ہر طرح کی فراغت میسّر ہے۔ پھر بھی جیسے رہ رہ کر کوئی دل کو مسوستا رہتا ہے، ایسا کیوں ہوتا ہے، کچھ کہہ نہیں سکتا۔

"من خود نیافتم سببِ داغِ لالہ را"

بہرکیف اسی امید میں اپنے کو خوش رکھنے کی کوشش کرتا ہوں کہ کبھی تو اس دل کی تکلیف کا مداوا ہو سکے گا۔

ہاں فاروقی صاحب ایک دن عمر خیام کی رباعیوں کا ایک نہایت خوبصورت ایڈیشن خرید کر لائے تھے۔ میں نے کہا میں بھی خریدنا چاہتا ہوں۔ کہنے لگے آپ اگر اپنے لیے خریدنا چاہتے ہیں تو میں یہ نذر کیے دیتا ہوں۔ میں نے کہا نہیں، مجھے اپنے لیے نہیں خدیجہ کے لیے چاہیے۔ چنانچہ انھوں نے وہ کتاب فی الحال وعدے کی حد تک ہمیں نذر کر دی ہے۔ وہ تمہارا پتہ مجھ سے لے گئے ہیں کہ میں دہلی سے مع اپنے آٹوگراف کے "خدیجہ صاحبہ" کو بھیج دوں گا۔

اس طرف جامعہ میں دو کتابیں ایک ندیم کی "بازارِ حیات" اور ایک کرشن کی "ہائیڈروجن بم کے بعد" تازہ بہ تازہ آئی ہیں۔ کسی دن تمہارے لیے خرید لاؤں گا۔

اور میری دوست، تمہیں شکایت ہے کہ میں نے کوئی پیار کی بات تمہیں نہیں لکھی۔ لیکن میں تمہیں کچھ لکھوں یا نہ لکھوں، میرا پیار تو تمہیں حاصل ہے نا؟ اس سے تم کیسے انکار کر سکو گی۔

میری طرف سے سب کو سلام و دعا کہو۔ عذرا منّی کو اور شاہد کو پیار۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۷ اپریل ۱۹۵۶ء

●

عزیز از جان

تمہاری طبیعت تو اب اچھی ہے نا؟

آج اخبار میں تمہارے بھوپال کے فرقہ وارانہ فساد کا حال پڑھ کر دکھ ہوا۔ نہ جانے انسان

کب ان تمام مذاہب کو مسترد کر کے انسانیت کو اپنا مذہب مانے گا، یہ انساں سے ابھی امیدِ انساں" والی منزل سے آگے ابھی ہم کہاں بڑھ سکے ہیں

ہاں تمہارا خط مل گیا تھا، تمہارے پیڈ ایک آدھ دن میں پہنچنے کو دوں گا، آج اتوار ہونے کی وجہ سے فرصت تھی لیکن آج پریس بھی بند تھا اس کا کیا علاج۔ خیر دیکھا جائے گا۔

اور آج تو تقریباً دن بھر گھر ہی پر رہا، دوپہر کو "نور" ملنے آگئی تھی، بچاری میری بہت ممنون ہے میں نے اُسے Chorus میں گانے کا چانس دلوا دیا ہے۔ ہاں یہ بات صحیح ہے میری دوست کہ تمہاری دوستی کی برابری کوئی نہیں کر سکتا، چلو تمہیں اتنا اعتماد تو پیدا ہوا، پھر بھی یہ سمجھ لو Risk تمہارا ہے۔ نہیں خدیجہ یہ تو محض چھیڑ ہے۔ تجھ سے اچھی دوست مجھے اب کون ملے گی۔

اختر سعید کے خط کا ابھی تک انتظار ہے، شاید کل آئے۔ نہ آیا تو پھر انھیں کھٹکھٹاؤں گا، خیر بقیہ مراحل بھی گذر ہی جائیں گے۔ آجکل پھر مکان کی تلاش کا خبط سوار ہے۔ چند دن دوڑ دھوپ کے بعد ہمیشہ سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، اب کی بھی یہی ہونا ہے۔ میں تو سمجھتا ہوں جب تک تم بمبئی نہ آؤ گی مجھے مکان وکان کچھ نہیں ملے گا۔

اچھا اب اجازت دو۔ میری جانب سے سب کو سلام و دعا اور شاہد کو پیار۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۸ اپریل ۱۹۵۳ء

●

عزیز از جان

تمہارا خط ملا، امین نے جو خبر بی آپا کو سنائی ہے، ممکن ہے وہ صرف تمہیں Upset کرنے کے لیے ہو۔ لیکن اگر صحیح بھی نکلے اور لطیف صاحب بھوپال آئیں بھی تو ظاہر ہے مقدمے کے دوران میں تم سے ملنے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ تمہیں Nervous ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں نے آج اختر سعید کو خط لکھا ہے، انھیں بھی یہ بات لکھ دی ہے کہ اگر ایسی صورت ہو تو وہ قانونی طور پر جو بھی حفاظتی اقدام ممکن ہو وہ تمہارے لیے ضرور کر دیں۔ تم بالکل پریشان نہ ہونا، اچھا ہے مقدمہ کا فیصلہ ان کے روبرو ہی ہو جائے، یہی تو ہے کہ اس صورت وقت زیادہ صرف ہوگا لیکن فیصلہ تمہارے ہی حق میں ہونا ہے اس کا مجھے یقین ہے۔

اچھا آؤ اور بات کریں۔

تم کیسی ہو۔ اویس کو میں نے خط لکھا تھا اس کا ابھی تک کوئی جواب نہیں آیا ہے۔ آج اُسے تار دوں گا۔

شریمتی ۴۲۰ یہاں ۲۷ تاریخ کو ریلیز ہو رہی ہے، دیکھو تمہارے بھوپال میں کب دکھائی جاتی ہے، آجکل "نیا انداز" کے گیت چل رہے ہیں۔ پانچ گانے ہو چکے ہیں آج چھٹا گانا لکھنا ہے۔ اس وقت خط ختم کر کے سید حامد کے یہاں جاؤں گا، وہاں سے کمپنی اور شام کو واپسی ہوگی، ممکن ہے آج تمہارا پھر خط آجائے اور میں جب تھکا ہوا گھر لوٹوں تو تم اپنی خوبصورت باتوں سے میرے دل و دماغ کو تازگی بخش دو۔

اچھا — بہت سی دُعائیں اور پیار۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۱/اپریل ۱۹۵۶ء

●

عزیز خدیجہ،

تمہارا خط کل ملا تھا، اور آج — آج تو کوئی خط نہیں آیا۔ میرا تازہ رجسٹری خط تمہیں مل گیا ہوگا، تم کسی صورت میں اپنے کو پریشان نہ ہونے دینا، ہر تکلیف اور ہر پریشانی گذر جانے کے لیے ہی آتی ہے، اس کا یقین ہو تو آدمی کبھی پست ہمت نہیں ہوتا۔ اختر سعید کے خط کا بھی ہر ڈاک سے انتظار کرتا ہوں، وہ غالباً اس انتظار میں ہوں گے کہ بات کچھ آگے بڑھے تو وہ خط لکھیں۔ ایک آدھ دن بعد اُنھیں پھر کھٹکھٹاؤں گا۔

ہاں پرسوں واجدہ بے چاری کا خط آیا تھا، بہت پریشانی بھرا۔ اُس نے تو مجھے نہیں لکھا تھا لیکن میں نے اُسے کل سو روپے بذریعہ T.M.O. بھیج دیئے ہیں۔ اب میری بہن خاتے کرے یہ بھی تو نہیں ہو سکتا۔ زندگی واقعی بڑی بے رحم ہے میری دوست۔

سلمان اب اچھا ہے، آج ہی لکھنؤ سے تار آیا ہے۔ اب تو اسکول بھی جانا شروع کر دیا ہے اس مہینے کے آخر میں تو غالباً اُس کے امتحانات بھی ہیں۔ اُس کے پاس ہو جانے کی تو مجھے پوری امید ہے البتہ "جوجو صاحب" کی طرف سے پورا اندیشہ ہے۔

اور اب کیا لکھوں۔ آجکل بلا کی گرمی پڑ رہی ہے، پھر بھی رات کو کمرے میں ہی سونا پڑتا ہے،

بس یہ سمجھ لو جانے کیسے نیند آتی ہے۔ پنکھا خریدنے کی توفیق نہیں ہوتی۔ یہ نہیں کہ پیسے نہیں ہیں، پیسے تو آجکل بہت ہیں میری دوست ـــ لیکن بات یہ ہے کہ اپنے لیے کبھی کچھ کرنے کو جی نہیں چاہتا ـــ البتہ مکان کی فکر ضرور ہے۔ آج ایک مختصر سا کمرہ دیکھ کر آیا ہوں، سوچتا ہوں عارضی طور پر اُسی کو کرائے پر لے لوں۔ فلیٹ کے لیے تو ابھی مزید دوڑ دھوپ کرنی پڑے گی۔ بہرکیف تین چار مہینے تو ابھی فلیٹ کی ضرورت ہے بھی نہیں۔

تمہارے پیڈ کے بارے میں ابھی تک میں نے کچھ نہیں کیا۔ تم کُڑھ رہی ہوں گی۔

اچھا، اب اجازت دو، اور جلدی سے اپنی خیریت لکھ بھیجو۔

سب کو سلام و دعا کہو، عذرا مُنّی اور شاہد کو پیار۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۳ اپریل ۱۹۵۶ء

●

عزیز خدیجہ،

تمہاری بھیجی ہوئی تصویریں ملیں، ایک تصویر میں تم بہت اُداس اور کمزور نظر آرہی ہو، البتہ تمہاری دوسری تصویر مجھے پسند آئی اور اس پر تمہارا لکھا ہوا آٹوگراف بھی۔ لیکن یہ تم نے "چھایا" بجائے الف کے ہ سے کیوں لکھا ہے۔ چھایا ہندی لفظ ہے اس میں ہائے ہوز کہاں سے گھس آئی۔

اچھا، کام کی بات کریں۔ تمہارے لطیف صاحب آجکل بمبئی میں ہیں، یہاں ہاکی کے جو ٹورنامنٹ ہو رہے ہیں اُس میں "افغان کلب" کے نام سے ایک ٹیم پاکستان سے آئی ہوئی ہے میں نے آج اتفاق سے اخبار میں اسپورٹس کی خبریں پڑھیں تو اُس میں اُن کا نام بھی مل گیا ـــ تو اس کے معنی ہیں کہ بے چارے امین نے بی آپا کو جو خبر دی تھی وہ غلط نہیں تھی۔ بہرکیف وہ یہاں آئے ہیں تو بھوپال ضرور پہنچیں گے۔ لیکن جب تم اُن کے خلاف قانونی چارہ جوئی کر رہی ہو تو تم لوگوں کے ملنے کا تو کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا، البتہ تم اپنے پر قطعی وحشت طاری نہ کرنا میں آج اختر سعید کو بھی مفصل خط لکھ رہا ہوں۔ ان کا خط کل آیا تھا، نوٹس انھوں نے حاصل کر لیا ہے۔ غالباً ندیم میں شائع بھی ہو گیا ہو۔ پاکستان کے اخباروں میں شائع ہونے کے لیے بھی جا چکا ہے۔ ۱۵ مئی پیشی کی تاریخ ہے۔ بہرحال اگر لطیف صاحب کو پیروی منظور ہوگی تو تصفیہ میں تھوڑا بہت اور وقت صرف ہوگا، سوائے اس کے اور کیا ہوگا۔

تم اس خط کا جواب لکھو تو الیاس میاں کے دفتر کا مفصل پتہ مجھے پھر لکھ بھیجنا، مجھے یاد نہیں رہا، کیونکہ اس عرصے میں احتیاطاً میں اُنھیں کے پتہ پر خط لکھوں گا۔

ہاں مجھے ۲۵ تاریخ سے ایک کمرہ کرایہ پر مل گیا ہے، ۱۷۵ روپیہ کرایہ ہے، میں ۲۵ کو وہاں Shift ہو جاؤں گا، فی الحال تم خط اسی پتہ پر لکھو، نیا پتہ تمہیں منتقل ہونے کے بعد ہی لکھوں گا۔

دیکھو تم کسی قسم کا خوف دل میں نہ آنے دینا، ہمت اور حوصلے ہی سے ہر کٹھن بات آسان ہو جایا کرتی ہے۔ بقول صفیہ کے: "امتحانِ وفا کو تو اس سے بھی سخت تر ہونا چاہیے"۔

اچھا سب کو میرا سلام و دعا کہو، اور شاہد کو پیار۔ ہاں یہ بات تم ابا جی اور الیاس میاں کے علم میں نہ لانا۔

میری ساری محبتیں تمہارے لیے ہیں، کیا یہ کافی نہیں؟

یہ خط تمہیں وارثی صاحب کے گھر پر بیٹھا لکھ رہا ہوں، آجکل ۲۱ آرکیڈیا میں مہمانوں کی بہتات ہے، کل سے میں یہیں سو رہا ہوں۔

تمہارا ہمیشہ
جاں نثار اختر

۱۵ اپریل ۱۹۳۶ء

●

عزیز خدیجہ،

تمہارے خط مجھے ملتے رہے، لیکن الیاس کے پتہ کا انتظار تھا۔ اس لیے تمہیں جواب نہ لکھا — یہ خط احتیاطاً تمہیں الیاس میاں کی معرفت بھیج رہا ہوں۔ مجھے معلوم نہیں ہو سکا کہ لطیف صاحب یہاں سے پاکستان واپس ہو گئے یا بھوپال گئے ہیں۔

تمہارے خط کے ساتھ ہی اختر سعید کا خط بھی ملا تھا، اُنھیں دو تین دن ہوئے جواب بھی لکھ چکا ہوں، ممکن ہے وہ تم سے دوبارہ ملنے آئے ہوں، میں نے اُنھیں تاکید کر دی تھی کہ وہ تم سے اس عرصے میں وقتاً فوقتاً ملتے رہیں تم اپنے کو بالکل پریشان نہ کرنا کسی صورت میں بھی۔ جو ہوگا بہتر ہی کے لیے ہوگا، اس کا یقین رکھنا بڑی بات ہے۔

میں اچھی طرح ہوں، آجکل زیادہ کیا تقریباً تمام وقت نیر کے ساتھ گذرتا ہے۔ اکثر رات کو بھی وہیں سو جاتا ہوں اُس کی تنہائی کے خیال سے۔ مسز نیر تو آجکل ہیں نہیں، امرتسر گئی ہوئی ہیں۔

آئ ہے ایک نئی تصویر "عالم پناہ" کے گیت شروع ہوئے ہیں۔ ہاں آج شریمتی ۲۰ ۴۲ کا Premier ہے، اس وقت ۸ بجے ہیں، ۹ بجے وہاں جانا ہے۔

کمرہ ابھی تک مجھے نہیں مل سکا ہے، اب غالباً پہلی سے مل جائے۔ کل صبح وارثی صاحب کی معرفت ایک فلیٹ دیکھنے بھی جا رہا ہوں، کرایہ دو سو ہے، اس لیے سوچتا ہوں ایک سو پچھتر میں ایک کمرہ لینے کے بجائے دو سو کا فلیٹ ہی کیوں نہ لے لیا جائے۔

حیدر آباد سے اُردو کانفرنس کا بلاوا آیا ہے۔ میں نے سوچا تھا مئی کے وسط میں چند دن کے لیے بھوپال آؤں، بلکہ عید ہی وہیں کی کروں، لیکن اب خیال یہ ہے کہ بھوپال آنا منسوخ، اور حیدر آباد کی روانگی برحق۔

ہاں بمبئی ابھی تک تمہارے رائٹنگ پیڈ کے بارے میں کچھ نہیں کیا ہے۔ کچھ دن اور صبر کرو۔

میری جانب سے بی آپا اور ابا جی کو آداب کہو، اور سب بہن بھائیوں کو دُعا۔

تمہارا ہمیشہ

جاں نثار اختر

●

۲۵۔ آرکیڈیا بلڈنگ

بائیکلہ۔ بمبئی ۸

عزیز خدیجہ،

کوئی ساڑھے بارہ بجے کمرے پر آیا تو تمہارا ۲۵ کا لکھا ہوا خط ملا۔ سوچا صبح اُٹھتے ہی تمہیں جواب لکھ دوں گا لیکن جیسے کسی نے آنکھوں سے نیند چرا رکھی ہو۔ دو گھنٹے کروٹیں بدلتا رہا، ناچار اب بجلی on کی ہے اور تم سے باتیں کرنے بیٹھ گیا ہوں۔

آج غالباً دس گیارہ دن بعد اپنے کمرے پر سونے آیا ہوں ورنہ آجکل سوتا بھی نیر کے یہاں ہوں۔ ہاں نقوش کا مجاز نمبر میں نے پڑھا ہے۔ رضا انصاری ہمارے پرانے دوستوں میں ہیں۔ اور "علمائے فرنگی محل" سے نسبت رکھتے ہیں۔ اُن کا مضمون خاصا ہے۔ محمد حسین کے بارے میں تمہاری رائے بہت یک طرفہ ہے۔ اُن کی ڈائری کے اوراق میں بعض باتیں ضرور اہم اور دل چسپ ہیں۔ "جاودانی" پر انھوں نے جو تبصرہ کیا تھا اُس کے بعض Points سے مجھے بھی اختلاف ہے لیکن یہ تو اپنی اپنی رائے ہے، آخر تم دوسروں کی آزادیٔ رائے کو کیوں چھین لینا چاہتی ہو۔

ہاں تم نے فاروقی صاحب کے خط کا جواب نہیں دیا۔ آج تمہارے خط کے ساتھ ان کا بھی کارڈ ملا ہے۔ تم انھیں پہلی فرصت میں دو سطریں ضرور لکھ دو۔ اس میں مجھ سے پوچھنے کی تو کوئی بات ہی نہ تھی، یہ تو تمہارا اخلاقی فرض ہے میری دوست — انھیں بس یہی کچھ لکھ بھیجو کہ جس طرح آپ کو مجھ سے اپنی واقفیت حاصل ہے اسی طرح اختر صاحب کی معرفت مجھے بھی آپ سے اپنی تعارف حاصل ہے۔ آپ کے اس تحفہ کی خبر اختر صاحب نے مجھے پیشگی دے رکھی تھی، میں اس کے لیے آپ کی شکر گزار ہوں اپنی طرف سے بھی اور اختر صاحب کی طرف سے بھی کیونکہ اُن کے واسطہ ہی سے تو مجھے اسے قبول کرنے کی جرأت ہوئی ہے۔ بس ایک مختصر سا خط انھیں ضرور لکھ دو۔

اور اپنی بہت سی باتیں تمہیں کیا لکھوں۔ کل شریمتی ۴۲۰ ریلیز ہو گئی — ہاں مکان پہلی تاریخ سے مل جائے گا۔ لیکن فلیٹ نہیں، وہی کمرہ جس کے بارے میں تمہیں اپنے پہلے خط میں لکھ چکا ہوں۔

اور یہ — کہ کل تمہیں الیاس میاں کے پتہ پر ایک خط پوسٹ کر چکا ہوں۔ یہ خط بھی کل اُنھیں کی معرفت تمہیں بھیجوں گا۔ پتہ نہیں اگر براہ راست بھیجوں تو فی الحال تمہیں پہنچ سکے گا یا نہیں۔

اختر سعید کو کل خط لکھوں گا۔ انھوں نے عدالت کا نوٹس مجھے بھیج دیا تھا کوئی دس دن ہوئے کہ اسے جلد سے جلد پاکستان کے اخباروں میں شائع ہو جانا چاہیے۔ چنانچہ اس نوٹس کو میں نے اُسی دن کراچی بھیج دیا تھا، کل دن میں EXPRESS ٹیلی گرام بھی دیا اور رات کو ٹیلی فون کیا۔ بہرکیف آج تار وصول ہو گیا ہے۔ وہ نوٹس "کراچی ٹائمز" اور "امروز" میں ۲۴ تاریخ کو شائع ہو گئے ہیں۔ کل تک غالباً اُن کی کاپیاں بھی وصول ہو جائیں گی۔ معلوم نہیں اختر سعید نے "ندیم" میں اُسے ابھی تک شائع کرایا یا نہیں — بہرکیف میری دوست، تم اپنے کو Upset بالکل نہیں کرنا، سب کچھ بھلے کے لیے ہی ہوگا۔

اور اب کیا لکھوں — میری طرف سے سب کو سلام و دعا کہو۔ کل ظفر سے ملنے جاؤں گا تو معلوم ہو سکے گا کہ آپ کے لطیف صاحب بھوپال گئے ہیں یا واپس کراچی۔ اگر معلوم ہوا کہ کراچی گئے تو پھر یہ خط تمہیں براہ راست ہی پوسٹ کر دوں گا۔

اچھا، بہت سی دعائیں — شاہد کو پیار۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۷ اپریل ۱۹۵۶ء

خدیجہ،

سنو خدیجہ تمہارے خط کی کئی باتوں کا جواب رہ گیا۔ اس لیے پھر تمہیں لکھنے بیٹھ گیا۔
اختر سعید کے بارے میں یہ تمہارا "حسن ظن" ہے اور کچھ نہیں۔ وہ بے چارا اس نعمت سے محروم ہے۔ نہ جانے تمہیں ایسا کیوں محسوس ہوا، خواہ مخواہ تم نے آپا جی کو ملنے سے روک دیا۔
اور ہاں تمہاری یہ شکایت کہ اس طرف میں نے تمہیں دیر سے خط لکھے ہیں درست ہے، لیکن جب تم نے الیاس میاں کا پتہ لکھا جبھی تو خط لکھ سکتا تھا، رہا تمہارا یہ جملہ "سچ مجھے ایسا لگ رہا ہے جیسے آپ کو کوئی مجھ سے چھینے لے رہا ہے" تو اس کی تردید سے کیا فائدہ، کیا معلوم چھینے ہی لے رہا ہو۔ ایسی باتوں کا جواب تو تم خود اپنے سے مانگا کرو۔
رہا یہ کہ میں مئی میں بجائے تمہارے پاس آنے کے حیدرآباد جانے کی نیت کر رہا ہوں تو محض اُردو کانفرنس کے خیال سے۔ ظاہر ہے کہ دو دفعہ ایک ہی مہینے میں نکلنا نہیں ہو سکتا۔ تم نے لکھا ہے تم اس پر پھر بات کرو گی۔ تو یہی نا، کہ میں حیدرآباد جاؤں یا نہ جاؤں بھوپال ضرور آؤں۔ تم اگر یہی چاہو گی تو یہ کون سی بڑی بات ہے۔
اچھا، اب اجازت دو۔ تمہاری موجودہ پریشانیوں کے خیال سے بعض وقت کیا ہر وقت ہی جی کڑھتا رہتا ہے۔ خیر یہ دور ضرور ختم ہوگا۔ تم ہمت رکھو۔
"سُکھ کے لیے سیکھ رکھوں پہلے دُکھ اُٹھانا"

اچھا۔ تمہارا
جاں نثار اختر

۳۰ اپریل ۱۹۵۶ء

●

خدیجہ عزیز،

تمہارے ۲۸ کے لکھے ہوئے دونوں خط ملے۔ میں نے تمہیں الیاس کی معرفت دو خط بھیجے ہیں، تمہارے خط سے اتنا پتہ چلا کہ تمہیں فی الحال ایک ہی خط پہنچا ہے۔ الیاس میاں کا خط بھی آج آیا ہے، انھیں بھی جواب لکھ رہا ہوں۔ تم مطمئن رہو ہر بات اپنے وقت پر ہو جائے گی۔ آج اختر سعید کو بھی خط لکھوں گا۔ پاکستان کے اخباروں کراچی "ٹائمز" اور "امروز" میں ۲۴ تاریخ کو نوٹس شائع ہو چکا ہے۔ "ندیم" میں ابھی تک کیوں شائع نہیں ہوا، یہ تعجب کی بات ہے۔ بہرکیف اس کی باز پرس تو اختر سعید سے کرنا ہوگی۔

میں کل آرکیڈیا بلڈنگ سے چلا جاؤں گا۔ پہلی سے وہی کمرہ جس کے بارے میں تمہیں لکھا تھا مل گیا ہے۔ کرایہ ضرور زیادہ ہے مگر بہت سی آسائشیں بھی میسر ہیں۔ جس میں ایک ٹیلیفون کی آسانی شامل ہے۔ فلیٹ نہیں مل سکا۔ بہرکیف وہاں منتقل ہو کر بھی اسی کوشش میں رہوں گا کہ مہینہ دو مہینہ کے اندر کوئی فلیٹ دستیاب ہو جائے۔ آخر تمہیں جو بمبئی آنا ہے۔

اور کیا لکھوں میری دوست۔

سب کو میرا سلام دعا کہو۔ عذرا امّی اور شاہد کو پیار۔

تم خط موجودہ پتہ ہی پر لکھنا۔ پرسوں تمہیں خط لکھوں گا بلکہ شاید کل رات ہی کو تو نیا پتہ تمہیں لکھ بھیجوں گا۔

تمہارا ہمیشہ

۲۰ر اپریل ۱۹۵۶ء　　　　جاں نثار اختر

●

عزیز بہ عزیز،

آج کئی دن بعد تمہیں خط لکھنے بیٹھا ہوں۔ پہلی بات تو یہ کہ میں منتقل ہو کر نئے کمرے میں آ گیا ہوں۔ تقریباً پانچ سال آرکیڈیا میں گذارے، بہت سے اچھے اور برے وقت وہاں رہ کر دیکھے، اُسے چھوڑتے ہوئے کچھ قلق ضرور ہوا باوجود اس کے کہ وہاں کوئی آسائش میسر نہیں تھی۔ بہرکیف خلیل صاحب کا میں بہت شکرگذار ہوں کہ اُنھوں نے بڑے طویل عرصے تک میرا ساتھ دیا، اس زمانے میں اور خصوصاً بمبئی میں اتنی لمبی مدّت کے لیے کون پناہ دیتا ہے۔

ہاں تو میں دوسری کو منتقل ہو کر یہاں آ گیا تھا، یہاں ہر طرح کا آرام ہے البتہ تنہائی بڑی شدّت سے محسوس ہوتی ہے اور اسی لیے بہت کم وقت میرا کمرے پر گذرتا ہے۔ آجکل تو اکثر رات کو بھی نیر کے یہاں رہ جاتا ہوں۔ ویسے بھی کام کی زیادتی ہے۔ دو گانے ۱۴ کو دو ۱۶ کو دو گانے ۱۸ کو اور دو گانے بیس تاریخ کو ریکارڈ ہونے ہیں۔ ان آٹھ گانوں میں ابھی صرف تین گیت مکمل ہوئے ہیں۔ اس کوشش میں ہوں کہ ۱۶ تک سب گیت ہو جائیں ورنہ حیدرآباد کانفرنس میں جانا ممکن نہ ہوگا۔ اور آثار تو ایسے ہی نظر آتے ہیں کہ غالباً شرکت نہ کر سکوں۔ رہا بھوپال آنا تو وہ بھی فی الحال معرضِ التوا میں سمجھو۔ یہ یقین رکھو کہ جب بھی فرصت مل سکی دو تین دن کے لیے بھوپال ضرور آؤں گا۔

ہاں آج تمہارے تین خط اکٹھے ملے، پہلی، تیسری اور پانچویں تاریخ کے لکھے ہوئے۔ عذرا کی کامیابی سے خوشی ہوئی اُسے میرا پیار پہنچانا اور اس سے کہنا کہ اب تمہارا انعام تو ہم پر واجب ہوگیا ہے، تمہاری کیا فرمائش ہے؟ جادو اور سلمان کے امتحانات بھی ختم ہو گئے ہیں۔ غالباً جادو آج لکھنؤ بھی پہنچ گیا ہوگا۔ ان کا نتیجہ دس تک معلوم ہو جائے گا۔ دیکھو کیا ہوتا ہے۔ جادو صاحب کی طرف سے تھوڑا سا اندیشہ ضرور لگا ہوا ہے۔

آج تمہارے خط کے ساتھ اختر سعید کا کارڈ بھی آیا ہے۔ میں نے کراچی کے وہ اخبار رجسٹری سے ذریعہ بھجوا دیئے ہیں۔ آج تو غالباً انھیں مل بھی گئے ہوں گے، تمہارے لیے میری دعائیں ہمیشہ رہی ہیں اور ہمیشہ رہیں گی۔ تم حوصلہ اور ہمت رکھو۔ دنیا میں لوگ اپنے اپنے ذہن کے مطابق سوچتے ہیں۔ انھیں سوچنے دو۔ سچائی کے لیے لڑنا کوئی جرم نہیں۔

تمہاری ایک کتاب "سناٹا" میرے پاس بہت دنوں کی رکھی ہوئی ہے، ایک کتاب آج اور خریدی ہے، وہ بھی ندیم کے افسانوں کا مجموعہ ہے "بازارِ حیات"۔ کل تمہیں یہ کتابیں روانہ کر دوں گا، غالباً عید کے دن تمہیں پہنچ جائیں گی۔ اس لیے ان پر میں صرف اتنا ہی لکھ دیا ہے ــــ "بجائے عید کارڈ کے" ایک کتاب عذرا کو بھی بھیج رہا ہوں اُسے دے دینا۔

اور اب کیا لکھوں۔ اس طرف میں بہت مصروف رہوں گا اس لیے خط میں دیر ہو جائے تو فکر مند نہ ہونا۔ خط تم آرکیڈیا بلڈنگ کے پتہ پر لکھنا، آئندہ خط میں یہاں کا پتہ لکھوں گا، ابھی تو ٹھیک سے مجھے خود معلوم نہیں کہ یہاں کا پوسٹل ایڈریس کیا ہوگا۔

میری جانب سے ابا جی اور بی آپا کی خدمت میں آداب کہو۔ اور سب بہن بھائیوں کو دعا۔
شاہد کو پیار

تمہارا
جاں نثار اختر

۷ر مئی ۱۹۵۶ء

●

عزیز خدیجہ،

تمہارا خط مل گیا، آجکل نہ جانے کیوں ذہنی طور پر کچھ پریشان سا ہوں اور اس لیے سوچ رہا ہوں کہ بمبئی سے کچھ دن کے لیے باہر چلا جاؤں۔ حیدرآباد میں ۱۸، ۱۹ اور ۲۰ کو کانفرنس ہو رہی ہے آج میں نے اختر سعید کو خط لکھا ہے کہ وہ پندرہ کو مجھے تار کے ذریعہ صورت حال کی اطلاع دے دیں،

اُس کے بعد طے کروں گا کہ حیدرآباد جاؤں یا کانفرنس میں جانا منسوخ کر کے دو تین دن کے لیے بھوپال چلا آؤں۔

اور تم کیسی ہو۔

ہاں کل تو عید ہے، ساحر نے کل دوپہر کھانے پر مدعو کیا ہے، وہاں جانا ہوگا، واپس آکر بقیہ وقت کمرے ہی پر پڑے پڑے گذارنے کا پروگرام ہے۔ تمہاری کتابیں روانہ کر دی ہیں، غالباً اس خط سے پہلے ہی تمہیں مل جائیں گی۔

اچھا، اب اجازت دو، سب کی خدمت میں میرا سلام کہو اور خود کو بہت سی دعائیں۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۱ مئی ۱۹۵۶ء

●

معرفت مسٹر گپتا

چوتھی منزل

ڈابش روڈ۔ کولابہ۔ بمبئی

عزیزہ صفیہ،

تمہارا دس تاریخ کا خط مجھے آج ملا اور ساتھ ہی الیاس میاں کا خط بھی۔ تمہیں میرے خط نہ لکھنے کی شکایت ہے اور میں تم کو دو خط لکھ چکا ہوں۔ آخری خط گیارہ تاریخ کو لکھا ہے۔ خدا کرے تمہیں وصول ہو گئے ہوں۔ بس کھٹکا ہی لگا رہتا ہے۔ ہاں اس طرف دو تین دن میری طبیعت ناساز رہی اب اچھا ہوں۔ تم کیسی ہو اور حالات تمہارا کس طرح ساتھ دے رہے ہیں، فی الحال تو یہی فکر ہے۔ آج تو پندرہ تاریخ تھی نا۔ میں نے اختر سعید کو لکھا تھا کہ وہ پندرہ کی شام کو مجھے جو صورت ہو بذریعہ تار مطلع کر دیں۔ ۹ بجے تک میں نے اُن کے تار کا انتظار کیا اور وہیں آرکیڈیا بلڈنگ میں وقت گزاری کرتا رہا لیکن انتظار بیکار ہی گیا۔ پھر کام پر جانا تھا وہاں چلا گیا، اب تقریباً بارہ بج رہے ہیں کمرے پر لوٹ کر آیا ہوں اور تمہیں خط لکھنے بیٹھ گیا ہوں۔ تم مجھے مفصل معلومات کر کے ضرور خط لکھو ورنہ جب تک اختر کا خط نہ آئے گا بے چین ہی رہنا پڑے گا۔

حیدرآباد جانے کا پروگرام منسوخ کرنا پڑا، ادھر دو تین دن بیمار ہو جانے کے سبب جو کام ذمے پڑا ہوا تھا نہیں نبٹ سکا۔ پھر یہ بھی بات ہے کہ نہ جانے کیوں اس وقت حیدرآباد جانے کو

جی نہیں چاہ رہا۔ بہرکیف بمبئی سے چند دن کے لیے ضرور باہر جانا چاہتا ہوں۔ ممکن ہے اس ماہ کے آخر میں یا جون کی ابتدا میں دو ایک روز کو تم کو دیکھنے چلا آؤں۔

عذرا مُنّی کو میرا پیار کہنا۔ اُس کا بھیجا ہوا عید کارڈ مل گیا تھا۔ اُس کے پاس ہونے کا انعام تو قرض تھا ہی، اب عیدی بھی چڑھ گئی ہے۔ بہرکیف اُس کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور بھیجوں گا۔

اچھا، اب اجازت دو۔ سب کی خدمت میں میرا اسلام و دُعا، ہاں علی گڑھ میگزین کا مجاز نمبر میرے پاس نہیں آیا، اب حمیدہ کو لکھوں گا کہ وہ وہاں سے بھجوادیں۔

تمہارا

۱۵ر مئی ۱۹۵۶ء جاں نثار اختر

اچھی خدیجہ،

رات کا لکھا ہوا خط اس وقت پوسٹ کر رہا ہوں۔ ابھی ابھی آرکیڈیا بلڈنگ آیا ہوں محض تمہارے خط کی امید میں۔ اور دیکھو تمہارا خط رکھا ہوا ملا۔ ہاں اختر سعید کا تار بھی آگیا ہے۔ ۲۱ تاریخ بیانات کی مقرر ہوئی ہے۔ چلو اب تو چند دنوں کی بات رہ گئی ہے، مہینوں کا انتظار تو ختم ہوا۔

میں تو یہ سمجھتا ہوں خدیجہ کہ جو قدم تم نے اٹھایا ہے اُس میں تمہاری ضرور بھلائی ہے۔ لوگ تمہیں طعنے دیں یا الزام دیں یہ تو اس وقت تک کے لیے ہوتے ہیں جب تک تمہاری جیت دنیا کے سامنے نہیں آتی۔ کل یہی لوگ تمہاری تعریف کریں گے۔ تم سے محبت اور خلوص جتائیں گے۔ زمانے کی ریت یہی ہے میری دوست۔ اس لیے کہنا یہ ہے کہ کسی لمحہ میں بھی تم ان کی باتوں سے دل شکستہ نہ ہوا کرو۔ تمہاری آنکھوں میں آنسو کیوں چھلک آتے ہیں۔ ان میں تو عزم کی چمک ہونی چاہیے، تلوار کی سی آب و تاب۔

آؤ میں اپنا کبھی کا کہا ہوا ایک شعر سناؤں۔

"اب ہجر کی راتیں کٹتی ہیں اب خیر سے وہ دن آتا ہے
اب آپ ہمارے ہوتے ہیں، اب آپ ہمارے ہوتے ہیں"

بہت سی دعائیں اور ——

تمہارا

۱۶ر مئی ۱۹۵۶ء جاں نثار اختر

خدیجہ عزیز،

اس طرف تمہیں برابر پنسل سے خط لکھ رہا ہوں، تمہیں کوفت تو نہیں ہوتی۔ بس روز سوچتا ہوں کہ آج Ink منگواؤں گا اور روز بھول جاتا ہوں۔ خیر آج ضرور خرید لاؤں گا۔

پرسوں تمہیں خط لکھ چکا ہوں۔ آج اتوار ہے، ڈیڑھ بجے تک فرصت ہے، اس وقت آئے ہوئے خطوں کا جواب لکھنے بیٹھ گیا ہوں۔ چار پانچ خط لکھ بھی چکا ہوں۔ اب تم سے باتیں کرنے کا موڈ آ گیا۔ باقی خطوں کا جواب پھر دیکھا جائے گا۔

تم کیسی ہو، اب تو تمہیں جلدی جلدی خوب ساتندرست ہو جانا چاہیے۔ تمہاری اس ذہنی کش مکش کا تو اب خاتمہ ہی ہے، جو تمہیں گھُن کی طرح کھائے جا رہی تھی۔ آج بینش ہے، کل اکیش ہوگی۔ کل تو بیانات کی تاریخ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ سات آٹھ دن ہی میں آخری مرحلہ بھی انجام پا جائے گا۔ اور تمہاری گلو خلاصی ہو جائے گی۔ پھر اس کے بعد......

مجھے آج وہ مصرعہ یاد آ رہا ہے، جو بہت پہلے کبھی میں نے تم کو لکھا تھا۔

"نہ شاخِ گل ہی اونچی ہے نہ دیوارِ چمن بلبل"

دیکھو نا ہم تھوڑی سی ہمت اور تھوڑی سی جدوجہد سے اپنی قسمت کو بنا اور سنوار سکتے ہیں۔ یہ بات غلط تو نہیں۔

ہاں آپا کا خط کراچی سے آیا ہے، نفیس کی شادی جولائی کے مہینے میں ہو رہی ہے میں نے آج اُنھیں بھی خط لکھا ہے اور صحیح تاریخیں معلوم کی ہیں۔ نفیس بہت پیاری لڑکی ہے اس کی شادی میں میں ضرور جانا چاہتا ہوں۔ اور اب تو تمہیں بھی چلنا ہی پڑے گا۔ خیر جون میں میں بھوپال آؤں گا، دو تین دن ہی کے لیے سہی اس وقت یہ پروگرام طے کریں گے۔

سلمان امتحان میں پاس ہو گیا ہے، اب وہ آٹھویں جماعت میں آ گیا ہے۔ جادو صاحب کا نتیجہ ابھی برآمد نہیں ہوا، اُن سے ذرا اندیشہ ہی رہتا ہے۔

اچھا، خط کب لکھ رہی ہو۔

عذرا اور شاہد کو پیار۔

تمہارا ہمیشہ

جاں نثار اختر

۲۰ مئی ۱۹۵۶ء

معرفت مسٹر گپتا

سی گلمپس

ولٹن روڈ ۔ بمبئی ۱

اچھی خدیجہ

آج آرکیڈیا کے دو چکر لگائے، تمہارے خط کی امید میں، لیکن تمہارا خط نہیں ملا، تم اچھی تو ہو؟ ۔ میں اس عرصے میں تمہیں کئی خط لکھ چکا ہوں، خدا کرے تمہیں برابر ملتے رہے ہوں ۔ بہرکیف، یہ بھی چند دن کی بات ہے، پھر خط کھونے کا سوال ہی کیا پیدا ہوگا۔

آج ۲۱ تاریخ ہے ۔ آج غالباً فیصلے کے نفاذ کی آخری تاریخ مقرر ہوگئی ہوگی ۔ میں نے اختر کو لکھا ہے کہ وہ مجھے اس دن تار سے مطلع کریں ۔ میں اُس کے فوراً بعد ہی تم سے ملنے آؤں گا ۔ تم میری کیا کیا خاطریں کروگی، یہ سوچ رکھو

تمہارے لیے آج "کنوارے کھیت" خرید کے لایا ہوں ۔ یہ "اور ڈان بہتا رہا" کا دوسرا حصہ ہے ۔ اب اسے بھیجوں گا نہیں اپنے ساتھ ہی لاؤں گا ۔

اچھا، اجازت دو — اور جلدی سے خط لکھو ۔

میری جانب سے اباجی اور بی آپا کی خدمت میں آداب اور سب بہن بھائیوں کو دُعا ۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۱ رمئی ۱۹۵۶ء

●

معرفت مسٹر گپتا

چوتھی منزل ۔ سی گلمپس

ولٹن روڈ ۔ بمبئی ۱

اچھی خدیجہ،

تمہارے ۲۰ اور ۲۱ کے خط مجھے آج اپنے نئے کمرے پر پہنچے ۔ اگر آج بھی تمہاری خیریت معلوم ہوتی تو شام کو تمہیں تار دینے کی سوچ چکا تھا ۔

تو اس کے معنی ہیں تمہارا بیان ہو چکا، اور ۲۱ کو چغتائی اور جمید چچا کے بیانات بھی ہو گئے ہوں گے ۔ اب تو صرف فیصلہ ہونا رہ گیا ہے ۔ صرف دو تین دن کی بات ! ایا کیا پتہ ۲۱ کو عدالت

نے فیصلہ ہی دے دیا ہو، لیکن غالباً اس کے لیے کوئی تاریخ دی ہوگی، ورنہ اختر سعید کا تار میرے نام ضرور آتا۔

ہاں تم نے یہ وہم اپنے پر کیوں طاری کر لیا ہے کہ شاید تم سے نہ چھن جائے۔ لطیف صاحب نے جب مقدمہ کی کوئی پیروی ہی نہیں کی تو شاہد اُن کے سپرد کر دیا جائے اس کا سوال ہی کیا پیدا ہوتا ہے۔ اب اگر تم یہ سوچتی ہو کہ وہ بعد میں آکر شاہد پر اپنا حق جتائیں گے تو اب اُنھیں شاہد کو حاصل کرنے کے لیے عدالت میں دعوا کرنا پڑے گا، اور خدیجہ تم یقین رکھو وہ ہرگز اس جھنجھٹ میں نہیں پڑیں گے۔ تم ایسے مردوں کی نفسیات کیوں نہیں سمجھتیں۔ اُنھیں اگر شاہد کو لینا ہی ہوتا تو وہ اس وقت آکر کم سے کم اپنے بچے کو لے جانے کی بات کرتے۔ اس وقت جب انھوں نے کوئی اقدام نہیں کیا تو آئندہ وہ کیا اقدام کریں گے۔ اور بالفرض اگر کیا بھی تو ہم لوگ مقدمہ لڑیں گے اور ضرور جیتیں گے۔

اچھا، تم اب متفکر ہونا چھوڑ دو۔ تمہاری فکریں اب میری فکریں ہیں، اب تمہیں فکر کرنے کا کوئی حق نہیں۔ آؤ مسکرا دو۔ دیکھو اب مجھے کام پر جانا ہے۔ کل تمہیں پھر خط لکھوں گا۔ اپنا پتہ تمہیں پھر لکھ رہا ہوں اُس میں Colaba لکھنے کی ضرورت نہیں۔ اس کی بجائے ——— Bombay I لکھا کرو۔ پیار

۲۳ مئی ۱۹۵۶

تمہارا

اختر

●

معرفت مسٹر گپتا

چوتھی منزل ۔ سی گلمپس

واٹن روڈ، بمبئی ۱

پیاری خدیجہ،

ترا تار ملا ——— آخر تم اپنے ذرا سے حوصلے سے یہاں تک آہی گئیں نا؟ آج مجھ پر کچھ عجیب سی کیفیت طاری رہی۔ تمام وقت تمہیں اپنے دل سے کتنا قریب محسوس کرتا رہا۔ آؤ اب تو کچھ بھی ہمارے درمیان حائل نہیں، ہم ہمیشہ کے لیے ایک ہو جائیں۔

میری دوست، مجھے خوشی ہے تو اس بات کی کہ میں نے جس خلوص، دوستی اور محبت کا دعوا تم سے کیا تھا اس کے نبھانے کا وقت آپہنچا۔ اس تین سال کے عرصے میں کبھی کبھار تمہارا ذہن میری

طرف سے ضرور مذبذب اور مشکوک ہوتا رہا، دوسروں کے کہنے سننے سے، یا پھر میرے ہی کسی طرزِ عمل سے — پھر بھی میں نے کسی ایک لمحے کے لیے بھی تمہیں اپنے ذہن سے علیحدہ نہیں ہونے دیا۔ میں اس عرصے میں بھی تمہارا بُرا دوست ثابت نہیں ہوا جس کا اعتراف تمہارا دل ضرور کرتا ہوگا۔ نہ جانے کتنے لوگ سوچتے رہے کہ میں تم سے محض کھیلنا چاہتا ہوں اور شاید آج بھی کچھ لوگ تم سے یہی کہتے ہوں تو کوئی تعجب نہیں، لیکن انھیں کون یقین دلائے، خیر آج بھی نہ سہی کل تو انھیں اس اپنی غلط فہمی کو دور کرنا ہی ہوگا۔

ہاں تو خدیجہ، اب تو تم میرے لیے نئی زندگی لے کر آ ہی رہی ہو۔ مجھے نہیں معلوم کہ تمہاری کیا کیا توقعات مجھ سے ہوں گی اور میں اُنھیں کہاں تک پورا کر سکوں گا، البتہ میں تم سے ایک توقع ضرور رکھتا ہوں اور ہمیشہ رکھوں گا کہ تم مجھے چاہو یا نہ چاہو صفیہ کو ہمیشہ چاہتی رہو گی اور صفیہ کو چاہنے کے صرف ایک ہی عملی معنی ہیں کہ تم اُس کے بچوں کو وہ محبت اور پیار دے سکو جس سے وہ محروم ہو چکے ہیں اور جس کی کمی ان کے دل ضرور محسوس کرتے رہوں گے۔ اس سے زیادہ میرا تم سے اور کوئی تقاضا نہیں۔ اس وقت میز پر صفیہ اور جادو کی تصویروں کے درمیان تمہاری تصویر رکھی ہوئی ہے، صفیہ کی جھکی نگاہیں اور جادو کی اُٹھی ہوئی نگاہیں جیسے تم سے مطالبہ کر رہی ہوں — مجھے یقین ہے میری دوست کہ تم اس آدرش کو ضرور پورا کرو گی جو میرے ذہن میں تمہارے لیے ہے۔ تم نے ہمیشہ اونچا سوچا ہے اور ہمیشہ اونچا ہی سوچو گی۔ ممکن ہے کسی موقع پر مجھ سے لغزش ہو تو میں تم سے یہی امید کروں گا کہ تم مجھے سنبھال لو گی مجھے ٹھوکریں کھانے کے لیے نہ چھوڑ دو گی۔ آؤ میری دوست، میری محبت بن کر میرے پاس آؤ میری زندگی بن کر میرے پاس آؤ، میرا ناز، میرا غرور، میری قوت بن کر میرے پاس آؤ۔ میری صفیہ بن کر میرے پاس آؤ، آؤ میں تمہیں پاکر وہ سب کچھ پالوں جو مجھ سے چھین لیا گیا ہے، آؤ میری محرومیاں میری تنہائیاں میرے آنسو تمہیں بلاتے ہیں

میں رات کو اس کے آگے تمہیں کچھ لکھ ہی نہیں سکا۔

اچھا یہ بتاؤ، تم کیسی ہو؟ تمہاری تندرستی کا کیا حال ہے۔ میں جلد سے جلد فرصت نکال کر چند دن کے لیے بھوپال آؤں گا۔ غالباً تین گیت لکھنے کے بعد مجھے تین چار دن کی مہلت مل جائے۔ بس سمجھو جون کے پہلے ہفتہ میں۔ اگر تم اپنی تندرستی میں ذرا سی بھی کسر پاتی ہو تو پھر میں چاہوں گا کہ تم بمبئی میرے ساتھ ہی آجاؤ اور یہاں رہ کر پوری طرح اپنا علاج کرو۔ جہاں تین سال گذرے

وہاں ایک آدھ مہینہ اور بھی' ویسے بھی غالباً ابھی تمہارے اسلامی قانون کے مطابق مواہ مخواہ کی مدت نہیں گذاری ہوگی۔ ہاں تم الیاس میاں کی معرفت قاضی شہر سے اس کی تحریری تصدیق بھی کرالو کہ طلاق کی اس صورت میں زمانۂ عدت کیا ہوگا۔ یہ بات میں آپا جی وغیرہ کی وجہ سے لکھ رہا ہوں۔ ورنہ رکھا کیا ہے اس میں۔ بہرکیف اگر سماجی خوبصورتی برقرار رکھیں تو اچھی ہی بات ہے۔

ہاں یہ بہت بھو کہ چغتائی تمہارے اتنے طرفدار ہو گئے کہ گواہی کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے' بہرحال اُن کا ممنون تمہیں ہونا ہی چاہیے' ویسے تو ہم دونوں ہی اُن کے ممنون ہیں کیونکہ ہماری پہلی ملاقات تو اُن ہی کی وساطت سے ہوئی ہے۔ امین کا کیا کہنا ہے اب؟

اور اب کیا لکھوں۔ میرا کل کا لکھا ہوا خط' جس کے بعد ہی مجھے اختر سعید کا تار ملا' تمہیں پہنچ گیا ہوگا۔ شاہد کے بارے میں تم بالکل متفکر نہ ہو' اب وہ تمہارا ہی بچہ نہیں میرا بھی بچہ ہے۔

سعیدہ اور عذرا کو دعا اور پیار کہو۔ بی آپا اور ابا جی کی خدمت میں آداب۔

اچھا' خدیجہ' میرے پیار قبول کرو اور بے شمار دُعائیں۔

تمہارا ہمیشہ

۲۴ر مئی ۱۹۵۶ء جاں نثار اختر

●

معرفت مسٹر گپتا۔ سی گھپس

والٹن روڈ

بمبئی ۱۵

پیاری خدیجہ'

تمہارا ۲۱ کا خط ملا' آج بھی تمہارے خط کا انتظار تھا' دل کہتا ہے کل ضرور آئے گا۔ تمہیں میرے خط نہ لکھنے کی شکایت کیوں ہے' اس طرف تو میں نے تمہیں متواتر خط لکھے ہیں۔ پرسوں بھی تمہیں خط لکھا ہے' کل بھی ایک مفصل خط لکھا ہے' اور دیکھو آج بھی لکھ رہا ہوں۔

تم کیسی ہو؟

کل رات تقریباً ایک بجے گھر پر لوٹ کر آیا۔ "نیا انداز" کے گیتوں کا ریکارڈنگ تھا۔ Don't کی طرز جیسے ہی دل کش ہے لیکن کسر یہ رہی کہ گایا شمشاد اور کشور نے۔ کل تو یہاں بارش کا پہلا چھینٹا بھی پڑ گیا' رات بڑی خوبصورت تھی۔ لیکن عشرتِ تنہائی سے زیادہ تو کچھ نہ تھا۔ تنہائی

کے ساتھ عشرت کا لفظ میں نے قصداً استعمال کیا ہے' تم نہیں تو تمہارا تصور تو میرے ساتھ تھا نا؟

آج تمہارے لیے میں نے دو ساڑیاں خریدی ہیں' ایک اپنی پسند کی اور ایک تمہاری فرمائش کی۔ اب پتا نہیں، جو ساڑی تمہاری فرمائش کے مطابق خریدی ہے وہ کہاں تک تمہیں پسند آئے گی' رنگ اس کا منور سیاہ ہے اور پلو بھی سیاہی مائل سرخ ہے' البتہ بورڈر پائپنگ والا نہیں ہے ایک انگل چوڑا ہے۔ اب یہ ساڑیاں اپنے ساتھ ہی لاؤں گا' بھیجنے کی جھنجھٹ کون کرے۔

اور اب کیا لکھوں۔ اس وقت زیادہ سے زیادہ نو بجے ہوں گے' آج میں شام ہی سے کمرے پر آگیا ہوں۔ اب خط ختم کر کے کھانا کھانے جانا ہے کسی ہوٹل میں۔ پھر ذرا وارثی صاحب کی طرف جاؤں گا' وہ یہاں سے بہت قریب رہتے ہیں۔ اُن سے مکان کا تقاضا کرنا ہے۔ انھوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ جون کے اندر اندر فلیٹ دلوا دیں گے۔

میری طرف سے سب کو سلام و دعا پہنچاؤ۔ شاہد کی طبیعت اب کیسی ہے اس کو میرا پیار کہو۔ اور یہ کہ مجھے خط برابر لکھتی رہو۔ میں روز ہی تو تمہارے خط کا انتظار کرتا ہوں۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۵ مئی ۱۹۵۶ء

●

پیاری خدیجہ'

تمہارا خط آج بھی نہیں آیا' کل اتوار ہے' اب پرسوں کی امید میں جینا ہے۔ تمہارا آخری خط ۱۲ کا لکھا ہوا ملا تھا' آخر تم خاموش کیوں ہو' تمہاری طبیعت تو اچھی ہے نا؟ تین چار دن سے تقریباً میں روزانہ تمہیں خط لکھ رہا ہوں۔ تمہارا جواب نہ آنے تک دل بے چین ہی رہ گیا' مجھے فوراً اپنی خیریت لکھو۔

آج شام کو نیر کے یہاں سے جلدی فرصت مل گئی تھی تو وارثی صاحب کے یہاں چلا گیا' اب اس وقت تقریباً پونے بارہ ہوں گے ابھی ابھی واپس آیا ہوں۔ آج تو وہاں میں پورے وقت تمہاری ہی باتیں کرتا رہا۔ وارثی صاحب کا مشورہ ہے کہ یہ دو تین دن کے لیے فی الحال بھوپال جانا بیکار کی بات ہے۔ دوبارہ بیس پچیس دن بعد پھر جانا پڑے گا' لہٰذا اب تو اکٹھا ہی جائیے۔ اور میں سوچتا ہوں بات تو بالکل ٹھیک ہے' پہلی جولائی تک میں بھوپال آؤں اور پھر تمہیں ہمیشہ کے لیے اپنے ساتھ لیتا آؤں۔ تمہارا کیا حکم ہے؟؟

ہاں الیاس میاں تو غالباً ابھی دہلی سے واپس نہ آئے ہوں گے۔ آج میں اختر سعید کو خط لکھ رہا ہوں، انھیں کو لکھتا ہوں کہ وہ اس وقفہ کی تحریری تصدیق، جہاں سے ہوتی ہو وہاں سے حاصل کریں۔ اللہ مجھے لکھ بھیجیں۔ بس یہ میعاد جس دن ختم ہونے والی ہوگی میں اسی دن آ کے تمہیں لے جاؤں گا ۔ تمہیں تو اس کا یقین ہے نا؟

مجھے اس وقت تمہیں کئی دفعہ کا لکھا ہوا مصرعہ پھر یاد آ رہا ہے ۔

دشاخِ گل ہی اونچی ہے نہ دیوارِ چمن بلبل

اب تو تم بھی اس صداقت کی قائل ہو گئی ہوگی ۔ آجکل بعض وقت میں اس پورے قصے کے تعلق میں کچھ عجیب غرور انگیزی کے ساتھ سب کچھ سوچتا ہوں ۔ نپولین کے بارے میں ایک مشہور جملہ ہے ۔

I came, I saw and I conquered

"میں آیا، میں نے دیکھا اور میں نے جیت لیا"۔ بس کچھ ایسا ہی احساس بیدار ہے لیکن اب تم مجھ تک جلدی سے آجاؤ، شاید ابھی تو تیس پینتیس طویل راتیں ہمارے درمیان حائل ہیں۔ کسی طرح یہ گذر چکیں۔

کون سی رات آن ملے گا دن بہت انتظار میں گذرے

اور اب کیا باقی رہا لکھنے کو ۔ ہاں دو تین دن ہوئے واجدہ کا خط آیا ہے ۔ اُسے امید تھی کہ میں حیدرآباد کانفرنس میں شرکت کے لیے ضرور آؤں گا ۔ میرے نہ پہنچنے سے بیچاری بڑی مایوس ہوئی، آج اُسے بھی مختصر سا خط لکھوں گا اور یہ خوش خبری بھی کہ تم اب مجھ تک آ رہی ہو۔

اچھا، اب اجازت دو ۔ ابھی اختر سعید اور واجدہ دونوں کو خط لکھنے ہیں، حالانکہ جی چاہتا ہے کہ بس تمہیں خط لکھ چکنے کے بعد چپ چاپ پڑا تمہارے ہی بارے میں سوچتا رہوں — ارے ہاں کل تو اتوار ہے ان لوگوں کو کل اطمینان سے خط لکھوں گا ۔

سب کو میرا سلام و دُعا کہو، شاہد اور عذرا مُنّی کو پیار ۔ شب بخیر۔

تمہارا

جاں نثار اختر

غالباً ۲۶ مئی ۱۹۵۶ء

معرفت مسٹر گپتا
سی گلمپس ۔ والٹن روڈ
بمبئی۔۱۔

عزیزہ خدیجہ

تمہارے ۲۲ اور ۲۴ کے خط ملے، کل صبح کی ڈاک سے، رات کو خیر کے یہاں رہ گیا تھا اس لیے تمہیں خط نہ لکھ سکا اب اس وقت وارثی صاحب کے دفتر بیٹھا تمہیں خط لکھ رہا ہوں۔

پہلی بات تو یہ کہ تم پتہ میں Colaba نہ لکھا کرو صرف Bombay I کافی ہے۔ Colaba لکھنے کی وجہ سے خط ایک دن Late ہو جاتا ہے، یہ بات میں تمہیں پہلے بھی لکھ چکا ہوں۔

میرے ۲۴ اور ۲۶ کے خط تمہیں ملے ہوں گے، بھوپال آنے کے بارے میں یہ ہے کہ دو تین دن کو آ تو سکتا ہوں لیکن یہی خیال ہے کہ دو تین ہفتہ کے بعد ہی پھر جانا ہوگا، اس لیے کیوں نہ اکٹھا آیا جائے، تاکہ تم میرے ساتھ ہی بمبئی آجاؤ۔

"عاشقی صبر طلب اور تمنا بے تاب" والا قصہ ہے نا؟

اختر سعید کا کل خط آیا ہے، اور کل ہی میں نے انھیں خط لکھا ہے کہ وہ اس "ہجر کی میعاد" کا تعین کرا کے مجھے لکھ دیں۔

تم میرے فی الحال نہ آنے سے آزردہ نہ ہونا، اگر تم آزردگی محسوس کرو تو مجھے تار دو میں فوراً چلا آؤں گا۔

اچھا، بہت سے پیار

ہو سکے تو مجھے اس عرصے میں روز ہی خط لکھتی رہو۔ یوں سوچو تم اگر روزانہ بھی خط لکھو گی تو زیادہ سے زیادہ تیس خط ہی تو تمہیں اور لکھنا ہیں۔

شاہد اور عذرا مُنّی کو پیار

وارثی صاحب کا کہنا کہ اُن کا سلام بھی تمہیں لکھ دوں، کیونکہ اُن کا کہنا ہے کہ اب تو تم سے اُن کا بھی رشتہ قائم ہو گیا ہے۔

تمہارا
جاں نثار اختر

۲۹ مئی ۱۹۵۶ء

خدیجہ پیاری

تمہارا خط ملا، اور میرا دل چاہا کہ تمہارے زانو پر سر رکھ کر بے تحاشا روؤں، اتنا روؤں کہ تم میرے آنسو پونچھتے پونچھتے گھبرا جاؤ۔ میری دوست تم میرے لیے میری صفیہ ہی ہو اور مجھے تم پر اُتنا ہی ناز ہے اور یہ اعتماد بھی کہ تم میرے اس ناز کو کبھی مٹنے نہ دوگی۔ نہ جانے مجھے کیوں پہلے ہی دن سے ایسا محسوس ہوتا رہا ہے کہ تم جیسے جنم جنم سے میری ساتھی ہو، تم اس جنم میں بھی میرے ہی لیے پیدا کی گئی تھیں، یہ اور بات ہے کہ تم اتنا بھٹک کر میرے پاس پہنچی ہو۔ لیکن پہنچنا تو تمہیں میرے پاس تھا ہی۔ اچھا آؤ اب ہم مل کر پھر ایک ہو جائیں۔

تا کس نہ گوید بعد ازاں من دیگرم تو دیگری

میرے ۲۶ اور ۲۹ کے خط بھی تمہیں مل گئے ہوں گے۔ البتہ مجھے تم پر غصہ آنے لگتا ہے، آخر تم مجھے دو دن سے کیوں بھولی ہوئی ہو، کل بھی تمہارا کوئی خط نہیں آیا اور آج بھی — میں اگر تمہیں روز ایک دن خط نہیں لکھتا ہوں تو کام کی مصروفیت ہوتی ہے، تم مجھ سے کوئی عذر نہیں کر سکتیں۔ بس میرا جی چاہتا ہے کہ تمہارا خط مجھے روز ملتا رہے، دور رہ کر تم اتنا تو میرے لیے کر ہی سکتی ہو، اور یہ بھی تھوڑے ہی دن کی تو بات ہے پھر تو — "جام سے لب ملے تو بارے آشنا" والی ساعت آ ہی جائے گی۔

دو تین دن ہوئے جادو کا خط آیا تھا، وہ امتحان میں پاس ہو گیا ہے۔ سلمان کا نتیجہ تو پہلے ہی آ چکا تھا، اندیشہ تو ذرا جوجو صاحب ہی سے تھا — بہرکیف شکر ہے وہ کامیاب ہو گئے۔ اب اس سال پھر جادو کو علی گڑھ ہی جانا ہوگا اور سلمان کا لکھنؤ میں رہنا ضروری ہوگا۔ کیونکہ علی گڑھ اور لکھنؤ کے کورس میں تھوڑا بہت فرق ہے اور ساتویں اور آٹھویں کلاس میں وہی کتابیں آدھی آدھی پڑھائی جاتی ہیں۔ البتہ اس سال کے بعد، میں چاہتا ہوں کہ دونوں کو یا تو بمبئی بلالوں یا دونوں ساتھ علی گڑھ میں بحیثیت بورڈر رہیں۔ شاہد کے بارے میں یہ ہے کہ ہم اُسے فی الحال جامعہ میں بھیج دیں۔ جامعہ میں بچوں کی ابتدائی تعلیم کا بہترین انتظام ہے۔ وہاں کی ثانوی تعلیم البتہ کسی کام کی نہیں — اور ہاں یہ "ہم" کا لفظ تو میں نے بیکار ہی لکھ دیا ہے، ورنہ بچوں کی تعلیم کے سلسلے میں مجھے تمہارے مشورے کی کوئی ضرورت ہے نہیں۔

اور یہ کہ میں نے اختر سعید کو خط لکھا ہے۔ الیاس میاں سے کہو کہ ذرا وہ بھی اختر کو کنگھنا کے اس "ہجر کی مدت" کا تعین کرالیں تاکہ میں اپنے بھوپال آنے کے دن گن سکوں۔

اب تجھے کیا لکھوں خدیجہ - ہاں آج تیرے لیے چوڑیاں بننے کو دی ہیں، اب یہ نہیں پتا تجھے میرا منتخب کیا ہوا ڈیزائن پسند آئے گا یا نہیں۔ بہرکیف اب تو بننے دے ہی دیں - چھ تاریخ کو اُس نے دینے کے لیے کہا ہے۔ اب تو یہ بتا کہ خالی چوڑیوں سے کیا کام چلے گا، تیرے لیے مجھے ابھی کیا کیا اور خریدنا ہے؟

اچھا، اب اجازت دو۔ میرے بے شمار پیار تمہارے لیے ہیں۔

سب کو میرا سلام و دُعا کہو۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۳۱ر مئی ۱۹۵۶ء

خدیجہ پیاری

رات کا لکھا ہوا خط ابھی پوسٹ نہیں ہوا تھا کہ اس وقت کی ڈاک سے تمہارا ۲۹ کا خط مل گیا۔ تمہارے سب ہی خط مجھے ملتے رہے، کوئی کھویا نہیں تم مطمئن رہو۔

اپنے آنے کے بارے میں ذہن کچھ فیصلہ نہیں کر چکتا۔ بعض وقت سوچتا ہوں بس آج ہی چل دوں، بعض وقت خیال آتا ہے کیا فائدہ دو دن کے لیے جانے سے، پھر کہیں ایسا نہ ہو کہ واپس آکر ایک دو مہینے بمبئی سے باہر قدم نکالنے کی فرصت ہی نہ ملے ـــ تم سے اتنا نہ ہوا کہ اختر سعید کو بلوا کے یا پھر الیاس میاں کے ذریعہ ہی اس "مدت" کی تصدیق کروا لیتیں، تاکہ مجھے فیصلے میں مدد ملتی۔ اگر یہ مدت طویل قسم کی ہے تو میں فوراً تمہارے پاس چلا آتا، اور اگر ایک دو ہفتہ کی اور بات ہے تو پھر بس تمہیں لینے ہی آتا۔ ہاں تمہارے خط کی روشنائی سے تو مجھے کوئی کوفت نہیں ہوئی البتہ تمہارے خط کا کاغذ دیکھ کر ضرور کوفت ہوئی، لیکن قصور تو میرا ہے کہ تمہارے رائٹنگ پیڈ ابھی تک میں نے چھپنے کے لیے نہیں دیے۔ لیکن یہ بھی اس لیے ہی تو نہیں دیے کہ اب تیرا نام تھوڑا سا بدلنے والا ہے، خدیجہ طلعت والے پیڈ چھپوا کر کیا کرنا ہے۔

اچھا اب اجازت ـــ پیار اور محبت

تمہارا

جاں نثار اختر

یکم جون ۱۹۵۶ء

خدیجہ پیاری،

تمہارے آج دو خط ملے، ۳۰ اور ۳۱ کے۔

بھئی میں تو سوچتا تھا کہ زیادہ سے زیادہ چالیس دن کی یہ جدائی ہوگی لیکن تین مہینے اور تیرہ دن تو کاٹے نہیں کٹیں گے۔ یہ بات میرے گلے نہیں اتر رہی۔ تم تو اباجی کے ذریعے یا اختر سعید کے ذریعہ محکمہ شرعیہ سے اس کی تصدیق کراؤ، آخر جب ایک طویل مدت تک تم لطیف صاحب سے علیحدہ رہی ہو تو طلاق کے بعد اتنی لمبی مدت کے کوئی معنی نہیں۔ یہ وقفہ تو شوہر سے فوری علیحدگی میں ہوا کرتا ہے۔ سوچو مذہب اور عقل میں کوئی بیر تو ہے نہیں اور عقل احمقانہ بات کو تسلیم کرنے سے انکار کرتی ہے۔ ہاں اگر عقل اور فقہ میں اتنا ہی تضاد ہے تو ایسی دینی تعلیم کو میرا سلام ہے۔

"چپ رہ نہ سکا حضرتِ یزداں میں بھی اقبال
کرتا کوئی اس بندۂ گستاخ کا منہ بند"

بہرکیف اس کی تصدیق اور تحقیق ضروری ہے۔ اب رہا میرے آنے کا سوال تو میں خود بھی اس صورت میں ایک دو دن کے لیے تمہارے پاس آنا چاہتا ہوں۔ کوئی تاریخ بالکل fix تو نہیں کر سکتا، مگر دس بارہ دن کے اندر آؤں گا۔ غالباً دو تین دن بعد تمہیں اپنے پہنچنے کی تاریخ لکھ سکوں۔ ابھی تو پنچولی صاحب کی نئی تصویر "فرشتہ" کے دو گیت لکھنے ہیں، جن کی تکمیل کے بغیر ہل نہیں سکتا۔

اچھا، ایک ضروری بات یہ کہ میں نے تمہاری چوڑیاں بننے کو دے دیں، اور آج چار چوڑیاں نمونے کے طور پر بن کر آگئی ہیں، اُن میں سے ایک چوڑی تمہیں وارثی صاحب کے دفتر سے Insured کرا کے پرسوں روانہ کروں گا، کل تو اتوار ہے نا، یہ چوڑی میں تمہیں اس لیے بھیج رہا ہوں کہ تم پہن کر دیکھو، تمہارے ہاتھ میں ٹھیک آتی ہے یا نہیں۔ یہ سب پریشانی اس لیے آئی ہے کہ تمہاری چوڑی جو میرے پاس تھی وہ نہ جانے کاغذوں میں کہاں دب کر رہ گئی ہے، جس دن میں نے چوڑیاں بننے کو دیں اُس دن اتفاق سے نور ملنے کے لیے آگئی تھی، اُس کی چوڑی اندازہ میں نے سائز کے لیے سنار کے سپرد کر دی۔ اب خلش یہ ہے کہ کہیں اتفاق سے چھوٹی وڑی تو نہیں۔ اندازہ یہی ہے کہ تمہارے ٹھیک ہوگی، پھر بھی احتیاطاً باقی چوڑیاں بنانے سے میں نے اُسے روک دیا ہے اب اگر یہ تمہارے ٹھیک ہے تو تم مجھے فوراً ہی لکھ بھیجنا تاکہ باقی چوڑیاں بھی دو تین دن میں تیار ہو جائیں۔ تم اس کو اپنے پاس رہنے دینا، باقی تمہاری ۱۵ چوڑیاں اپنے ساتھ لیتا آؤں گا۔

اور اگر خدانخواستہ یہ چھوٹی ثابت ہو تو تم اسے وارثی صاحب ہی کے پتہ پر واپس بھیج دینا اور ساتھ ہی اپنی ایک چوڑی بھی رکھ دینا تاکہ پھر سائز میں گڑبڑ نہ ہو۔ وارثی صاحب کا پتہ یہ ہوگا۔

ایس۔ ڈیڈ۔ وارثی۔ معرفت بھیم جی اینڈ کمپنی ——— چوتھی منزل ——— دینا بلڈنگ ——— الفنسٹان سرکل ——— بمبئی

اور خدیجہ اپنے بارے میں کیا لکھوں۔ زیادہ وقت ہیر کے ساتھ گذر جاتا ہے۔ کسی دن فرصت ملتی ہے تو بس ٹیکسی کرکے گھومتا رہتا ہوں۔ کمرے پر بالکل طبیعت نہیں لگتی۔ اکیلے بیٹھے بیٹھے جی اکتا جاتا ہے، اب تم جلدی سے آ جاؤ تو یہ جان لیوا تنہائی مٹے۔ ہاں تم نے نمبر۳ کے خط میں لکھا ہے کہ ابا جی نے اختر سعید کے ذریعہ فیصلہ کی نقل منگوائی ہے' یہاں تک تو کوئی بات نہیں، لیکن اس کے آگے "میں دستخط کرادوں گا" تو یہ جملہ میری سمجھ میں بالکل نہیں آیا۔ کس کے دستخط اور کاہے پر دستخط؟

اچھا، اب مجھے اس خط کا جواب فوراً لکھو۔ کام کی باتیں زیادہ اور عشق کی باتیں کم۔

ابا جی اور بی آپا کی خدمت میں آداب کہو اور عذرا اور شاہد کو پیار۔ ہاں مئی کے "آجکل" میں سعیدہ سلمیٰ کے نام سے جو "امن نامہ" چھپا ہے وہ اگر ہماری سعیدہ کا ہے تو اس سے کہنا کہ کیسے تو تو امن کے پیچھے پڑ گئی ہے، امن کا دور تو ابھی نہ کبھی دنیا میں آئے گا ہی۔ کچھ اور کام کی باتیں کیا کر ——— اچھا، یہ خط کل تو پوسٹ ہوگا نہیں، اس لیے کل ایک خط اس کے ساتھ اور نتھی کردوں گا۔

محبت، دعائیں اور پیار

تمہارا

جاں نثار اختر

۲؍جون ۵۶ء

●

میری خدیجہ!

تو آج پورا دن مجھے تمہارے پاس گذارنا ہے! ابھی ابھی سوکر اٹھا ہوں اور چائے پی کر تم سے باتیں کرنے بیٹھ گیا ہوں۔ لیکن تم تو شاید ابھی سو رہی ہوگی، ابھی تو سات بجے ہیں۔ ایک عربی شاعر نے اپنی محبوبہ کی تعریف میں یہی بات لکھی ہے کہ وہ دن چڑھے سوکر اٹھتی ہے۔ لیکن آؤ میں تمہاری آنکھیں چوم کر تمہیں جگادوں۔ بس میں یہ چاہتا ہوں کہ جب تک میں سویا کروں تو بھی سویا کرے، جب میں جاگوں تو بھی جاگ اٹھا کرے۔ تو سوچے گی یہ تو بڑی مشکل ہے، لیکن میری

دوست سے کوئی تو اہلِ وفا کا مزاج داں ہوتا" والی بات ہے یہ اور کچھ نہیں۔

ہاں خدیجہ تو یہ کیوں سوچتی ہے بار بار کہ میں تجھے اتنی آسانی سے کیسے مل جاؤں گا۔ یوں کیوں نہیں سوچتی کہ میں تو تجھے کبھی کا مل چکا ہوں میری دوست' میں سوچتا ہوں اگر ہم دونوں اتفاق سے نہ ملتے تو کیا حشر ہوتا ہمارا۔ تو اسی طرح اپنی اذیت بھری زندگی گذارتی رہتی اور میرا تو نہ جانے کیا بنا ہوتا' بہر حال اب تو ہم نے ایک دوسرے کو پا ہی لیا ہے۔ یہ عرصہ بھی گذر ہی جائے گا۔ تیرہ دن تو گذر ہی چکے۔ اب تین مہینے آج سے باقی ہیں۔

اچھا خدیجہ — محض چھیڑ کی خاطر ایک بات — اگر میں نے تیری بات مان لی ہوتی کہ اچھا تو محض میری پوجا کرتی رہ' تو — اکیا آج تو ایک لمحے کے لیے بھی اس قسم کے Idealism پر نہ بنے گی۔ میری دوست ہمیں ہمیشہ زندگی کو زندگی سمجھ کر برتنا چاہیے' غلط قسم کے ذہنی تصورات بعض وقت ہی نہیں ہمیشہ مضرت رساں ہوتے ہیں' ان سے بچنا ہی ہمارا باشعور ہونا ہے۔

ہاں تو آج اتوار ہے' لیکن دیکھو مجھے گیارہ بجے جانا پڑے گا۔ ایک نئی تصویر" قیدی" کی مہورت ہے' — سچ آجکل تیری دعا سے کام ہی کام ہے — اب یہ سوچ کہ اس وقت تیرہ کی بارہ فلمیں میرے پاس ہیں' اب فرصت ملے تو کیسے۔

اب رخصت دو۔ اور مطمئن رہو میں جلد سے جلد تم سے ملنے کے لیے آؤں گا۔ میرے بے شمار پیار تمہارے لیے ہیں۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۳؍ جون ۱۹۵۶ء

●

عزیز از جان

دو دن سے تمہارے خط کا انتظار ہے' نہ کل آیا نہ آج۔ اب اگر کل بھی نہ آیا تو سخت پریشانی ہو گی — دن بھر تھک کر رات کو کمرے لوٹتا ہوں تو کوئی آرام نہیں ملتا' تمہارا خط ہی اگر مل جایا کرے تو کم سے کم ذہنی تھکاوٹ سے تو نجات مل جائے۔ اب تم مجھے دیر دیر سے خط لکھو گی تو کیسے بات بنے گی۔

آج بھائی رشید کا خط آیا ہے کراچی سے' نفیس کی شادی پندرہ جون کو ہو رہی ہے۔ مجھے

اپنا جانا تو نظر نہیں آتا۔ اتنے Short Notice پر روانگی ناممکن ہے۔ یہاں سے تو دو دن کے لیے بھوپال آنا ہی مشکل ہو رہا ہے۔ اب آج یا کل انھیں معذرت کا خط لکھوں گا۔

آج پنچولی صاحب کی فلم "فرشتہ" کا ایک گیت تو مکمل ہو گیا ہے، ایک گیت کل نہیں تو پرسوں تک اور ہو جائے گا، اُس کے بعد ہی دو ایک روز کے لیے یہاں سے نکل کھڑے ہونے کا پروگرام ہے۔ حالانکہ کل دوپہر کو نندا صاحب نے اپنی کہانی "ڈھاکے کی ململ" سنانے کے لیے مجھے اور خیر کو بلایا ہے، اب اگر اُنھوں نے ٹانگ نہیں اڑا دی تو میں پرسوں یا اترسوں تم سے ملنے کے لیے چل کھڑا ہوں گا، بس کل شام تک پتہ چل جائے گا، اور کل رات کو جو خط تمھیں لکھوں گا اُس میں بالکل صحیح تاریخ اور دن لکھ بھیجوں گا، کیا پتہ اُس خط سے قبل میں خود ہی پہنچ جاؤں۔

"نامہ بر راہ بر نہ ہو جائے"

پرسوں تمھیں ایک خط (بلکہ دو خط لکھنا چاہئیں) پوسٹ کر چکا ہوں، وارثی صاحب نے تمھیں چوڑی بھی اپنے دفتر سے روانہ کرا دی ہے، اب تم جلدی سے مطلع کرو کہ وہ تمھارے ٹھیک ہے یا نہیں۔

اچھا، اب شب بخیر، نسیم میاں کی طبیعت کیسی ہے؟ میری دعا کہو اور عذرا اور شاہد کو پیار۔

تمھارا

جاں نثار اختر

۵ جون ۱۹۵۶ء

●

اچھی خدیجہ،

بمبئی آتے ہی صبح و شام کی معروفیت شروع ہو گئی۔ دو دن اتنا گھرا رہا کہ تمھیں اپنے پہنچنے کی رسید بھی نہیں لکھ سکا۔ آج دوپہر کی ڈاک سے تمھارا خط ملا، بہت پیارا خط۔ میری دوست !، تم میرے آنسوؤں کی فکر نہ کرو جو آخری رات خواہ مخواہ بہتے رہے۔ تم یقین کرو بعض وقت مجھے خود نہیں معلوم ہوتا میں کیوں رو رہا ہوں۔ بس "جی بہت چاہتا ہے رونے کو" والی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ ایسے لمحے مجھ پر گزرتے ہی رہتے ہیں اور صفیہ کی زندگی میں بھی گزرے ہیں، جب اُس کی گود میں سر رکھ کر گھنٹوں رویا ہوں۔ مگر وہ ہمیشہ مجھے بہلایا کرتی تھی "میں کبھی کبھی تمھیں وہ پیار بھی دے سکتی ہوں جو بچے کو ماں سے ملتا ہے تاکہ وہ پروان چڑھ سکے" اس کا یہ جملہ صرف کہنے یا لکھنے کی حد تک نہیں تھا، اُس نے اکثر مجھے ایسا ہی پیار دیا ہے۔ تم اُس رات مجھے روتا دیکھ کر دم بخود سی رہ گئیں، تم ایک لفظ بھی میری ذہنی تسکین کے لیے نہ کہہ سکیں اس کے لیے مجھے تم

سے شکایت نہیں کیونکہ مجھے تمہارے اُس وقت کے احساسات کا اندازہ ہے۔ تم مجھے چاہتی ہو مجھے اس کا یقین ہے البتہ ہمیں ایک دوسرے کو پوری طرح سمجھنے میں تھوڑا وقت تو ضرور لگتا ہے۔ میں تو اتنا جانتا ہوں کہ تم آج ان آنسوؤں کو نہ پونچھ سکیں لیکن کل ضرور ان آنسوؤں کو تمہارا آنچل سمیٹ لے گا ـــــ اچھا آؤ اب کوئی دوسری بات کریں۔

آج صبح کی ٹرین سے زہرہ بھی بمبئی آگئی ہے اور کیفی کی مہمان ہے۔ سہ پہر کو میں شوکت (کیفی کی بیوی) اور زہرہ کو اپنے ساتھ لے آیا تھا، شام تک وہ لوگ میرے ساتھ رہیں، ابھی کوئی گھنٹہ بھر ہوا واپس گئی ہیں۔ شوکت سے آج تصویر کے ذریعہ تمہاری ملاقات ہوگئی ہے۔ تمہارے آنے کی تاریخ پوچھ رہی تھیں۔

ہاں تمہارے خط رکھے ہوئے مل گئے تھے۔ تم نے جو لکھا ہے کہ ابا جی محکمۂ شرعیہ سے مزید فیصلہ حاصل کرنے کی سوچ رہے ہیں تو اب یہ بیکار باتیں ہیں۔ عدالتی فیصلے کے آگے محکمہ شرعیہ کوئی چیز نہیں۔ پھر اس بھوپال کے محکمہ شرعیہ کی اہمیت ہی کیا رہ جاتی ہے جب "دوسرا قدم" تمہیں بمبئی میں اٹھانا ہے۔

الیاس سے جو باتیں میں نے کی تھیں وہ تو تمہیں بتا چکا ہوں۔ اب انھیں اس سلسلے میں ۲۲ تاریخ کے بعد کھٹکھٹاؤں گا۔

تمہاری چوڑی کا ناپ دے دیا گیا ہے۔ منگل یا بدھ تک بن کر آجائیں گی، سوال تو یہ ہے گا کہ تمہیں بھیجی کیسے جائیں۔ زہرہ کے ہاتھ بھیج سکتا تھا لیکن وہ بھی غلط ہے۔ خیر دیکھا جائے گا۔

اچھا، اب اجازت دو، ابھی گیسٹ کی مصیبت پڑی ہے۔ آؤ تمہیں پیار کرلوں، نہ جانے تمہاری کتنی یادیں اور محبتیں میرے دل سے لپٹی ہوئی ہیں۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۵ر جون ۱۹۵۶ء

●

پیاری خدیجہ،

تمہارے خط ملے، پندرہ تاریخ کا لکھا ہوا خط آج تک پوسٹ نہیں، تم پریشان ہوگی۔ اور یہ کہ تم بہت پریشان کرتی ہو، تم نے چوڑی کا غلط ناپ مجھے کیوں دے دیا، غالباً آدھی چوڑیاں تو بن بھی گئی ہوں گی، کل رات وارثی صاحب کو میں نے مطلع کیا ہے کہ وہ آج

چوڑی والے کو ٹیلی فون کر دیں اور یہ کہ تم نے اب صحیح ناپ ان کے پتہ پر روانہ کیا ہے۔ اُس سائز پر دوبارہ چوڑیاں تیار کرا دیں۔

ہاں میں تو یہ فیصلہ کرنے والا تھا کہ اب جس سائز کی چوڑیاں بن گئی ہیں انھیں کو رہنے دیا جائے اور یہ چوڑی جس کے ہاتھ میں ٹھیک سے آ ئے اُسی سے شادی کر لی جائے۔ فیصلہ بُرا تو نہیں تھا، اس طرح کچھ نہیں تو تم کچھ موٹی ہونے کی کوشش ہی کرتیں۔

اچھا، فضول باتیں کرنے کا اس وقت موقع نہیں۔ ابھی دس منٹ میں چل دینا ہے۔

بہت سے پیار۔

۸: جون ۵۶ء

تمہارا

جاں نثار اختر

●

بہت پیاری خدیجہ

ابھی ابھی کمرے میں داخل ہوا تھا کہ تمہارا تار پہنچا۔ اب کل تمہیں تار دوں گا کہ میں اچھا ہوں اور کام میں مصروف، تم فکر مند نہ ہو۔ میں جب سے بمبئی آیا ہوں، دن رات کی معروفیت گھیرے ہوئے ہے، پھر بھی تمہیں ۱۵ اور ۱۸ کو خط لکھے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ آج دونوں خط اکٹھے پوسٹ کرنے کی نوبت آئی ہے۔ وہ بھی اس طرح کہ رات کو وارثی صاحب کے سپرد لفافہ کر دیا تھا کہ وہ پوسٹ کرا دیں کیونکہ مجھے صبح ہی نیر کے گھر جانا تھا اور وہاں سے واپسی کا تم جانتی ہو کوئی ٹھیک نہیں۔

ہاں تمہارا پندرہ کا لکھا ہوا خط مجھے کل ملا تھا۔ آج تو تمہارے خط کا انتظار ہی رہا۔ اس خط میں تم نے ایک آدھ بات بڑی عجیب سی لکھی ہے۔ میں تم سے کس رات لڑا تھا؟ اگر تم اُس رات کو لڑائی کی رات سمجھتی ہو جب میں کچھ دیر کے لیے چپ چاپ آنسو بہاتا رہا تو یہ تمہاری زیادتی ہے۔ میری دوست، اس میں تم سے لڑائی کا تو کوئی پہلو نہ تھا۔ میں تمہیں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ میری جذباتی طبیعت بعض وقت مجھے خواہ مخواہ مغموم اور دل گرفتہ بنا دیتی ہے۔ میرا جی چاہتا ہے ایسے میں کہ کوئی مجھے بڑے پیار اور بڑی شفقت سے گلے لگا لے اور میں جی کھول کر رو لوں تم اُس رات جھجک کے رہ گئیں مجھے اس کی بھی کوئی شکایت تم سے نہیں ہے اس لیے کہ میں جانتا ہوں تم مجھے ابھی پوری طرح سمجھ نہیں سکی ہو۔ اور ایک بات اور بھی۔ جو تم نے شکایتاً مجھے لکھی ہے

کہ جس شام ہم لوگ پکچر دیکھنے گئے تھے میں نے تمہیں کوئی خاص توجہ نہیں دی — میری دوست — ذہنی وسعت بڑی ضروری چیز ہے، سوچو اگر میں سب کو چھوڑ کے تم سے باتیں کرتا رہتا تو یہ کوئی خوبصورت بات ہوتی۔ خوبصورتی اسی میں ہے کہ ہم دوسروں سے اخلاق برتنا سیکھیں۔ پھر اگر میں سعیدہ یا الیاس وغیرہ سے پورے وقت باتیں کرتا رہا تو یہ سب کچھ تمہارے ہی ناتے تو ہے کیا تمہیں یہ بات کوئی سرور نہیں بخشتی؟ — سچ خدیجہ تو ایسی چھوٹی باتیں نہ کیا کر، تجھے تو بڑا وسیع ذہن اور کشادہ دل ہونا چاہیے اس لیے بھی کہ میں تیرا تصور اسی طرح کرتا ہوں۔

اچھا، اب گیارہ کبھی کے بج چکے ہیں، صبح اُٹھ کر گانا مکمل کرنا ہے اور ساڑھے نو بجے نیر کے یہاں پہنچنا ہے، اس لیے اب رخصت۔

میری طرف سے سب کو سلام و دعا کہو، اور شاہد کو پیار — ہاں آج اُنیس تاریخ ہے تین دن اور باقی ہیں اپیل کی میعاد ختم ہونے کے لیے۔ تم اُس کے بعد اختر سعید کو بُلوا کے عدالت سے فیصلہ کا Confirmation منگوا لینا اور اسے اپنے پاس محفوظ رکھنا — میرے سارے پیار تمہارے لیے ہیں۔

تمہارا ہمیشہ

۱۹ر جون ۱۹۵۶ء جاں نثار اختر

●

پیاری خدیجہ،

تمہارے کسی خط کا جواب مجھ پر قرض نہیں ہے، یہ خط اپنی طرف سے تمہیں لکھ رہا ہوں۔ میں اس طرف اتنا زیادہ مصروف رہا کہ پوچھو نہیں۔ "ڈھاکے کی ململ" کے دو گیت لکھنے تھے، کام وقت پر ختم ہو گیا یہ غنیمت ہے، اب ۲۶ یعنی پرسوں ریکارڈنگ ہے۔ جی چاہتا تھا تم ہوتیں اور میرے ساتھ چل کر سنتیں۔ ایک گیت تو ہم لوگوں کی اپنی Situation کے مطابق ہی ہے۔

"پریتم جب آن ملیں گے وہ دن دور نہیں ہے"

آج اتوار تھا، آج میں نے پورے دن چھٹی منائی ہے، میرے ایک دوست اسحاق صاحب کراچی سے آئے ہیں اور وارثی کے یہاں مقیم ہیں اُنھیں کے ساتھ دن بھر رہا، ابھی ابھی لوٹ کر آیا ہوں۔ ہاں یہ تمہاری چوڑی نے بہت پریشان کیا ہے۔ آج صبح ہی وارثی صاحب کا ٹیلی فون آیا تھا کہ تمہارا تار اُنھیں ملا ہے کہ اُس سائز کی چوڑیاں ہونی چاہئیں جو تم نے مجھے دیا تھا۔ جبکہ تقریباً

آدھی چوڑیاں اُس ناپ کی تیار ہو گئیں جو تم نے وارثی کو بھیجا ہے۔ چنانچہ آج پھر دکان دار کو بلوا کر نئے سرے سے مجھے دیے ہوئے ناپ کے مطابق چوڑیاں بنانے کا آرڈر نافذ کر دیا ہے۔ اب تم پھر اپنا ذہن نہیں بدل دینا، اب چاہے وہ تمہارے ڈھیلی ہوں یا کچھ بھی وہی تمہیں پہننا ہونگیں۔

ہاں زُہرہ ابھی یہیں مقیم ہے، کل اُس سے ملنے جاؤں گا، غالباً پہلی تک وہ بمبئی رہے گی۔ اُس کے ہاتھ تمہیں کیا بھیجوں، موتی (کیفی کی بیوی) اُس دن کہہ رہی تھیں کہ خدیجہ کے لیے اگر ساڑیاں خریدنا ہوں تو آپ مجھے لے چلیے گا، اور میری پسند کی خرید دیجئے گا۔ بہرکیف جب اس کی نوبت آئے گی تو اُسے واقعی اپنے ساتھ لے جاؤں گا، وہ بڑے اچھے مذاق رکھتی ہے۔

شہزاد کل رات کی گاڑی سے بھوپال لوٹ رہے ہیں، اُن کے ہاتھ تمہاری رضائی بھیج رہا ہوں، لیکن وہ بہت میلی ہو چکی ہے، اُسے تم اوڑھنے کے کام میں قطعاً نہ لانا، پہننے بھر سے تو وہ بجائے اوڑھے جانے کے بچھائی جا رہی ہے اور وہ بھی یہاں نہیں آرکیڈیا بلڈنگ میں۔

اور یہ خبر بھی سن لو کہ پہلی سے غالباً میں یہ جگہ بھی چھوڑنے والا ہوں، آج دوسری جگہ کے لیے کچھ کوشش کی ہے، فلیٹ تو جب تک تم نہیں آتیں ملتا نہیں، فی الحال تو یہ دو مہینے کہیں گذارنے ہی پڑیں گے۔

اور تم کیسی ہو، نسیم کی طبیعت کا کیا حال ہے۔ ہاں دیکھو ۲۲ گذر گئی، اب اپیل والا خدشہ بھی گیا۔ تم اختر سعید کو بُلوا کے عدالت سے فیصلہ کا Confirmation منگوالو۔ میں ایک آدھ دن میں الیاس کو خط لکھوں گا تاکہ اس خط کی (Basis) بنیاد پر وہ آپا جی اور بی آپا سے اس بات کو کہہ دیں —— اچھا، شب بخیر۔ بہت سے پیار —— کل تمہارا خط آئے گا نا؟

تمہارا
جاں نثار اختر

۲۴ جون ۱۹۵۱ء

●

خدیجہ پیاری،

ابھی ابھی تمہارا خط ملا، صبح کی پہلی ڈاک سے یہ محض رسید ہے، رات کو واپسی پر تمہیں مفصل خط لکھوں گا —— پیار

تمہارا
جاں نثار اختر

۲۵ جون ۱۹۵۶ء

پیاری خدیجہ،

کل تمہارا اکیس کا لکھا ہوا خط ملا تھا جس کی رسید لکھ چکا ہوں۔ سوچا تھا کہ تمہیں رات کو مفصل جواب لکھوں گا، لیکن نیر آ گئے اور ایک بجے رات تک محفل جمی رہی۔

تم نے اپنے اس خط میں "لڑائی" کی جو بات لکھی ہے اُس پر مجھے داغ کا شعر یاد آ گیا۔

وعدے پہ بری ان کی قیامت کی ہے تکرار
اور بات ہے اتنی کہ اُدھر "کل" ہے اِدھر "آج"

خیر کوئی غم نہیں "کل" میں بھی کتنی دیر رہ گئی ہے۔ دو مہینے اور کچھ دن ہی تو باقی ہیں نا؟

آج یہاں بڑے زور کی بارش ہوتی رہی، ابھی کوئی گھنٹہ بھر ہوا پانی تھما ہے، موسم خاصا خنک اور خوشگوار ہو رہا ہے اس وقت پلنگ پر لیٹے لیٹے تمہیں خط لکھ رہا ہوں اس لیے ہینڈ رائٹنگ بس اور بھی ماشا اللہ ہو رہا ہے۔

ہاں تمہاری چوڑیاں اب دوبارہ "مجھے دیے ہوئے ناپ" کے مطابق بن رہی ہیں، جمعہ کو غالباً مل جائیں گی۔ اب تم گڑبڑ نہیں کرنا اور چپ چاپ پہن لینا۔

اور کیا لکھوں۔ الیاس کو اب کل خط لکھوں گا، اس وقت بس نیند سی آنے لگی ہے۔

"اب بھیگ چلی ہے رات آؤ سو جائیں"

بہت سے پیار

تمہارا
جاں نثار اختر

۲۶ رجون ۱۹۵۶ء

پیاری خدیجہ،

چوبیس کا خط ملا

تمہیں کل خط لکھ چکا ہوں جو آج صبح پوسٹ کیا ہے۔ اِدھر دو تین دن سے فرصت نصیب ہے، کل سے نانا پھر کوئی نہ کوئی گیت لکھنے کا عذاب نازل ہو جائے گا، بہرکیف کل کی کل سے دیکھی جائے گی آج تو اطمینان سے سونا ہے۔

تم پہلا کام یہی کرو کہ جتنے پیسے بھی دینے ہوں ادا کر کے اپنا گلوبند اٹھا لو۔ رہا یہ کہ تم اگست میں بمبئی آؤ، تو اگست ہی میں کیوں، جولائی میں کیوں نہیں۔ تم ان پیسوں کو اس سفر کے لیے محفوظ

نہ کرو، میں تمہیں اُس وقت پیسے بھیج دوں گا۔ کسی بھی صورت سے بس تم ٹھیک سے لکھو کہ تم کب بمبئی آسکتی ہو، خواہ مخواہ کی بات دیکھو تم مجھ سے نہ کرنا اس لیے کہ وعدہ کر کے اگر تم نہ آؤ گی تو مجھے جذباتی طور پر بڑا صدمہ ہوگا۔ بہت زیادہ ذہنی تکلیف ہوگی جس کا اندازہ تم شاید کر نہیں سکتیں۔ سچ خدیجہ اگر ممکن ہو تو چار پانچ دن کے لیے ہی بمبئی آجاؤ، پھر تو تمہیں آنا اور رہنا ہی ہے، تمہاری یہ Visit ہمارے رومان کی ہمیشہ ایک بڑی خوشگوار یادگار رہے گی۔ تم مجھے لکھو کب آرہی ہو۔ آخر میں تم سے اتنی بار ملنے بھوپال آیا ہوں، تم ایک دفعہ تو آؤ۔ اگلے خط میں بس اپنے آنے کی تاریخ لکھ بھیجنا اور کچھ نہیں۔

اچھا، اب اجازت دو، الیاس کو آج بھی خط نہیں لکھ سکا، اچھا کل ضرور لکھوں گا۔

عذرا اور شاہد کو پیار اور سعیدہ کو دعائیں۔

ایک ضروری بات یہ کہ تم اس خط کا جواب ۲۱ آرکیڈیا بلڈنگ، بائیکلہ بمبئی ۸ کے پتہ پر لکھنا۔ میں پہلی کو مکان تبدیل کر رہا ہوں۔ نیا پتہ پرسوں لکھوں گا۔

تمہارا
جاں نثار اختر

۲۷ جون ۱۹۵۶ء

●

خدیجہ پیاری

تمہارے ۲۷ کے دونوں خط مجھے مل گئے۔ آج صبح سے لے کر اس وقت تک مکان کی تلاش میں سرگرداں رہا ہوں۔ بمشکل تمام ایک ہوٹل میں ۳۲۰ روپیہ ماہانہ پر ایک کمرہ ملا ہے، وہ بھی تین تاریخ کی صبح سے ملے گا۔ مجھے کل یہاں سے Shift ہونا ہے۔ آج یہ آخری خط تمہیں اس کمرے سے لکھ رہا ہوں۔ کل گیارہ بارہ بجے کے قریب دو دن کے لیے اپنے ایک دوست کے یہاں منتقل ہو جاؤں گا اور تین کی صبح ہوٹل پہنچ جاؤں گا۔ کمرہ جو مل سکا ہے وہ ہے تو مختصر سا لیکن صاف ستھرا ہے اور Bath اُسی کے ساتھ Attach ہے۔ ان پیسوں میں محض رہائش ہی نہیں بلکہ ناشتہ اور دونوں وقت کا کھانا بھی شامل ہے، اگرچہ کھانا کھانے کی نوبت تو شاذ و نادر ہی آئے گی۔ اکثر صبح کا نکلا ہوا رات ہی کو واپس ہوتا ہوں۔ یہ بات تو تمہیں معلوم ہی ہے لیکن فوری صورت سوائے اس کے اور ہو بھی کیا سکتی تھی۔ یہ ہوٹل خاص Marine Drive پر واقع ہے اور منیر کے گھر سے چار بلڈنگ کا فاصلہ ہے، اس لحاظ سے آرام دہ ضرور ہے ورنہ سو روپیہ

ماہانہ تو صرف نیر کے گھر آنے جانے میں ٹیکسی کے خرچ ہوتے ہیں۔

بہرحال، یہ تو ہوا — آج شام اپنی ایک خاتون دوست کے یہاں گیا تھا، انھوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ کل ایک فلیٹ دکھانے مجھے لے جائیں گی، شاید کام کا نکلے۔ اگر ڈھنگ کا ہوا تو اسے لے لوں گا، لیکن ذرا امید کم ہی ہے۔ اگلے مہینے تک تو یہ کام کرنا ضروری ہے۔ ورنہ "گئی عمر ہوٹلوں میں مرے اسپتال جاکر" والی بات زندگی پر صادق ہو کر نہ رہ جائے۔

ہاں اس خاتون کے بارے میں تجھے اتفاق سے میں نے آج تک کوئی بات بتائی نہیں۔ کسی مازداری کے تحت نہیں بلکہ کبھی خیال ہی نہیں آیا، بس فی الجملہ۔ بڑی ظالم عورت ہے۔ آج اُس کے گھر سے لوٹتے ہوئے شیفتہ کا یہ شعر ذہن میں اُبھر آیا۔

وہ شیفتہ کہ دھوم تھی حضرت کے زُہد کی

اب کیا بتاؤں میں کہ مجھے کس کے گھر ملے

ہاں ایک بات یہ کہ کل سے نیر اپنی بیوی کے پاس امرتسر گئے ہوئے ہیں اور آجکل چھ سات دن کی مکمل فرصت ہے۔ ذہن میں رہ رہ کے خیال پیدا ہوتا رہا کہ بس تم سے ملنے چل پڑوں لیکن بس "عشق کی خودداری" مانع آتی رہی۔ ابھی پندرہ سولہ دن ہی تو ہوئے ہیں بھوپال سے آئے ہوئے، ایک دفعہ دل چاہا کہ تجھے اپنی سخت علالت کا اکسپریس تار دوں تاکہ تو دوسرے ہی دن بمبئی آ پہنچے، پھر تجھے پریشان کرنے کو بھی جی نہیں چاہا، اور اس ڈر سے بھی ہمت نہیں ہوئی کہ اگر تو نہ آسکی تو مجھے بڑا جذباتی صدمہ پہنچے گا۔ اور میں تجھ سے بہت دنوں کے لیے روٹھ جاؤں گا۔

آج دوپہر کو میں زہرہ کے پاس بھی گیا تھا، سوچا تھا کہ اگر وہ جا رہی ہوگی تو اس سے کہوں کہ تو بس خدیجہ کو کل ہی بمبئی روانہ کردے کچھ بھی جھوٹ سچ بول کے لیکن اُسے تو فی الحال کیفی اور موتی نے روک رکھا ہے۔

پرسوں رات کو ساحر نے زہرہ کی دعوت کی تھی۔ جعفری، سلطانہ، موتی، ذکیہ، عصمت، شاہد لطیف سبھی لوگ تھے، میں بھی گیا تھا۔ بلکہ موتی اور زہرہ میرے ہی ساتھ گئی تھیں۔ اُس دعوت کا حال اگر زہرہ سے ملاقات ہو تو زبانی سننا۔

اچھا اب اور کیا لکھوں۔ آج تو تقریباً دن بھر پانی برستا رہا ہے، موسم کتنا حسین اور خوشگوار ہو رہا ہے۔ بولو تم کب آؤ گی۔ وسط جولائی تک ضرور آؤ، بمبئی کی بے تحاشا برسات کا لطف تو آکے دیکھو۔ ہاں اگست میں کشمیر ریڈیو اسٹیشن کا بلاوا آیا ہے لیکن میں نے انکار کر دیا، دو تین دن کے لیے جانا

اور اُلٹے پاؤں لوٹ آنا، یہ بات اچھی نہیں بلکہ سچ پوچھو تو کشمیر کی توہین ہے۔ اب کسی موقع پر ہم دونوں ساتھ چلیں گے اور کم سے کم مہینہ بھر کے لیے۔

تمہاری چوڑیاں بدھ کو ملیں گی، وہ تو جولائی میں جب تم بمبئی آؤ گی تب ہی تمہیں ملیں گی (زہرہ کے ہاتھ سوچتا ہوں تمہیں ایک دو کتابیں ہی بھیج دوں۔ تم اس خط کا جواب بھی ۲۱ آرکیڈیا بلڈنگ بائیکلہ، بمبئی ۸، کے پتہ پر لکھنا۔ تین کی شام کو جو خط تمہیں لکھوں گا اس میں اپنا نیا پتہ درج کردوں گا۔

اچھا، بہت سے پیار ـــــ

بی آپا اور ابا جی کی خدمت میں آداب کہو، اور سب بہن بھائیوں کو دعا اور شاہد کو میری محبت دو۔

تمہارا

۳۰ جون ۱۹۵۶ء　　　　جاں نثار اختر

●

خدیجہ پیاری،

میں نے اس وقت الیاس کو خط لکھ دیا ہے، تاکہ وہ ابا جی اور بی آپا تک یہ بات پہنچا دیں اور اُن کی رضامندی حاصل کرلیں۔ جولائی میں تم بمبئی آؤ اور ضرور آؤ۔ لیکن ۴ ستمبر کو تمہیں بمبئی مستقل آنا ہے، یہ بات ہی نہیں تاریخ بھی طے ہے یہ سمجھ لو۔

"بیا بیا کہ تُرا تنگ در کنار کشم"

تمہارا

یکم جولائی ۱۹۵۶ء　　　　جاں نثار اختر

●

پیاری خدیجہ،

آج میں Sea Face Hotel میں منتقل ہوگیا ہوں۔ جو کمرہ فی الحال مجھے ملا ہے وہ عارضی طور پر ملا ہے۔ تین چار دن میں مجھے دوسرا کمرہ مستقل طور پر Allot ہوجائے گا، اسی وجہ سے ابھی تمہیں یہاں کا پورا پتہ نہیں لکھ رہا ہوں۔ ورنہ خواہ مخواہ تمہارا خط کمرے کمرے مارا پھرے گا۔ نئے کمرے میں منتقل ہونے کے بعد ہی تمہیں مفصل پتہ لکھوں گا جب تک تم آرکیڈیا بلڈنگ کے پتہ پر مجھے خط لکھتی رہو، میں روز تمہارے خط کی امید میں وہاں کے چکر لگاتا رہوں گا۔ میں نے آج دوپہر کو تمہیں رات کا لکھا ہوا خط پوسٹ کیا ہے اور الیاس میاں کو بھی خط لکھا

ہے۔ اب مجھے الیاس کے خط کا انتظار رہے گا۔ مشکل تو یہ ہے کہ تم الیاس سے جلد جواب دینے کا تقاضا بھی نہیں کر سکتیں، کیونکہ بات ہی ایسی ہے۔ بہرکیف اباجی اور بی آپا کی رسماً رضامندی شامل ہونا ضروری ہے ورنہ "جب دو دل راضی، تو کیا کرے گا قاضی" والی بات ہے۔

ہاں جن خاتون کا تذکرہ میں نے گذشتہ خط میں کیا ہے اُس بے چاری نے آج اپنی ہی بلڈنگ میں اپنے "زیر سایہ" میرے لیے ایک سو چالیس میں ایک کمرہ کا انتظام کر دیا تھا۔ لیکن چند مصلحتوں کی بنا پر میں نے وہاں رہنا پسند نہیں کیا اور یہاں ہوٹل میں چلا آیا۔

اس وقت کمرے کی "نیم خاموش" فضا میں بیٹھا تمہیں خط لکھ رہا ہوں۔ اندر سے جی ہو رہا ہے کہ کیسے تم اسی وقت اُڑ کر میرے پاس آجاؤ۔ پانی برس کر ابھی ابھی تھما ہے اور بادل گھرے ہوئے ہیں سمندر کی موجیں سامنے ہی تو اُبل اُبل کر ایسا خوشگوار سا آہنگ پیدا کیے ہوئے ہیں جن میں ایک غنودگی بھری ہوئی ہے لیکن یہ سہانی اور نشیلی رات کس کام کی، مجھ سے تو میرے دل کی دھڑکن برابر پوچھے جا رہی ہے، خدیجہ کب آئے گی، خدیجہ کب آئے گی۔

اور کیا لکھوں میری دوست — تم آجکو تو "بزبانِ قلم باتیں کیا کرو اور ہجر میں وصال کے مزے لیا کرو" سے چھٹکارا ملے۔

سب کو میرا سلام و دعا کہو اور خود کو بے شمار پیار سر سے پاؤں تک۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۰ جولائی ۱۹۵۶ء

ہاں، اختر سعید کو تم نے بلوایا؟ انھیں بلوا کر فیصلے کی نقل منگوا لو اور اسے اپنے پاس ضرور محفوظ کر لو — اور یہ کہ اپنے بمبئی آنے کی پکی تاریخ لکھو۔

اختر

یکم جولائی ۱۹۵۶ء

●

سی فیس ہوٹل

پیاری خدیجہ،

تمہارے خط ملے، ۲۹ اور پہلی تاریخ کے۔ میں نے ابھی ہوٹل میں کمرہ تبدیل نہیں کیا ہے، تم فی الوقت آرکیڈیا کے پتہ ہی پر خط لکھتی رہو۔

ہاں میں نے تمہیں بمبئی آنے کے لیے لکھا تھا، وسط جولائی میں، ۱۹ کو عید ہے، تم اگر آسکتیں

تو میری بھی عید ہو جاتی۔ لیکن تم نسیم کی طبیعت اور اُس کے امتحان کی وجہ سے مجبور محسوس کر رہی ہو۔ بہرکیف جیسا تم نے لکھا ہے پانچ چھ اگست تک ہی آجاؤ اور چند دن میری مہمان رہو۔ بی آپا سے تم جو چاہو کہہ سکتی ہو، یہ میں کچھ نہیں جانتا۔ ہاں میں نے الیاس کو خط لکھا ہے، اُسی دن تمہیں بھی خط لکھا ہے، اب تک تو پہنچ بھی گیا ہوگا۔ اب تم اس کو اپنے نہ آنے کا عذر نہ بننے دینا بلکہ اس سے اُلٹا فائدہ اٹھاؤ اور کہو کہ اگر میں بمبئی نہیں جاؤں گی تو اختر صاحب سے میری ہمیشہ کے لیے لڑائی ہو جائے گی۔ سچ خدیجہ تم اگست ہی میں آؤ لیکن آؤ ضرور۔ میں نے تمہیں اپنے دل کی بات لکھ دی ہے، اب تم پوری کر سکو تو کر دینا۔

اور بھی وہ کون لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ستمبر تمہارے لیے ٹھیک نہیں ہے، یہ سب فضول کی باتیں ہیں۔ ان میں کچھ نہیں رکھا۔ اس قسم کے توہمات کی تمہارے ذہن میں کوئی گنجائش نہ ہونی چاہیے۔ بہرکیف فی الحال تو تم اگست میں آؤ۔ پھر طے کریں گے۔

کل صبح نیر مع اپنی بیوی موہنی نیر کے امرتسر سے آگئے ہیں۔ آج شام کو میں نے انھیں کے گھر پر اُن کی دعوت کر ڈالی ہے۔ کچھ اور لوگوں کو بھی مدعو کیا ہے، مسٹر پنچولی اور مسز پنچولی وغیرہ۔ ایک ہوٹل کو آرڈر دے کر کھانا تیار کرایا ہے۔ تم تو ہو نہیں جو مجھے اس ساری پریشانی سے بچالیتیں۔

تمہاری چوڑیاں آج بن گئی ہیں، مارتی صاحب کا فون آیا تھا، لیکن کل سے کام کی شدید ترین مصروفیت ہوگی۔ نیر کے اتنے دن باہر رہنے سے خاصا کام اکٹھا ہو گیا ہے۔ پھر بھی کسی دن فرصت نکال کر تمہاری چوڑیاں لینے جاؤں گا۔

اور کیا لکھوں، تمہارے خط کے برابر ہی الیاس کے جواب کا انتظار ہے، مگر تمہارے ذریعہ تقاضا بھی تو نہیں کرایا جا سکتا۔

سب کو میرا سلام و دعا کہو اور شاہد کو بہت سے پیار۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۵ جولائی ۱۹۵۶ء

●

پیاری خدیجہ،

تمہیں کئی دن سے خط لکھنے کی نوبت نہ آئی، میری مصروفیت تو تمہیں معلوم ہے۔ حد یہ ہے کہ آج کئی دن بعد آرکیڈیا گیا تمہارے خط لینے، اور تمہارے چار خط رکھے ہوئے ملے۔ اس وقت مکتبہ

جامعہ میں بیٹھا تمہیں جواب لکھ رہا ہوں ۔ ابھی ابھی کام پر جانا ہے اس لیے بات مختصر ہی ہوگی ۔

ہوٹل والے جو کمرہ مجھے ALLOT کرنے والے تھے وہ کسی طرح خالی ہونے میں نہیں آتا ، آج صبح Sea Glimpse والوں کا ٹیلی فون آیا تھا ' وہاں پھر ایک کمرہ خالی ہو رہا ہے ' وہ کسی قدر چھوٹا ہے اور اُس کے ماہانہ Charges صرف 150 روپیہ ہیں ۔ میں سوچتا ہوں فی الحال اُسی کو لے لوں ' پھر جب تم مستقل آؤ گی تو مکان لینا ہی ہوگا ۔ کل تک کوئی فیصلہ کر ڈالوں گا ' زیادہ امکان یہی ہے کہ پرسوں تک وہاں منتقل ہو جاؤں گا ۔ بہرکیف جیسا ہوگا تمہیں لکھوں گا ۔

ہاں خدیجہ ' جی تو بہت چاہتا ہے کہ تم چار پانچ دن کے لیے ہی ہی مگر بمبئی آؤ لیکن مجھے تمہارے خطوں کو پڑھ کر یہ احساس ہوتا ہے کہ تم آتے ہوئے جھجک رہی ہو ' غالباً اس لیے کہ تمہارے اس ارادے کی تکمیل میں گھر کی پابندیاں مانع ہیں ۔ لیکن تم کوشش کر کے تو دیکھو ' ممکن ہے آ ہی سکو ۔ اگر اجازت نہ ملے تو تم نہ کڑھنا ' تمہارے بدلے میں کڑھ لوں گا ۔

آج عباس کو بھی اُن کے خط کا جواب لکھا ہے ۔ نسیم میاں کے لیے انھوں نے کچھ انجکشن بمبئی سے منگوائے تھے ۔ وہ کل روانہ ہو سکیں گے ۔ نسیم میاں کی طبیعت اب کیسی ہے اور سب کا کیا حال ہے ؟ میری طرف سے سب کو سلام و دعا کہو اور شاہد کو پیار ۔

الیاس غالباً اب تک واپس آ گئے ہوں گے ' اُن کے خط کا انتظار ہے ۔ اچھا ' اجازت دو ۔

تمہارا

۹ جولائی ۱۹۵۶ء

جاں نثار اختر

●

معرفت مسٹر گپتا

سی گلمپس

والٹن روڈ ۔ بمبئی ۱

اچھی خدیجہ ' بہت سے پیار

خط ملا ' میں آج دوبارہ Sea Glimpse میں آ گیا ہوں ' جو کمرہ مل سکا ہے وہ بہت مختصر سا ہے ' لیکن میرے لیے کافی ہے پہلے والے کمرے میں ایس ایم نواب مقیم ہیں ۔ ہم دونوں کے کمروں کے درمیان صرف لکڑی کا Partition حائل ہے ۔ یہ ایس نواب وہی ہیں جو " ساز " فلم بنا رہے تھے اور جن کی کمپنی میں بمبئی آ کر پہلی مرتبہ میں نے گیت لکھنے کا بھی ارادہ

کیا تھا۔ بہرکیف اب تمہیں آرکیڈیا بلڈنگ کے پتہ پر خط لکھنے کی ضرورت نہیں۔ اب تم اوپر لکھے ہوئے پتہ پر خط لکھ سکتی ہو۔

ہاں اس طرف میرے خط تمہیں دیر دیر سے مل رہے ہوں گے۔ اس طرف "قیدی" فلم کے دو گیت لکھے ہیں۔ کل صبح ہی سے پھر مصروفیت ہوگی۔ "ڈھاکہ کی ململ" کا تیسرا اور چوتھا گیت شروع کرنا ہے۔ سچ خدیجہ بعض زمانہ میں یہ فلمی گیت ذہن پر اتنا شدید بوجھ بن جاتے ہیں کہ نہ پوچھو۔ لیکن مرتا کیا نہ کرتا والی بات ہے۔ جب تک ممکن ہے اس گاڑی کو گھسیٹنا ہے۔ اسی لیے تو میں تم سے کہتا ہوں کہ بس تم جلدی سے میرے پاس آجاؤ تاکہ یہ ذہنی کاوش اور رات دن کی کلفت میرے لیے سہل اور گوارا ہو جائے ورنہ کسی دن اس انڈسٹری کو چھوڑ کر میں کہیں چل کھڑا ہوں گا۔

ہاں تو تم اگست میں آرہی ہو نا ؟ چھ سات اگست تک ؟

نسیم میاں کے انجکشن آج روانہ ہو سکے ہیں، اصل میں جس کمپنی کے انجکشن درکار تھے اُن کے ملنے میں تھوڑی سی زحمت اور تاخیر ہوئی۔ اُن کی طبیعت اب کیسی ہے ؟ اور عذرا بیگم کے کیا حال چال ہیں۔

اور اب کیا لکھوں۔ تم مجھے برابر خط لکھتی رہنا، ممکن ہے میری طرف سے چار پانچ دن کی دیر ہو جائے اچھا، شب بخیر — تمہاری چوڑیاں ابھی تک نہیں لا سکا ہوں اس لیے بھی کہ انھیں لاکر رکھوں گا کہاں۔ بنک میں LOCKER لیا جا سکتا ہے، لیکن میں سوچتا ہوں اب تم بمبئی آؤ گی تو اپنے ہی نام سے لینا۔ یہی ٹھیک ہے، بہرحال فرصت ملتے ہی لے ضرور آؤں گا اور فی الحال وارثی صاحب کی حفاظت میں دے دوں گا۔

سب کو میری طرف سے سلام و دعا کہو۔ حیدرآباد سے واجدہ کا خط آیا تھا، وہ آجکل بہت بیمار ہے، اُسے ابھی تک خط بھی نہیں لکھ سکا ہوں۔ سوچتا ہوں اس وقت چند سطریں اسے بھی لکھ دوں —— آؤ، میرے سیکڑوں پیار قبول کرو۔

اور ایک بات یہ کہ الیاس کے جواب کا ابھی تک انتظار ہے ؟ میں نے جو سوال اُس خط میں کیا ہے وہ اتنا غور و خوض کا محتاج تو نہیں ہے۔

بہرحال، تم فکرمند نہ ہو، وہ تو سب ٹھیک ہو ہی جائے گا —— پیار۔ پیار۔ پیار

تمہارا

اختر

۱۲ جولائی ۱۹۵۶ء

معرفت مسٹر گپتا
سی گلپس
والٹن روڈ - بمبئی ۱

پیاری خدیجہ،

اس وقت تقریباً ایک بج رہا ہوگا، ابھی ابھی بنیر کے گھر سے لوٹا ہوں۔ رفتار میں خمارِ شبانہ لیے ہوئے۔ تم سمجھ نہیں سکتیں، کمرے کی یہ اُداس تنہائی کتنی جاں گسل محسوس ہو رہی ہے لیکن تم ہی نہ سمجھو گی تو پھر کون سمجھے گا۔ دیکھو تم نے اگست میں بلکہ شروع اگست میں چند دن کے آنے کا وعدہ کیا ہے۔ تم ضرور آجاؤ۔ صرف چار دن کے لیے۔ اس دو دن کی زندگی میں اگر تمہارے ساتھ یہ چار دن گذر سکیں تو گویا میں نے دُہری زندگی پالی۔ یہ حساب غلط تو نہیں ا

ہاں تمہارا دس تاریخ کا خط بھی مجھے مل گیا تھا اور تمہارا بھیجا ہوا تحفہ بھی۔ حمیدہ کا خط پرسوں آیا تھا، وہ مع جادو کے غالباً اب تک علی گڑھ روانہ ہو چکی ہوں گی۔ میں اس طرف برابر مشغول رہا، نہ اُس کے خط کا جواب لکھ سکا اور مصیبت ہے کہ نہ ابھی تک بچوں کو پیسے بھیج سکا ہوں۔ جبھی تو میرا تم سے تقاضا ہے کہ جلدی سے آجاؤ تاکہ ان ذمہ داریوں سے مجھے نجات مل جائے۔ تم جانو اور تمہارا کام۔

اچھا، میرے بہت سے پیار قبول کرو۔ نسیم میاں کی طبیعت اب کیسی ہے؟ نسیم میاں کی طبیعت اگر اُس وقت تک بالکل درست نہ ہو تو تم کسی اور کو اپنے ساتھ گھسیٹ لاؤ۔ الیاس میاں نے پتہ نہیں کیوں میرے خط کا کوئی جواب ابھی تک نہیں دیا، انھوں نے اُسے بالکل ہی درخورِ اعتنا نہ سمجھا ہو یہ تو میں سوچ نہیں سکتا۔ بہرکیف۔

اور تمہیں کیا لکھوں۔ بعض اوقات بڑا ذہنی انتشار سا محسوس ہوتا ہے اور کوئی نہیں ہوتا جو تھوڑی بہت تسلی دے سکے۔ لیکن بقول میرے ایک دوست کے "کوئی" کے معنی جب صرف "ایک" ہوں تو دوسرے کیا کر سکتے ہیں۔

سب کو میرا سلام و دعا کہو اور خود کو سیکڑوں پیار۔

گذشتہ خط میں اپنا پتہ لکھ چکا ہوں، اب تم اسی پتہ پر خط لکھو تاکہ مجھے آرکیڈیا نہ دوڑنا پڑے۔

تمہارا
جاں نثار اختر

۱۵ر جولائی ۱۹۵۶ء

پیاری خدیجہ۔

کل رات تمہیں کوئی آٹھ نو صفحے کا خط لکھا، آج دن بھر اُسے کاپی میں لیے پھرا، پوسٹ کرنے کی مہلت نہیں ملی۔ اب اس وقت بارہ بجے نیر کے گھر سے لوٹ کر آیا تو خیال آیا، اب کاپی میں دیکھتا ہوں تو کہیں پتہ نہیں، معلوم نہیں کہاں گر گیا۔ بہرحال سوائے صبر کے اور چارہ بھی کیا ہے۔

میں نے سب سے پہلے تو اُس خط میں تم سے یہی شکایت کی تھی کہ تم یہ دل شکستگی کے دورے خود پر کیوں ڈال لیتی ہو، تم سچ جانو تمہارا اس قسم کا خط پاکر مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے تم مجھے پاکر بھی خوش نہیں ہو سکیں اور پھر اُس لمحے۔۔ دل چاہتا ہے کہ منہ چھپا کر کہیں بھاگ جاؤں۔ بتاؤ تم کو کیا چیز اُداس کرتی رہتی ہے، تم کیوں رونے لگتی ہو۔ کیا میں تم کو پاکر جتنا خوش اور مطمئن ہوں، تم مجھے پاکر خوش نہیں۔ پھر میں کیا سمجھوں میری دوست، تمہیں اب بہت مسرور رہنا چاہیے، ہاں دیکھو کل الیاس میاں کا خط بھی آگیا ہے جس میں انھوں نے اباجی اور بی آپا کی رضامندی بھی تحریر کردی ہے، اب گیارہ گیا ہے، صرف یہ ڈیڑھ مہینہ تو ہمارے درمیان میں اور ہے۔ آؤ، ہم یہ دن اپنے حسین اور خوش آیند خوابوں کے سہارے گذار دیں۔

میں نے کل کے خط میں تمہیں کل ہی کے Accident کی بات بھی لکھی تھی۔ کل فلمستان جاتے ہوئے موٹر کا حادثہ پیش آگیا، بس نیر اور میں مرتے مرتے بچے۔ بس خدا کو جان بچانی منظور تھی ورنہ کوئی کسر تو رہ نہیں گئی تھی۔

آج عید تھی اُس کے باوجود تم تعجب کروگی کہ صبح دس بجے سے کام پر گیا ہوا اس وقت لوٹا ہوں یہاں کی مصروفیتوں کو تم سمجھ نہیں سکتیں، بس بعض اوقات جی اُکتا سا جاتا ہے۔ لیکن مرتا کیا نہ کرتا والی بات ہے۔

کل مجھے زہرہ کا خط ملا، وہ ابھی یہیں مقیم ہیں، میں سمجھ رہا تھا کہ وہ بھوپال کبھی کی پہنچ چکی ہوں گی آج میں کوئی پندرہ منٹ کے لیے "سرداب" اس سے ملنے گیا تھا، انھیں یہاں ڈیڑھ سو کی سروس مل گئی ہے۔ فی الحال انھوں نے بھوپال سے رخصت لے رکھی ہے لیکن اب یہیں رہنے کا قصد کر چکی ہیں۔ تمہارے بارے میں پوچھ رہی تھیں کہ کب تک آرہی ہیں۔

ہاں یہ تم بمبئی آنے کے بارے میں کیا معمے لکھتی رہتی ہو۔ سچ تمہارے بعض جملے اتنے مبہم ہوتے ہیں کہ میں سمجھ نہیں پاتا تم کیا کہنا چاہ رہی ہو۔ بھئی سیدھی بات یہ ہے کہ اگر تمہارے لیے ممکن ہے کہ تم تین چار، پانچ یا دس دن کے لیے بمبئی آسکو تو آجاؤ، اس میں نہ جگ کی لاج کا سوال ہے نہ

تمہاری اُن پابندیوں کے ٹوٹنے کا جو تم نے خود پر (بقول تمہارے) عائد کر رکھی ہیں۔ اور نہ یہاں کسی سے تمہارے آنے کو چھپانے کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔ تم ایک دوست کی حیثیت سے مجھ سے ملنے آرہی ہو اور وہ بھی ایسے دوست کی حیثیت سے جو کل ازدواجی رشتے میں منسلک ہو رہی ہو۔ یہ بات یہاں ایک ایک کو معلوم ہے۔ تم یہاں کی ذہنیت اور آزاد فضا کا اندازہ بھوپال کی گھٹی ہوئی فضا سے نہ لگاؤ۔ بہرکیف مجھے اپنے دل کی بات لکھو صاف لفظوں میں، مجھے ورنہ اس طرح بڑی الجھن اور کوفت ہوتی ہے۔ اگر تم نہیں آسکتیں تو میں تمہیں مجبور قطعی کرنا نہیں چاہتا کیونکہ اس طرح تمہارے آنے کی وہ خوشی مجھے نہ ہوگی جو خود تمہاری خوشی سے آنے میں ہوگی۔

اچھا، کل کا خط کھو کر اس وقت تمہیں خط لکھنے بیٹھ گیا ورنہ شاید آج نوبت نہ آتی، بس "تلافیٔ مافات" کے سلسلے میں سمجھو۔

اور آج تو عید تھی نا، تم دوڑ کر میرے گلے بھی نہیں لگیں یہ کیسی بات ہے؟

میری طرف سے سب کو سلام و دعا کہو اور عذرا کو اور شاہد کو ایک ایک پیار ـــــ اور خود کو ـــــ بے شمار پیار۔

تمہارا

۱۹ جولائی ۱۹۵۶ء جاں نثار اختر

●

خدیجہ پیاری،

تم کیسی ہو، کل باوجود وعدے کے تمہیں خط نہیں لکھ سکا، بس دن بھر پڑے پڑے گنوا دیا، بعض اوقات اس قدر ذہنی تھکن غالب آجاتی ہے کہ کوئی کام کرنے کو جی نہیں چاہتا، ہاں کل بانو آگئیں تھیں۔ ان کا نام تم نے زیر لب میں پڑھا ہوگا، میرے دوست ولی صاحب کی بہن ہیں، اُن کے ساتھ ایک انگریزی فلم COURT GESTER دیکھنے چلا گیا تھا۔ ابھی ابھی سو کر اٹھا ہوں اور چائے پیتے ہی تمہیں خط لکھنے بیٹھ گیا ہوں۔ آج بھی بس چھٹی منانے کا ارادہ ہے۔ کل سے پھر کام شروع۔ تم کب اور کس دن پہنچ رہی ہو، یہ لکھو۔

اور کیا لکھوں، کوئی نئی بات نہیں، ہاں جادو اور اویس کے بارے میں تم نے جو لکھا ہے وہ اس سال ممکن نہیں، کیونکہ ساتویں کلاس میں اور آٹھویں کلاس میں آدھا آدھا کورس پڑھایا جاتا ہے۔ یہاں اگر آٹھویں میں داخلہ مل بھی جائے تو پڑھائی کی دقت پڑ جائے گی۔ نیا کورس شروع سے

پڑھنا ہوگا۔ بہرکیف آئندہ سال دیکھا جائے گا ——— بے شمار دعائیں میری طرف سے سب کو سلام و دعا کہو۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۳ جولائی ۱۹۵۶ء

●

معرفت مسز گپتا

سی گلمپس

ڈالٹن روڈ ۔ بمبئی ۱۰

خدیجہ پیاری

خط ملا، تمہاری خیریت معلوم ہوکر بڑا اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ میں نے تمہیں اس طرف دو تین خط لکھے تو ہیں، غالباً اب پہنچے ہوں گے۔ اپنے خط کھونے کا اندیشہ مجھے اب نہیں ستاتا، اب کوئی انھیں CENCER کرکے بھی کیا کرے گا۔

آج تقریباً دن بھر فرصت ہی رہی۔ شام کو کیفی اور زہرہ جمال کمرے پر آگئے تھے کچھ فضول سی گپ ہوتی رہی۔ کل گیارہ بجے ریہرسل میں جانا ہے، کوئی ایک دو بجے تک واپسی ہوگی، پھر فرصت! لیکن جب فرصت ملے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ وقت کس طرح گذرے۔ ذہن گھنٹوں سے اتنا تھک جاتا ہے کہ کسی نظم کو سوچنے کی ہمت ہوتی ہے اور کسی کتاب کو اٹھانے کے لیے جی ہوتا ہے۔ خواہ مخواہ کی تفریح میں وقت گذاری کرنی پڑتی ہے، وقت تو خیر اس طرح کٹ جاتا ہے لیکن ذہنی بے چینیاں اور بھی کچھ بڑھ جاتی ہیں۔

تم نے کیا پروگرام بنایا، مجھے پکی بات لکھو۔ تم نسیم میاں کو ساتھ لانے کی سوچ رہی ہو، اگر اُن کے انجکشن کا کورس جاری ہو تو پھر تم عباس کو راضی کرلو اور انھیں ساتھ لے آؤ۔ تمہیں سفر میں بھی آسانی ہوگی، نسیم پھر بچہ ہے۔

اور کیا لکھوں۔ اس وقت دھواں دھار بارش ہو رہی ہے اور اختر کا یہ شعر یاد آرہا ہے۔

وہ جو نہ آئے، بادل چھائے، گرجے، برسے کُھل بھی گئے
اس کے سوا ہم ہجر کے مارے کیا جانیں برساتوں کو

اچھا، بہت سے پیار قبول کرو۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۴ جولائی ۱۹۵۶ء

پیاری خدیجہ،

تمہارے دونوں خط ۲۳ کے اور ایک خط ۲۴ کا آج ساتھ ساتھ مجھے ملے۔

معلوم نہیں میرے اس خط کے پہنچنے تک تم کہیں علی گڑھ روانہ ہو چکی ہو۔ بہرکیف میری رائے تم نے پوچھی ہے تو سیدھی بات یہ ہے کہ اگر تم نے امتحان کی تیاری نہیں کی ہے جیسی کہ کرنی چاہیے تو علی گڑھ جانا بیکار سی بات ہے۔ اور اگر تم محسوس کرتی ہو کہ تم ضرور پاس ہو جاؤ گی تو پھر جانا ہی چاہیے جہاں تک میرا خیال ہے تم نے کچھ بھی اس عرصے میں پڑھا لکھا نہیں، خواہ مخواہ امتحان میں شرکت کر کے فیل ہونے سے کیا فائدہ۔ اس سے اچھا تو یہ ہے کہ تم آئندہ سال پوری تیاری کے ساتھ بیٹھو۔ یہ کوئی شرم کی بات نہیں کہ تم اُس وقت اور اُس پوزیشن میں کیسے امتحان دوگی، یہ بیکار کی بات ہے۔ اس قسم کے جھوٹے لحاظ میں کچھ نہیں رکھا ہوتا۔ بہرکیف اب تم فیصلہ کرو کہ تمہیں علی گڑھ جانا چاہیے یا نہیں۔

اور ہاں اگر تم علی گڑھ جاؤ تو حمیدہ سے ضرور ملنا، اس میں کوئی ہرج نہیں۔ وہ تمہیں ذہنی طور پر جانتی ہے، بحیثیت میری دوست کے، لکھنؤ سے تمہاری شال اُسی نے خرید کر مجھے دی تھی۔ اتنا تعارف بہت ہے۔ پھر یہ کہ اس طرح جادو سے بھی تم مل سکو گی۔

اور تمہیں کیا لکھوں، آج تقریباً دن بھر شوکت (کیفی کی بیوی) اور زُہرہ کے ساتھ ہی گذرا۔ شوکت بے چاری تمہارے آنے کے بارے میں برابر پوچھتی رہتی ہے۔

اب تمہارے تیس تاریخ کے خط کا مجھے انتظار ہوگا کہ دیکھیں بھوپال سے آتا ہے یا علی گڑھ سے۔ بمبئی آنے کی تاریخ تم نے مقرر نہیں کی۔ میرے خیال سے تم بجائے علی گڑھ جانے کے ۲۹ کو بمبئی چلی آؤ ــــــ اچھا بہت سے پیار

حمیدہ کا پتہ یہ ہے۔ کوٹھی اسلام نبی خاں، دودھ پور روڈ علی گڑھ

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۶ جولائی ۱۹۵۶ء

●

معرفت مسز گپتا

سی گلمپس۔ والٹن روڈ۔ بمبئی۔ ا

خدیجہ پیاری،

یہ کیا ظلم ہے کہ آج بھی تمہارا خط مجھے نہیں ملا۔ تمہارے خیریت سے پہنچنے کی اطلاع تو تار سے

معرفت مسٹر گپتا
سی گلمپس
ولٹن روڈ ۔ بمبئی-۱

خدیجہ پیاری

یہ کیا ظلم ہے کہ آج بھی تمہارا خط مجھے نہیں ملا ۔ تمہارے خیریت سے پہنچنے کی اطلاع تو تار سے مل گئی تھی لیکن صرف ان دو لفظوں سے دل کی تسلی کیسے ہو ۔ اب کل تمہارا خط مجھے مل ہی جانا چاہیے ورنہ ذہن منتشر ہونے لگے گا ۔

تمہارے جاتے ہی گیتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا ، چنانچہ ان تین دن میں مہرا صاحب کی فلم " قیدی " کے آخری دو گیت مکمل کر دیے ہیں ۔ آج صبح سے بس یوں ہی مارا مارا پھر رہا ہوں ، دوپہر ساری آرکیڈیا میں پڑے پڑے گذاری ، شام سے وارثی صاحب کے یہاں چلا گیا تھا ، اُس گھر سے تو اب بے شمار یادیں وابستہ ہو گئی ہیں نا ؟

ہاں کل میں نے ابا جی اور الیاس میاں کو خط لکھ کر ڈال دیئے ہیں ۔ الیاس میاں کو میں نے لکھا ہے کہ وہ دس ستمبر اور چوبیس ستمبر کے درمیان کوئی تاریخ متعین کر کے مجھے لکھ بھیجیں ، اس سے زیادہ انتظار میرے لیے ذہنی کوفت بن جائے گا ۔ سیدھی بات تو یہ ہے کہ دس ستمبر ہی مقرر کر لی جائے خواہ مخواہ دس بارہ دن کیوں رائیگاں کیے جائیں ۔

" بس بات ہے اتنی کہ اُدھر کل ہے اِدھر آج "

تصویریں Print ہو کر آ گئی ہیں ، تمہیں بھیج رہا ہوں ۔ ان میں سے چند تصویروں کو میں نے Quater سائز پر انلارج کرایا ہے ۔ زیادہ بڑے سائز کی اچھی نہیں رہیں گی کیونکہ موسم ابر آلود ہونے کی وجہ سے بہت صاف نقوش نہیں آ سکے ہیں ۔ خیر اب تم آؤ گی تو بہت سی تصویریں کھینچ جائیں گی ، اور سچ پوچھو تو پھر تصویروں کی ضرورت ہی کیا رہ جائے گی ۔ تم جو بُندوں کا نمونہ دے گئی تھیں وہ کچھ زیادہ گلے نہیں اُتر رہا ہے ، اس لیے میں نے ابھی بننے نہیں دیئے ۔ اب میں خود اپنی پسند کے بنواؤں گا ، تم پھر آ کر چاہو تو اور بنوا لینا ۔

اور اب کیا لکھوں ۔ سچ بتاؤ بمبئی یاد بھی آتی ہے یا نہیں ؟ کیا پتا ، بھوپال پہنچ کر اس اجنبی شہر کو بھول بیٹھی ہو ۔ میری طرف سے سب کو سلام و دعا کہو ۔ عذرا کو میرا پیار کہنا اور کہنا کہ وہ تم سے پوری طرح لڑے ، تم اُس کے لیے یہاں سے کچھ نہیں لے گئی ہو ۔ میری بہن ہونے کے ناتے

اُسے تم سے ملنے کا پورا حق پہنچتا ہے ___ شاہد کو دعائیں ۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۴، اگست ۱۹۵۶ء

معرفت مسٹر گپتا ۔ سی گلمپس ۔ والٹن روڈ ۔ بمبئی ۱

خدیجہ پیاری

خدا خدا کر کے آج تمہارا خط ملا، بہت پیارا خط، تم اتنے زیادہ تشکر آمیز لہجے میں مجھ سے کیوں بات کرتی ہو۔ یہ تو سوچو، میں نے اگر تمہیں اس زندگی سے نکال کر کوئی نئی زندگی دینا چاہی ہے تو اس میں کیا میری "خود غرضی" شامل نہیں ___ "یہ تو اپنے کو چاہتا ہوں میں" والی بات ہے نا؟ ___ آؤ میری دوست تم میرے لیے بہت قیمتی ہو۔ تمہاری قدر اگر کوئی نہ کر سکا تو اب اسے بھول جاؤ، مجھے تمہاری قدر ہے، میں نے آج تک تمہیں اپنا خلوص اور اپنا پیار دیا ہے، آج جب میں تمہیں صرف اپنی محبت ہی نہیں اپنا نام، اپنا گھر اور اپنی عزت بھی سونپنے جا رہا ہوں تو اس اعتماد پر کہ تم اس کی صحیح محافظ ثابت ہو گی۔ میں تمہاری چاہت کی قدر اسی طرح کر سکتا تھا اور تم اگر مجھے اس کا معاوضہ دے سکتی ہو تو اسی صورت میں کہ تمہاری وفائیں مجھ سے ہر حال میں مستحکم رہیں۔

ہاں تمہارے لیے آج میں نے بالیاں بننے دے دی ہیں۔ تمہارا لایا ہوا نمونہ مجھے پسند نہیں تھا، آج میں صبح بانو کے یہاں گیا تھا، اُن کے یہاں سے مجھے بالیوں کا بہت خوبصورت نمونہ مل گیا، دوپہر کو موتی کے پاس بھی گیا، اُنھیں بھی دکھایا، اس نے بھی بہت پسند کیا، چنانچہ آج ہی بننے بھی دے دیا ہے۔ تقریباً سوا سو روپیہ کی پڑیں گی، چار پانچ دن میں آجائیں گی تو تمہیں Insured کرا کے بھجوا دوں گا۔

اور کیا لکھوں۔ کل تو تمہیں مفصل خط لکھ ہی چکا ہوں۔ تمہارے بلاوز کا پیس میں وارثی صاحب کے یہاں سے لے آیا ہوں، عباس اپنی Belt بھول گئے تھے وہ بھی اُسی ڈبہ میں محفوظ ہے۔ تمہارا شکریہ وارثی صاحب کو پہنچا دیا ہے۔

اباجی اور الیاس میاں کو غالباً میرے خط اب تک پہنچ گئے ہوں گے، تاریخ قریب سے قریب ہی طے ہونی چاہیے، خواہ مخواہ میں نے ۲۴ ستمبر تک کی بات لکھ دی، اتنا انتظار کس سے ہو گا ہاں یہ ضرور تمہیں ابھی سے بتا دوں کہ جو تاریخ بھی طے ہو تمہیں اُس سے کم سے کم ایک ہفتہ پہلے یہاں آنا ضروری ہو گا۔ پہلی بات تو یہ کہ کچھ نہ کچھ ہمیں اپنا گھر درست کرنا ہو گا، دوسرے تیرے بغیر

تیرا جوڑا یہاں کیسے سل سکتا ہے' آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ وارثی صاحب نے بڑی لمبی چوڑی فہرست دعوت کے لیے مرتب کر کے رکھ دی ہے۔

اچھا اب اجازت دو' بی آپا کی خدمت میں آداب کہو' اور سب بہن بھائیوں کو دعائیں' عذرا اور شاہد کو میرے پیار

ایک عرض یہ ہے کہ کل سے "ڈھاکہ کی ململ" کے آخری دو گیت شروع کرنا ہیں اس لیے ایک دو دن کی دیر میرے خط میں ہو جائے تو بخش دیجئے گا۔ اور مہربانی فرما کر آپ برابر خط لکھتی رہیے گا اس کے لیے میں آپ کا بہت شکر گذار ہوں گا۔

اچھا' شب بخیر' سیکڑوں پیار

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۵ اگست ۱۹۵۶ء

●

پیاری خدیجہ'

خط ملا' تم نے جو تصویر اپنی بھیجی ہے وہ بہت خوبصورت ہے' تم اس کا Negative بھیج سکو تو مجھے بھیج دو ورنہ کارڈ سائز پر اس کی چند کاپیاں ضرور انلارج کرا لو۔ ان میں سے ایک اپنے البم میں لگا لینا' اور میں بتاؤں' تمہارے البم کے پہلے صفحے پر جہاں صفیہ کی اور تمہاری تصویر لگی ہے وہاں سے اپنی پرانی تصویر نکال کر اس تصویر کو چسپاں کر دینا۔ بس یہ میری ایک "فضول سی" خواہش ہے۔ میرے لیے اس کی جذباتی اہمیت ضرور ہے لیکن میں یہ ضرور چاہوں گا کہ تم ایسا اسی وقت کرو جب تم خود بھی اس میں کوئی مسرت محسوس کرو' ورنہ پھر جہاں تمہارا جی چاہے البم میں لگا لینا۔ کیونکہ جذبات زبردستی کا سودا نہیں ہوتے۔ میں نے اسی قسم کی ایک جذباتی خواہش کا اظہار تم سے "لاکٹ" کے بارے میں کیا تھا لیکن تمہارے ردِ عمل کو کچھ سرد پا کر میں نے تم سے بغیر کسی شکایت کے اپنی اس خواہش کو واپس لے لیا۔ اس خواہش کو بھی واپس لینے میں مجھے کوئی عذر نہ ہوگا۔ اور اگر سچ پوچھو خدیجہ تو مجھے اس قسم کی خواہشات کا اظہار تو خود کرنا بھی نہیں چاہیے' یہ تو تمہارے سوچنے یا نہ سوچنے کی بات ہے جبکہ میں نے تمہیں بتا ہی دیا ہے کہ مجھے جیتنے کا راز مجھے چاہنے میں اتنا نہیں جتنا صفیہ کو چاہنے میں ہے' اُس صفیہ کو جس کی آج ہڈیاں بھی قبر میں باقی نہ ہوں گی۔

اچھا آؤ اب اور باتیں کریں۔

پہلی بات تو یہی کہ تم خواہ مخواہ اپنے میں یہ احساس پیدا نہ کرو کہ تم میں کسی قسم کی کوئی کمی ہے۔ تم نے آج تک جو گھٹی ہوئی زندگی بسر کی ہے اور یہاں جو وسیع اور کشادہ فضا ملی ہے یہ محض اُس کا فرق ہے۔ کل جب تم اس نئی زندگی سے مانوس ہو جاؤ گی تو تمہیں اپنے میں کسی کمی کا احساس نہ ہوگا۔ رہا تمہارا یہ بار بار کہنا کہ "میں کسی طرح بھی آپ کے قابل نہیں" تو میں پوچھتا ہوں کہ آپ سے کس نے رائے طلب کی ہے۔ یہ بات تو میرے سوچنے کی ہے کہ آپ میرے قابل ہیں یا نہیں، اور میں نے جو سوچ لیا، وہ سوچ لیا۔

ہاں میرے خط اباجی اور الیاس میاں کو مل چکے ہوں گے، مجھے ان کے جواب کا شدید انتظار ہے۔ بی آپا تو آپ سے آجکل خوش ہیں ہی، ان کی وساطت سے بس جلدی سے جواب لکھوا کے بھجوا دیجئے، بڑا کرم ہوگا۔ ورنہ ایک دو دن بعد الیاس میاں کو پھر کھٹکھٹانا پڑے گا۔

اور کیا لکھوں، آج "ایشیائی ادیبوں کی کانفرنس" کا اطلاع نامہ آیا ہے۔ دسمبر کے آخری ہفتہ میں دہلی جانا ہی پڑے گا۔ چنانچہ پروگرام یہی سوچا ہے کہ حمیدہ کو لکھا جائے کہ دسمبر میں سلمان کو لکھنؤ سے بلوالیں اور مع دونوں بچوں کے دہلی آجائیں، کیونکہ مجھے لکھنؤ جانے کا وقت نہیں مل سکے گا۔ ۲۲ دسمبر سے ۳۰ دسمبر تک کانفرنس چلے گی۔ میں اور تم دونوں یہاں سے سیدھے دہلی چلے چلیں گے۔ وہاں حمیدہ اور بچوں سے تمہارا ملنا بھی ہو جائے گا اور کانفرنس بھی تم Attend کر لو گی۔

آج وارثی صاحب آئے تھے، کہہ رہے تھے بدھ کے روز تمہاری بالیاں مل جائیں گی، میں دوسرے ہی دن تمہیں بھجوا دوں گا، خدا کرے تم پسند کرو۔

میرے دونوں خط تمہیں مل گئے ہوں گے اب تک۔ آج بالکل فرصت رہی، کل اتوار ہے لیکن کل کئی کام کرنے ہیں، گیت تو پیر کی صبح سے "نازل" ہوں گے۔

ہاں "نیا انداز" ۱۴ ستمبر کو بمبئی میں ریلیز ہو رہا ہے۔ اس سے پہلے تمہیں آ ہی جانا چاہیے تاکہ ہم لوگ ساتھ دیکھ سکیں۔

اچھا، شب بخیر۔ بی آپا کو آداب کہو اور عذرا اور شاہد کو پیار۔

تمہارا
جاں نثار اختر

۱۸ اگست ۱۹۵۶ء

خدیجہ پیاری'

خط ملا، غالباً تمہیں میرا پہلا خط نہیں ملا، تصویریں تو جہاں تک مجھے یاد ہے، میں نے دوسرے خط کے ساتھ بھیجی تھیں۔ بہرکیف کھو بھی جائے تو اب کیا غم ہے۔

ہاں میں کل اور ایاس میاں کے جواب کا انتظار کروں گا، پھر دوبارہ انھیں یاددہانی ضروری ہوگی۔ میں چاہتا ہوں کہ تم دس گیارہ تک بمبئی آجاؤ، تاریخ جو بھی طے ہو۔ تم ابھی سے یہ بات Declare کردو کہ تمہیں دس ستمبر کو بمبئی جانا ہی ہے۔

موتی سے کل ساحر کے گھر پر ملاقات ہوئی تھی، انھوں نے ایک فرمائش تمہیں لکھنے کے لیے کہا ہے۔ اور وہ یہ کہ تم ان کے لیے لاکھ کی چوڑیاں بھوپال سے لیتی آنا، گلابی رنگ کی اور سبز رنگ کی۔ اس کے علاوہ تین چار رنگ کی چوڑیاں اور لیتی آنا اور ان کا رنگ تم خود پسند کرلینا۔ بہرکیف یہ ان کی فرمائش ہے ــــ آپ مہربانی کر کے بھول نہ جائیے گا۔

اور تمہیں کیا لکھوں، آج سے ایک نئی تصویر "پہلے ہاتھ" کے گیت شروع ہوگئے ہیں۔ چنانچہ اب اس وقت تمہیں خط لکھ چکنے کے بعد وہی مغز پچی کرنا ہے۔

میری طرف سے سب کو سلام و دعا کہو۔ عذرا کو پیار، اس سے کہنا آج تو راکھی بندھن تھا، اس کی راکھی ابھی تک نہیں پہنچی۔ اچھا، پیار

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۱ اگست ۱۹۵۶ء (پتہ نہیں آج کیس تاریخ ہے یا بائیس)

خدیجہ پیاری

ابھی ابھی تمہارا خط ملا، بیس کا لکھا ہوا، تمہاری علالت سے شدید فکر ہے، تم ڈاکٹری علاج باقاعدہ جاری رکھو، تمہارا گھڑی گھڑی بیمار پڑنا تو مجھے مار ڈالے گا۔ سچ جانو میں بیماریوں سے بہت ڈرنے لگا ہوں۔ کل تمہارا خط آگیا تو ٹھیک ہے ورنہ کل تار سے تمہاری خیریت معلوم کروں گا۔

اور اس وقت کچھ ہوش نہیں ہے۔ گانے کی مصیبت ہی کیا کم تھی کہ تمہاری بیماری کی اطلاع نے اور UPSET کردیا۔

میرے سارے پیار تمہارے لیے ہیں۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۲ اگست ۱۹۵۶ء

پیاری خدیجہ،

تمہاری طبیعت کیسی ہے۔ میں نے تمہیں تار دیا کہ اپنی خیریت لکھ بھیجو لیکن تعجب ہے کہ تم نے جواب نہیں دیا۔ بہرکیف تمہاری خیریت کا انتظار ہے۔ تمہارا ۲۱ کا لکھا ہوا خط مجھے مل گیا تھا، تم نے لاکٹ کے سلسلے میں جو کچھ لکھا ہے وہ سب صحیح لیکن میرے ذہن کو کچھ دن ضرور لگیں گے دوبارہ یہ تصفیہ کرتے ہوئے کہ وہ لاکٹ میں واقعی تمہیں نذر کردوں۔ خیر، اب اس بات کو مجھ پر چھوڑ دو۔

الیاس نے ابھی تک کوئی جواب نہیں لکھا، اس وقت اُنہیں بھی تقاضا لکھ رہا ہوں میں چاہتا ہوں تم دس تک بمبئی آجاؤ۔ تم بی آپا کے ذریعہ اباجی سے جواب لکھوا سکتی ہو لیکن نہ جانے تم کیا کرتی رہتی ہو۔

اور کیا لکھوں، "پیلے ہاتھ" کا پہلا ہی گیت بُری طرح اٹکا ہوا ہے بالکل اسی طرح جیسے ہماری شادی کی کوئی تاریخ متعین نہیں ہو چکی۔

سُنا ہے "نیا انداز" پرسوں تمہارے یہاں بھارت ٹاکیز میں ریلیز ہو گیا ہے۔ تمہاری طبیعت ٹھیک ہو تو ضرور جا کے دیکھنا اور اپنی رائے لکھنا۔

میری طرف سے سب کی خدمت میں سلام و دعا کہو —— عذرا سے پیار کہو، اُس کی بھیجی ہوئی راکھی مجھے مل گئی ہے۔ اُس کے لیے کوئی تحفہ عنقریب بھیجوں گا۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۶ اگست ۱۹۵۶ء

●

جانِ عزیز،

تمہاری طبیعت کیسی ہے؟ —— تمہارا خط ملا، لیکن تم نے یہ ظلم کیوں کیا کہ تار کا جواب خط سے دیا ہے —— بہرکیف تمہیں تھوڑا سا اچھا ہونے کی ضرورت نہیں بالکل اچھا ہو جانا چاہیے۔ اب تو تھوڑے ہی دن رہ گئے ہیں تمہارے مجھ تک پہنچنے میں۔ ہاں میں نے کل الیاس کو خط پوسٹ بھی کر دیا ہے اور اُس میں یہی لکھا ہے کہ تم لوگ دس ستمبر تک بمبئی آجاؤ کیونکہ ۱۴، ۱۵ تاریخ سے آگے میں اسے ٹالنا نہیں چاہتا۔ اور ہاں میں تمہارے لیے کوئی "شاندار تیاری" نہیں کر رہا، تیاری تو تمہارے آنے کے بعد ہی ہوگی اسی لیے میں چاہتا ہوں کہ تم دس ستمبر تک بمبئی آ ہی جاؤ۔ مکان کا ابھی تک کچھ ٹھیک نہیں ہو سکا ہے، وہ بھی تمہارے آنے کے بعد ہی ہوگا۔ مجھے وقت

بالکل نہیں ملتا، وارثی صاحب اکیلے کہاں ڈھونڈتے پھریں، تم آجاؤ تو تم اور وارثی صاحب مل کر مکان ڈھونڈھ لینا۔ بہر کیف یہ کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہے۔ دو تین مہینے ہم لوگ ٹھاٹھ سے کسی معقول ہوٹل میں رہ سکتے ہیں۔ تم کچھ گڑبڑ کر کے الیاس یا ابا جی سے تاریخ کا فیصلہ کرا کے بھجوا دو، اب تم اتنا بھی نہیں کرسکتیں یہ تو کمال ہے۔ میں کل اور ان کے خط کا انتظار کروں گا پرسوں جوابی تار دوں گا، بس یہی ترکیب ہے اور کیا کیا جائے۔

ہاں تم اپنی کتابیں وغیرہ کچھ بھی اس وقت اپنے ساتھ لے کر نہ آنا۔ دسمبر میں ہم لوگوں کو دہلی جانا ہی ہوگا، وہاں سے واپسی پر تم اپنی کتابیں بھوپال سے لے لینا۔ اس وقت تک مکان وغیرہ کا بھی ٹھیک ہوجائے گا۔ ابھی لادگی تو یوں ہی ماری ماری پھریں گی۔ البتہ شاہد کو اپنے ساتھ ہی لیتی آنا ورنہ اسے بعد میں بلوانے میں خواہ مخواہ کی پریشانی ہوگی۔

کل میں موتی سے ملنے گیا تھا، ان کی چوڑیاں تو لا رہی ہو، ایک بات انھوں نے یہ کہی ہے کہ غالباً زہرہ کی والدہ تمہیں موتی کے لیے فیروزی رنگ کی پوتھ بھیجیں گی، وہ تم لیتی آنا، لیکن اگر وہ نہ بھیجیں تو انھوں نے کہا کہ تم خود فیروزی رنگ کی پوتھ خرید کے لیتی آنا، انھیں اپنی بالیوں کے لیے چاہیے۔

تمہاری بالیاں یقیناً تیار ہوچکی ہوں گی، آج میں نے وارثی صاحب کو ٹیلی فون کیا تھا کہ وہ انھیں منگوالیں، شام کو ان کے یہاں گیا تھا لیکن ان سے ملاقات نہ ہوسکی۔ اگر آج نہ آئی ہوں گی تو کل ضرور آجائیں۔ لیکن اب تمہیں بھیجنے کا ارادہ نہیں ہے۔ اب تم آ ہی رہی ہو، یہیں پہننا — کسی پرانے شاعر کا شعر ہے۔ جو اس وقت یاد آگیا۔

"کوٹھے اوپر آن کھڑا وہ کان میں ڈالے بالے دو
خلق خدا کی دیکھن لاگی چاند تو اک ہے ہالے دو"

اور کیا لکھوں، اب تو جتنی باتیں ہیں لکھنے کی نہیں کہنے کی ہیں، اب اگر سننا ہے تو جلدی سے آجاؤ۔

واجدہ کا خط آج آیا ہے، میں نے اسے لکھا تھا کہ خدیجہ کو تمہیں دیکھنے کا اشتیاق ہے اور وہ اب ستمبر میں مستقل میرے پاس آرہی، اس نے اپنا بہت بہت پیار تمہیں بھیجا ہے۔

اچھا اب اجازت دو۔ سب کو سلام و دعا کہو — اور خود کو — ۹۹؟ تمہارا

۲۷؍اگست ۱۹۵۶ء جاں نثار اختر

بہت پیاری خدیجہ،

صبح کا گیا ہوا اب رات کو واپس آیا ہوں، تمہارا خط نہ پاکر ذہن جھنجلا کے رہ جاتا ہے، تم اپنی محبت مجھے روز بھیج دیا کرو، میں ذرا اسے میں تو خوش ہو جاتا ہوں یہ تو تم جانتی ہو۔ تمہارے انتظار میں ایک ایک دن گن گن کے گزر رہا ہے۔ سوچا تو یہ تھا کہ تم مجھے زیادہ چاہوگی اور میں تمہیں کم، لیکن ہوا یہ کہ میں تمہیں زیادہ چاہنے لگا ہوں اور تم بس مجھے یوں ہی تھوڑا بہت چاہ لیتی ہو۔

آج خدا خدا کرکے "پیلے ہاتھ" کا ایک گیت ختم ہوا ہے، کل سے دوسرے گیت کی معروفیت ہوگی۔ ہاں تم نے یہ بات بڑے پتے کی لکھی تھی کہ جب میں زیادہ مصروف ہوتا ہوں تو تمہیں زیادہ خط لکھتا ہوں۔ دراصل ذہن دن بھر اتنا تھک سا جاتا ہے کہ تم سے باتیں کرکے ہی کچھ آسودگی حاصل ہو سکتی ہے۔ اب تم جلدی سے آجاؤ تاکہ میرے بوجھل سر کو کچھ تو تمہاری گود میں آرام مل سکے

تمہیں کل رات بھی خط لکھ چکا ہوں، جو آج صبح ہی پوسٹ کیا ہے شاید تاریخ اس پر غلط لکھی ہے، بہرکیف تم کب آرہی ہو مجھے ٹھیک ٹھیک لکھو۔ میں کل تو نہیں پرسوں الیاس کو جوابی تار ضرور دوں گا، اُن کا یہ تغافل مجھے کچھ پسند نہیں آرہا، اگر انھوں نے تار کا جواب بھی نہیں دیا تو پھر واقعی میں اُنھیں کبھی نہیں لکھوں گا۔

ہاں آج تمہارے لیے مکتبہ سے "امراؤ جان ادا" خرید لایا ہوں۔ ناول تو تم نے ضرور پڑھا ہوگا، لیکن یہ بہت خوبصورت باتصویر ایڈیشن لاہور سے چھپ کر آیا ہے تم دیکھ کر خوش ہوگی — ساحر کی پرچھائیاں تمہارے پاس سے کھو، تو اس کا غم کیا ہے، یہاں آؤ گی تو پھر اُس سے لے لینا، اور ہاں یہ ضروری خبر تو رہ ہی گئی کہ اُس ناول کو آج دوپہر کو لیے ہوئے تھوڑی دیر کے لیے آرکیڈیا چلا گیا تھا۔ وہ فی الحال مسز میمن نے پڑھنے کے لیے لے لی ہے۔ تمہارے آنے کے بارے میں پوچھتی تھیں۔ میں تمہارے آنے کی کوئی صحیح تاریخ بھی تو کسی کو نہیں بتا سکتا یہ کیا غضب ہے۔

اچھا، اب اور کیا تجھے لکھوں۔ آج ۲۸ ہے، چودہ پندرہ دن کے اندر تجھے میرے پاس آہی جانا چاہیے، تو ابھی سے اودھم مچانا شروع کردے تب آسکے گی۔ سچ خدیجہ ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ تم میری توقع کے مطابق یہاں نہ پہنچ سکو، کیونکہ میں ذرا سے میں جذباتی طور پر بہت مجروح ہو جاتا ہوں۔ اور پھر دوسرے ہی لمحے مجھ میں ضد سی اُبھرنے لگتی ہے، پھر چاہے مجھے خود کتنی ہی ذہنی اذیت ہو میں اسے سہہ کر بھی اپنی ضد کو پورا کرنے کا عادی سا ہو گیا ہوں۔ میں اسے

اپنی کمزوری تسلیم کرتا ہوں لیکن شاید دُور نہیں کر سکتا ، یہ کمزوری میری طبیعت کا جزو بن کر رہ گئی ہے۔ یہ بات میں تجھے ڈرانے کی خاطر نہیں لکھ رہا بلکہ اس لیے لکھ رہا ہوں کہ تو مجھے زیادہ سے زیادہ سمجھ سکے۔

اب —؟ اب بہت سے پیار، اتنے پیار کہ تو گھبرا جائے

تیرا

جاں نثار اختر

۲۸ر اگست ۱۹۵۶ء

●

عزیز خدیجہ،

تمہاری بالیاں آج میں لے آیا ہوں ، جی چاہ رہا ہے تمہیں جلدی سے پہنے ہوئے دیکھ لوں۔ تم کیسی ہو، تمہیں پرسوں بھی خط لکھ چکا ہوں ، کل بھی — اور دیکھو آج بھی تمہیں خط لکھنے بیٹھ گیا۔ آج کا دن بس یوں ہی گذر گیا۔ شام کو وارثی صاحب کے یہاں چلا گیا تھا، اور کچھ نہیں۔ "پیلے ہاتھ" کا دوسرا گیت کل سے شروع ہوگا ، اس کے معنی ہیں دو تین دن پھر شدید مصروفیت رہے گی۔ بہر کیف اُس کا رونا ہی کیا، وہ تو اب پیٹ کی مجبوری بن چکے ہیں۔

تمہاری طبیعت اب کیسی ہے، خدا کرے تم بالکل خوش اور صحت مند ہو۔ ہاں مجھے تو کل فرصت ملنے والی نہیں ، میں نے وارثی صاحب کو الیاس کے نام تار لکھ کر آج دے دیا ہے، وہ صبح اپنے دفتر سے بھجوا دیں گے۔ اب میں نہیں جانتا تم میرے حسب منشا تاریخ طے کرا کے بھجوا چکو۔ آخر تاریخ کے تعین میں کیا رکاوٹ ہے یہ میں نہیں سمجھ سکتا۔

آج میں اختر سعید کو بھی خط لکھ رہا ہوں تاکہ وہ فیصلہ کی نقل عدالت سے حاصل کر کے مجھے بھجوا دیں۔ اُس کا آنا ضروری ہے۔

ہاں آج احسان نے بتایا کہ انھوں نے ابھی تک تمہاری تصویریں ENLARGE کرنے دی ہی نہیں۔ میں نے تاکید کر دی ہے کہ کل وہ ضرور بھجوا دیں۔

میری جانب سے بی آپا کو آداب کہو اور سب بہن بھائیوں کو دعا ، شاہد کو پیار۔

بہت سے پیار

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۹ر اگست ۱۹۵۶ء

خدیجہ پیاری

خط ملا، آج بھی مجھے دن بھر فرصت رہی، زیادہ وقت آرکیڈیا میں گزرا، شام کو ایشیائی کانفرنس کے سلسلے میں یہاں کے ادیبوں کی میٹنگ تھی، وہاں چلا گیا، اب لوٹ کر آیا ہوں، وارثی صاحب کے یہاں جانا نہیں ہوا، پتہ نہیں انھوں نے تار دلوا دیا ہے یا نہیں اب کل معلوم کروں گا۔

ہاں رات کو تمہیں خط لکھنے کے بعد حمیدہ کو خط لکھنے بیٹھ گیا، میں نے اسے ستمبر میں ہونے والے واقعہ کی اطلاع دے دی ہے۔ میں نے اسے یہ بھی لکھا ہے کہ دسمبر میں میں اُسے لے کر تمہارے پاس آؤں گا، تم سے اور بچوں سے ملانے کے لیے تم میرے ناتے سے نہیں بلکہ اس واسطے سے کہ وہ "صفیہ کی پُجارن" ہے اپنا تھوڑا سا پیار اُسے ضرور دے سکو گی!

جیسا تم نے لکھا ہے تم مجھے جلد سے جلد اپنے بمبئی آنے کی اطلاع ضرور بھیج دو۔ اور یہ بھی لکھنا کہ بی آپا اور اباجی اس موقع پر خود بھی بمبئی آنا چاہیں گے یا نہیں۔

اچھا، تو تم نے مسٹر بلو دیکھ بھی لیا۔ یہاں تو ابھی تک یہ پکچر ریلیز بھی نہیں ہوئی ہے اس لیے میرے دیکھنے کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوا۔ ہاں اس پکچر میں میرے تین گیت ہیں۔

(۱) کتنے ستم، کتنے ہی غم، بھول گئے ہائے تمہارے لیے ہم

(۲) آج جو ہم تم مل گئے، پیار میں دو دل کھل گئے
دیکھ زمانہ جل گیا، لاکھ کلیجے ہل گئے

(یہ تو خود ہم لوگوں کی SITUATION پر بھی صادق آتا ہے نا؟)

(۳) یاد کروں توری بتیاں، رورو گنوائیں میں نے انکھیاں، پیا جی دن رتیاں

اب تو غالباً "نیا انداز" بھی وہاں ریلیز ہو گیا ہوگا۔ تم چاہو تو دیکھ لینا۔ یہاں ۱۴ ستمبر کو ریلیز ہو رہا ہے، جب تک تو تم یہاں آ ہی جاؤ گی، یہاں دوبارہ سہی۔

اچھا، اب رخصت، جانے کیوں اس وقت بُری طرح نیند آ رہی ہے حالانکہ ابھی گیارہ بھی نہیں بجے۔ آؤ، میرے پیار لو۔

تمہارا
جاں نثار اختر

۳۰ اگست ۱۹۵۶ء

○

میری جان

تمہاری تصویر اور تمہارا بہت پیارا سا خط ملا، اس وقت بارہ بج چکے ہیں اور اس مہینے کا آغاز

ہو چکا ہے جس میں تم میرے پاس آرہی ہو۔

" خبرم رسید امشب کہ نگار خواہی آمد" (حافظ)

آج تمہارے خط کے ساتھ الیاس میاں کا خط بھی ملا، انھوں نے لکھا ہے کہ وہ دو چار روز میں تاریخ سے مطلع کریں گے۔ میرا تار اُنھیں پہنچا ہوگا بہرکیف اب تم آجکو، زیادہ نہیں ترساؤ۔

آج کا دن بہت مصروف گذرا، دوسرا گیت تقریباً مکمل ہوگیا ہے، صرف ایک "لائن" اور "جوڑنا" ہے۔ اس کے معنی ہیں کل پھر مصروفیت ہوگی، پرسوں سے دو تین دن کی فرصت سمجھو۔ لیکن اور کام اتنے اکٹھا ہوگئے ہیں کہ پوچھو نہیں

بہت سے خط آئے پڑے ہیں اُن کا جواب لکھنا ہے، انجمن ترقی اردو کل ہند، میری نظموں کا ایک چونسٹھ صفحات کا انتخاب شائع کرنا چاہتی ہے وہ مرتب کرکے انھیں بھیجا ہے انکم ٹیکس کا قصہ الگ ہے، سبط حسن کا خط لاہور سے آیا ہے، وہ کوئی پرچہ "نگارش" کے نام سے نکال رہے ہیں۔ صفیہ کے چند غیر مطبوعہ خطوط انھوں نے مانگے ہیں، اُن کی نقل کرکے انھیں بھیجنا ہے۔ غرض گیتوں سے ایک دو دن کی فرصت ملے بھی تو کیا، ان مصروفیتوں میں وقت گذرے گا۔

آج یہاں دن بھر بارش ہوتی رہی اور اس وقت بھی پانی زور شور سے برس رہا ہے۔ میں پلنگ پر بیٹھا ہوا تمہیں خط لکھ رہا ہوں اور سامنے میز پر تمہاری تصویر برابر میری طرف دیکھے جا رہی ہے۔ کیوں؟ کس لیے؟— اچھا ابھی اُٹھ کر اسے پیار کروں گا۔

اور ہاں آپ کی یاد ویسے ہی کب ایک منٹ کے لیے پیچھا چھوڑتی تھی کہ جناب —"یاد اتنی تجھے دلاتے جائیں" کے تحت اپنی چوڑیاں میز کی دراز میں چھوڑ گئی ہیں۔

اچھا اب اجازت دو، اب سونے کا ارادہ ہے، تم ہوتیں تو جاگنے کا فائدہ بھی تھا، بیکار جاگنے سے کیا حاصل۔

آؤ میں سر سے پاؤں تک تمہیں چوم لوں۔

تمہارا
جاں نثار اختر

۳۱ راگست ۱۹۵۶ء

●

جانِ عزیز

آج تمہارا کوئی خط نہیں آیا، اب کل اتوار ہے، پرسوں پر بات گئی۔ الیاس کا تار مل گیا

اُنھوں نے ۲۵ تاریخ ستمبر کی لکھی ہے۔ آخر چوبیس طے کر لیتے تو کیا ہرج تھا، بہر کیف تیری خاطر یہ بھی گوارا سہی

تم اب ایسا کرو کہ حد سے حد پندرہ یا سولہ تک ضرور آجاؤ۔ مجھے تمہارے لیے کئی کام کرنے ہیں اور وہ بغیر تمہاری موجودگی کے ممکن نہ ہوں گے۔ الیاس میاں اگر دس دن کی چھٹی لے کر تمہارے ساتھ آجائیں تو بہت اچھا ہے۔ ورنہ تم عباس ہی کو لے آؤ۔ الیاس ۲۵ ستمبر کے لگ بھگ آجائیں گے۔ ابا جی اور بی آپا کا کیا ارادہ ہے، کیا وہ خود بھی بمبئی آنا پسند کریں گے یا نہیں — یہ تم معلوم کر کے لکھو۔

ہاں میں نے اختر سعید کو خط لکھ دیا ہے، تم سے ممکن ہو تو انھیں ایک دن بلوا کے فیصلہ کی نقل مجھے بھیجنے کی تاکید کردو۔ اگر اُنھیں اُس میں زیادہ آسانی ہو کہ وہ نقل لے کر تمہارے حوالے کردیں تو تم ان سے براہ راست لے لو اور اپنے ساتھ لیتی آؤ۔ بہر حال یہ کام ضروری ہے اس کا خیال رکھنا۔

آج کوئی بارہ بجے کے قریب مجھے فرصت مل گئی تھی، چنانچہ موتی کو ساتھ لے کر "قیدی" کا شوٹنگ دیکھنے چلا گیا۔ پدمنی کا ڈانس خود موتی کو بھی دیکھنے کا شوق تھا، کوئی سات بجے شام کو وہاں سے واپسی ہوئی۔ پھر بقیہ وقت خلیل صاحب کے ساتھ گذرا۔ اب کوئی گیارہ بجے کے قریب گھر آیا ہوں اور بس تمہیں خط لکھنے بیٹھ گیا۔

ہاں موتی نے کہا ہے کہ تم اُس کے لیے جو چوڑیاں لاؤ وہ تمہاری سونے کی چوڑیاں کے ناپ کی ہونی چاہئیں۔

اچھا تو آج سے صرف ۲۴ دن ہی تو باقی ہیں، پھر تو تم میری ہو جاؤ گی، سارے زمانے کی نظر میں۔ دیکھو ہماری منزل کتنی قریب آگئی ہے، آؤ میری دوست، میرے پیار تمہارے منتظر ہیں۔

بی آپا کی خدمت میں آداب کہو اور عذرا اور شاہد کو پیار۔

تمہارا

جاں نثار اختر

یکم ستمبر ۱۹۵۶ء

●

پیاری خدیجہ،

رات کو تمہیں خط لکھا، لیکن ابھی تک پوسٹ کرنے کی نوبت نہ آئی، اب دونوں خط ساتھ

پوسٹ کروں گا۔

کل تمہارے خط کا انتظار رہے گا خدا کرے آجائے، تم کب تک آرہی ہو، کوئی فیصلہ کر کے مجھے لکھو۔ تمہیں زیادہ سے زیادہ سولہ کی صبح تک یہاں آہی جانا چاہیے۔ تم آجاؤ تو کچھ کام ہوسکیں گے سب سے بڑا مسئلہ تو مکان کا ہے۔ ورنہ ایک دفعہ ہوٹل کی زندگی اختیار کی تو پھر مشکل ہی سے پیچھا چھوٹے گا۔

آج کا دن بس کچھ یوں ہی سا گذرا، صبح ایڈوانی صاحب آگئے تھے، اپنی تصویر کا ایک گیت لکھوانے۔ چنانچہ گیارہ بجے تک انھیں گیت کہہ کر دیا۔ پھر بانو کے یہاں چلا گیا، اُن کی بالی واپس کرنی تھی، تمہاری سونے کی بالیوں کو اُنھیں نے بہت پسند کیا، کہہ رہی تھیں یہ آپ مجھے دے دیجیے، آپ خدیجہ کے لیے دوسری بنوا لیجیے گا۔

وہاں سے "حسب معمول" "آرکیڈیا" اور پھر نیر کے گھر۔ نیر بخار میں مبتلا ہیں اس لیے کل کوئی نیا گیت تو شروع ہونے سے رہا، البتہ اُن کی مزاج پرسی کو ضرور جاؤں گا۔ کل بھی سمجھو فرصت ہی رہے گی، اِدھر اُدھر وقت گذاری کرتا پھروں گا۔ ہاں کل کوشش کروں گا کہ انکم ٹیکس کے کاغذات اکٹھا کر کے اس مسئلہ سے نجات حاصل کرلوں۔

تمہاری طبیعت تو اب بالکل ٹھیک ہے نا؟

اچھا تو اب اجازت دو۔ بس ایک ہی سوال ذہن میں گونج رہا ہے۔ تم کب آرہی ہو؟ تم کب آرہی ہو؟ تم کب آرہی ہو؟

سیکڑوں پیار

تمہارا

اختر

۲ ستمبر ۱۹۵۶ء

خدیجہ عزیز،

تمہارا خط آج نہیں آیا، ایسا کیوں؟ —— میں اس طرف روزانہ تمہیں خط لکھتا رہا ہوں، غالباً اسی لیے تم نے خط لکھنا کم کر دیئے۔ سوچو تمہیں سات آٹھ خط ہی تو اور لکھنا ہیں پھر تو تم میرے پاس آہی جاؤ گی، چند دنوں کے لیے کیوں تساہل برتتی ہو۔

"آپ کیوں لے کے یہ الزام بُرے ہوتے ہیں"

مجھے برابر خط لکھتی رہو۔ میں گھر سے اسی امید میں لوٹتا ہوں کہ تمہارا خط ملے گا، کتنی مایوسی ہوتی

ہو گی تمہارا خط نہ پاکر ـــ

ہاں اب مجھے اصلی بات لکھو۔ بمبئی تم کس دن پہنچ رہی ہو۔ میں کل ۲۵ تاریخ کے لیے کارڈ چھپنے دے رہا ہوں۔ ادیبوں والی دعوت جو ۲۵ کی شام ہی کو رکھی ہے اُس میں تقریباً پچاس مہمان ہو جاتے ہیں۔ فلم والا گروپ بالکل الگ کر دیا ہے، وہ ۲۶ کی شام کو دیکھا جائے گا۔

اچھا، تو تم جلدی سے جلدی آنے کی کوشش کرو۔ میں نے تمہیں لکھا ہے کہ حد سے حد سولہ کی صبح یہاں پہنچ جاؤ، لیکن تم جلدی آجاؤ گی تو پھر کوئی بات ہوئی۔

"نیا انداز" دیکھا؟ یہاں چودہ ستمبر کو ریلیز ہے، کیوں نہ تم میرے ساتھ دیکھو؟

الیاس اور عباس کو اتنی لمبی فرصت نہ مل سکتی ہو تو نسیم میاں کو لے آؤ۔ عذرا کو خط لکھ کر تمہارے لفافہ ہی میں بھیج رہا ہوں، اسے دے دینا۔

سب کو سلام و دعا کہو۔ اور میرے خطوں کا مفصل جواب لکھو۔ تم پہ بہت خطوں کا جواب قرض ہو گیا ہے

بے شمار پیار

تمہارا

اختر

۳ ستمبر ۱۹۵۶ء

●

پیاری خدیجہ،

آج تمہارا دوسری کا لکھا ہوا خط ملا ہے، جس میں تم نے میرے ستائیس تاریخ کے خط پہنچنے کی بات لکھی ہے، اس طرف تو میں تمہیں روزانہ خط لکھتا رہا ہوں ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، پہلی، دوسری شاید ہی کوئی ناغہ ہوا ہو۔ اب تک تو تمہیں کئی خط مل جانے چاہیے تھے۔ خیر، اب کوئی خط چرا کر بھی کیا کرے گا۔

مکان کے بارے میں تمہیں لکھ چکا ہوں۔ تمہارے آنے کے بعد ہی کچھ ہوگا۔ مجھے فرصت نہیں ملتی، وارثی صاحب اکیلے کہاں دوڑ دھوپ کریں۔ فی الحال تو ایک آدھ مہینہ ہم لوگوں کو ہوٹل ہی میں گزارنا ہوگا، تم ہوٹل کے خیال سے پریشانی محسوس نہ کرو، یہاں بہت آرام دہ قسم کے ہوٹل بھی ہیں۔ ظاہر ہے کسی گھٹیا ہوٹل میں تو قیام ناممکن ہے۔ اچھا تو تم پندرہ تک آرہی ہو۔ اپنی روانگی سے ایک دن قبل تار دے دینا تاکہ میں تمہارے "استقبال" کے لیے اسٹیشن آجاؤں اور تمہارے ٹھہرنے کا انتظام بھی مکمل ہو جائے۔ ابھی وارثی صاحب کو تکلیف دینا کا خیال بالکل نہیں

ہے۔ گھڑی گھڑی اُن کو پریشان کرنا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

ہاں میں نے اختر سعید کو خط لکھ دیا ہے اور انھیں ۲۵ تاریخ کے لیے مدعو بھی کیا ہے۔ شہاب اور تاج کو اور لکھوں گا لیکن تمہارے یہاں آنے کے بعد۔ تم نے شہاب کا جو خط بھیجا ہے اُس کا میں کیا کروں جب تم نے خود اپنی کوئی مرضی مجھے نہیں لکھی۔ بہرکیف یہ سب باتیں پھر دیکھی جائیں گی، تم پہلے آجاؤ۔

تمہارے خط میں یہ خبر دلچسپ ہے کہ چغتائی تم سے کچھ خفا ہیں، آخر کس لیے؟ البتہ این تم سے خاصے خوش ہیں یہ بڑی خوشی کی بات ہے۔

تم نے سیٹ لانے کے لیے لکھا ہے، تمہاری مرضی ہو تو لے آؤ، ورنہ جب تک گھر نہیں بنتا اس کی ضرورت بھی پیدا نہیں ہوگی۔ یہاں بھی تو جوں کا توں رکھا رہے گا۔ بہرحال اور اب اپنے بارے میں کیا لکھوں۔ "پہلے ہاتھ" کے دو گیت مکمل ہو چکے ہیں، کل سے ریہرسل شروع ہوگا اور نو تاریخ کو ریکارڈنگ ہے۔ آج دن بھر گیتوں سے تو فرصت رہی، البتہ انکم ٹیکس کے کاغذات لے جا کر وکیل کے سپرد کر دیے ہیں۔ جو کچھ وقت صرف ہوا اسی چکر میں ہوا۔ ہاں کل سے ایک نئی فلم "اُجالا" کے گیت شروع ہو جائیں گے۔ سمجھو، چار پانچ دن کی مصروفیت پھر آگئی۔

کل تمہارا خط پھر آئے گا، بس یہ میرا دل کہہ رہا ہے۔ اچھا، اب بہت سی دعائیں اور پیار شب بخیر—

تمہارا اپنا

جاں نثار اختر

۵ر ستمبر ۱۹۵۶ء

●

میری جان

تمہارا خط ملا، تمہاری طبیعت کی تھوڑی سی ناسازی بھی مجھے بہت بے چین کر دیتی ہے۔ تم یہ انجکشنوں کا سلسلہ بند کرو، جانے کیا اُلٹے سیدھے انجکشن لیتی رہتی ہو۔ تم بمبئی جتنی جلد ہو سکے چلی آؤ، یہاں تم آتے ہی ڈاکٹر کمبھار کو دکھاؤ اور اپنا ڈھنگ کا علاج کرو۔ یہ ہر وقت تمہارا رہ رہ کے بیمار ہونا مجھے مار ڈالے گا۔ تم سچ جانو میں بہت UPSET سا ہو جاتا ہوں۔ صفیہ نے مر کر اس معاملے میں میرے دل کو بہت زیادہ کمزور بنا دیا ہے۔ میں تصور میں بھی تمہیں بیمار

دیکھنا برداشت نہیں کر سکتا۔

ہاں اختر سعید کو میں نے اطلاع دے دی تھی بلکہ بمبئی آنے کی دعوت بھی۔ اُن کا جواب بھی آ گیا۔ اُنھوں نے وعدہ کیا ہے کہ وہ ضرور آئیں گے۔ فیصلہ کی CERTIFIED COPY اُنھوں نے لکھا ہے کہ گیارہ ستمبر کو ملے گی، اب یا وہ مجھے بذریعہ رجسٹری بھیج دیں گے، یا ممکن ہے لاکر تمہارے حوالے کر دیں۔ تم اُسے ساتھ لیتی آنا۔ تاریخ اب تمہارے آنے کے بعد طے کریں گے اور ابا جی کو تار سے اطلاع دے دیں گے۔ خیال یہی ہے کہ ۲۴ ہی رکھی جائے۔ ۲۵ کو تاج میں ڈنر کا انتظام کرنا ہی ہوگا۔ پہلے سوچا تھا کہ ادیبوں اور کچھ دوسرے دوستوں کو الگ بلایا جائے اور فلم والوں کو الگ۔ لیکن اب ایک ہی پارٹی کا خیال ہے، اس میں آسانی رہے گی۔ میں پیر کے دن INVITATION CARDS چھپنے دے دوں گا۔ بھوپال سے اختر سعید کو تو مدعو کر ہی چکا ہوں۔ شہاب، چغتائی اور تاج کو اور لکھوں گا اور بس۔

تمہاری تصویریں انلارج ہو کر آج آ گئی ہیں لیکن اب تمہیں بھیجنے کی خواہ مخواہ زحمت کیوں کروں تم اب آ ہی رہی ہو۔ اور ہاں تم نے اپنی تصویر انلارج کرالی یا نہیں، اُس کے ایک دو PRINT لیتی آنا ورنہ NEGATIVE لیتی آنا، یہاں انلارج کرالی جائے گی۔

اور کیا لکھوں، کل اتوار ہے، پرسوں دس تاریخ ہوگی، پرسوں تمہیں ایک خط اور لکھوں گا۔ پھر — خط لکھنے کی ضرورت ہی نہ رہے گی۔

بی آپا کو میرا بہت بہت آداب کہو، اور سب بہن بھائیوں کو دعا۔ شاہد کو پیار

تمہارا اپنا

جاں نثار اختر

۸ ستمبر ۱۹۵۶ء

●

خدیجہ، میری جان

آج تمہارا خط نہیں آیا، کل ضرور آئے گا نا؟ اور پرسوں سے تو میں تمہارے تار کا انتظار شروع کر دوں گا، تم پندرہ ورنہ سولہ کی صبح تو ضرور پہنچ رہی ہو؟ آؤ میری زندگی کا لمحہ لمحہ تمہارا منتظر ہے۔ اختر سعید نے فیصلہ کی CERTIFIED COPY مجھے بھیج دی ہے۔ آج ہی وصول ہوئی ہے۔ معلوم نہیں وہ تم سے بھی ملے یا نہیں: آج اُنھیں خود لکھوں گا۔ شادی کی تاریخ ۲۴ اور دعوت کی تاریخ پچیس بالکل FIXED کر دی ہے۔ چنانچہ آج INVITATION CARDS

پریس کے حوالے کر دیے ہیں

بہرکیف، اب تو دن انگلیوں پر گنے جا سکتے ہیں، پانچ دن اور، پھر کم سے کم تم میرے پاس تو پہنچ ہی جاؤ گی۔

"تیری فرقت کے دن خدا کاٹے
ہو رہے گا کبھی وصال کا کیا"

آج شہاب، چغتائی اور تاج کو بھی خط لکھ رہا ہوں۔ اختر سعید نے تو پہلے ہی آنے کا وعدہ کر رکھا ہے ممکن ہے ان میں سے تاج چلا آئے۔ اچھا ہے تمہاری اُس کی صفائی بھی ہو جائے گی۔

اب کوئی بات لکھنے کے لیے سمجھ میں نہیں آ رہی۔ بس جتنی باتیں ہیں سب کہنے کی ہیں اس لیے خط ختم —— یوں بھی ایک معنوں میں یہ آخری خط ہے۔ اب خط کی ضرورت ہی کیوں پیش آئے گی۔

میرے سیکڑوں، ہزاروں، بلکہ ان گنت پیار تمہارے منتظر ہیں۔ آؤ میں تمہیں اپنے پیاروں سے ڈھانپ دوں۔

تمہارا تمہارا تمہارا
جان نثار اختر

۱۰ ستمبر ۱۹۵۶

●

عزیزہ خدیجہ

قصہ یہ ہے کہ نیر اور مسز نیر اٹھارہ تاریخ کو امرتسر جا رہے ہیں اور ۲۴، ۲۵ تک ان کی واپسی کا کوئی امکان نہیں۔ شادی میں اُن لوگوں کی شرکت ضروری اور لازمی ہے۔ اُس کو تم خود سمجھ سکتی ہو۔ لہٰذا صورت صرف یہی ہے کہ تم اور الیاس سولہ کی صبح پہنچ ہی رہے ہو، اباجی کو بھی اپنے ساتھ لیتے آؤ۔ اور سترہ کو یہ پوری تقریب مع پارٹی وغیرہ کے نبٹ جائے۔ آج کارڈ بھی اسی تاریخ کے مطابق چھپ گئے ہیں اور کل تقسیم ہو جائیں گے۔ لہٰذا کسی تبدیلی کا امکان اور گنجائش قطعی نہیں۔

میں نے آج EXPRESS تار دیا ہے الیاس کے نام، اچھا تو تم لوگ یقینی پہنچ رہے ہو۔ تار کی اطلاع دو —— اور یوں بھی سوچو کہ خواہ مخواہ ایک ہفتہ ضائع کرنے سے کیا فائدہ ہوتا؟

میرے سیکڑوں پیار

تمہارا
جان نثار اختر

۱۲ ستمبر ۱۹۵۶ء

۱۹۵۷ء

چوتھی منزل
سی گلمپس والٹن روڈ
بمبئی۔ ۱

جان پیاری

تم سے رخصت ہو کر جوں توں بمبئی پہنچ ہی گیا، بغیر تمھارے سفر میں کیا خاک لطف آتا۔ اب اس وقت نیّر کے یہاں سے واپس آکر تمھیں خط لکھ رہا ہوں۔ گلے کی تکلیف تو کسی قدر کم ہے البتہ پھنسی نے زور پکڑ رکھا ہے، فی الحال مرہم کا ایک پھاہا چپکا لیا ہے، اسی کے زور سے خفیف سی حرارت بھی ہو گئی ہے، بہرکیف کل نہیں تو پرسوں تک ٹھیک ہو جاؤں گا تم متفکر نہ ہونا۔

احسان نے تمھاری تصویر کے پرنٹ کرا لیے ہیں، غالباً کل روانہ کریں گے، کل تمھیں بنک سے نکلوا کر کچھ پیسے بھی بھجوا دوں گا، پتہ نہیں تم یہاں قیام کا کتنے دن قصد رکھتی ہو، جو پیسے میں بھیجوں وہ تمھارے لیے کم نہ ہوں۔ اگر کم ہوں تو لکھ بھیجنا میں اور بھیج دوں گا۔

آج تو REST کی اجازت مل گئی ہے، کل سے البتہ کام شروع ہو جائے گا اور صبح سے شام تک کی مصروفیت۔

۱۸ر دسمبر کو BINACA گیت مالا کا سالانہ پروگرام تھا، اس میں جن جن کے ریکارڈ شامل تھے اُن کو بطور تحفہ اُنھوں نے ایک GIFT PARCEL بھیجا ہے۔ چنانچہ میرے نام بھی آیا ہے، چلو اور کچھ نہیں تو اس مہینے میں TOOTH PASTE تو خریدنے کی ضرورت نہ ہوگی۔ لیکن وہ تمہارے آنے تک کھولا نہیں جائے گا، مطمئن رہو۔ حیدر آباد سے عطیہ کا NEW YEAR'S CARD

آیا ہے، باقی ایک دو اور اُلٹے سیدھے خط ہیں، اخباروں اور رسالوں کے۔

اس وقت کمرے کی مکمل تنہائی میں بیٹھا تمہیں خط لکھ رہا ہوں۔ تم مجھ سے پانسو میل دور ہو کر بھی کچھ زیادہ دور محسوس نہیں ہو رہیں۔ شام کو خلیل صاحب کی طرف جاؤں گا، یہاں پڑے پڑے بھی تو وحشت ہو گئی، اچھا پیار لو اور بتاؤ اس چوبیس گھنٹے میں کتنی دیر مجھے یاد کیا، سچ سچ بتانا؟!

تم کب آ رہی ہو، لکھو۔ تمہارے بغیر میری زندگی کا ہر لمحہ سُونا ہے۔

تمہارا پیاسا

۳؍جنوری ۱۹۵۷ء — تمہارا جاں نثار اختر

●

میری جان،

تمہارا پیارا خط ملا، میری طبیعت بہتر ہے۔ احسان کو آج میں نے دو سو روپے دے دیے ہیں کہ وہ تمہیں بذریعہ T.M.O روانہ کر دیں۔ کل شام تک ضرور پہنچ جائیں گے۔

اور کیا لکھوں۔ تم میرے پاس جب تک نہیں آئی تھیں مجھ میں تمہارے لیے ایک تڑپ ضرور تھی لیکن اب میرے پاس اگر چند دن کے لیے کیا چلی گئی ہو معلوم ہوتا ہے میں تمہارے بغیر ایک دن زندہ نہیں رہ سکتا۔ تم جلد اپنے آنے کی تاریخ اور وقت لکھو، میرا ہر لمحہ اور ہر سانس تمہاری منتظر ہے۔

آؤ میں تمہیں سر سے پاؤں تک چوم لوں۔

تمہارا

۴؍جنوری ۱۹۵۷ء — جاں نثار اختر

●

بمبئی

"کجا بودی کہ امشب سوختی آزردہ جانے را
بقدرِ روزِ محشر طول دادی ہر زمانے را"

تمہارا

۵؍جنوری ۱۹۵۷ء — اختر

خدیجہ پیاری،

کل تو خیر اتوار تھا، آج صبح کا نکلا اس وقت رات کو دس بجے گھر پر واپس آیا ہوں تو تمہارا خط نہ پاکر طبیعت بے طرح اُداس ہو گئی۔ ایسی بھی کیا مصروفیت ہو گی کہ میرے لیے تم دو سطریں لکھنے کا وقت نہیں نکال سکتیں۔

کل سے گیتوں کا چکر شروع ہو گیا ہے، اس وقت بھی تمہیں خط لکھ کر گیت لکھنے بیٹھوں گا۔ لیکن اس اداس طبیعت کے ساتھ کیا خاک گیت کہا جائے گا یہ تو سوچو ـــــ

شاہد کی درخواست دس دن کی چھٹی کی یعنی ۱۲ تاریخ تک میں نے اسکول بھجوادی تھی، اسکول کی پرنسپل کا خط آج تمہارے نام آیا ہے جس میں اس نے لکھا ہے کہ مہربانی کر کے چھٹی کو آگے نہ بڑھوائیے گا۔

تم کب تک آرہی ہو؟ تم کوشش کرو کہ زیادہ سے زیادہ تیرہ کی صبح یہاں پہنچ جاؤ۔

تمہاری طبیعت کیسی ہے، کل بھی خط نہ آیا تو تمہیں تار دوں گا۔ اور کیا لکھوں۔

باقر مہدی آج لکھنؤ سے واپس آگئے ہیں اور کوئی تازہ خبر نہیں۔

میری محبت اور میرے پیار قبول کرو۔

تمہارا

جاں نثار

۷ جنوری ۱۹۵۷ء

●

میری جان

تمہارے خط پہنچے، تم نے اپنے آنے کی جو تاریخ اور جو دن لکھا ہے اُس میں مطابقت ہی نہیں۔ لہٰذا تار کے ذریعہ اپنے پہنچنے کی صحیح تاریخ اور وقت سے مطلع کرو، مجھے انتظار ہے۔

میں نے تمہیں دو سو روپیہ بھیج دیے تھے، غالباً تمہیں پرسوں پہنچ گئے ہوں گے۔

اچھا بس جلدی سے آجاؤ، میری بانہیں تمہیں ترس کے رہ گئی ہیں۔ پیار پیار پیار

تمہارا

جاں نثار اختر

۸ جنوری ۱۹۵۷ء

●

خدیجہ پیاری،

تمہارا خط اور تصویریں ملیں، تصویریں دونوں بہت اچھی ہیں، تم ان کا NEGATIVE ساتھ

یعنی آنا، یہاں انلارج کرالی جائیں گی۔ تمہاری طبیعت کیسی چل رہی ہے، ہر لمحہ فکر رہتی ہے۔ خدا کرے تم تندرست اور خوش و خرم ہو۔

پرسوں سے گیتوں کا چکر شروع ہو گیا ہے، کل صبح تک دونوں گانے مکمل کر کے دینے ہیں، اس وقت تمہیں بہت مختصر سا خط لکھوں گا کیونکہ گیارہ بجے ہیں اور ابھی گیت مکمل کرنے باقی ہیں۔ علی گڑھ جانے کے بارے میں ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کر سکا ہوں، زیادہ امکان یہی ہے کہ شاید نہ جا سکوں، بہر کیف کل نہیں تو پرسوں تمہیں بالکل یقینی بات لکھوں گا۔ اگر جانا نہیں ہوتا تو تم کو بارہ تک بذریعہ تار روپیہ بھیجوں گا، تم دوسرے ہی دن روانہ ہو جانا اور مجھ تک پہنچ جانا۔ تمہاری دوری اب بہت زیادہ کھلنے لگی ہے۔

ہاں کل تمہارے اور دو خط ملے۔ تم یہ اُلٹے سیدھے خواب کیوں دیکھتی رہتی ہو۔ اس کے یہی معنی ہیں کہ تم نے ابھی تک میری محبت پر اعتماد پیدا نہیں کیا ہے۔ یہ اعتماد تم میں کب پیدا ہوگا، یہ تو بتاؤ۔

آج شام ریڈیو کلب میں پارٹی تھی۔ پاپا جی کی لڑکی کے سلسلے میں۔ وہاں گیا تھا، لیکن مجھے تو اچھی سے اچھی محفل میں بھی بغیر تمہارے کوئی مزا نہیں آتا، تم چاہے اس کا یقین کرو یا نہیں۔

آج اویس کا خط بھی آیا ہے، میں نے اُسے لکھا تھا کہ تم بھوپال میں ہو اور بیمار ہو۔ اُس نے تمہارا پتہ پوچھا ہے کہ تمہیں خط لکھے گا۔

اچھا، اب اجازت دو۔ آؤ میں تمہیں لاکھوں بار چوم لوں۔

صرف تمہارا

تمہارا، تمہارا، تمہارا

۴ر فروری ۱۹۵۷ء — جاں نثار اختر

●

بمبئی،

میری جان

تم اُس پریشانی کا اندازہ نہ کر سکو گی جو تمہاری روانگی کے بعد ہی شروع ہوئی اور اٹھارہ تاریخ کی رات تک مجھے اٹھانی پڑی۔ دو دن نہ کھانا کھا سکا اور نہ دو رات ایک منٹ کے لیے سو سکا۔ راگنی کا نیا گیت مجھے تمہارے جانے کے دوسرے دن ہی کہہ کر دینا تھا، لیکن اس دماغی کیفیت میں کیونکر

ممکن تھا، چنانچہ وہ گیت لکھنے سے میں نے خود ہی انکار کر دیا۔ نیتر تو غالباً یہ چاہتے ہی تھے اُنھوں نے فوراً منظور بھی کر لیا۔ اب دوسرا گیت بھی سمجھو قمر صاحب ہی لکھیں گے۔ بہرحال اڑتالیس گھنٹے کی ذہنی اذیت کے علاوہ بارہ سو کا نقصان بھی اُٹھانا پڑا —— یہ سب کچھ تمھارا پہلا تار نہ ملنے کی وجہ سے ہوا۔ تمھاری اس میں کوئی غلطی نہیں، یہ سب کچھ کسی کی شرارت کا نتیجہ ہے۔ تمھارا پہلا تار تو مجھے کل ملا ہے۔ ۱۹ تاریخ کو، شام کو جب میں گھر لوٹ کر آیا تو اِندر نے مجھے تار دیا، وہ بھی کھلا ہوا، کہ یہ کوئی صاحب دے گئے تھے۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ یہاں سب کا خیال ہے کہ یہ انھیں لوگوں کی شرارت ہے۔

"کسی کی جان گئی آپ کی ادا ٹھہری"۔

بہرکیف تم خیریت سے پہنچ گئیں میرے لیے یہ سب کچھ ہے۔

خلیل صاحب کل رات حیدرآباد سے واپس آ گئے ہیں۔ وحید صاحب کی بیگم صاحب بھلیسہ پہنچ چکی ہیں، وہ بہت پچھتا رہے ہیں کہ میں بھوپال کیوں نہیں چلا گیا۔ احسان بدستور ہیں۔ اجنتا کا پروگرام منسوخ ہو چکا ہے۔ جعفری کے یہاں آج کل اُن کا آغا جانا زیادہ بڑھ گیا ہے۔

آج اتوار ہے، دن بھر فرصت ہے، لیکن ایسی فرصت بھی جنجال ہے جس میں تم پاس نہ ہو۔ "تصورِ جاناں" کتنا ہی محبوب مشغلہ کیوں نہ ہو، دل کی بیقراری میں اضافہ ہی کرتا ہے۔

شاہد کی کتابیں کل روانہ کر دی ہیں، تمھیں ابھی تک پیسے نہیں بھیج سکا ہوں۔ علی گڑھ کا چک احسان کی فروگذاشت سے ابھی تک میز کی دراز میں رکھا ہے۔ کل نہیں تو پرسوں تمھیں تار کے ذریعہ روپیہ بھیجوں گا، تمھیں وہاں تکلیف ہوگی۔ مجید صاحب کا آدمی اس عرصے میں دو مرتبہ چکّر لگا چکا ہے۔ آج اُن کے یہاں جاؤں گا، میں نے دتا کو راضی کیا ہے کہ وہ نئی تصویر "قانون" کے دو گانے اٹھائیس تک ریکارڈ کر دیں تاکہ مکان کے بقیہ ہزار روپیہ ادا کرنے کے قابل ہو جاؤں۔

آج سویرے احمدآباد والے حضرات تشریف لے آئے تھے۔ اُردو کانفرنس میں شرکت کا تقاضا لے کر۔ اگر گیا تو ۲۲ کو جاؤں گا اور ۲۶ کو واپس آ جاؤں گا۔ ویسے میرا تو بغیر تمھارے کہیں جانے کو دل نہیں چاہتا۔

اور کیا لکھوں۔ سوائے اس کے کہ تمھاری یاد سے میرا ہر لمحہ معمور ہے۔ آؤ میں تمھیں سر سے پاؤں تک چوم لوں۔

تمھارا
جاں نثار اختر

۲۰، اکتوبر ۱۹۵۷ء

پیاری خدیجہ

کل دیوالی تھی، شام کو ساحر اور پرکاش پنڈت آ گئے تھے، تقریباً بارہ بجے تک محفل آرائی رہی، اُن کے جاتے ہی تم نے آگھیرا اور میں تمام رات نہ سو سکا۔

تمہارے چاروں خط مجھے مل گئے، تمہاری طبیعت کی طرف سے فکر ہے، تم نے غالباً وہ TABLETS جو پدما نے تجویز کی تھیں شروع نہ کی ہوں گی۔ یہ تمہاری زیادتی ہے۔ اب تم حکیم کا علاج کرنا چاہتی ہو تو شروع کر دو، محض سوچتے رہنے سے اور علاج نہ کرنے سے کیا بات بنے گی۔

میں نے غالباً ۲۰ تاریخ کو تمہیں خط لکھا ہے جو مل گیا ہوگا۔ ۲۲ کو کچھ روپے بھی تمہیں بذریعہ تار روانہ کیے ہیں، تم لکھو تو اور پیسے تمہیں بھیج دوں، تم وہاں کوئی تکلیف نہ اُٹھانا۔

میں نے اور ساحر نے احمد آباد جانے کا ارادہ منسوخ کر دیا، اب بھوپال آنے کا ارادہ کیا ہے۔ تم نے لکھا تھا کہ کانفرنس والوں نے میرے نام دعوت نامہ بھیجا ہے تو مجھے وصول نہیں ہوا۔ اختر سعید یا تاج کے ذریعہ معلوم کرنا۔ ساحر نے کہا ہے کہ بھوپال خط لکھو تو کانفرنس والوں کے نام یہ پیغام بھجوا دینا کہ وہ ضرور آئیں گے بشرطیکہ میں آیا، دوسرے یہ کہ ایک دعوت نامہ ساحر کے پتہ پر پرکاش پنڈت کے نام بھجوا دیا جائے۔ تم کانفرنس والوں کو یہ پیغام تاج کی زبانی پہنچا دینا۔

میں اپنے آنے نہ آنے کے بارے میں آئندہ خط میں کوئی قطعی بات لکھوں گا۔ فی الحال یہ ضرور ہے کہ اگر دعوت نامہ آیا تو میں آؤں گا۔

شاہد کی کتابیں تمہیں پہنچ گئی ہوں گی، اُسے میرا پیار کہنا۔ اُس کی فیس بھی میں نے اسکول بھجوا دی ہے۔

واجدہ کا خط حیدر آباد سے آیا ہے، بڑا لمبا چوڑا، ابھی جواب کی توفیق نہیں ہوئی ہے۔ دو گانے کل تک کہہ کے دینا ہیں۔

اپنی خیریت برابر لکھتی رہو۔ ہاں یہ بات یاد رکھنا کہ اگر میں نہ آسکا تو تم FRANCIS کے ساتھ اکیلی نہیں آنا الیاس کو ساتھ لے کے آنا۔

اچھا آؤ میں تمہیں جی بھر کے پیار کر لوں۔

تمہارا اپنا
جاں نثار اختر

۲۴ اکتوبر ۱۹۵۷ء

بمبئی

جانم۔ سیکڑوں پیار

تمہارا خط ملا، لیکن تم نے اپنی طبیعت کا کوئی حال نہیں لکھا، تم کیسی ہو، علاج شروع کیا یا نہیں۔ ہر وقت فکر لگی ہے۔ تمہیں کل خط لکھ چکا ہوں، وہ تمہیں آج تو ضرور مل گیا ہوگا۔ ہاں میں نے ۲۲ تاریخ کو تمہیں بذریعہ M.O. دو سو روپیہ بھیجے ہیں، تمہارے اس ۲۳ کے خط میں پیسے پہنچنے کی رسید نہیں، شاید خط روانہ ہونے کے بعد پہنچے ہوں۔

آج دتا کے دونوں گیت مکمل کر کے دے دیے، ستائیس کی شام کو ریکارڈنگ ہے۔ اب فی الحال سات آٹھ دن کی فرصت سمجھو۔ لیکن یہ وقت کیونکر کٹے گا یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ مجید صاحب کا تقاضہ مکان کے بقیہ پیسوں کے لیے آیا تھا۔ میں نے ۲۸ تاریخ کا وعدہ کر لیا ہے۔ ۲۷ کو جو پیسے ملیں گے ان کی نذر کر دوں گا۔

کل رات سی پی صاحب نے GAYLORD میں ایک شاندار ڈنر دیا تھا، غالباً دیوالی کے سلسلے میں، میں بھی گیا تھا، تمہارا INVITATION یونہی بیکار گیا۔

اور کیا لکھوں۔ بڑی بی روزانہ آکر جھاڑو دے جاتی ہیں، کھانا دن میں تو اِدھر اُدھر کھا لیتا ہوں، رات کو گرین گرل سے آجاتا ہے۔ ہاں آج جنید صاحب کا ایک پوسٹ کارڈ آیا ہے، لکھا ہے "آپ نے نومبر میرے یہاں گذارنے اور اس طرح مجھے نوازنے کا وعدہ فرمایا تھا، میں چشم براہ ہوں" آج شام کو اُن کے یہاں تھوڑی دیر کے لیے جانے کا ارادہ کر رہا ہوں۔ ممکن ہے احسان کے بارے میں کوئی گفتگو نکلے۔

وارثی کل بھی واپس آگئے ہیں۔ کل شام کو غالباً اُن کے یہاں چلا جاؤں۔ بہرکیف جب تک تم نہیں آتیں، یونہی بھٹکتے پھرنا ہے۔

اچھا، اب اجازت دو۔ میرے کل کے خط کا اور اس خط کا جواب لکھو۔ میں سوچتا ہوں کہ کیوں نہ میں پہلی کے بعد چند دن کے لیے بھوپال چلا آؤں، کانفرنس کو مرنے دو۔

آؤ مجھ سے لپٹ جاؤ۔

تمہارا
اختر

۲۶ اکتوبر ۱۹۵۷ء

آرکیڈیا بلڈنگ

بمبئی ۸

جان پیاری،

اس وقت صبح ہونے والی ہے، بجلی جلاکر تمہیں خط لکھ رہا ہوں، رات کو ساحر اور این۔ دتا (میوزک ڈائرکٹر) آ گئے تھے اور پھر محفل بارہ بجے تک "گرم" رہی۔ کوئی ایک بجے سویا ہوں گا پھر بھی اتنی جلد آنکھ کھل گئی ہے جیسے تمہیں لینے اسٹیشن جانا ہو۔

تمہارا تیئس کے بعد سے کوئی خط نہیں ملا، تم کیسی ہو؟ آج اتوار ہے، کل کا بے چینی سے انتظار کرنا ہوگا تاکہ تمہارا پیارا سا خط آئے۔ خط لکھنے میں کمی نہ کرو۔ میں تمہارے خط کی امید میں کمرے پہنچتا ہوں، خط نہ پاکر مجھ میں عجیب وحشت سی سما جاتی ہے۔

پرسوں سے ایک نئی فلم" [illegible] "کے گیت شروع ہو جائیں گے۔ ہاں اس طرف میرا آنا نہ ہوگا، تمہارے بھوپال کی کانفرنس کا بلاوا مجھے نہیں ملا، تمہاری اطلاع صحیح نہیں، بہرکیف اس دعوت نامہ کا میں چار تاریخ تک انتظار کروں گا اس کے بعد میں تمہیں تار دوں گا کہ تم وہاں ٹھیرو یا بمبئی چلی آؤ۔ اگر تمہیں بمبئی آنا پڑا تو وہاں سے الیاس یا عباس کسی کو ساتھ لے کر آنا، صرف فرانسس کے ساتھ بالکل نہیں آنا، یہ تاکید سمجھو۔

مجھے اب تک یہ نہیں معلوم کہ تمہیں پیسے مل گئے یا نہیں، نہ تمہارے خط سے، نہ رسید کے ذریعہ۔ کل شام کو گانوں کی ریکارڈنگ ہے، جو پیسے ملیں گے وہ پرسوں مجید صاحب کی نذر ہو جائیں گے، آگے اللہ مالک ہے۔ کم سے کم مکان کے قصّے سے نجات ملے گی۔

اور کیا لکھوں۔ کوئی نئی بات نہیں، بعض اوقات تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تمہارے بغیر زندگی ٹھہر کے رہ گئی ہے۔

اچھا، بے شمار پیار۔

شاہد کو دعا کہو۔

تمہارا

جان نثار اختر

۲۷؍ اکتوبر ۱۹۵۷ء

خدیجہ پیاری،

تمہاری طبیعت کیسی ہے، تمہارا ۲۳ کا خط مجھے ۲۵ کو ملا تھا، آج اٹھائیس ہوگئی تمہاری خیریت کو ترس رہا ہوں۔ اس وقت تقریباً چار بجے ہیں، شام کی ڈاک سے بھی تمہارا خط نہ ملا تو تار دوں گا۔ تمہیں پیسے پہنچ گئے یا نہیں، یہ بھی تم نے نہیں لکھا۔

کل رات کالو آگیا تھا، اُس سے گیارہ ساڑھے گیارہ تک گپ کرتا رہا، بس یونہی اُلٹا سیدھا وقت گذارنا پڑتا ہے۔

آج شام کو ریکارڈنگ ہے، سات بجے وہاں چلا جاؤں گا، میرے خط تمہیں مل رہے ہوں گے، ۲۵ کو بھی تمہیں خط لکھا ہے لیکن تاریخ غالباً اُس پر ۲۶ لکھ گیا ہوں۔

تم خدا کرے اچھی طرح ہو۔ ہاں ایک "خوش خبری" یہ ہے کہ آج سے بجلی کٹ گئی ہے، اب کل سے غالباً سب لوگ اپنا اپنا میٹر لگوانے کی فکر کریں گے۔ خلیل صاحب پر کوئی اثر نہیں، اُنہیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اور سوائے پیار کے کیا لکھوں۔ تمہیں آنے کے لیے پیسوں کی ضرورت ہو تو لکھ بھیجنا۔
سب کو سلام و دعا کہو۔

تمہارا پریمی
جاں نثار اختر

۲۸ر اکتوبر ۱۹۵۷ء

●

خدیجہ، میری رانی

دوپہر کو خط لکھ چکا ہوں، شام کی ڈاک دیکھ کر مکتبہ آیا تاکہ تمہیں تار دلواؤں تو تمہارا خط احسان نے دیا۔ تمہارے سارے خط مجھے مل چکے ہیں، البتہ میرے خط خدا جانے تمہیں کیوں نہیں پہنچے۔ صحیح تعداد تو بتانا مشکل ہے البتہ چار پانچ خط کم سے کم تمہیں لکھ چکا ہوں۔

بھوپال کانفرنس کا کوئی دعوت نامہ مجھے نہیں ملا اب تک، اس لیے آنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ اگر انھوں نے بھیجا ہے تو ہو سکتا ہے پتہ کی غلطی ہو۔ بہرکیف اگر دعوت نامہ آیا تو میں ضرور آؤں گا۔ چار پانچ تاریخ تک انتظار کروں گا ورنہ پھر تمہیں تار دوں گا کہ تم بمبئی آجاؤ۔ یہ بات میں غالباً دو خطوں میں لکھ چکا ہوں، صرف اس لیے دُہرا رہا ہوں کہ تم لکھتی ہو میرے خط تمہیں نہیں ملتے۔ اسے تم تاکید سمجھنا کہ اگر میں نہ آسکوں اور تمہیں پانچ یا چھ کو بمبئی آنا پڑے تو صرف FRANCIS کو لے کر

نہیں چل پڑنا، وہاں سے الیاس کو اپنے ساتھ لانا یا کسی اور کو۔ اور یہ کہ اگر تمہیں آنے کے لیے پیسے درکار ہوں تو لکھ دینا، میں بذریعہ تار تمہیں بھیج دوں گا، تم کسی طرح کی تکلیف اُٹھاؤ یہ نہیں ہونا چاہیے۔

احمد آباد میں نہیں جا سکا۔ اور یہ آپ کا خواب میرے بارے میں تو کچھ ظاہر نہیں کرتا، صرف آپ کے بارے میں یہ ضرور بتاتا ہے کہ آپ نے میری محبت پر اعتماد کرنا نہیں سیکھا۔

ڈاکٹر سلطان کے نام خط بھیج رہا ہوں۔ اس سلسلے میں شہاب کی مدد لازمی ہوگی۔

اور، بہت سے پیار، اپنی خیریت روز لکھو۔ طبیعت تمہاری کیسی ہے؟ سب کو میرا سلام و دعا کہو۔

اچھا

تمہارا

اختر

۲۸ اکتوبر ۱۹۵۷ء

●

خدیجہ، میری جان

میرا کل کا خط ملا ہوگا، تم کیسی ہو، تمہاری طرف دل لگا ہوا ہے۔ تم چار یا پانچ کو بمبئی کے لیے روانہ ہو جاؤ۔ اور یہاں آکر علاج کرو۔

آج تمہارا خط نہیں آیا، ایسا کیوں؟ تم سمجھ سکتی ہو میرا ذہن کتنا UPSET ہوگا۔ کل صبح کی ڈاک سے اگر تمہارا خط نہیں ملا، تو دوپہر کو تار دوں گا، تمہاری خیریت کے لیے۔

آج مکان کے بقیہ ہزار روپے دے دیے ہیں، چلو یہ کام تو نبٹا، اب پیر کے دن کاغذ کی رجسٹری ہونا باقی ہے، وہ بھی ہو جائے گی۔

کل رات کو ایک جگہ کھانے کی دعوت تھی، مع شغلِ بادہ و ساغر، رات کو کوئی تین بجے کے قریب گھر واپس آیا، محفل بہت خوبصورت تھی، تم بہت یاد آتی رہیں۔

"میں نے ہر لطف کے موقع پہ تجھے یاد کیا"

اور کیا لکھوں، —— ہاں آج تاج کا خط آیا ہے، اس وقت اُسے بھی جواب لکھ رہا ہوں۔ تاج نے لکھا ہے کہ آپ کو بُلاوا بھیجا جا چکا ہے لیکن یہ فضول کی باتیں ہیں، اگر بھیجا ہوتا تو ضرور پہنچتا، بہرکیف ایسی کوئی خاص تمنا بھی بھوپال کانفرنس میں شرکت کی مجھے نہیں کہ مجبور کر کے دعوت نامہ

منگواؤں۔ لیکن یہ بات ضرور ہے کہ اُنھوں نے مجھے نظر انداز کر کے اپنے ہی لیے جبر کیا چنانچہ صورتِ حال کچھ ایسی ہے کہ نہ جعفری کا ارادہ ہے آنے کا، نہ کیفی کا نہ ساحر کا۔ ساحر کہتا ہے کہ تم نہیں جاتے تو میں نہیں جاتا، کیفی کہتے ہیں ابھی تو بھوپال ہو کے آیا ہوں اب اتنی جلد پھر کون جائے، جعفری کہتے ہیں کہ اُن کے نام ایک خط بھوپال سے آیا ہے کہ یہ کانفرنس محض بوگس ہے آپ لوگ قطعی شرکت نہ کریں، کل جعفری آئے تھے، مجھ سے تصدیق کرنے کہ بھئی یہ کیا قصہ ہے۔ میں نے کہا مجھے تو اُن لوگوں نے بُلایا نہیں، ہو سکتا ہے لکھنے والے نے صحیح لکھا ہو۔

"لوگ کہتے ہیں تو پھر ٹھیک ہی کہتے ہوں گے۔"

بہر حال، تم کب آ رہی ہو، وحید کی بیگم آج آ گئی ہیں اور کوئی نئی خبر نہیں۔

اپنے آنے کی تار سے اطلاع دو، اکیلی نہ آنا، الیاس کو ساتھ لے کر آنا۔

تمہارا پیاسا

۲۹ر اکتوبر ۱۹۵۷ء جاں نثار اختر

●

میری جان

تمہاری طبیعت کی طرف سے سخت فکر ہے۔

تم الیاس میاں کو لے کر فوراً بمبئی چلی آؤ۔ اکیلی مت آنا اسے تاکید سمجھو۔ ان حکیموں کے علاج سے کوئی بات نہیں بنے گی۔ یہاں پدما یا کسی اور مستند لیڈی ڈاکٹر کو دکھاؤ۔

رہا میرے آنے کا سوال۔ تو ایسی صورت میں جب تم بیمار ہو مجھے وہ لوگ بُلائیں بھی تو مجھے بھوپال آنے میں کوئی مسرت نہیں ہو سکتی۔ سیدھی بات یہ ہے کہ نہ مجھے بھوپال جانا ہے نہ کانفرنس، سب سے پہلے تمہارا اچھا ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا تار دو کہ تم کس دن پہنچ رہی ہو۔

آج ایک رجسٹرڈ خط تمہیں روانہ کر چکا ہوں جس میں ڈاکٹر سلطان کے نام خط رکھ دیا ہے۔ اگر وہ تمہیں مل جائے تو تاج کی معرفت بکس منگوا لینا ورنہ اُس کے انتظار میں بھی وقت ضائع کرنے کی ضرورت نہیں۔

مجھے تمہارے تار کا انتظار ہے۔

تمہارا

۲۹ر اکتوبر ۱۹۵۷ء جاں نثار اختر

خدیجہ پیاری

آج عرفان صاحب کا خط مع بُلاوا کے پہنچا ہے، لیکن تمہاری طبیعت کی ناسازی کی وجہ سے کوئی فیصلہ ممکن نہیں۔ میں اگر کانفرنس میں شرکت کے لیے آؤں تو اس کے معنی ہوں گے کہ تم سولہ سترہ نومبر تک بھوپال رہو۔ لیکن اس طرح تمہارے علاج کا ہرج ہوتا ہے۔ تمہیں بمبئی آکر فوراً دوا شروع کرنی چاہیے۔ تمہارے کل کے خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ جن حکیم صاحب کا علاج تم کر رہی ہو اُس سے کوئی افاقہ نہیں۔ ویسے بھی مجھے ان حکیموں پر کوئی اعتماد نہیں رہ گیا ہے۔

رہا یہ کہ تم بمبئی آجاؤ اور کانفرنس کے موقع پر میں اکیلا چند دن کے لیے بھوپال چلا جاؤں یہ بھی نتیجہ میں تو ہوگا نہیں۔

بہرکیف میرا یہ خط غالباً تمہیں چار تاریخ کو ملے گا، تمہاری طبیعت کا اگر وہی عالم ہے تو تم پانچ کو یقینی طور پر بمبئی چلی آؤ، اگر اس عرصے میں تم طبیعت کو رُو بہ اصلاح پاتی ہو (محض میرے بھوپال آنے کی لالچ میں فرض نہیں کر لینا) تو مجھے تار دو کہ میں اُنھیں کوئی جواب دے سکوں۔ تمہارا تار آنے پر میں عرفان صاحب کو جواب لکھوں گا۔

یہ بات میں پھر تم سے دُہرانا چاہتا ہوں کہ تم اس معاملہ میں دھوکا نہیں دینا۔ تمہاری طبیعت ٹھیک ہونا زیادہ اہم ہے میرے لیے، اگر وہاں کا علاج راس نہیں آرہا ہو تو اپنے پہنچنے کا تار دو، میں اِسی کا زیادہ متوقع ہوں۔

اچھا، بہت سے پیار۔

تمہارا

جاں نثار اختر

یکم نومبر ۱۹۵۷ء

●

میری پیاری،

تمہیں ایک خط صبح لکھا جس میں کانفرنس کے بُلاوے کی بات تھی، دوپہر کو تمہارا ۳۱ کا خط مل گیا جس میں تم نے لکھا ہے کہ تمہیں وہاں کی دوا سے افاقہ محسوس ہوتا ہے۔ چنانچہ میں نے تمہیں تار دیا ہے کہ اگر واقعی تم محسوس کرتی ہو کہ تمہیں حکیم صاحب کی دوا سے فائدہ ہے تو تم رُک جاؤ اور علاج جاری رکھو، میں چودہ پندرہ تک بھوپال آجاؤں گا۔ اور اگر طبیعت رُو بہ اصلاح نہ ہو تو تم فوراً بمبئی آجاؤ اور علاج شروع کرو۔ مجھے کانفرنس میں شرکت کا ایسا شوق نہیں مارا جارہا۔

کل تمہارے تار کا انتظار رہے گا، تم محض اس لالچ میں کہ میں بھوپال آسکوں گا، غلط بات نہیں لکھنا، یعنی تمہیں کوئی فائدہ نہ ہو رہا ہو اور لکھ دو کہ تم فائدہ محسوس کر رہی ہو۔ ورنہ ہوگا یہ کہ میں جس دن آؤں گا اُسی دن تمہیں لے کر بمبئی آجاؤں گا۔

اور اپنے بارے میں کیا لکھوں۔ کل سے زکام کی سخت شکایت ہے، کل اچھا خاصا ٹمپریچر رہا لیکن آج طبیعت نسبتاً بہتر ہے۔ انجکشن کل بھی لیا تھا اور آج بھی۔ کل نہیں تو پرسوں تک بالکل ٹھیک ہو جاؤں گا۔

میرا رجسٹرڈ خط تمہیں مل گیا ہوگا۔ ڈاکٹر سلطان سے بکس وصول ہوا یا نہیں۔ اس سلسلے میں شہاب کو دوڑانے کی ضرورت ہے۔ بغیر اُن کی مدد کے یہ مسئلہ حل نہیں ہوگا۔

آج پورا دن تمہارے تصوّر میں گذرا۔ اس وقت بھی تم میرے پاس موجود ہو، اور اب تھوڑی دیر میں سونے کے لیے لیٹوں گا تم میرے سینے سے آلگو گی!

اچھا، سیکڑوں پیار، گرم اور طویل ——

تمہارا
جاں نثار اختر

یکم نومبر ۱۹۵۷ء

●

آرکیڈیا بلڈنگ
بمبئی ۸

میری سچ مچ کی چاند ——

تمہاری طبیعت کی تھوڑی بہت اصلاح سے کچھ اطمینان ہے، لیکن تمہارے لکھنے پر پورا بھروسا بھی تو نہیں، کہیں تم نے محض مجھے مطمئن کرنے کے خیال سے نہ لکھ دیا ہو۔

آج تمہارا ۲ تاریخ کا لکھا ہوا خط ملا، میں جلد سے جلد تمہارے پاس پہنچنے کے لیے خود بے چین ہوں۔ میں نے تمہیں لکھا تھا کہ اس طرف دو گیت لکھنے ہیں لیکن وہ فی الحال ٹلتے ہوئے نظر آرہے ہیں، کل مختتم بات معلوم ہو جائے گی۔ اگر نہیں لکھنا، تو یہ فکر ضرور کرنی ہوگی کہ کہیں سے ایک گیت کا ایڈوانس مل جائے ورنہ کیسے کام چلے گا۔ کل پرسوں میں اس کی کوئی صورت بنانا ہے۔

کامٹی (یہ ناگپور کے قریب ہے) جانے کے لیے دھن تیار تو ہو گیا ہے، وہ لوگ مجھے آٹھ کی رات کو ہوائی جہاز سے لے جانا چاہتے ہیں، نو کو وہاں مشاعرہ ہے، دس کو وہ ہوائی جہاز ہی کے ذریعہ

مجھے بھوپال پہنچا دیں گے۔ یہ سب کچھ طے ہے۔ اب اگر کل کوئی صورت پیسے ملنے کی ہو جاتی ہے جس کے لیے کوشش پوری کروں گا، تو پھر امکان ہے کہ میں کامٹی ہوتا ہوا دس کو تمہارے پاس پہنچ جاؤں۔ بہرکیف جیسا بھی ہوگا میں کل رات کو تمہیں لکھوں گا۔

ہاں تم نے اپنے اس خط میں جس رنگین محفل کے بارے میں مجھ سے جواب طلب کیا ہے، مجھے خود نہیں معلوم یہ کن صاحب کا گھر تھا، جعفری کے دوستوں میں سے ہیں، جعفری مجھے زبردستی گھسیٹ لے گئے تھے۔ تعارف ضرور ہوا تھا لیکن اس وقت تو اُن کا نام بھی یاد نہیں۔

میری طبیعت ابھی تک صاف نہیں۔ ٹمپریچر تو اب نہیں رہا البتہ زکام کی سخت شکایت ہے۔ اس وقت وحید صاحب نے جوشاندہ بنوا دیا ہے، وہی پی کر سو جاؤں گا۔

تمہیں آج پیسے روانہ نہیں کر سکا، پرسوں ضرور بھیجوں گا۔ ہاں تم مجھے یہ سمجھ کر کہ میں آٹھ کو کامٹی روانہ ہو گیا خط لکھنا بند نہیں کر دینا، اس تنہائی میں تمہارے خط کا بڑا سہارا رہتا ہے۔ تم مجھے خط لکھتی رہو جب تک میں تمہیں نہ لکھوں کہ آج میں بمبئی سے روانہ ہو رہا ہوں۔

اور کیا لکھوں۔

تمہارے لیے رضیہ سجاد ظہیر کا ناول "کانٹے" آج خریدا ہے اور اُس پر خواہ مخواہ اپنا آٹوگراف بھی چپکا دیا ہے۔

اچھا، بے شمار پیار، آنکھوں، ہونٹوں اور سینے پر۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۵ نومبر ۱۹۵۷ء

●

پیاری خدیجہ،

رات کو این دتہ کے گھر ایک بج گیا، اس لیے تمہیں حسبِ وعدہ خط نہیں لکھ سکا۔

میں کل رات کو بذریعہ ہوائی جہاز ناگپور جا رہا ہوں وہاں سے کامٹی نو میل ہے۔ وہ لوگ مجھے آ کر لے جائیں گے، نو کی رات کو مشاعرہ ہے۔ دس کی صبح کامٹی سے ناگپور آؤں گا، گیارہ بجے وہاں سے ہوائی جہاز ملے گا جو ایک بجے دن کو بھوپال پہنچا دے گا۔

ابھی سے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے میں تمہاری طرف اُڑا چلا آ رہا ہوں۔

اچھا سیکڑوں پیار۔

تمہارا
جاں نثار اختر

۷ نومبر ۱۹۵۷ء

●

میری چندا،

تمہارا خط ابھی ملا، صبح سے تمہارے تار کا انتظار ہے، غالباً شام تک آ جائے، بہرحال تمہارے خط کی تقویت پر میں نے بھوپال آنے اور کانفرنس میں شرکت کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ آج تو نہیں پیر کے روز کانفرنس والوں کو بذریعہ تار اطلاع دے دوں گا، ساحر اور پرکاش نے بھی یہ خدمت میرے ذمے ڈال دی ہے کہ اُسی تار میں اُن کی منظوری بھی لکھ بھیجوں۔

اچھا تو اب میں آ ہی رہا ہوں، کوشش یہی کروں گا کہ ایک دو دن پہلے ہی پہنچ سکوں۔ پرسوں سے ایک پکچر کے گیت شروع کرنے ہیں۔ ریکارڈنگ ہوتے ہوتے گیارہ بارہ تاریخ تو ہو ہی جائے گی۔ ہاں، تمہیں پیر ورنہ منگل کو سو روپیہ بھیج دوں گا۔ فی الحال کام چل ہی جائے گا۔

اور اس وقت کوئی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تمہیں لکھنے کے لیے۔ کپڑے میرے پاس بالکل پھٹ گئے ہیں، ابھی جتنی قمیصیں دُھل کر آئی ہیں سب کے گریباں علیحدہ ہیں، آج وحید سے کُرتا مانگ کر پہنا ہے، تم نے اچھا کیا کُرتے سلنے دے دیے ہیں، چار پاجامے بھی سلنے کو دے دو تو اور اچھا ہے بشرطیکہ تمہیں خرچ کی تنگی نہ ہو۔

اچھا بہت سے پیار، سر سے پاؤں تک۔

تمہارا
جاں نثار اختر

۲۰ نومبر ۱۹۵۷ء

●

پیاری خدیجہ،

تم سے رخصت ہو کر کل صبح بمبئی پہنچا، تمہارے حسب الحکم اپنے پہنچنے کا تار بھی دے دیا ہے۔ اس گلے اور زکام نے پریشان کر رکھا ہے، کل شام کو انجکشن لیا تھا آج پھر انجکشن لوں گا۔ بہرکیف یہ سلسلہ تو چلتا ہی رہتا ہے۔

تین دسمبر کو علی گڑھ میں مجاز ڈے ہے، وہاں سے بلاوا آیا ہے، اس کے علاوہ پندرہ دسمبر کو

علی گڑھ اولڈ بوائز ایسوسی ایشن پچھتر سالہ جوبلی منارہی ہے، اس کی دعوت بھی پہنچی ہے۔ فی الحال کچھ طے نہیں کر سکتا، یہاں کے کام بُری طرح اٹکے پڑے ہیں۔ ظاہر ہے مجاز ڈے کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ پندرہ دسمبر کی بات دیکھی جائے گی۔ یہ طے ہے کہ اگر میں پندرہ کو علی گڑھ نہیں جاتا تو تم اس کے بعد ہی بمبئی آجانا۔ لیکن تم اس عرصے میں ٹھیک سے اپنا علاج کرتی رہو، اور ہر پرہیز بھی جس میں سردی میں بغیر شال اوڑھے پھرنا بھی شامل ہے۔

الیاس میاں سے کہو کہ وہ اسرار مسعود صاحب سے مل کر نقشہ کی تکمیل کرلیں اور ہزار روپیہ بطور بیعانہ اُنھیں دلوا دیں۔

یہاں کے حالات جیسے کے تیسے ہیں۔ سوائے اس کے کہ ایک بلی نے مع اپنے بچے کے خلیل صاحب کی مروت سے فائدہ اُٹھا کر مستقل کمرے میں سکونت اختیار کرلی ہے۔

احسان دہلی گئے ہوئے تھے آج صبح ہی واپس آئے ہیں، مکتبہ کی سروس سے استعفیٰ دے کے، پندرہ دسمبر تک اپنے گھر جائیں گے، وہاں سے واپس آکر جنوری میں انگلینڈ روانگی ہے۔ وارثی ابھی تک واپس نہیں آئے، کانپور گئے ہوئے ہیں شاید کل آئیں۔

اور کیا لکھوں۔

اب اس وقت کان پر قلم رکھ کر نکلنا ہے، شام کو واپس ہوں گا، ممکن ہے تمہارا خط آیا ہو۔ اپنی خیریت اور محبت مجھے بھیجتی رہو اسی کے سہارے یہ دن کٹیں گے۔ میرا سارا پیار تمہارا ہے۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۸ نومبر ۱۹۵۷ء

●

آرکیڈیا بلڈنگ

بمبئی ۸

پیاری، میری جان

تمہارا ۲۶ کا اور ۲۷ کا خط ملا، تم میرے چلے آنے سے اتنی بے چین نہ ہو، ہم دُور رہ کر بھی کتنے قریب ہیں، اس کو تم خود سمجھ سکتی ہو، چوبیس گھنٹے تم نہیں تو تمہارا تصور میرے ساتھ رہتا ہے۔ نہ مجھے تم سے کوئی چھین سکتا ہے نہ تمہیں کوئی مجھ سے چھین سکتا ہے، میرا تو یہ ایمان ہے جس طرح تم میری عزت کی محافظ ہو اُسی قدر مجھے تمہاری محبت کی نگہداری کا خیال ہے، تم ایک منٹ کو بھی کبھی

نہ سوچنا کہ میری توجہ کا مرکز دُنیا میں اب کوئی اور بھی بن سکتا ہے، تمہیں چھیڑنے کے لیے میں تمہاری موجودگی میں جو بات بھی کرلوں لیکن تم سے الگ ہوکر تو میں، میں رہ ہی نہیں جاتا، تم ہی تم رہ جاتی ہو۔ اس کا اندازہ تمہیں کیونکر ہو۔ تم نے جو بات اپنے پہلے خط میں دُہرائی ہے اُس سے مجھے تھوڑی سی تکلیف ضرور ہوئی ہے۔ تم یقین کرو کہ اُس رات کی صبح مجھے ایک سیکنڈ کو بھی یہ یاد نہ آیا کہ رات کو تم سے کیا بات ہوئی تھی۔ بہرکیف تم نے اگر آج میری محبت پر یقین کرنا نہیں سیکھا ہے تو کل تو سیکھ ہی جاؤ گی۔

اچھا، یہ بتاؤ تمہاری طبیعت کیسی ہے، تمہارے مزاج کی ذرا سی ناسازی مجھے ذہنی طور پر کتنا UPSET کردیتی ہے تمہیں کیا پتا۔ خدا کرے تم بہتر ہو، دوا کا استعمال بہت باقاعدگی سے رکھو، تم اپنے کو تندرست و توانا رکھ سکو تو یہ تمہاری محبت کا میرے لیے اور میرے ساتھ سب سے بڑا اظہار ہوگا۔ میں اس سے پہلے تمہیں ایک خط لکھ چکا ہوں، وہ مل گیا ہوگا، میرا حشر یہ ہے کہ ابھی تک کام شروع نہیں ہوا، کل دتھے سے APPOINTMENT ہے، شاید کل سے گیت کے لیے دُھن مل جائے جس پہ لفظ چپکانا ہوں۔

ہاں مجاز ڈے میں جانا تو ممکن نہیں ہے، البتہ بارہ سے پندرہ دسمبر تک علی گڑھ میں یونیورسٹی اسٹوڈینٹس یونین کے تحت پچھتر سالہ جشنِ جوبلی منایا جارہا ہے۔ بحیثیت اولڈ بوائے کے اور بحیثیت شاعر کے بھی اُن لوگوں نے مجھے مدعو کیا ہے۔ آج صبح جعفری بھی آئے تھے یہ پوچھنے کے لیے کہ میں علی گڑھ چل رہا ہوں یا نہیں۔ میں ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کرسکا، دل بے حد چاہتا ہے علی گڑھ جانے کو۔ خصوصاً اس موقع پر "پکارتی ہے زمینِ وطن چلے آؤ" والا احساس بیدار ہے۔ لیکن صورتِ حال یہ ہے کہ انکم ٹیکس والوں کا نوٹس آیا ہوا ہے، بارہ تاریخ کو ایک ہزار کی پہلی قسط ادا کرنا ہے۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ ہزار تو یہ اور کچھ نہیں تو پانسو اور ہوں تو علی گڑھ جانے کی بات سوچی جاسکتی ہے۔ اب اس گیارہ بارہ دن میں اتنے پیسوں کا حصول کوئی آسان امر نہیں۔ بہرحال جو صورت ہوگی میں تمہیں چھ سات تاریخ تک مطلع کروں گا۔ اگر علی گڑھ جانا ہوتا ہے تو پھر وہاں سے واپسی پر میں تمہیں اپنے ساتھ بمبئی لیتا آؤں گا۔ اگر جانا نہیں ہوتا تو میں تمہیں لکھوں گا تم پندرہ تک بلکہ پندرہ سے پہلے ہی الیاس کو لے کر بمبئی آجانا۔

مکان کے بارے میں یہ ہے کہ میں پرسوں باندرہ گیا تھا، عمارت تو مکمل ہوگئی ہے، البتہ چار چیزیں ابھی باقی ہیں، بجلی کی فٹنگ، ٹائل، فلش وغیرہ اور WHITE WASHING مجید اور

بیگم مجید سے بھی ملاقات ہوئی تھی، پہلی جنوری تک مکمل کر دینے کو کہتے ہیں، ممکن ہے ایک آدھ ہفتہ اور بھی لگ جائے۔ بہرحال میں علی گڑھ نہیں جاتا تو تم آجانا۔ بیس پچیس دن اور آرگیڈیا کی تکلیف سہی، بات یہ ہے، جو تم سے کہنی نہیں چاہیے کہ تمہارے بغیر بمبئی میں دل نہیں لگ رہا۔

اور اب کیا لکھوں، مفصل خط لکھو اور اپنا پورا حال۔ تمہارے خط کا انتظار آج کل میری زندگی ہے۔ احسان آج کل باقر کے گھر سوتے ہیں، وارثی صاحب کے مکان میں مہمان مقیم ہیں اور وہ خود غالباً کانپور میں۔

آؤ میں تمہیں اپنے بے شمار پیاروں سے ڈھانپ دوں۔

پیار، پیار، پیار

تمہارا

جاں نثار اختر

یکم دسمبر ۱۹۵۷ء

●

پیاری جانم،

تمہارا خط ملا، کل دو گیت مکمل کر لیے ہیں، بارہ تاریخ کو ریکارڈنگ ہے، اس کے معنی ہیں کہ میں تمہیں تیرہ تاریخ کو بذریعہ TMO پیسے بھیجوں گا۔ سات سو روپیہ ملیں گے (کیونکہ بھوپال آتے وقت کچھ پیسے پیشگی اس کمپنی سے لے لیے تھے) اُس میں سے دو سو تمہیں بھیج دوں گا، دو سو جاوِد اویس کو، ستاسی روپے کا بل شاہد کا آیا ہوا ہے وہ بھجوا دوں گا۔ دو سو میرے پاس بچیں گے اُس میں سے سو تاج کو بھیج دوں گا۔

پندرہ تاریخ تک انکم ٹیکس کے ہزار روپیہ ادا کرنے ہیں، اب آج سے ان پیسوں کی فکر کرنا ہے۔ علی گڑھ کا مشاعرہ اب بجائے پندرہ کے چودہ تاریخ کو ہو رہا ہے، وہاں جانا بالکل ممکن نہیں رہا۔ تم بھوپال سے کس دن روانہ ہو، یہ تمہیں اگلے خط میں لکھوں گا، بہرکیف تمہیں پندرہ سولہ تک بمبئی آنا ہی چاہیے، شاہد کی چھٹی میں نے پندرہ دسمبر تک بڑھوا دی ہے۔

تمہاری طبیعت کیسی ہے، علاج کی طرف سے ذرا بھی غفلت نہ برتنا۔ کل واجدہ کے بڑے بھائی قیصر ملنے آئے تھے، رات کو خلیل صاحب نے اُن کی دعوت کر دی تھی، چنانچہ وحید کی بیوی کے سر ساری مصیبت پڑی۔ اور کیا لکھوں، کوئی تازہ بات نہیں۔ ہاں میرا خط تمہیں مل گیا ہوگا جس میں اپنے نئے مکان کے بارے میں تفصیل سے تمہیں لکھا ہے۔

اچھا، اب اجازت دو، آؤ میں تمھیں پیار کرلوں، تم میری بہت خوبصورت بیٹی کی ماں بھی تو بننے والی ہو۔ پیار

تمہارا
جاں نثار اختر

۷؍دسمبر ۱۹۵۷ء

●

خدیجہ میری جان،

تمہاری خیریت معلوم کرکے اطمینان ہوا۔ تمہارا خط مجھے کل مل گیا تھا، آج تو اتوار ہے، کل تمہاری مفصل تحریر کا انتظار ہوگا۔

علی گڑھ جانا تو ہوتا نہیں، یہ طے سمجھو۔ تم کو تیرہ تاریخ کو بذریعہ تار دو سو روپیہ بھیجوں گا، تم چودہ یا پندرہ کو بھوپال سے روانہ ہوکر میرے پاس آجاؤ۔ الیاس کو ساتھ لانا، صرف فرانسس کے بل بوتے پر سفر نہیں کرنا۔ دوسرے یہ کہ دن کی گاڑی سے چلنا۔ سامان اگر زیادہ ہو تو سوائے ایک آدھ بکس کے سب بریک میں دے دینا، البتہ بریک کراتے وقت وہ سامان بھی جسے تم اپنے ساتھ رکھنا چاہو اُس کا وزن بھی کرالینا، ورنہ بعد میں جھگڑا پڑتا ہے۔ یہاں کا موسم ابھی تک خوشگوار نہیں، پچھلی رات البتہ کچھ خنکی ہونے لگی ہے۔

پرسوں ساہتیہ اکاڈمی نے پچاس روپیہ کا چک بھیج دیا ہے، وہ دہلی بنک کے نام ہے، چنانچہ بنک میں داخل کردیا ہے۔

اور کیا لکھوں، سوائے پیار کے۔

ہاں رہ رہ کے میں یہ ضرور سوچتا ہوں کہ اگر تمہاری طبیعت اور صحت کو وہاں کے علاج سے فائدہ ہے تو اور کچھ دن وہیں گذار دو۔ بہرکیف یہ تم پر ہے کہ تم اپنی طبیعت کو ایمانداری سے ملحوظ رکھتے ہوئے جو فیصلہ کرو۔ میری آغوش تمھارے لیے ہر لمحہ کھلی ہے۔ اچھا ہزاروں دعائیں۔

تمہارا
جاں نثار اختر

۸؍دسمبر ۱۹۵۷ء

●

خدیجہ پیاری،

کل کا لکھا ہوا خط آج تمہیں پوسٹ کیا ہے۔ اس وقت کمرے لوٹ کر آیا تو تمہارا سات تاریخ کا

خط ملا۔ تمہاری طبیعت کیسی ہے یہ تم نے بالکل نہیں لکھا، اور فضول کی باتیں لکھ ماری ہیں۔

میرا علی گڑھ جانا ہو ہی نہیں سکتا، لکھنؤ جانے کا بھی اس مہینے میں کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا۔ جنوری وغیرہ میں دیکھا جائے گا۔

آج کی خبر یہ ہے کہ مجید صاحب سے اسٹوڈیو میں ملاقات ہوئی تھی، معلوم ہوا کہ فلش وغیرہ اور رنگ کا کام رکا پڑا ہے اور پہلی جنوری سے مکان ملنے کا امکان نظر نہیں آتا۔ اُن کا کہنا ہے کہ مکان پہ اتنا خرچ آگیا ہے کہ اب ان بقیہ چیزوں کے لیے اُن کے پاس پیسے نہیں رہ گئے۔ اب وہ چاہتے ہیں کہ جس جس نے فلیٹ لیا ہے، وہ پانچ پانچ سو روپیہ انھیں اور دے دیں تاکہ وہ مکان کی تکمیل کر سکیں۔ چنانچہ بات مہینہ ڈیڑھ مہینے پہ ٹلتی نظر آتی ہے۔

اب تم کیا کہتی ہو۔ بمبئی آنا ہے تو ضرور آجاؤ، البتہ یہ سمجھ لو کہ ڈیڑھ مہینے کم سے کم آرکیڈیا کی تکلیف پھر اُٹھانی پڑے گی۔ میں بہرکیف تمہیں تیرہ تاریخ کو تین سو روپیہ بھیج دوں گا، اُن میں سے تم سو روپیہ تاج کو دے دینا۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ تم اگر یہ محسوس کرو کہ تمہاری طبیعت اس قابل ہے کہ بمبئی آکر خراب نہ ہوگی اور حکیم صاحب کی دی ہوئی دواؤں سے کام چلتا رہے گا تو پیسے ملتے ہی فوراً چلی آؤ، اور اگر یہ محسوس کرو کہ تمہیں ابھی علاج اور دوا کے سلسلے میں وہیں رہنا چاہیے تو فی الحال آنا ملتوی کر دو۔ اس فیصلے میں تم جذباتیت سے کام نہ لو۔ تمہارا فیصلہ غور و خوض کے بعد ہونا چاہیے۔ کیونکہ اس میں میرا اور تمہارا ہی سوال نہیں، میری اُس نازک بیٹی کا بھی سوال ہے جس کی تم ماں بننے والی ہو۔

اب اگر تم پندرہ سولہ تک میرے پاس آنے کا فیصلہ کرتی ہو تو لکھو۔ البتہ تم نے جو ڈریسنگ ٹیبل کی بات لکھی ہے وہ بالکل غلط ہے۔ اس لیے کہ مجھے اُس کا ڈیزائن بالکل پسند نہیں۔ تم اُسے بالکل نہ لانا۔

زمین کے بارے میں یہ ہے کہ تم الیاس سے نقشہ تیار کرالو اور تاج سے ایڈوانس دلوا کر رسید منگالو۔ میں تو سمجھتا ہوں تمہیں جاکر دیکھنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں، ویسے تم چاہو تو الیاس کو لے جاکر دیکھ لو البتہ بات فضول سی معلوم ہوتی ہے یوں بھی کہ اسرار مسعود سوچیں گے کہ اُن پر کوئی بھروسا نہیں کیا جا رہا۔ تاج اگر ایڈوانس دیتے ہیں تو یہ بات اُن سے واضح کر دینا کہ میں جنوری کی دس تاریخ سے پہلے اُنھیں ہزار روپیہ ادا نہیں کر سکتا۔ البتہ دس اور پندرہ کے درمیان انھیں

یقیناً پیسے مل جائیں گے۔ یہ اس لیے کہ اس مہینے میں مجھے انکم ٹیکس کے ہزار روپیہ دینا ہیں جیسا کہ میں تم کو کسی خط میں لکھ بھی چکا ہوں۔

زہرہ کے یہاں تم نہیں گئیں یہ اچھا کیا، تم اسی کو اپنے گھر بلا لو اور جو کچھ وہ کہنا چاہتی ہیں سُن لو۔ ذکیہ اور ساغر کو تم نے مدعو کیا یا نہیں؟ بہرکیف اُنھیں مدعو کرنے میں تو کوئی ہرج نہیں ہے۔ البتہ یہ بات میں تمھیں ضرور بتانا چاہتا ہوں کہ میری غیر موجودگی میں اگر تم کسی کو بھی مدعو کرو یا بالفرض تم سے کوئی ملنے آئے تو تمھیں INFORMAL طریقہ پر بالکل نہیں ملنا چاہیے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ جیسے میری موجودگی میں وہ لوگ تمہارے گھر کے اندر یا تمہارے کمرے میں بھی آسکتے ہیں یہ بے تکلفانہ طرز میری غیر موجودگی میں مناسب و موزوں نہیں ہے۔ یہی نہیں بلکہ تمھیں میرے بغیر بتائے اس کا اندازہ ہونا چاہیے کہ تمھیں کس سے ملنا ہے، کس سے نہیں ملنا، اُس میں چاہے میرے قریبی (کہنے کے لیے قریبی) دوست ہی کیوں نہ شامل ہوں۔ میں نے یہ بات تم سے کبھی نہیں لیکن تمھیں لکھ رہا ہوں۔ بات تم سے متعلق نہیں ہے تمہارے گھر سے ضرور ہے کہ مجھے تمہارے گھر کیفی کا مدعو ہونا پسند نہیں آیا۔ ان کے متعلق بھوپال میں بھی لوگوں کا اچھا خیال نہیں ہے۔ میری موجودگی میں وہ مدعو ہوتے تو کوئی بات نہ تھی۔ میں تو یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ میری غیر موجودگی میں بالفرض اب وہ آتے ہیں جبکہ تم بھی وہاں موجود ہو تو اُنھیں مدعو کرنا تو کیا ان سے ملنے کی زحمت بھی تمھیں گوارا نہ کرنی چاہیے۔

اچھا اب اور بات ـــــ احسان چودہ تاریخ کو یہاں سے بارہ بنکی کے لیے روانہ ہو رہے ہیں۔ جنوری کی آٹھ دس تک بمبئی آئیں گے، انگلینڈ روانہ ہونے کے لیے۔

تم اپنے فیصلہ سے مطلع کرو۔ کس دن بمبئی پہنچ رہی ہو؟ شاہد کی چھٹی بمشکل اُنھوں نے منظور کی ہے۔ سولہ کو شاہد کو اسکول JOIN کرنا ہی چاہیے۔ اگر تم نے بھوپال ٹھہرنے کا فیصلہ کیا تو پھر نومبر اور دسمبر کی فیس ادا کر کے اُس کا نام وہاں سے کٹوانا پڑے گا۔ بہرکیف فیصلہ لکھو۔

اچھا اب اجازت دو۔ اب گیت سوچنا ہے۔

لاکھوں پیار۔

تمہارا
جاں نثار اختر

۹ر دسمبر ۱۹۵۷ء

بمبئی ۸

جانم،

پرسوں دوپہر سے میری طبیعت پھر خراب سی ہوگئی، اُس دن اسٹوڈیو سے جلد لوٹ آیا تھا، کل تقریباً گھر میں پڑا رہا، تھوڑی دیر کو البتہ جانا پڑا تھا، آج تو صبح کا گیا ہوا اس وقت واپس ہوا ہوں، اس وقت سات بج رہے ہوں گے۔ بخار تو آج نہیں رہا، البتہ طبیعت بالکل صاف نہیں ہے۔

اب پہلی بات تو یہ کہ کل تمہیں پیسے روانہ نہ کرسکوں گا، جو ریکارڈنگ کل ہونے والی تھی وہ اٹھارہ پر ٹل گئی۔ اب اٹھارہ کو [redacted] بھیج سکوں گا۔ تم کو پیسے کی بڑی تکلیف ہوگی، تم الیاس کے ذریعہ کچھ [redacted] کرلو۔ آج کل میرا گذارا بھی خلیل صاحب سے قرض لے لے کر ہو رہا ہے۔ اگر اس درمیان میں کہیں اور سے کچھ حاصل ہو سکا تو میں فوراً تمہیں بھیج دوں گا، لیکن اس کا بھروسا کیا۔

علی گڑھ جانا تو منسوخ ہو ہی گیا، کانپور میں ایک انڈوپاک مشاعرہ ہے، ۲۱ر دسمبر کو۔ میں نے ابھی تک اُنھیں جواب نہیں لکھا ہے۔ اگر جانا ہوا تو میں ۱۹ر کی صبح بھوپال آؤں گا اور تم کو لے کر بیس کو کانپور چلا جاؤں گا۔ کیونکہ وہاں سے پھر لکھنؤ جانا ضروری امر ہے۔

اگر اٹھارہ کو تمہیں [redacted] ملتا ہے تو سمجھ لینا کہ میں نے کانپور جانا منسوخ کردیا ہے اور تم اُنیس کو دن کی گاڑی سے بمبئی کے لیے روانہ ہوکر بیس کی صبح میرے پاس پہنچ جانا۔

پندرہ کو اتوار ہے، سولہ کو شاہد کی فیس کا کوئی نہ کوئی بندوبست کرکے بھیج دوں گا ورنہ نام نہ کٹ جائے۔ فیس ادا کردینے پر چھٹی پانچ دن کے لیے اور بڑھانے میں اُنھیں کوئی عُذر نہ ہوگا۔

تمہارا آج کوئی خط نہیں آیا، خدا کرے تم اچھی اور تندرست ہو۔ اور کیا لکھوں طبیعت کچھ خراب ہو تو تمہاری یاد اور زیادہ ستانے لگتی ہے۔

آؤ میرے پیار لو۔

تمہارا
جاں نثار اختر

۱۳ر دسمبر ۱۹۵۷ء

جان پیاری

خط ملا۔ کل کے خط میں تمہیں مفصّل حالات لکھ چکا ہوں۔ تم TMO ملتے ہی دوسرے دن روانہ ہو جانا۔ اٹھارہ کو تمہیں پیسے بھیجنے کی پوری کوشش کروں گا تاکہ تم اُنیس کو چل کر بیس کی صبح یہاں پہنچ جاؤ۔

بیس کی شام کو "اُستاد" ریلیز ہو رہی ہے، اُس کو دیکھنے کے لیے میرے ساتھ چلنا۔ ہاں آج "ماں باپ" کا پریمیر ہے، جس میں میرے صرف دو گیت ہیں، میرا اور تمہارا دعوت نامہ آیا تھا، تمہارے بغیر کچھ دل نہیں چاہا جانے کے لیے، کچھ طبیعت بھی بالکل درست نہیں، ویسے بھی دن بھر تھک کر کمرے واپس آیا ہوں، وہ دعوت نامے مسٹر اور مسز میمن کے سپرد کر دیے ہیں۔

مکان کے لیے پانسو روپیہ کا مزید تقاضا آیا ہے۔ لیکن ابھی تو دوسری فکریں موجود ہیں اس لیے میں نے کوئی جواب باقاعدہ طور پر نہیں دیا۔

زمین کے بارے میں تم نے جو اس خط میں لکھا ہے، وہ مناسب ہے، تم الیاس میاں سے اُس کا نقشہ مرتّب کروالو۔ اور اسرار مسعود صاحب سے کہوا دو کہ اختر صاحب جنوری میں یا تو خود بھوپال آکر اس کی تکمیل کرالیں گے یا پھر الیاس کی معرفت اُنھیں پیسے بھجوا کر معاملہ پختہ کرلیں گے۔

رہا تاج کا قصّہ، تو میں جس دن تمہیں TMO روانہ کروں گا، اُسی دن اُن کے سو روپیہ بھی، یا تو تمہارے پیسوں کے ساتھ، یا پھر اُنھیں براہ راست بھیج دوں گا۔ اگر تمہیں تین سو کا منی آرڈر بھیجوں تو سو روپیہ اُس میں تاج کے ہوں گے جو تم اُنھیں بُلا کر حوالے کر دینا۔

اور کوئی تازہ بات نہیں جو تمہیں لکھوں۔ اب اجازت دو۔ تمہارے خطوں کے بہت سے جملے مجھے زندہ رہنے کی تقویت دیتے رہتے ہیں، تمہارا پیار میرے لیے زندگی کی ہر نعمت سے زیادہ ہے، اِسے کبھی تم مجھ سے چھین نہ لینا!

آؤ تمہیں ہزاروں بار چوم لوں۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۳؍ دسمبر، ۱۹۵۶ء

●

جانم،

تمہارا خط جمعرات کو ملا تھا جس میں تم نے لکھا تھا کہ پندرہ کو روانہ ہو کر سولہ کو پہنچوگی، ظاہر

ہے کہ تیرہ کو میں تمہیں پیسے روانہ نہیں کر سکا تو تم پندرہ کو کیا خاک چلتیں، کل ریکارڈنگ نہ ہے، میں تمہیں کل دوپہر کو بذریعہ TMO دو سو روپیہ بھیجوں گا، تم اُنیس یا بیس کو ضرور روانہ ہو جاؤ بشرطیکہ تمہاری طبیعت ٹھیک ہو۔ الیاس یا عباس کو ساتھ لانا اکیلی مت چل پڑنا۔

میں جمعہ سے تمہارے خط کا منتظر ہوں، آج منگل ہوگیا، تمہاری خیریت نہیں معلوم، کل سے ذہن تمہارا خط نہ پاکر بے حد پریشان ہے، چنانچہ ابھی ابھی تمہیں EXPRESS تار دیا ہے کل تک تمہارا خط یا تار کا جواب مل جائے ورنہ تم جانتی ہو میں اس قسم کے ذہنی انتشار میں کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ تمام کام رُک کر رہ جاتے ہیں۔

اس وقت تمہیں ڈھنگ سے خط بھی نہیں لکھ پا رہا۔ اپنے بمبئی پہنچنے کی اطلاع اکسپریس تار سے دینا۔ پیار

تمہارا
جاں نثار اختر

۱۷ر دسمبر ۱۹۵۷ء

۱۹۵۸ء

آرکیڈیا بلڈنگ

بمبئی ۸

خدیجہ پیاری

تار مل گیا تھا، خط بڑے انتظار کے بعد ابھی ابھی شام کی ڈاک سے ملا ہے۔ تمہارے جانے کے بعد ایک عجیب سا سنّاٹا دل و دماغ پر چھا گیا جس کے نتیجے میں دو دن بستر پر پڑے پڑے ہی گذار دیئے، نہ کہیں گیا اور نہ کوئی کام ہی بن پڑا۔ کل ساحر کے گیتوں کا دیباچہ لکھنے بیٹھ گیا اُسے مکمل کر دیا ہے۔ آج پھر طبیعت بڑی اداس ہے۔ پتہ نہیں کیا ہونا ہے۔

کل سے ممکن ہے کچھ کام شروع ہو جائے، دتّا نے صبح بلایا ہے، جاؤں گا۔ کالو بھی کل شام آیا تھا۔ اطلاع لے کر کہ سی پی صاحب واپس تشریف لے آئے ہیں۔

تمہیں آٹھ دس تاریخ تک پیسے بھیج سکوں گا، تمہارے پاس کچھ بھی نہ رہا ہوگا۔ الیاس سے تم کچھ پیسے لے لینا اگر ضرورت ہو۔ اپنی خیریت سے برابر مطلع کرتی رہو ورنہ میں ذہنی طور پر UPSET رہوں گا اور کچھ نہ کر سکوں گا ——— بہت سے پیار

خط پنسل سے بالکل نہ لکھا کرو، پڑھنے میں بڑی دقت ہوتی ہے۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۳۰ اپریل ۱۹۵۸ء

●

پیاری خدیجہ،

تمہارا خط ملا، آج دوسری تاریخ ہے، ابھی تک تو فاروقی یہاں پہنچے نہیں۔ بہرکیف ذمہ داری اُن کی ہے۔ میں نے شاہد صاحب سے منگل کی واپسی کی بات کہہ دی ہے۔

تم نے اپنے اس ۲۹ کے خط میں ایک طرف تو یہ لکھا ہے کہ اس وقت رات کے بارہ بج رہے

ہیں دوسری طرف یہ کہ آج شام کو یہ لوگ روانہ ہو رہے ہیں۔ شام کے بعد رات ہوتی ہے، رات کے بعد شام نہیں ہوتی، یہ تم بھول گئیں شاید۔

دوسرے یہ کہ بغیر مرے موجودگی کے وارثی صاحب کا تمہارے یہاں ٹھہرنا مجھے کچھ بے تکا سا محسوس ہوا۔

آج باقر دہلی جا رہے ہیں، غالباً واپسی پر وہ بھوپال اُتریں۔ اس طرح کیفی کا ارادہ بھی اس طرف بھوپال جانے کا ہے۔ لیکن میں یہ بات تمہیں بہت صاف الفاظ میں لکھ رہا ہوں کہ نہ تم ان لوگوں کو اپنے یہاں ٹھہرانا اور نہ ان سے ملنا۔ کیونکہ یہ لوگ شراب پی کر دوسروں کی بیویوں سے تفریح لینے جاتے ہیں۔

اور کوئی نئی بات نہیں۔ خلیل صاحب بمبئی سے باہر گئے ہوئے ہیں۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۲رمئی ۱۹۵۸ء

●

خدیجہ پیاری

تمہاری طبیعت کی طرف سے فکر ہے، اپنی خیریت سے روزانہ مطلع کرتی رہو۔ ورنہ میری ذہنی پریشانیوں میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ یہاں کے حالات ایک انچ آگے نہیں کھسکے۔ کام شروع ہونے میں نہیں آتا۔ روز دو تین دن پہ بات ٹل جاتی ہے۔ تم نے لیڈی ڈاکٹر کو بلا کے دکھایا یا نہیں۔ اس میں تساہل نہ برتو۔

خلیل صاحب بجواڑہ گئے ہوئے ہیں۔ ممکن ہے کل پرسوں تک واپس آجائیں۔ کل وحید صاحب کی دعوت پر COMMANDMENTS دیکھنے گیا تھا۔ حیدرآباد جانا نہ ہو سکا، سُنا ہے ساحر بھی نہیں گیا اور جعفری بھی۔

گرمی کا وہی عالم ہے۔ بھوپال کا موسم یہاں سے بہرحال غنیمت ہوگا۔ فاروقی سے ملنا ہوتا ہے۔ البتہ وارثی صاحب سے آج تک ملاقات نہیں ہوئی — اور کیا لکھوں، کچھ بھی تو نہیں، کبھی کبھار مسز میمن سے چلتے چلاتے بات چیت ہو جاتی ہے۔ پیسے ملتے ہی تمہیں روانہ کروں گا۔ رضیہ کا خط تمہارے نام آیا ہے اور بس — بہت سے پیار اور دعائیں۔ انٹونی آج چلا گیا

تمہارا

جاں نثار اختر

۶رمئی ۱۹۵۸ء

جان پیاری

تمہارا چار کا خط مکتبہ جامعہ کے پتہ پر اور پانچ کا لکھا ہوا خط آر کیڈیا کے پتہ پر ملا کل سے یہی سوچ رہا ہوں کہ تمہیں کیا مشورہ دوں۔ لوکرا کی بات کچھ گلے نہیں اُترتی۔ تم بار بجلے سے دوبارہ صلاح لو، اگر آپریشن وغیرہ کا تھوڑا بہت بھی احتمال بتائے تو پھر بمبئی آنا ہی مناسب ہوگا۔ میں اس خط کے جواب کا انتظار کروں گا اور اس عرصے میں یہ کوشش بھی کہ کوئی صورت جلد سے جلد تمہارے بمبئی آنے کی نکل سکے۔

آج ایک نئی فلم والے نے دو سو روپیہ بطور ایڈوانس مجھے دیے ہیں جس میں سے سو روپیہ T M O کے ذریعہ تمہیں آج دوپہر ہی کو روانہ کیے ہیں۔ سو روپیہ میں یہاں کا کچھ ضروری لین دین کرنا ہے۔ شاہد کے ٹیچر کی تنخواہ جو باقی تھی کل تک بھجوا دوں گا۔

چار پانچ دن میں تمہیں اور پیسے بھیجوں گا، فی الحال اس سے کام چلاؤ۔ مسافر صاحب سے پرسوں ملاقات ہوگی۔ دیکھو کیا طے پاتا ہے۔

کل یہاں منروا میں فرشتہ ریلیز ہو رہی ہے۔ ابھی تک طے نہیں کہ میں دیکھنے جاؤں گا یا نہیں۔ اچھا، اپنی خیریت لکھو، تمہارے خط نہ آنے سے کام میں بھی دل نہیں لگتا۔ آج آٹھ تاریخ ہے گویا تین دن سے مجھے تمہارا کوئی حال نہیں معلوم —— بہت سے پیار اور ہزاروں دعائیں۔

تمہارا

جاں نثار

۸ مئی ۱۹۵۸ء

●

خدیجہ پیاری

خط مل گیا تھا، میں تمہیں دو خط لکھ چکا ہوں اور سو روپیہ بھی بھیجے ہیں ملے ہوں گے۔ پندرہ یا سولہ کو بذریعہ تار اور پیسے بھیجوں گا۔ تم کسی طرح کی تکلیف نہ اٹھانا۔ شاہد کے لیے دوسری کتابیں خرید کر میں نے فاروقی کو دے دی تھی کہ وہ روانہ کر دیں وہ بھی غالباً پہنچ گئی ہوگی۔

تمہاری طبیعت اب کیسی ہے۔ دوا کا استعمال جاری رکھو۔ اور اتنے دن بعد خط نہ لکھا کرو۔ مجھے تمہاری خیریت ہر وقت معلوم ہونا چاہیے۔

خلیل صاحب ابھی تک واپس نہیں آئے، نثار کو میں نے لکھ دیا تھا کہ وہ بجائے مئی میں آنے کے جون کے وسط تک آئیں تو اچھا ہے۔ سلمان کا خط بھی آیا جس میں کوئی خاص بات

قابلِ ذکر نہیں۔

آج دن بھر مصروفیت میں گذرا۔ کل صبح دتہ سے APPOINTMENT ہے اور شام کو سات بجے کاوو کے یہاں جانا ہے۔ چھ گانے کم سے کم مجھے ان دس بارہ دن میں لکھ کر دینا ہیں — بہرکیف یہ تو ہوا کہ کام شروع ہوا۔

اس وقت نو بج رہے ہیں' GREEN GRILL سے ابھی ابھی کھانا منگوا کے کھایا ہے اب گیت لکھنے بیٹھ جاؤں گا' اس امید میں کہ صبح تمہارا خط ضرور آئے گا۔ اگرچہ مجھے دتہ کے یہاں سے واپسی پر دو ڈھائی بجے پڑھنے کو ملے گا۔

اچھا' آؤ تمہیں بہت سے پیار کر لوں۔ تمہارے بغیر زندگی میں سناٹا ہے۔

تمہارا

۱۱ مئی ۱۹۵۸ء جاں نثار اختر

●

خدیجہ'

تمہارا خط ملا۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ تم اپنی لاپروائی اور نادانی سے کسی دن میرا پیار ضرور کھو دوگی۔ تم آسانی سے ہر چیز کے لیے کوئی سبب یا کوئی جواز ڈھونڈھ لیتی ہو۔ الیاس بغیر تمہیں اطلاع دیے اور تمہاری مرضی لیے کسی کو تمہارے کمرے میں لے آئیں' یہ مجاز تم نے انھیں کیوں دے رکھا ہے؟ بہرکیف میں یہ بات ابھی تمہیں بہت صاف لفظوں میں لکھ رہا ہوں کہ اگر تمہارا یہی طریقہ رہا کہ جن لوگوں سے میں تمہارا ملنا پسند نہیں کرتا تم اُن سے کسی حال میں ملو اور تم میری جتائی ہوئی بات کی خلاف ورزی کرو تو تمہارے تعلقات میں خلیج ضرور پیدا ہو جائے گی۔ مجھ میں محبت کرنے اور نفرت کرنے کی صلاحیت دونوں شدید طور پر ہیں اسے تم نہ بھولو۔

میں اب اس وقت تمہیں کچھ اور نہیں لکھوں گا کیونکہ تمہارے اس خط نے مجھ میں تھوڑی تلخی گھول دی ہے —— شاہد کیسا ہے؟

تمہارا

۱۲ مئی ۱۹۵۸ء جاں نثار اختر

●

پیاری خدیجہ،

تمہارا خط ملا دس کا اور گیارہ کا — کل تمہیں میں نے بہت تلخ خط لکھا ہے لیکن اُس کے لیے میں شرمندہ نہیں ہوں۔ میں نے جو لکھا ہے وہ غلط نہیں۔ تم اگر میرے دل اور میری پسند اور ناپسند کا خیال نہ رکھوگی تو مجھے تم سے وہ ذہنی راحت اور مسرت حاصل کبھی نہ ہوگی جس کی توقع میں تم سے رکھتا ہوں۔ بہرکیف یہ تمہارے سوچنے کی بات ہے۔ کل رات میں نے دو تین شعر کہے ہیں، ایک شعر تمہیں لکھ رہا ہوں، شاید تمہیں اس سے کچھ روشنی مل سکے۔

خبر رکھنا بہت نازک ہے رشتہ جیب و داماں کا
کہیں ایسا نہ ہو ضد پر ترا دیوانہ آجائے

تم نے ان دونوں خطوں میں اپنی طبیعت کا کوئی حال نہیں لکھا جبکہ سب سے اہم بات یہی ہے۔

یہاں کے حالات: WRITERS EMPORIUM والوں سے کتاب کا معاملہ میں نے توڑ لیا۔ وہ بات آگے ٹالنا چاہ رہے تھے۔ میں نے انھیں تصدیق سے سو روپیہ ادا کرا دیے۔ تصدیق خود PUBLISHING کا کام شروع کر رہے ہیں۔ چنانچہ اپنے مکتبہ سے اپنی پہلی کتاب "حرف آشنا" چھاپنے جا رہے ہیں۔ باقی پیسے وہ مجھے غالباً پندرہ سولہ تک دے دیں گے۔ اُس میں سے سو روپیہ تمہیں اور بھیج دوں گا اور باقی پیسے مکان والے کے حوالے کر دوں گا۔ کل کوئی کامتا صاحب للت پور سے تشریف لائے تھے تمہیں پوچھتے ہوئے۔ وہاں ایکس مئی کو ایک مشاعرے میں مجھے اور ساحر کو مدعو بھی کرنا چاہتے تھے۔ میں نے اُن سے یہی کہا ہے کہ اگر پندرہ جون کے بعد مشاعرہ رکھیں تو میں آسکتا ہوں اس سے پہلے نہیں۔

آج حمیدہ کا خط آیا ہے۔ تمہارا پتہ مانگا ہے۔ ابھی ابھی اُنھیں جواب لکھا ہے۔ جادو اویس مانی کھیت جا رہے ہیں ڈیڑھ مہینے کے لیے۔ علی گڑھ یونیورسٹی نے بچوں کا کلب قائم کیا ہے۔ وہاں کے کسی پروفیسر کی نگرانی میں بچوں کے TOUR کا بندوبست کیا ہے۔ اویس علی گڑھ پہنچ گیا ہے۔ انھیں بڑی کوشش سے اس TOUR میں شریک کر لیا گیا ہے۔

بھوپال سے آج آصف شاہمیری کا بھی خط آیا ہے۔ اقبال ڈے منانا چاہ رہے ہیں اور کوئی کلچرل پروگرام بھی رکھنا چاہتے ہیں اُسی قسم کی تجویز جیسی تاج نے لکھ کر بھیجی تھی۔ اس وقت انھیں یہی جواب لکھوں گا۔

اور کیا لکھوں۔ شاہد اب کیسا ہے۔ تم نے شاہد کے بارے میں اپنے کسی پچھلے خط میں ایک جملہ لکھا تھا جس کا جواب میں تمہیں لکھنا چاہتا تھا لیکن اُس وقت نہیں لکھا۔ مجھے یہ تسلیم ہے کہ میرا ATTITUDE شاہد کے ساتھ سخت ہے لیکن ایسا نہیں کہ جاوید اویس کے ساتھ میرا یہی ATTITUDE نہ رہا ہو۔ تم نے جس قسم کی باتیں مجھ سے بھوپال جانے سے چند دن پہلے کی تھیں اُنھیں میں باوجود کوشش کے ابھی تک نہیں بھول سکا ہوں۔ اُنھیں دُہرانے کی یوں ضرورت نہیں کہ تم اُنھیں خود نہیں بھول سکتیں۔ پھر جب تم میری نیت پر حملہ کرتی ہو تو شاہد کے لیے میرے پیار سے محروم نہ ہونے کا سوال ہی باقی نہیں رہتا۔ بہرکیف تمہاری اُس دن کی گفتگو کے بعد میرے ذہن میں شاہد میرا اپنا بچہ نہیں رہا صرف تمہارا بچہ رہ گیا ہے یہ میں تم سے چھپانا نہیں چاہتا۔

اب کوئی اور بات سمجھ میں نہیں آرہی۔ اس لیے اجازت دو۔ میرے پیار اب بھی تمہارے لیے ہیں۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۲ مئی ۱۹۵۸ء

●

پیاری خدیجہ،

تمہارا ۱۴ کا خط مکتبہ جامعہ کے پتہ پر پہنچا، تمہارے سارے خط مجھے مل چکے ہیں اور ان کا جواب بھی لکھ چکا ہوں۔ راگنی کے سارے گانے میرے ہیں سوا دو گانوں کے (ایک وہ جو کشور شراب پی ہوئے گاتا ہے۔ دوسرا " میں بنگالی چھوکرا کروں پیار کو نمسکار")

یہاں کے حالات نئے نہیں۔ مجید صاحب کے صاحبزادے آج صبح مکان کے پیسوں کے سلسلے میں آئے تھے لیکن ابھی ایک آدھ ہفتہ انھیں اور ٹالنا ہوگا۔ اس عرصے میں دو گیت کاوو کے لکھ دیئے ہیں۔ دو گیت دتّہ کے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں لیکن وہ تو ادھورے ہیں۔ غالباً پیر تک مکمل ہو جائیں گے۔ ان چاروں گیتوں کی ریکارڈنگ آخری ہفتہ میں ہو سکے گی۔ بہرکیف آٹھ دس دن کی اور بات ہے۔

تمہیں میں نے پندرہ سولہ تک مزید پیسے بھیجنے کے لیے لکھا تھا۔ اب پتہ نہیں، ممکن ہے جو پیسے کتاب کے آج ملنے والے تھے وہ کل یا پرسوں تک مل جائیں۔ اگر مل گئے تو پیر کو بذریعہ تار تمہیں بھیج دوں گا۔

ہاں تم نے "فرشتہ" کے بارے میں پوچھا ہے۔ میں پریمیر پر گیا ہی نہیں۔

اور تم دوا اور احتیاط جاری رکھو تمہاری طرف سے فکر رہتی ہے۔ اپنی خیریت لکھتی رہو

خلیل صاحب پرسوں واپس آگئے۔ شاہد کیسا ہے، اُسے میری دعا کہو۔ تمہیں میرے سیکڑوں پیار

۱۶ مئی ۱۹۵۶ء تمہارا جاں نثار اختر

●

پیاری خدیجہ،

تمہارا خط ملا، معافی کی تو کوئی بات نہیں، البتہ یہ ضروری ہے کہ تم یہ احساس کرسکو کہ میرے اور اپنے تعلقات کو قائم اور خوشگوار رکھنے کے لیے تمہیں کیا کرنا ہے اور کیا نہیں کرنا۔ بہرکیف اس قسم کی باتیں آئندہ نہ ہوں تو اچھا ہی ہے۔

خیر، اب دوسری بات :۔ کالو کے دو گیت تو لکھ ہی دیئے تھے آج دتہ کا بھی ایک گیت مکمل کردیا۔ ایک اور باقی ہے۔ لیکن اصل بات تو RECORDING ہے، اُس میں ایک ہفتہ تو لگے گا۔ تمہیں جلد سے جلد پیسے بھیجنا چاہتا ہوں، تمہاری طبیعت کیسی ہے، اس مرحلے سے فراغت پاچکو تو اطمینان ہو۔

اور ــــ راگنی یہاں تیس مئی سے لگ رہی ہے۔ تمہارے تھرماس کا شیشہ بہت تلاش کرایا گیا لیکن اس سائز کا کہیں دستیاب نہیں ہوا۔ اس کے معنی، نیا تھرماس خریدنا ہی پڑے گا۔

زہرہ سے ابھی ملاقات نہیں ہوئی، مجھے آجکل فرصت نہیں کہ ان سے ملنے جاسکوں۔ وہی کسی دن آٹپکیں گی تو تمہارے بھیجے ہوئے کُرتے مل جائیں گے۔

کل ساحر آئے تھے، میں نے اُنھیں خبر سُنادی ہے۔ اُن کا کہنا ہے کہ فوراً بھوپال میں مشاعرہ کرانا چاہیے تاکہ زہرہ بمبئی آئی ہے تو میں بھوپال چلا جاؤں۔

اچھا بہت سے پیار لو، سر سے پاؤں تک

تمہارا اپنا

جاں نثار اختر

۱۷ مئی ۱۹۵۶ء

●

عزیز از جان خدیجہ، پیار لو

اِس وقت سی پی صاحب کے یہاں سے لوٹا ہوں، کوئی ساڑھے بارہ بج رہے ہوں گے۔ یہ

سوچ کر تمہیں خط لکھنے بیٹھ گیا ہوں کہ کل صبح سے شام تک کی معروفیت ہے، شاید تمہیں خط لکھنے کی مہلت نہ ملے۔ تمہاری خیریت کے لیے ہر لمحہ دل بے چین رہتا ہے۔ کل تمہارا خط آنا ہی چاہیے۔

سب سے پہلے تمہیں یہ تاکید کرنا ضروری ہے کہ تم اسپتال میں ایک آدھ ہفتہ پہلے ہی داخلہ لے لو۔ عین وقت پر جانے میں بڑی پریشانی ہوا کرتی ہے۔ تم بارکلے کو بلا کر اُس کی معرفت یہ صورت پیدا کرو۔ یہ بالکل نہیں ہونا چاہیے کہ تم اس کے کہنے میں آکر گھر پر رہ کر اس مرحلے سے فراغت کی بات سوچو۔ خدانخواستہ عین وقت پر کسی قسم کی کوئی پریشانی پیدا ہوگئی تو گھر پر کچھ بھی نہ ہو سکے گا اور اُس حالت میں اسپتال میں منتقل ہونا بھی ایک مسئلہ بن جاتا ہے۔ اسپتال میں ہر قسم کی MEDICAL AID بروقت مہیا ہو سکتی ہے۔ تم اسے تاکید سمجھو اور اس میں کسی قسم کی ٹال مٹول ہرگز نہ کرو۔

کل وارثی صاحب سے ملاقات ہوئی تھی۔ میں نے اُن سے بھی کہا ہے کہ وہ پدما سے کم سے کم فون پر بات کریں کہ بھوپال کی ڈاکٹر جو اس قسم کی بات کہتی ہے وہ کہاں تک ٹھیک ہو سکتی ہے۔ کل سے نہ جانے کیوں تمہاری طرف سے بہت زیادہ فکر بڑھی ہوئی ہے۔

تصدیق نے کل دوپہر تک پیسے دینے کا وعدہ کیا ہے، دیکھو۔ اگر پیسے مل گئے اور وقت رہا تو کل ہی ورنہ پرسوں اول وقت تمہیں تار سے بھیجوں گا۔

اور کیا لکھوں۔ اتنی دور سے سوائے دعاؤں کے اور تمہارے لیے کیا کر سکتا ہوں۔

بہت سے پیار قبول کرو۔ شاہد کو دعا کہو وہ کیسا ہے؟

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۹ مئی ۱۹۵۸ء

●

میری جان

آج تمہیں دو سو روپیہ کا T M O روانہ کر رہا ہوں۔ تم چند دن قبل اسپتال میں داخلہ لے لو۔ اس میں تمہیں سہولت اور مجھے اطمینان رہے گا۔ میں اس سے پہلے کے خط میں بھی تمہیں یہ بات بڑی تاکید سے لکھ چکا ہوں۔ تم اسے نظر انداز نہ کرنا۔

اور کیا لکھوں۔ تمہارے ۱۷ اور ۱۸ کے لکھے ہوئے خط کل مجھے مل گئے تھے۔ گیتوں کا چکر صبح سے شام تک معروف رکھتا ہے لیکن کام کی رفتار اتنی سست ہے کہ ابھی تک ریکارڈنگ

کی نوبت نہیں آئی ہے۔ لیکن تم کسی طرح متفکر نہ ہونا جب تک میرے ہاتھ پاؤں چلتے ہیں تمہارے آرام کے لیے میں سب کچھ کرتا رہوں گا۔ شاہد کو دعا کہو۔

تمہارا

۲۱ مئی ۱۹۵۸ء جاں نثار اختر

●

خدیجہ میری جان

صبح تمہیں خط لکھ چکا ہوں۔ دوپہر کو فاروقی کے سپرد ۵۰ x ۲ کر گیا تھا کہ تمہیں روانہ کردیں۔ جو اُنھوں نے کردیا ہوگا، کل اُسی کی رسید مکتبہ سے لاؤں گا۔ اس وقت کالو کے یہاں سے واپس ہوا ہوں، حسبِ معمول دس بج رہے ہیں۔

تمہاری خیریت مجھے روز معلوم ہونا ضروری ہے۔ آج تمہارا کوئی خط نہیں آیا، چند سطریں لکھو مگر لکھو ضرور۔ اسپتال میں داخلہ کب لے رہی ہو۔ بار کلے کو بلا کر یہ مسئلہ طے کرنا ضروری ہے۔ ہاں آج زہرہ مکتب جامعہ میں بیٹھی مل گئیں تھیں، وہاں سے تھوڑی دیر کے لیے میرے ساتھ گھر آئیں۔ گرتے پہنچ گئے۔ اب سینچر کو آنے کے لیے کہہ گئیں ہیں۔ یہاں بھیمڑی میں کوئی جگہ خالی ہے اُس کے لیے کوشاں ہیں۔

آج ایک مشاعرے کا دعوت نامہ اُجین سے آیا ہے۔ مشاعرہ ۲۲ جون کو ہے۔ ہٰذا اس وقت اُنھیں بھی خط لکھ رہا ہوں کہ ضرور آؤں گا۔ ساحر کو بھی راضی کروں گا۔ کہ چلے چلیں کیونکہ بلاوا ان کا بھی ہے۔

اور کوئی نئی خبر نہیں، کالو کے گیتوں کا ریکارڈنگ ۲۷ تاریخ کو ہے۔ پیسے غالباً پہلی دوسری تک ہی ملیں گے ان میں سب سے پہلے مکان کا قصہ نبٹانا ہے۔ تھوڑے ہی پیسے ان میں سے تمہیں بھیج سکوں گا۔ اس عرصے میں اگر دتہ کی ریکارڈنگ بھی ہوگئی تو تمہیں دو سو روپیہ اور بھیج دوں گا۔ شاہد کے ماسٹر صاحب کے پیسے میں نے دے دیئے ہیں اور دودھ والے کا حساب بھی چکتا کردیا ہے۔ باقی لین دین باقی ہے۔

اچھا بہت سی دعائیں اور پیار۔

تمہارا

۲۱ مئی ۱۹۵۸ء جاں نثار اختر

جانم،

کتنے شدید انتظار کے بعد آج تمہارا ۲۴ کا لکھا ہوا خط ملا اور آج ہی تمہارا تار پہنچا۔ تمہارا ۲۲ کا خط مجھے نہیں ملا۔ بہرکیف تم اچھی طرح ہو، یہ میرے لیے بہت ہے۔ میں تمہیں بارہا لکھ چکا ہوں کہ تم اپنی خیریت مجھے روزانہ ہی لکھتی رہو۔ تمہارے خط میں ذرا بھی دیر ہوتی ہے تو میرا ذہن UPSET ہونے لگتا ہے۔ میں نے تمہیں پیار دیا ہے اُس کے بدلے میں تم مجھے پریشانی تو نہ دو۔

کل صبح مجید صاحب سے ملنے گیا تھا۔ مکان کی امید پہلی جولائی تک ہے۔ البتہ دوسری جون تک ان کے پیسے دینا ضروری ہیں۔ ویسے تو کل شام کو مسٹر انڈیا کے گیتوں کی ریکارڈنگ ہے۔ اصولاً کل ہی پیسے مل جانا چاہئیں لیکن تم جانتی ہو ان کمپنیوں کا حال۔ خیر کچھ ہو رہے گا۔

"حرفِ آشنا" کی کتابت شروع ہو گئی ہے۔ ابھی اگرچہ خطوں کی ترتیب کا کام تھوڑا بہت باقی ہے۔ آج سے دو تین دن کی فرصت ہے، اسے مکمل کرنے کی کوشش کروں گا۔ اُس کے بعد مسئلہ "پیش لفظ" کا رہ جائے گا۔

پرسوں مولانا عمران انصاری ملنے کے لیے آئے تھے، آجکل وہ دوبارہ مع بیوی بچوں کے بمبئی آ گئے ہیں۔

اور کیا لکھوں ؟ دو تین دن سے پلنگ کی نواڑ ٹوٹ کر جھولا ہو گئی تھی، اس لیے کل سے زمین پر بستر لگا لیا ہے۔ پنکھا بھی خراب ہو گیا، کل اُسے بھی بننے دیا ہے۔ اس کے علاوہ اور سب کچھ بخیر ہے۔

اچھا، بہت سے پیار، آنکھوں، ہونٹوں اور سینے پر

تمہارا

۲۶ مئی ۱۹۵۸ء جاں نثار اختر

●

جانِ پیاری

ساڑھے گیارہ بجے ہیں۔ ریکارڈنگ سے واپس ہوا ہوں۔ اب کل سے پیسے کا تقاضا شروع کروں گا۔ مکان کا قصہ دوسری تک نبٹانا ہے۔ اگر ہو سکا تو ان پیسوں میں سے تمہیں کچھ پیسے اور بھیجوں گا ورنہ دس کا ریکارڈنگ پہلی تاریخ کو ہے، جب تو لازمی تمہیں بھیج ہی دوں گا۔

ہاں تمہارا ۲۲ کا خط آج دوپہر کو پہنچا جبکہ ۲۴ کا خط کل ہی مل گیا تھا۔ تم نے لکھا ہے کہ

اسپتال میں داخلہ لو کراے کے بغیر نہیں ہو سکتا۔ جبکہ تم بہت پہلے یہ بھی لکھ چکی ہو کہ بار کلے اپنی ذمہ داری پر تمہیں اسپتال لے جانے کو کہتی ہے۔ بہر حال اسپتال جانا ضروری ہے، وہاں ہر قسم کی سہولت ہوگی میں تو یہی مشورہ دوں گا۔ پیسوں کی تم فکر ہرگز نہ کرنا، اس ہفتہ کے اندر ہر صورت میں تمہیں مزید پیسے بھیج دوں گا۔

کل زہرہ مع ربّو کے آئی تھیں۔ تقریباً دو گھنٹے بیٹھیں۔ اِدھر اُدھر کی گپ شپ ہوتی رہی۔ غالباً ساحر سے تھوڑی بہت مایوس ہو چلی ہیں۔ آج ساحر اور پرکاش آ گئے تھے۔ پرکاش کہتے ہیں یہ ان کے سمجھانے کا کرشمہ ہے۔ بہر حال

آج صبح ایک نئی فلم " رکشا والا " کی مہورت تھی وہاں گیا تھا ورنہ پھر دن بھر کمرے ہی پر رہا۔ شام کو البتہ گانوں کی ریکارڈنگ پر جانا پڑا۔

ہاں آجکل فوضیہ یہیں ٹھہری ہوئی ہے۔ تقریباً روزانہ چلتے چلاتے اُن سے گفتگو ہو جاتی ہے۔ آج تو میں نے اس سے کہا کہ بھئی اگر تم جیسی سب لڑکیاں پاکستان چلی جائیں گی تو پھر ہندوستان تو غریب ہو کر رہ جائے گا۔ لیکن وہ کہتی ہے مجھے کراچی بہت پسند ہے۔

اور تم سے دلچسپ باتیں کیے ہوئے ایک مہینہ گذر گیا۔ یہ دن کسی طرح گذر چکیں اور تم جلدی سے پھر میرے بازوؤں میں آجاؤ اور پھر

" سوال آہستہ آہستہ، جواب آہستہ آہستہ "

اچھا، میرے پیارو، میری ساری محبت تمہارے لیے ہے۔ پیار پیار پیار

تمہارا

اختر

۲۷ مئی ۱۹۵۸ء

●

جان سے پیاری

کل بھی تمہیں خط لکھا ہے۔ آج کل تمہاری طرف سے ہر وقت فکر رہتی ہے۔ پدما سے وارثی صاحب کے ذریعہ میں نے تمہارے کیس کو دریافت کیا تھا۔ اُس کا کہنا ہے کہ کوئی لیڈی ڈاکٹر بغیر XRAY کے کیے محض اوپری طور پر EXAMINE کر کے ایسی بات کیسے کہہ سکتی ہے۔ دوسرے اُس نے یہ بھی کہا کہ بعض اوقات UTERUS میں DEVIATION یا جھکاؤ پیدا ہونے سے ایسی بات بظاہر معلوم ہوتی ہے لیکن اُسے بغیر اپریشن کے ٹھیک کیا جا سکتا

ہے۔ میں تو سوچتا ہوں اگر تم اپنے میں ذرا سی بھی ہمت پاتی ہو تو الیاس اور بی آپا کو لے کر فرسٹ کلاس کا ٹکٹ لو اور فوراً بمبئی آجاؤ۔ اور بجائے آرکیڈیا کے سیدھی پدما کے اسپتال میں داخلہ لے لو۔

تم لکھتی ہو کہ عین وقت پر بار کلے تمہیں اسپتال لے جائے گی لیکن DELIVERY تو غالباً نوکرانی کے ہاتھ سے ہوگی۔ پھر بات کیا ہوئی، وہ اس وقت بھی تو آپریشن کا جھگڑا کھڑا کر سکتی ہے۔

بہرکیف تم لکھو کہ آخری فیصلہ تمہارا کیا ہے۔ بی آپا وغیرہ کیا کہتی ہیں۔

میں تمہارے جواب کا ورنہ خود تمہارا منتظر رہوں گا۔ پیار

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۸ مئی ۱۹۵۸ء

●

میری جان

ابھی ابھی تمہارا ۲۶ کا خط ملا۔

بار کلے اگر تمہیں عین وقت پہ اسپتال لے جانا چاہتی ہے اور تم بھی یہی مناسب سمجھتی ہو تو ایسا ہی کرو۔ میں تو اس وقت تک بے چین رہوں گا جب تک تم اس قصہ سے فراغت نہ پا چکو۔

کل رات تمہیں خط لکھ چکا ہوں، جو آج صبح پوسٹ ہوا ہے۔ غالباً یہ دونوں خط تمہیں ساتھ ملیں گے۔ اس لیے زیادہ کچھ لکھ بھی نہیں رہا۔

اچھا، میرے پیار قبول کرو۔ اس وقت اسٹوڈیو جانا ہے۔ کل پھر تمہیں خط لکھوں گا۔

ہاں للت پور والوں نے مشاعرے کی کوئی اطلاع نہیں دی۔ ویسے بھی پندرہ کو وہاں پہنچنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۸ مئی ۱۹۵۸ء

●

میری چندا،

اب کیسی ہو؟ تمہارا خط مکتبہ جامعہ کی معرفت کل مل گیا تھا۔ تم نے جو اعلان تراش کر بھیجا ہے، اس کی کوئی اطلاع مجھے یا ساحر کو ابھی تک نہیں ملی۔ آصف کا خط بہت دنوں سے آیا تھا

جس میں اُنھوں نے کلچرل کانفرنس کی بات لکھی تھی۔ میں نے آج اُنھیں خط لکھا ہے اور یہ تجویز بھی کر بجائے پہلے ہفتہ کے، اکیس جون کو اقبال ڈے کا مشاعرہ رکھیں۔ ۲۲ کو اوجین جانا ہے، اس میں مجھے اور ساحر کو سہولت ہوگی۔ بہرکیف۔

آج مسٹر انڈیا کے گیتوں کے ہزار روپیہ ملے ہیں۔ دوسری تاریخ کو مجید صاحب کو پانسو ادا کرنا ہیں۔ کچھ نہیں تو دو سو روپیہ مکان کی رجسٹری کے بھی چلے جائیں گے۔ اس طرح تین سو بچتے ہیں جس میں سے سو روپیہ کالو کے دینا ضروری ہیں۔ سو روپیہ سگریٹ والے کو، دھوبی کو، اخبار والے کو بٹ جائیں گے۔ سو روپیہ رہتے ہیں، وہ میں تمہیں، آج تو وقت نہیں رہا، پرسوں یعنی پیر کو بذریعہ T M O روانہ کروں گا۔ T M O بجائے تمہارے نام کے سعیدہ کے نام بھیجوں گا اس احتیاط سے کہ ممکن ہے تم اسپتال چلی گئی ہو تو وصولیابی میں دقت ہوگی۔ پیر کو کتابوں کے دو سو روپیہ اور ملنے والے ہیں اگر مل گئے تو بجائے سو کے تمہیں دو سو بھیج دوں گا، اور سو اپنے لیے رکھ لوں گا۔ تم کسی طرح متفکر نہ ہونا اور اپنے علاج اور دیکھ بھال میں پیسے کے خیال سے ذرا سی بھی کوتاہی نہ کرنا۔

ہاں تمہارا چاندی کا ہار کھو گیا تو غم نہ کرو۔ تم لکھتی ہو اُس سے بہت سی رومان پرور یادیں وابستہ تھیں لیکن ہماری زندگی اور ہمارا پیار اُس رومانس سے کہیں آگے پہنچ چکا ہے، زیادہ گہرا اور وسیع ہو چکا ہے۔ اُس رومانس کی یاد اس گہری محبت کے مقابلے میں تو کہیں ہلکی پھلکی ہے۔

اچھا ایک بات اور۔ میں تمہیں تار کے لیے وارثی صاحب کے دفتر کا پتہ لکھ رہا ہوں۔ تم میرے پتہ پر تار دینے کے علاوہ اس مختصر سے پتہ پر بھی تار دے دینا اپنی کوتیا کی پیدائش کا۔ یہ مجھے رات کے کسی وقت بھی آسانی سے پہنچ جائے گا۔ ورنہ یہاں تو تمہارا EXPRESS تار بھی دوسرے دن ملتا ہے۔ پتہ صرف اتنا ہوگا۔ COVER NOTE BOMBAY

پتہ میں اس ایک لفظ کے علاوہ میرا نام لکھنے کی ضرورت نہیں۔

اچھا بہت سے پیار

تمہارا

جاں نثار اختر

۳۱ مئی ۱۹۵۸ء

●

جانم پیاری

تمہارا ۲۹ کا خط مکتبہ جامعہ کے پتہ پر ملا۔ تمہارا ۲۲ کا خط بھی مل گیا تھا، ابھی تک کوئی

خط آر کیڈیا کے پتہ پر کھو یا نہیں۔ تم خواہ مخواہ احتیاط برتتی ہو۔ پرسوں تمھیں خط لکھ چکا ہوں جس میں پیسوں کی بات لکھی تھی۔ آج پانسو مجید صاحب کے اور دو سو رجسٹری اور اسٹامپ وغیرہ کے ادا کر دیئے۔ سو روپیہ کالو کو دے دیے اور سو خلیل صاحب کو، باقی سو بچے ہیں۔ جو تمھیں کل T M O سے بھیجوں گا۔ کل مسٹر جون کے گیتوں کا ریکارڈنگ تھا، آج تو مجھے فرصت نہیں ملی، کل سے پیسوں کا تقاضا کرنا ہے۔ چار پانچ دن میں مل ہی جائیں گے۔ اس لیے تم میری طرف سے اس معاملہ میں فکرمند نہ ہونا۔ بلکہ میں یہ پیسے ملتے ہی تمھیں اور پیسے بھیجوں گا۔

شاہد کے داخلہ کے بارے میں یہ ہے کہ تیس تاریخ کو فاروقی کی منگنی کا ہنگامہ تھا چنانچہ وہ سب کو جمع کر کے لے گئے تھے، میں اور وارثی بھی گئے تھے۔ تمام رسمیں ہونے کے بعد وہیں کے وہیں لڑکی والوں نے شادی سے انکار کر دیا اُن کے ہاتھ کے برص کی وجہ سے۔ اس غم میں وہ باوجود وعدے کے اکتیس کو باندرہ نہ جاسکے۔ کل اتوار تھا، آج اُن سے فون کرایا تو انھوں نے کہا ہے کہ فی الحال تو کوئی جگہ نہیں۔ سنیچر کو آپ آیئے۔ ہم نے کچھ سیٹ بڑھانے کے لیے ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کو لکھا ہے اگر منظوری آگئی تو داخلہ ممکن ہو سکے گا۔

اس کے علاوہ یہ بات سوچنے کی ہے کہ وہاں داخلہ بھی مل گیا تو وہ دو مہینے تک اُس جگہ کو ریزرو نہیں رکھ سکتے۔ تمہارا آنا اگست سے پہلے ممکن نہیں ہے۔ کل میں اور وارثی مکان کی حالت دیکھنے گئے تھے اور ہمارا ایجنٹ یقین ہے کہ پہلی اگست سے قبل وہ کسی طرح مکان سپرد نہیں کر سکیں گے۔ اس صورت میں میری تجویز یہ ہے کہ شاہد کا داخلہ COLABA کے اسکول میں رہنے دیا جائے اور اس کی فیس ہر مہینے میں بھجتا رہوں۔ پہلی اگست تک کی چھٹی بھی وہ لوگ منظور کر لیں گے کیونکہ شاہد وہاں دو سال سے پڑھتا ہے۔ اگست میں تمہارے بمبئی آنے پر باندرے کے کسی اسکول میں اُسے TRANS FER CERTIFICATE کرانے کی کوشش کر لی جائے گی۔ ایسا نہیں ہے کہ کسی بھی اچھے اسکول میں اُس وقت جگہ نہ مل سکے۔ اور بالفرض محال اگر TRANSFER ممکن نہ ہو سکا تو پھر اُسے یہ سال وہیں COLABA کے اسکول میں پڑھنے دیا جائے گا۔ وقت صرف آنے جانے کی ہوگی اُس کا حل بھی نکل ہی آئےگا۔ بہرکیف تمھیں اس کے لیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ جو صورت بھی ہوگی وہ میں پیدا کر لوں گا۔

آج کے خط میں تم نے تاج کے بارے میں لکھا ہے کہ انھوں نے کوئی خط مجھے لکھا ہے، وہ ابھی تو مجھے ملا نہیں۔ میں نے آصف کو خط لکھا تھا کہ ساحر اور میں دس کو نہیں آسکتے۔ اکیس کو وہ مشاعرہ

رکھیں تو اچھا ہے۔ بہرکیف۔

راگنی کے پریمیر میں گیا تھا۔ یہ بھی اتفاق ہے کہ انھیں ابھی کارڈ ہی ایک بھیجا جیسے انھیں پتہ چل گیا ہو کہ تم بھوپال میں ہو۔ اچھا، لاکھوں بوسے۔

تمہارا

۲ جون ۱۹۵۸ء جاں نثار اختر

●

میری جان خدیجہ،

تمہارا خط ملا، کل سعیدہ کے نام سو روپیہ کا بھیجا ہے۔ اس خیال سے کہ تم ہسپتال میں ہو تو پیسے وصول ہونے میں کوئی پریشانی نہ ہو۔ تمہاری طرف ہر وقت دھیان لگا ہوا ہے۔ ہر روز اب تو تمہارے تار کا انتظار ہے۔ خدا کرے تم بخیر و خوبی اس مرحلے سے گذر جاؤ۔ میرا پیار اور میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔

تم نے کل پھر خط لکھنے کا وعدہ کیا تھا اس لیے آج شام کی ڈاک سے تمہارے خط کی آس ہے۔ اس وقت دو بجے ہیں، گھنٹہ بھر بعد مکان کی رجسٹری کے سلسلے میں رجسٹرار آفس جانا ہے۔ پیسے تو میں دے چکا ہوں۔ بس کاغذات پر میرے اور مسز مجید کے دستخط ہونے باقی ہیں جو رجسٹرار کے سامنے کیے جائیں گے۔

اور کوئی تازہ خبر نہیں۔ تاج کا خط کل ملا تھا اُس کا جواب کل ہی دے چکا ہوں۔ دس یا گیارہ کو بھوپال آنا نہ میرے لیے ممکن ہے نہ ساحر کے لیے۔

اچھا، سیکڑوں پیار، شاہد کو دعا کہو۔

تمہارا

۴ جون ۱۹۵۸ء جاں نثار

●

آرکیڈیا بلڈنگ

بمبئی ۸

جانم

تمہارے دو خط ملے آج۔ ایک آرکیڈیا کے پتہ پر، ایک مکتبہ جامعہ کے پتہ پر۔ اب تو تمہارے

خط سے زیادہ تمہارے تار کا انتظار رہتا ہے۔ تم اسپتال جانے کے لیے کار کا انتظام ضرور کر لینا۔ تانگہ ہرگز مناسب نہ ہوگا۔

کل مکان کی رجسٹری ہوگی۔ سو روپیہ تمہیں سعیدہ کے نام بھیجے تھے مل گئے ہوں گے۔" مسٹر جان" کے گیتوں کے پیسے ابھی تک وصول نہیں ہو سکے ہیں۔ آج پروڈیوسر صاحب نے دس بارہ تک ادائیگی کا وعدہ کیا ہے۔ ملتے ہی تمہیں بھیجوں گا۔

کل صبح نو بجے دتّہ کے یہاں جانا ہے۔" ڈاکٹر شیطان" کے دو گانے جلد سے جلد چاہئیں۔ کل شام سے کالو کا بھی کام شروع ہو جائے گا۔ چنانچہ اس ہفتہ بہت مشغولیت ہے۔ پھر بھی تم سے باتیں کرنے کا وقت تو نکالنا ہی پڑے گا۔

آج حمیدہ کا خط آیا ہے۔ بقول حمیدہ کے" سنسنی خیز خبر یہ ہے" کہ جادو صاحب پاس ہو گئے ہیں۔ اویس بھی دسویں جماعت میں پہنچ گئے ہیں۔ آجکل دونوں رانی کھیت پہنچے ہوئے ہیں۔ حمیدہ ابھی علی گڑھ ہی میں ہیں۔ کل یعنی چھ کو نینی تال روانہ ہو جائیں گی۔

" حرف آشنا" کی کتابت شروع ہو گئی ہے۔ آج سولہ صفحے کاتب دے گیا ہے۔ اس وقت اُس کی تصحیح کرنا ہے۔ پھر کل کے لیے ایک آدھ گیت سوچنا ہے۔ اس لیے اب اجازت دو۔ ہاں تمہیں پیار کرنا تو بھول ہی گیا' آؤ میرے سینے سے چمٹ جاؤ' میں جی بھر کے (لیکن جی تو بھر ہی نہیں سکتا) تمہیں پیار کروں۔

تمہارا اپنا

۵ جون ۱۹۵۸ء جاں نثار اختر

●

بہت پیاری خدیجہ'

ابھی ابھی بی آپا کا تار ملا' تم مجھے روزانہ اپنی خیریت سے مطلع کرتی رہو۔ چاہے خط سے چاہے تار کے ذریعہ' کم سے کم جب تک تم اسپتال میں ہو۔ ہاں لوکرا تو غالباً راؤنڈ پر روزانہ آتی ہوگی۔ اُس کا رویہ کیا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو وہ جلی ہوئی ہو اور تمہیں جان کے کچھ نقصان پہنچا دے۔ تم جب بھی اپنے کو اس قابل محسوس کرو اُسی دن اسپتال کو خیرباد کہہ دینا اور گھر چلی آنا۔ گھر پہ اس کی اسسٹنٹ کو روز بُلا سکتی ہو' اس کے علاوہ بارکے بھی تمہیں دیکھنے روزانہ آ سکتی ہے۔ بہرحال اپنی دیکھ بھال میں ذرا سی بھی کوتاہی نہ کرنا۔

بھوپال ۲۱ کو آنے کا ارادہ ہے ۔ بس کوئی غیر متوقع رُکاوٹ نہ پیدا ہو جائے یہ دعا کرو۔

اچھا، بے شمار پیار

میں نے اپنی بیٹی کو علیٰحدہ خط لکھا ہے، وہ تم ضرور محفوظ رکھو گی جب تک وہ خود اسے پڑھنے کے قابل نہ ہو جائے ۔ شاہد کو دعا کہو۔

تمہارا

۶ جون ۱۹۵۸ء	جاں نثار اختر

آرکیڈیا بلڈنگ

بمبئی ۸

خدیجہ پیاری

جمعہ کو بی آپا کا تار ملا تھا، آج دو دن سے تمہاری خیریت کو دل ترس رہا ہے۔ تم جب تک اسپتال میں ہو مجھے روز اپنی خیریت کا ایک تار دیتی رہو، کم سے کم میں ذہنی طور پر پریشان تو نہیں رہوں گا۔

شاہد کے اسکول تم نے غالباً بھوپال سے کوئی خط ۹ مئی کو لکھوا دیا تھا جس کے نتیجے میں اُنھوں نے اُس کا نام کاٹ کے TRANSFER CERTIFICATE تیار کر ڈالا۔ کل اسکول کا خط میرے نام آیا تھا کہ سرٹیفکٹ تیار ہے، لے جایئے ۔ باندرہ میں جس اسکول میں تم اُس کا داخلہ چاہتی تھیں وہ تو ملا نہیں ۔ COLABA کے اسکول سے تم نے بغیر مجھے لکھے اُس کا نام کٹوا دیا۔ اب اگر تمہارے آنے پر باندرہ میں باوجود کوشش کے داخلہ نہ مل سکا تو دوبارہ CHILDREN NOOK میں داخلہ لینے کے لیے سو روپیہ دینے ہوں گے ۔ تم بعض باتیں بہت ناسمجھی کی کرتی ہو۔ پتہ نہیں تمہیں یہ کس نے قیمتی مشورہ دیا تھا کہ تم TRANSFER CERTIFICATE کے لیے درخواست بھیج دو۔ بہرکیف تمہارے آنے پر اب جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

آج اتوار ہے اس لیے صبح سے گھر ہی پر ہوں ۔ اس وقت باہر جانے کا ارادہ ہے، ممکن ہے وارثی کی طرف چلا جاؤں ۔ بھوپال کے اور رائسین کے مشاعروں کا کیا ہوا یہ پتہ نہ چل سکا ۔ میں نے انھیں تاریخ بڑھانے کے لیے لکھا تھا، اور اپنی بتائی ہوئی تاریخ پر پہنچنے اور ساحر کے آنے کا یقین بھی دلوا دیا تھا ۔ جعفری کو رائسین والوں نے خط نہیں لکھا تھا، کیفی کو مدعو کیا تھا لیکن وہ آ نہیں سکتے ۔ اس صورت میں بجائے کیفی کے جعفری کو بلا لیں تو اچھا ہے ۔ تم الیاس سے کہنا وہ یہ پیغام تاج تک

پہنچادیں گے۔

اچھا اب اجازت دو۔ شاہد کو اور اپنی بچی کو پیار کہو۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۸ جون ۱۹۵۸ء

میری پیاری صفیہ

آج سعیدہ کا خط ملا، چھ تاریخ کا لکھا ہوا۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ تین دن سے مجھے تمہاری خیر خبر نہیں معلوم۔ میں تمہیں پچھلے دو خطوں سے برابر یہ بات لکھ رہا ہوں کہ تم روزانہ اپنی خیریت کا تار مجھے دیتی رہو۔ بارہ آنے ہی تو تمہارے روز خرچ ہوں گے لیکن مجھے اطمینان رہے گا۔ اس خط ملنے کے بعد پانچ چھ دن تک تم ضرور تار سے اپنی خیریت سے مطلع کرتی رہو۔ پھر چاہے روز خط لکھوادیا کرنا۔

میں ابھی تک تمہیں پیسے روانہ نہیں کر سکا ہوں۔ مسٹر جان والوں نے ابھی تک PAYMENT نہیں کیا۔ میرا خیال ہے۔ پانچ چھ دن اور نکل جائیں گے۔ ملتے ہی تمہیں بھیجوں گا تم فکرمند نہ ہونا۔

ہاں پہلی تاریخ کو میں اور رواری نیا مکان باندرے والا دیکھنے گئے تھے، وہیں انھوں نے میری یہ تصویر کھینچی تھی جو تمہیں بھیج رہا ہوں۔

اور ایک بات تمہیں میں لکھنا بھول گیا تھا، وہ یہ کہ جو کرتے تم نے بھیجے ہیں وہ بالکل غلط سِلے ہوئے ہیں۔ اس لیے براہ مہربانی تم اور کرتے سلوانے کی حماقت نہ کرنا۔ میں بھوپال آؤں گا اس وقت دیکھا جائے گا۔

اپنا مفصل حال سعیدہ سے لکھوا کے بھیجو۔ تم کس کے زیر علاج ہو، ہارکے تمہیں روز دیکھنے آتی ہے یا نہیں، اگر نہیں آتی تو تم اسے پابند کرو کہ وہ روز آئے۔ میرا ارادہ بلیس کو آنے کا ہے جب تک تمہیں بالکل اچھا ہونا چاہیے۔

آج آصف شاہمیری صاحب کا خط آیا ہے کہ اقبال ڈے کا مشاعرہ بارہ جون کو ہے۔ اس سے آگے بڑھانا ممکن نہیں۔ سنا ہے کہ آج وہ خود بمبئی پہنچ چکے ہیں، ممکن ہے کل ملنے آئیں۔ بہرکیف اس وقت میرا آنا ممکن نہیں اتنا مجھے معلوم ہے۔ دتہ کی نئی فلم "شیطان" کا کل ایک گیت مکمل کیا ہے۔ کل دوسرا گیت کہنا ہوگا۔ شام کو کالو کے گیت شروع ہو جائیں گے۔ غالباً مائیسن والوں نے بھی تاریخ اسی کے لگ بھگ رکھی ہو۔ خیر، آمین کا مشاعرہ سلامت۔ میں اور ساحر

تو اُسی میں جائیں گے۔

اور کیا لکھوں۔ تمہیں دیکھنے اور پیار کرنے کی تڑپ ہر روز بڑھتی ہی جاتی ہے۔ ہاں تم میری بیٹی کا اُلٹا سیدھا نام نہیں رکھ دینا، میں خود سوچ کر تمہیں لکھوں گا ـــــ شاہد کو پیار کہو۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۹ جون ۱۹۵۸ء

●

خدیجہ میری جان

تمہارا ہاتھ کا خط ملا۔ میں اپنی مصروفیت کی وجہ سے تمہیں دو دن خط نہیں لکھ سکا ہوں۔ سعیدہ کے خط سے معلوم ہوا تھا کہ تمہیں درد کی شکایت ہے۔ تم کس کے زیر علاج ہو۔ غالباً بار کلے روز آتی ہوگی۔ تم مناسب سمجھو تو لوکرا کی اسسٹنٹ کو بُلا کر بھی مشورہ لو۔ اس وقت کوئی کسر رہ گئی تو آئندہ علاج میں بڑی پریشانیاں اُٹھانی پڑتی ہیں۔ تم اس طرف سے ذرا سی بے توجہی نہ برتنا۔

کل تمہارے خط کا مجھے پھر انتظار رہے گا، لیکن تم اپنے کو تھکا کر مجھے خط نہ لکھنا۔ سعیدہ سے لکھوا دیا کرو یا جیسا میں نے تمہیں لکھا ہے تم جب تک بالکل ٹھیک نہیں ہو جاتیں مجھے تار سے اپنی خیریت کی اطلاع دیتی رہو۔

آجکل کام کی زیادتی ہے لیکن کام کی تکمیل کی رفتار سست ہے۔ ہاں اُجین کا مشاعرہ جو ۲۲ کو ہونے والا تھا فی الحال ملتوی ہو گیا ہے، اس لیے میں ایکس کو بھوپال نہ آسکوں گا۔ اس لیے بھی نہیں کہ فرصت ملنا ممکن نہیں۔ اگر مشاعرہ ہوتا بھی تو غالباً میں شرکت نہ کر سکتا۔

تم سے ملنے کو ہر لمحہ دل بے چین ہے مگر مجبوری کو گوارا بنانا پڑ رہا ہے۔ یہ یقین رکھو پہلی فرصت میں تمہارے پاس پہنچوں گا۔

پیسے ابھی نہیں ملے ہیں۔ یہ بات تمہیں بغیر لکھے بھی معلوم ہو سکتی ہے کیونکہ پیسے ملتے تو سب سے پہلے تمہیں کو بھیجتا۔

اچھا، سیکڑوں پیار اور دُعائیں قبول کرو۔ دونوں بچوں کو پیار کہو۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۲ جون ۱۹۵۸ء

●

جانِ پیاری

آج تمہارا دوسرا خط ملا، جس میں تم نے لکھا ہے کہ کل تمہیں بخار رہا۔ تم کسی دوسرے ڈاکٹر کو بھی بلا کے مشورہ لو، صرف بارکلے پر سب کچھ نہ چھوڑو۔ اس حالت میں بخار ہونا ٹھیک نہیں ہے۔ تمہاری طرف سے مجھے دوپہر سے فکر لگ گئی ہے۔ کل تمہاری خیریت معلوم کرنے کے لیے تار دوں گا۔

میرا کل کا خط تمہیں مل گیا ہوگا۔ اُمین کا مشاعرہ ملتوی ہوگیا، دوسرے کام کی زیادتی کی وجہ سے نکلنا ممکن نہیں۔ اس لیے اکیس کو بھوپال نہ آسکوں گا۔ اس عرصے میں دو گیت مکمل ہوسکے ہیں ابھی چار گیت دتّہ کے لیے اور دو گیت کالو کے کہنا باقی ہیں۔ اُس کے بعد ہی بمبئی سے کچھ دن کے لیے چھٹکارا مل سکے گا۔ تم یقین رکھو کہ پہلی فرصت میں چاہے تین چار دن کے لیے ہی تمہارے پاس پہنچوں گا۔

شاہد کے لیے تم متفکر نہ ہو۔ ہر حال میں کوئی نہ کوئی صورت تو نکالنی پڑے گی، اسے میرا پیار دو، اُس کی فرمائش میں اپنے ساتھ ضرور لاؤں گا۔

پیسے تمہیں بیس اکیس تک بھیج سکوں گا، تمہیں ضرورت ہو تو الیاس کی معرفت کوئی انتظام کرلینا تکلیف ہرگز نہ اٹھانا۔

تم نے اسپتال نہ جاسکنے کی بات لکھی ہے تو خیر وہ تو وقت گذر چکا، گھر پہ رہنے میں یہی ہے کہ پوری طرح دیکھ بھال اکثر اوقات نہیں ہوتی ہے۔ تم اسپتال میں ہوتیں تو کم سے کم تمہیں اس طرح بخار نہیں آسکتا تھا۔ بارکلے تم نے لکھا ہے کہ ایک دن بیچ آتی ہے، اسے روز تمہیں ATTEND کرنا چاہیے۔ دادی کے چکر میں تم زیادہ نہ پڑنا، HYGENIC اصولوں سے وہ زیادہ تر ناواقف ہی ہوتی ہیں۔

اور یہ کہ ابھی تک کوئی نام تمہاری بچی کا تجویز نہیں کیا ہے۔ فی الحال تو اُس کا عرف تِتّی TITTI کافی ہے۔ جادو کا بھی عرف پہلے رکھا گیا تھا، نام بعد میں طے ہوتا رہا۔

اچھا، اب اجازت!

اور یہ کہ تم نے مجھے اُس کی تصویر کیوں نہیں بھیجی؟ لیکن اب نہ بھیجنا، میں اُسے تمہاری گود میں ہی آکر دیکھنا چاہتا ہوں۔ اَن گنت پیار

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۴ جون ۱۹۵۸ء

آرکیڈیا بلڈنگ

بمبئی ۸

میری خدیجہ،

ابھی ابھی تمہارا خط ملا، ورنہ تمہیں تار دینے کی سوچ رہا تھا۔ اپنی طبیعت سے یوں ہی برابر مطلع کرتی رہو۔ اس وقت گیارہ بجے ہیں، آج دن بھر فرصت ہے، "حرفِ آشنا" کے خطوں کی ترتیب میں وقت صرف کروں گا۔ رات کو البتہ سی.پی صاحب کے یہاں جانا ہے۔ کام چل رہا ہے، کوشش میں ہوں کہ جلد سے جلد نبٹ سکے۔ تین گیت مکمل ہو گئے ہیں، پانچ گیت اور باقی ہیں۔ اس سے پہلے نکلنا ممکن نہیں۔

ہاں کل اشفاق آکر زبردستی اپنے گھر کھینچ لے گئے تھے، اُن کے یہاں نہ جانے کون کون مہمان آئے ہوئے تھے ناگپور سے۔ رات کو بارہ بجے کے قریب واپسی ہوئی۔ اُن کی والدہ اور شہناز تمہیں پوچھتی تھیں سلمان کا خط نینی تال سے تمہارے نام آیا ہے، خط کے ایک طرف اُس بنگلہ کی تصویر بنا کے بھیجی ہے جس میں وہ ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اُسے اور جادو کو بیس تاریخ تک ہی خط لکھوں گا اور پیسے بھیجوں گا۔ اور کوئی نئی بات نہیں، شاہد کو دعا کہو، شاہد کا خط سڈنی کے پاس آیا تھا، تو آجکل شیشا اور بلقیس برابر جان کھاتی ہیں کہ شاہد نے ہمیں خط کیوں نہیں لکھا۔

سعیدہ کو اُس کے پاس ہونے پر مبارکباد دے دینا، فرانسیس کا کیا حال ہے؟

اچھا، اب تو تمہیں بخار نہیں آرہا؟ — بے شمار پیار گرم اور میٹھے

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۱ جون ۱۹۵۸ء

●

میری دلاری خدیجہ،

شام کی ڈاک کا وقت ہو چلا ہے، تمہارے خط کا انتظار کر رہا ہوں۔ تم خدا کرے اچھی رہو اور خوش۔ کل شام یہاں بھی بارش کا چھینٹا پڑ گیا، بس اسی قدر کہ سڑکیں کسی نے پانی سے پونچھ دی ہوں۔ ابر تو آج بھی ہے، کل یا پرسوں سے غالباً باقاعدہ برسات شروع ہو جائے گی اور پھر یہ دل تمہیں اور زیادہ ترسے گا۔

گذشتہ رات ساحر کے یہاں دعوت تھی، ڈاکٹر اعجاز حسین الہ آباد سے آئے ہوئے ہیں اُن کے

اعزاز میں، میں البتہ نہ جا سکا کیونکہ دتہ نے آنے کے لیے کہا تھا۔ بس کوشش میں ہوں کہ کسی ترکیب سے کام نمٹ چکے اور میں جلدی سے تم تک پہنچوں۔

اور کیا لکھوں، میری طرف سے سب کو سلام و دعا کہو۔ تمتی کو ڈھیروں سے پیار۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۷ جون ۱۹۵۸ء

●

آرکیڈیا بلڈنگ

بمبئی ۸

خدیجہ، میری جانم

تمہارا ایک خط پرسوں اور ایک آج ملا۔ تمہاری اور سعیدہ کی بھیجی ہوئی تصویریں بھی مل گئیں۔ تم بہت دُبلی ہوگئی ہو، سعیدہ نے اپنے خط میں لکھا تھا کہ تمہارے پیٹ کا درد ابھی تک باقی ہے۔ اس سے دل فکرمند ہے۔ آج کے خط میں تم نے ایسی کوئی بات نہیں لکھی جس سے پتہ چلتا کہ تمہاری یہ شکایت دُور ہو چکی ہے۔ اپنی خیریت سے اور مفصل حالت سے اطلاع دو، میرا دل لگا رہے گا۔

تمتی کی تصویر شاہد کے ساتھ اچھی آئی ہے۔ تم نے تو اُسے اس طرح گود میں لیا ہے کہ وہ بالکل چھپ گئی ہے۔ تم اپنے ساتھ اُس کی کوئی اچھی سی تصویر ضرور اُترواؤ اور اُسے کارڈ سائز پر انلارج کرالو تاکہ البم میں لگا سکو۔

میں اچھی طرح ہوں اور دوڑ دھوپ میں لگا ہوں۔ ہاں مسٹر جون والوں نے پیر کے دن پیسے دینے کے لیے کہا ہے، مل جانے کی امید اس لیے ہے کہ دو تین تاریخیں گذر چکی ہیں۔ بہرکیف مل گئے تو منگل کو تمہیں بذریعہ تار بھیجوں گا۔ جادو اور سلمان کو ابھی تک کچھ نہیں بھیج سکا ہوں۔ اُنھیں بھی اُسی دن پیسے روانہ کروں گا۔ اُن کا پتہ تم نے پوچھا ہے جو لکھ رہا ہوں۔

معرفت ابو سارام —— آر ڈی اسٹیٹ —— رانی کھیت

حمیدہ کا خط آیا ہے وہ بھی آجکل وہیں ہیں۔ اور کیا لکھوں۔

از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

سیکڑوں پیار۔ تمہیں، شاہد کو اور تمتی کو

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۰ جون ۱۹۵۸ء

خدیجہ پیاری

کل چار سو روپیہ ملے۔ سو تمہیں بذریعہ M. O بھیج دیئے' (حالانکہ اتنے کم پیسے بھیجتے ہوئے دل بہت دُکھا) سو روپیہ بچوں کو روانہ کیے ہیں۔ سو روپیہ ظفر اور منظر کو دے دوں گا۔ باقی جو بچے ہیں وہ بھی بٹ ہی جائیں گے۔

کل چار سو روپیہ ملنے کا پھر امکان ہے' اگر مل گئے تو تمہیں اور پیسے بھیجوں گا۔

میرا بھوپال آنا خطرے میں پڑ گیا ہے' خیال تھا کہ کم سے کم عید تمہارے ساتھ کروں۔ بات ساری پیسے نہ ملنے کی ہے۔ کل ایک نئی کمپنی کا ریکارڈنگ ہونے والا تھا جہاں سے ہزار روپیہ ملنے والے تھے' وہ رفیع کے بیمار ہو جانے کی وجہ سے منسوخ ہو گیا۔ اب ایک آدھ ہفتہ بعد ہو سکے گا۔ چنانچہ اپنا پروگرام بھی مارا گیا۔ تم کہوگی کہ کل جو چار سو ملنے والے ہیں۔ تو اتنے کم پیسوں میں میرا سفر بہت مشکل ہے جبکہ تمہیں کو میں ابھی پورے پیسے نہیں بھیج سکا ہوں۔

بہر کیف' یہ وعدہ ہے کہ عید کے بعد سہی لیکن میں عنقریب تمہارے پاس پہنچوں گا۔

میرے سیکڑوں پیار قبول کرو۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۴ جون ۱۹۵۸ء

●

میری سب کچھ خدیجہ'

تمہارا پیارا سا خط ملا' ــــــ تم تک پہنچنے کے لیے میں خود بے تاب ہوں' لیکن ساتھ ہی اتنا مجبور بھی۔ کل کے خط میں تمہیں اپنی مجبوری لکھ چکا ہوں۔ کل ہی سے دل کو سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں' پتہ نہیں یہ مانے گا بھی یا نہیں۔

کل تمہیں سو روپیہ بذریعہ M. O. بھیجے ہیں' آج چار سو روپیہ اور مل گئے ہیں' سو روپیہ کل پھر روانہ کروں گا۔

تم نے لکھا ہے کہ منّی کی آنکھیں اور ہونٹ آپ میں ملتے ہیں لیکن میری جان مجھے تو تمہاری جیسی صورت کی لڑکی چاہیے تھی۔ خیر' اب سوچنا پڑے گا کہ دوسری بچی بنائی جائے یا نہیں۔

اچھا' سیکڑوں پیار

ہاں تم نے جو فرمائش آج کے خط میں لکھی ہے تو منگل داس مارکیٹ جانا بس کا نظر نہیں آتا' تم

خود ہی آگر خرید لینا، اور اب اُس کپڑے کا ملنا بھی تو آسان نہیں۔

اور ایک بات ، اگر میں نہ آ سکوں تو بھی تم عید ضرور منانا، ورنہ مجھے اور تکلیف ہوگی۔

تمہارا پیاسا

جاں نثار اختر

۲۵ جون ۱۹۵۸ء

●

جانم

تمہارا تار ملا — تم جانتی ہو یہاں کی مصروفیتیں بڑے بے ڈھنگے انداز سے چلتی ہیں۔ آج سے کالو کے گیتوں کا چکر چل نکلا ہے۔ میں نے خود چاہا تھا کہ عید تمہارے ساتھ کر سکوں۔ لیکن مجبوریاں مانع ہیں۔ بہر حال دس جولائی تک تمہارے پاس ضرور پہنچوں گا، یہ پکا وعدہ ہے، چاہے دو دن کے لیے ہی کیوں نہ آؤں۔ رہا عید کا موقع، تو جب ہم ملیں گے ہمارے لیے تو وہی عید کا دن ہے۔

تم نے اپنے گذشتہ خط میں اپنے ایکا ایکی بے ہوش ہو جانے کی بات لکھی تھی جس سے فکر پیدا ہو گئی ہے۔ حکیم لطافت حسین کی دوا سے کیا ہوگا۔ تم اپنا علاج پورے طور پر کرو اور جو اچھے سے اچھا ڈاکٹر مل سکے اُس کو بُلا کے مشورہ لو۔ میں نے سو روپیہ غالباً چوبیس کو اور سو روپیہ چھبیس کو بذریعہ T M O تمہیں بھیجے ہیں، پہنچے ہوں گے۔ ڈاک خانہ کی رسید تو اکثر آتی ہی نہیں اس لیے تمہیں لکھ رہا ہوں — اور، کل تم عید ضرور منانا، میں اتنی دور سے تمہیں خوش اور مسکراتا ہوا دیکھ سکوں گا۔

شاہد اور تمی کو پیار کہو۔

اور سنو۔ ابھی آنے سے کوئی "فائدہ" بھی تو نہ تھا۔ تم میری "خاطر" بھی تو نہیں کر سکتی تھیں۔

اچھا مسکرا دو۔

تمہارا اپنا

جاں نثار اختر

۲۷ جون ۱۹۵۸ء

●

جانم

یہ عید کی صبح ہے، آؤ دوڑ کر گلے سے لگ جاؤ اور میں تمہیں اپنے پیاروں سے ڈھانپ دوں۔

تمہیں نہ آ سکنے پر کوفت ضرور ہوگی لیکن کل کے خط میں تمہیں اپنی مجبوری لکھ چکا ہوں۔ میں دس جولائی تک تمہارے پاس ضرور آؤں گا، یہ وعدہ ہے۔

اچھا سب کو سلام و دعا کہو اور تبی کو پیار ــــ ہاں شاہد کے پاؤں کا ناپ بھیج دو تاکہ اس کے مطابق " اسکیٹنگ شو " خرید سکوں ــــ تمہاری کوئی فرمائش ؟

تمہارا

۲۸ جون ۱۹۵۸ء
جاں نثار

●

پیاری خدیجہ،

کئی دن سے تمہارا خط نہیں آیا۔ ۲۶ کو تمہارا تار ملا تھا جس کے جواب میں خط لکھ چکا ہوں۔ ایسی ہی مجبوری تھی کہ تم تک نہ پہنچ سکا۔ لیکن اس کے یہ معنی تو نہیں کہ تم اپنی خیریت اور اپنے پیار کو مجھے ترسلو۔ تار کے ذریعہ اپنی خیریت سے اطلاع دو۔ میں حد درجہ متفکر ہوں۔

تمہارا

۳۰ جون ۱۹۵۸ء
جاں نثار اختر

●

خدیجہ، جانم

تمہیں کل تار دیا، شام کی ڈاک سے تمہارے دو خط ملے۔ آج صبح تمہارا جوابی تار بھی پہنچ گیا۔ تم اچھی طرح ہو اور خوش و خرم، یہ جان کر اطمینان ہوا۔

یہاں چار پانچ دن سے شدید بارش کا سلسلہ چل رہا ہے۔ آج کسی قدر کم رہا اور تھوڑی دیر کے لیے دھوپ نکل آئی ورنہ چلنا پھرنا دشوار ہو رہا تھا۔ اس وقت بھی آسمان پر ہلکے ہلکے بادل چھائے ہوئے ہیں اور چاند اُن میں بھٹکا پھرا ہے۔ کبھی کبھی چاند پر نظر چلی جاتی ہے اور کسی ہندی شاعر کا تخیل ذہن میں بیدار ہو جاتا ہے کہ میرا محبوب بھی اس چاند کو دیکھ رہا ہوگا، اسی طرح میری اور اُس کی نگاہیں چار ہو رہی ہیں۔ تم تک پہنچنے کے لیے دل ہر لمحہ بیتاب ہے، صورت یہ ہے کہ چار تاریخ کو گیتوں کا ریکارڈنگ ہے، اگر ہو جاتا ہے تو میں پانچ ہی کو Seat بک کرالوں گا اور دس یا بارہ تک تمہارے پاس پہنچوں گا۔

آج میں نے فاطمہ کو بھی خط لکھا ہے ابھی ابھی حرف آشنا کے دیباچہ کے سلسلے میں اگر وہ لکھنے کے لیے آمادہ ہوئیں تو پھر بھوپال سے ایک دو دن کے لیے گوالیار بھی جانا پڑے گا۔ جی تو چاہتا تھا کہ تمہیں بھی لے چلتا مگر تم اس وقت تک سفر کے قابل کیسے ہوگی۔ خیر یہ بعد کی باتیں ہیں۔

ایک خبر یہ، جو تمہیں لکھی نہیں کہ آج پانچ دن سے بجلی کٹ گئی ہے۔ چنانچہ اس وقت بھی موم بتی کی روشنی میں تمہیں یہ خط لکھ رہا ہوں۔ نہ جانے موم بتی کی روشنی کیوں میرے ذہن میں کیوں بھولی بسری یادیں ابھار دیتی ہے۔

تم کس کے زیر علاج ہو؟ لوکرا کی اسسٹنٹ کو دکھایا تھا یا نہیں؟ دوا کے ساتھ غذا کا بھی پورا خیال رکھنے کی ضرورت ہے۔ میں اس توقع کے ساتھ بھوپال آؤں گا کہ تم مجھے تندرست اور مسرور ملوگی۔

اور کیا لکھوں۔ کالو کے گیتوں کا مسئلہ اٹکا ہوا ہے، اُس سے ڈر رہا ہوں کہ عین وقت پر بیچ میں ٹانگ نہ اڑا دے۔ بہرکیف جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ ابھی سے اپنا خون کیوں خشک کیا جائے۔

کل پھر تمہارے خط کا انتظار ہے۔ تار سے تو خط کی تلافی نہیں ہوتی۔

زُہرہ کو بمبرڈی کے اسکول میں سروس مل گئی ہے۔ اور اسکول کی طرف سے رہائش بھی۔ چنانچہ اب مستقل یہیں مقیم ہیں۔ تم نے جو ذکر اپنے خط میں بمبئی اخبار کا کیا تھا، وہ ٹھیک ہے، تفصیل زبانی سُننا۔

اچھا، بہت سے پیار۔ میری بٹی کیسی ہے؟

تمہارا

یکم جولائی ۱۹۵۸ء جاں نثار اختر

●

میری چندا

تمہارا خط ملا، خیریت معلوم کر کے اطمینان ہوا۔ آج سلمان کا بھی خط آیا ہے۔ اُس نے لکھا ہے کہ امّی مجھ سے کیوں ناراض ہیں؟ جو خط لکھنا چھوڑ دیا ہے۔ تم اُسے خط ضرور لکھ دو۔ وہ دس جولائی کو لکھنؤ پہنچ جائے گا۔

شکیلہ اجمیری کے بارے میں مجھے تمہارے خط سے پہلے معلوم ہو چکا تھا۔ ایک دن اُن کے بھائی آئے تھے۔ بہرکیف اگر ان کا داخلہ ہو جاتا ہے تو اُنھیں لازماً ہوسٹل ہی میں رہنا چاہیے۔ تمہارے یہاں مستقل رہنا تو کوئی معنی نہیں رکھے گا۔

کل جو ریکارڈنگ ہونے والا تھا وہ کچھ آگے بڑھ گیا ہے۔ بس یہاں کے پروگرام تم جانتی ہی ہو۔ تاج کا خط بھی آیا ہے، اس وقت اُسے بھی جواب لکھوں گا۔ میرے آنے کی دس تاریخ تم

اپنے ذہن میں بالکل FIX نہ کرلو۔ دو تین دن کی دیر سویر بھی ہو سکتی ہے، ورنہ دس کو نہ پہنچ سکنے کی صورت میں تمہیں خواہ مخواہ کوفت ہوگی۔ بس یہ سمجھو میں دس اور پندرہ کے درمیان ضرور آجاؤں گا۔

ساحر ابھی ابھی گئے ہیں۔ میں نے ان سے بھی تاج جو مشاعرہ کرنا چاہتے ہیں اُس سلسلے میں بات کی تھی۔ وہ اُنیس بیس تک آنے کے لیے تیار ہیں۔ بہر کیف تاج کو مفصل بات لکھوں گا۔

کل سے کپور صاحب سے بجلی کا CONNECTION لے لیا ہے۔ میٹر تو کٹ ہی گیا، یہ تو تمہیں لکھ ہی چکا ہوں۔

ہاں یہ تم اتنے رڈی کاغذوں پر مجھے خط کیوں لکھنے لگی ہو۔ تم بُری باتوں میں میری نقل نہیں کرو۔ ایک رائٹنگ پیڈ منگوا لونا۔

اور کیا لکھوں۔ چار سو روپیہ جو دوبارہ ملے تھے اُس میں سے تو تمہیں بھیج دیئے تھے، ڈیڑھ سو خلیل صاحب کو دے دیئے۔ باقی ڈیڑھ سو میرے پاس تھے، اب اُس میں سے سو باقی رہ گئے ہیں۔ سوچتا ہوں اس میں سے ڈاکٹر کا جو ۴۰ روپیہ کا بل باقی ہے بھجوا دوں اور باقی پیسوں میں پیر کے دن تم تک پہنچنے کے لیے سیٹ ریزرو کرا لوں۔ پیر کے دن اس لیے کہ جب تک ریکارڈنگ کی تاریخ کا پتہ چل سکے گا۔ اب اگر پیر کو سیٹ بُک کرائی تو غالباً ۱۴ تاریخ کا بُکنگ ہو سکے۔ بہرکیف پیر کے خط میں تمہیں اپنے پہنچنے کی صحیح تاریخ اور وقت لکھوں گا۔

اچھا اب اجازت دو۔ آج ایک گیت بھی کہنا ہے۔ شاہد کو دعا اور تنّی کو پیار سب کو سلام کہو۔

تمہارا

۳ جولائی ۱۹۵۸ء جاں نثار اختر

●

میری جانِ عزیز

خط ملا، تمہیں رہ رہ کے حرارت کیوں ہو جاتی ہے، تم یقیناً علاج میں کوتاہی کرتی ہو۔ مجھے تمہاری طرف سے فکر لگ جاتی ہے، میں چاہتا ہوں کہ تم مجھے تندرست و توانا ملو۔ تمہاری طبیعت کی ذرا سی خرابی کی اطلاع مجھے افسردہ اور مضمحل سا کر دیتی ہے اور بھوپال آنے کا ارادہ مذبذب ہونے لگتا ہے۔ تم تک پہنچ کر بھی مجھے اطمینان اور مسرت نہ مل سکی تو پھر بمبئی میں پڑا رہنا ہی اچھا ہے پہلے تم نے لکھا تھا کہ حکیم لطافت حسین کی دوا شروع کی ہے۔ اس خط میں تم نے لکھا ہے کہ عباس کسی ڈاکٹر کو لے کر آئے تھے۔ تم کسی ایک کا علاج جم کے کرو، ورنہ کیسے ٹھیک ہوگی۔

کل تمہیں مفصل خط لکھ چکا ہوں۔ تاج کو بھی لمبا چوڑا خط لکھا ہے کہ بیس تاریخ اگر مشاعرے کی رکھیں تو اچھا ہے۔ مجھے اُن کا پروگرام تفصیل سے نہیں معلوم۔ وہ خط لکھتے بھی ہیں تو "شارٹ ہینڈ" میں۔ بہرکیف عنقریب تم تک پہنچنے کی نیت ہے لیکن تمہیں اُس کے لیے پوری طرح ٹھیک ہونا پڑے گا۔

اس وقت گیت کہتے کہتے تمہیں خط لکھنے بیٹھ گیا۔ کل صبح گیت مکمل کر کے دینا ہے۔ اس لیے زیادہ باتوں کا وقت نہیں۔ ربّی کو بہت سے پیار۔

صفدر کو میری دعا اور پیار کہنا اُسے بہت دن سے میں نے نہ دعا لکھی ہے نہ پیار، وہ خفا ہوگی۔

تمہارا

۴ر جولائی ۱۹۵۸ء جاں نثار اختر

●

جانم،

خط ملا، تمہاری خیریت سے اطمینان ہوا۔ گیتوں کا ریکارڈنگ چودہ تاریخ پر چلا گیا۔ بہرکیف کل وارثی صاحب آئے تھے، کانپور جانے کو کہتے تھے۔ طے یہ پایا کہ پندرہ کو میں اور وہ ساتھ روانہ ہوں۔ چنانچہ میں نے کل ہی اُنھیں سیٹ بُک کرانے کے لیے پیسے حوالے کر دیے تھے، آج سیٹ بُک ہوگئی ہوگی۔ میں نے وارثی صاحب سے بھی دو دن کے لیے بھوپال ٹھہرنے کو کہا ہے۔ بہرحال سولہ کی صبح تم سے ملاقات ہو رہی ہے۔ ہاں تم اسٹیشن قطعاً نہیں آنا۔ الیاس یا نسیم کو چاہو تو بھیج دینا۔

میں نے تاج کو خط لکھا تھا کہ مشاعرہ بیس کو رکھیں تو اچھا ہے، لیکن کل پتہ چلا کہ اٹھارہ سے محرم شروع ہیں، اس لیے شاید یہ تاریخ مناسب نہ ہو، بھوپال کا ماحول دیکھتے ہوئے۔ ان کا کوئی جواب ابھی تک نہیں آیا۔ تم اُنھیں بلا کے یہ بات کہو کہ اب میرے آنے کے بعد ہی تاریخ طے کریں تو اچھا ہے۔ میں سمجھتا ہوں اگست کا پہلا ہفتہ موزوں رہے گا۔

آج تمہارے خط کے ساتھ ہی فاطمہ کا خط بھی ملا۔ اُنھوں نے تمہیں بھی گوالیار آنے کی دعوت دی ہے ــ ہاں تم خدیجہ کو ضرور ساتھ لانا۔ یہاں اُنھیں بے آرامی نہ ہوگی۔

ربّی کا نام بھی اپنی طرف سے تجویز کر کے بھیجا ہے۔ بہرحال یہ تو بھوپال آنے کے بعد دیکھا جائے گا کہ تم چل سکتی ہو یا نہیں۔

"حرفِ آشنا" کی کتابت کوئی سوا سو صفحے تک ہوگئی ہے۔ البتہ ابھی تک خطوط کی ترتیب میں گڑبڑ چلی جاتی ہے۔

کل جنید صاحب بھی آئے تھے۔ اپنی کتاب "شخصیات و واقعات" کے لیے مضمون چاہتے ہیں میرا لیکن شاید ہی میں لکھ سکوں۔ آجکل ذہن کسی کام پر جم نہیں رہا۔

ہاں ایک خوش خبری یہ ہے کہ کل خلیل صاحب کے پینتیس روپیہ، جوتا اور چھتری اور میرے صرف چھ روپے چوری گئے۔ آج بجلی کا پنکھا بھی گیا۔ خیر اس سے ویسے ہی بہت کوفت ہوگئی تھی۔ اب تو نئے گھر میں CEILING FAN ہی لگوانا ہے۔ اچھا، تم سے بہت سے باتیں کریں۔

سیکڑوں پیار

تمہارا

جان نثار اختر

۷ جولائی ۱۹۵۸ء

●

خدیجہ جانم،

خط ملا، یہ تم ابھی سے سینما دیکھنے پہنچ گئیں۔ ابھی تمہیں احتیاط برتنی چاہیے۔ ورنہ خواہ مخواہ کوئی تکلیف پیدا ہوگئی تو پریشانی ہوگی۔

تاج کا خط آج ملا، اُنھوں نے ۱۸ مشاعرہ کی تاریخ لکھی ہے لیکن میں نے تمہیں لکھا تھا کہ ان سے کہو مشاعرہ اگست کے پہلے ہفتہ میں رکھیں تو اچھا ہے۔ اتنی جلد شاید سب کچھ ڈھنگ سے نہ ہو سکے میں آج اُنھیں بھی خط لکھ رہا ہوں۔ بہرکیف جو بات فائنل ہو۔ یعنی ۱۸ ہی کو رکھنا ہے یا اگست کے پہلے ہفتہ میں۔ مجھے تار سے اطلاع دے دیں تاکہ میں ساحر کو کھٹکھٹا سکوں۔

میرا ٹکٹ پندرہ تاریخ کا بُک ہو چکا ہے ساحر میرے ساتھ آسکیں گے یا نہیں۔ یا بعد میں آئیں گے یہ طے کرنا ہوگا۔ وارثی صاحب کو یہاں کام نکل آیا ہے اس لیے اُنھوں نے اپنی روانگی ملتوی کر دی ہے۔

تمہارے نام عطیہ کا خط آیا ہے حیدرآبادی لہجے میں لکھا ہوا اور بس۔

تاج سے کہو زیادہ بہتر یہی ہے کہ فی الحال مشاعرہ کو ملتوی کر کے اگست میں رکھیں۔

اچھا، اب اجازت دو۔ کالو کے گیتوں کی مصیبت کل شام سے نازل ہوگئی ہے۔ روانگی سے قبل اگر مکمل ہو جائیں تو اچھا ہی ہے۔

پنکھا چوری جانے کی اطلاع غالباً تمہیں دے چکا ہوں۔ اچھا ہی ہے تمہارا ہاتھ کٹنے سے تو بچا۔

ہاں، کل مکان کی خبر لینے گیا تھا۔ اب برسات کی وجہ سے کام رُکا ہوا ہے۔ مجھے تو ایک ڈیڑھ برس بعد ہی ملتا نظر آتا ہے ممکن ہے اس سے زیادہ بھی وقت لگ جائے۔

ایسی صورت میں شاہد کی پڑھائی کا مسئلہ ٹیڑھا ہو گیا ہے۔ جو صورت سمجھ میں آتی ہے وہ یہی کہ میں اُس کا ٹرانسفر سارٹیفکٹ جو یہاں بنا رکھا ہوا ہے ساتھ لیتا آؤں اور تم اُسے وقتی طور پر وہیں داخلہ کرادو۔ جب تمہارا بمبئی آنا ہو گا پھر وہاں سے دوبارہ ٹرانسفر سارٹیفکٹ لے لیا جائے گا اور یہاں داخلے کی شکل نکالی جائے گی

تنی کو بہت سے پیار۔ سب کو سلام و دعا کہو۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۰ر جولائی ۱۹۵۸ء

●

جانم

تمہاری آغوش سے دور بمبئی کے ہنگامہ پرور شہر میں آ پہنچا ہوں۔ یہ اذیت بھی تمہاری خاطر ہی تو گوارا ہے۔

پرسوں یہاں پہنچتے ہی مجھے چھ سو روپیہ مل گئے ہیں جس میں سے آج سو روپیہ تمہیں بذریعہ T.M.O روانہ کیے ہیں۔ سو جادو کو بھیجے ہیں۔ چار سو روپیہ فی الحال باقی ہیں۔ ان میں سے سب سے پہلے تو انکم ٹیکس کی جو ایک قسط Due ہو چکی ہے وہ ادا کرنا ہے۔ ڈاکٹر کا ۴۸ روپیہ کا بل بھی آج ادا کر دوں گا۔ باقی پھر امید پر جینا ہے۔

تمہیں مزید پیسے پندرہ تک ضرور بھیجوں گا، اتنے میں کیا کام چلے گا۔

کل وارثی صاحب ملنے آئے تھے۔ میں نے شاہد کے TRANSFER CERTIFICAT کے لیے اُن سے کہہ دیا ہے کہ تین چار دن میں منگوا دیں۔ ویسے تو شاید اس کی ضرورت بھی نہ ہو۔

اچھا، خوش اور مطمئن رہو۔ آج شام کو مجید صاحب سے مل کر مکان کے بارے میں معلومات کروں گا، کل تمہیں لکھوں گا، بہر کیف "چند روز اور میری جان فقط چند ہی روز" والی بات ہے۔ ستمبر میں تمہیں بلالوں گا۔ نہ بُلا سکا تو خود آ ؤں گا۔

تنی کو پیار کہو۔ سب کو سلام و دُعا

تمہارا

جاں نثار اختر

۴ر اگست ۱۹۵۸ء

میری رانی

تمہارا بہت پیارا خط ملا   میں کام میں معروف ہوں اس لیے تمہیں روزانہ خط نہیں لکھ پاتا، البتہ تمہارے خط کی روز آس لگاتا ہوں۔ تمہیں M.O. T. مل گیا ہوگا۔ فکر اس لیے ہوئی کہ لکھنؤ والے M.O. T. کا حشر یاد آگیا۔

•

میرے پاس جو چار سو بچے تھے اُس میں سے دو و پچیس روپیہ انکم ٹیکس کی چڑھی ہوئی قسط کے ادا کر دیئے ہیں۔ اب کوئی ڈیڑھ سو میرے پاس باقی ہیں۔ جس میں ڈاکٹر کا بل ادا کر دوں گا۔

مکان کے بارے میں یہ ہے کہ مجید صاحب سے ملا تھا، وہ ستمبر کا وعدہ کرتے ہیں۔ پہلی ستمبر کا نہیں۔ ستمبر کے مہینے کا۔

اور یہاں کے حالات ہی کیا۔ خلیل صاحب کی طبیعت آجکل ناساز ہے چنانچہ گھر سے ہی پر پڑے رہتے ہیں۔

جہاں قدر کا خط بھی آیا تھا، اُس کے جواب میں خط لکھا لیکن ان کا پتہ یاد نہیں رہا۔ اس لیے تمہاری معرفت بھیجا ہے، تم اس امانت کو ان تک پہنچا دینا۔   آؤ تمہیں پیار کر دوں

تمہارا

۴ اگست ۱۹۵۸ء   جاں نثار اختر

●

جانم

خط ملے، ہنر رسائی کا خط بھی پہنچ گیا، تم نے اسے کھول لیا ہوتا، اس لیے بھی کہ تاج کی معرفت کیف صاحب کے مطالعہ کے لیے ضروری تھا۔ تم لکھتی ہو کیف بمبئی آئے ہوئے ہیں، مجھ سے ان کی ملاقات نہیں ہوئی۔ ممکن ہے وہ ملنے بھی نہ آئیں۔ بہرکیف اگر وہ ایسا خیال کرتے ہیں کہ ان کے مشاعرے کے منسوخ ہونے میں میرا یا تاج کا کوئی ہاتھ ہے تو یہ ان کی نادانی ہے۔ بہرکیف نیکی کر کنوئیں میں ڈال والی مثل ہے۔

ہاں، جادوداں پر جو شعر غالب کے نام سے میں نے سہواً لکھ دیا ہے اُس کے متعلق مجھ سے ابھی تیقن سے نہیں معلوم کہ کس کا ہے۔ ممکن ہے اقبال کا ہو۔ یہ بات میں نے خود ہی اختر سعید کو بتائی تھی۔ "افکار" کی جو کٹنگ تم نے بھیجی ہے اس سلسلے میں اگر فرصت مل گئی تو چند سطروں کا خط ایڈیٹر افکار کو لکھ دوں گا، ویسے کوئی ضرورت تو نہیں۔

جہاں قدر نے دہلی ریڈیو پر اسسٹنٹ ڈرامہ پروڈیوسر کی جگہ کے لیے درخواست دی ہے، اُسی سلسلے میں ان کا خط آیا تھا۔ ساغر اور روش وغیرہ کے نام سفارشی خط لکھنے کی فرمائش تھی جو میں نے انھیں کو لکھ کر بھیج دیے ہیں کہ وہ خود پوسٹ کر دیں۔

یہاں کے حالات یہ ہیں کہ کالو کا گیت جب مکمل ہونے پر آیا تو گیت کی SITUATION بدل گئی۔ چنانچہ اب نئی SITUATION نکالی جائے گی تب نیا گیت شروع ہوگا۔ آج ایک نئی تصویر کی البتہ بات ہوئی ہے جس کا میوزک بلو سی رانی دے رہے ہیں، دیکھو کیا ہوتا ہے۔

ہاں تم فلم دیکھنے جب چاہے جا سکتی ہو۔ البتہ اس سلسلے میں کسی کی بھی دعوت کچھ عجیب لگتی ہے!

بنے بھائی کا خط تمھیں بھیج رہا ہوں، تم تاج وغیرہ کو دکھا کر مجھے واپس کر دینا تاکہ مفصل جواب اُنھیں لکھ سکوں۔

شاہد اور عنیزہ کو پیار کہو، اور خود کو بہت سی دعائیں اور محبت ــــ اچھا شب بخیر

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۱ر اگست ۱۹۵۸ء

●

خدیجہ پیاری،

خط ملا اور تصویریں بھی، ان پر آٹوگراف کیا لکھوں؟ بہرکیف فی الحال تو انھیں میرے ہی پاس رہنے دو۔

بنے بھائی کن دقتوں سے تو بھوپال آئے اور انجام یہ ہوا، میرا خود بہت دل چاہا کہ میں وہاں ہوتا۔ خیر، تم اُن سے ملنے گئیں یا نہیں۔ کیونکہ تمھیں ملنے جانا بھی چاہیے تھا۔ بعد انھیں چند لوگوں کے ساتھ کھانے پر مدعو کرنا چاہیے تھا۔ بہرکیف تم نے جو کیا ہوگا مناسب ہی کیا ہوگا۔

اور یہاں کے حالات کیا لکھوں۔ آج تقریباً بیکار ہی گھومتا رہا۔ ہاں آج ایک جگہ سے سو روپیہ وصول ہو گئے ہیں، جو کل دوپہر کو تمھیں روانہ کروں گا۔ پرسوں تو تعطیل ہے اس لیے غالباً تمھیں سولہ کو مل سکیں گے۔

حرفِ آشنا آج سے چھپنا شروع ہو گئی ہے۔ آج ایک جزو (۱۶ صفحے) چھپ کر آگیا ہے۔ کل سے یہاں متواتر پانی برس رہا ہے، اس وقت بھی جھڑی لگی ہوئی ہے، ایسے میں تمہاری

کتنی کمی محسوس ہوتی ہے اس کو تم کیسے جان سکتی ہو۔

آج تمہارے لیے ایک روسی ناول "رُودین" کا اُردو ترجمہ خریدا ہے۔ یہ ترگنیف کی تصنیف ہے اور صابرہ زیدی نے اسے اُردو میں منتقل کیا ہے۔ ترگنیف کی ایک آدھ ناول تم شاید پہلے بھی پڑھ چکی ہو۔ میں نے یہ ناول نہیں پڑھا، تمہیں پڑھ کر بتانا کیسا ہے۔

اور سیکڑوں پیار سر سے پاؤں تک ــــ شاہد اور تبی کو پیار

تمہارا

۱۲ر اگست ۱۹۵۸ء جاں نثار

●

بمبئی۔۸

جان پیاری

تمہارا خط ملا اور پوری رُوداد معلوم ہوئی۔ تم نے یہ نہیں لکھا کہ بنے بھائی کو رفعت ایجنسی نے کرایہ وغیرہ بھی بھیج دیا تھا یا نہیں؟

غالباً بنے بھائی پھر بھی ملنے تم سے آئے ہوں گے۔ کیا گفتگو رہی لکھنا۔ تم نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ "آپ نے اتنی سماجی عزت مجھے دی ہے جس کا میں تصوّر بھی نہیں کر سکتی تھی" اس کے جواب میں اتنا ہی کہنا ہے کہ میری وابستگی تمہیں جو کچھ سماجی عزت دے سکی ہے اُس کی حفاظت اب تمہارا کام ہے۔ اور غور کرو تو صرف حفاظت ہی تمہارا فرض نہیں بلکہ تم اس میں اضافہ کر سکتی ہو، اپنے عمل اور سوجھ بوجھ سے۔

اور کیا لکھوں۔ آج تھوڑی دیر کے لیے بانو کے گھر چلا گیا تھا، شام کو وارثی کے یہاں اس وقت واپس ہوا ہوں۔ کل سے پھر وہی معمول کا چکر ہے۔ اس عرصے میں دو گیت بلوسی رانی کے لیے لکھے ہیں، سو روپیہ جو اُنھوں نے بطور ایڈوانس مجھے دیئے تھے وہ تمہیں پرسوں بذریعہ T.M.O روانہ کر چکا ہوں، بقیہ پیسے تو ریکارڈنگ پر ہی ملیں گے۔

ہاں پرسوں تمہارے خط کے ساتھ میں نے فاطمہ کو بھی خط لکھا ہے کہ دیباچہ وہ لکھ کر بھیج دیں تو اچھا ہوگا۔ ورنہ میں اگر بمبئی سے نکلنا بھی چاہوں تو ستمبر کے آخر تک نوبت آئے گی۔

تمہارے آنے کے بارے میں یہی سوچتا ہوں کہ اگر ستمبر کے آخر تک مکان مکمل نہیں ہوتا تو تم پہلی اکتوبر کو بمبئی آجاؤ، ایک آدھ مہینہ کسی معقول ہوٹل میں SEA FACE-1 یا

میں گذار لیں گے۔ اس سے زیادہ دن بھی تو بغیر تمہارے نہیں گذر سکتے۔ آؤ میں تم کو بار بار چوم لوں۔

ایک بات کام کی :- پرکاش پنڈت جو اُردو شاعروں کی SERIES ہندی میں شائع کر رہے ہیں، اُس سلسلے میں اُنھوں نے مجھ سے میری کئی پرانی نظمیں بھی مانگی ہیں، جو تمہاری کاپی میں لکھی ہیں اور میرے پاس نہیں ہیں مثلاً "تم مجھ سے کتنی دور ہو" وغیرہ۔ یہ کاپی اگر تمہارے پاس ہے تو رجسٹرڈ کر کے مجھے بھیج دو اور اگر نہیں ہے تو کس بکس میں یہ لکھ بھیجو۔

ربّی کو دعا کہو اور شاہد کو پیار۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۵ اگست ۱۹۵۸ء

●

جانِ جاں

صبح کا نکلا اس وقت چار بجے کمرے پر واپس آیا ہوں، اس امید میں کہ تمہارا خط آیا ہوگا لیکن مایوس ہونا پڑا۔ کل تمہیں خاصا لمبا چوڑا خط لکھا ہے۔ یہ چند سطریں تو محض تمہاری کوتاہ قلمی کی شکایت میں ہیں۔

اچھا — شاہد کی طبیعت کیسی ہے۔ ربّی کو پیار۔

تمہارا اپنا

جاں نثار اختر

۱۹؍ اگست ۱۹۵۸ء

●

جانِ من،

تمہارا خط شام کی ڈاک سے بھی نہیں آیا، اس وقت گیت لکھنے بیٹھا تھا، کسی طرح دل نہیں لگا تو تمہیں خط لکھنے لگا۔ خط آ گیا ہوتا تو سکون سے کام کر سکتا۔ تم نہیں جانتیں کہ تمہارے خط سے مجھ میں کتنی زندگی اور کام کا کتنا حوصلہ بیدار ہو جاتا ہے۔ تم مجھے برابر خط لکھتی رہو، ایک دو دن بھی تمہاری باتیں مجھ تک نہیں پہنچتیں تو میں ذہنی انتشار سا محسوس کرنے لگتا ہوں۔ اب کل سے متواتر ایک ہفتہ تک کام ہی کام ہے، یہ سمجھ لو۔

تم کیسی ہو؟ شاہد کیسا ہے؟ ربّی کیسی ہے؟ مجھے یہ روزانہ معلوم ہونے کی ضرورت ہے۔

تم مختصر ہی لکھو مگر خط روزانہ لکھو، بس یہ استدعا ہے تم سے

حمیدہ کو آج میں نے خط لکھا ہے، تم بھی اُسے خط لکھ دینا، صفیہ کے خطوط کی ترتیب کے سلسلے میں چند واقعات کی تاریخیں اُس نے پوچھی ہیں!

اور کیا لکھوں —— ہاں آج ایک رسالے میں کوئی "دلاور فگار" ہیں ان کی ایک بہت دلچسپ نظم پڑھی، عنوان ہے "ترقی پسندوں کی شامت" ہے۔ اُس کے چند اشعار تمہاری تفریح طبع کے لیے لکھ رہا ہوں۔

حاکمانِ وقت ہو جاتے اگر رجعت پسند
بند ہو جاتے ہزاروں شاعرِ جدت پسند

....

....

کُھل گیا ہوتا ہر اک خوش فکر شاعر کا بھرم
قید ہو جاتے قتیلؔ و جذبیؔ و فیضؔ و عدمؔ
جُرم یہ ہوتا، یہ فرماتے ہیں اردو سے مذاق
اک رباعی پیش کر کے دھر لیے جاتے فراقؔ
لاکھ ایڈیٹوریل لکھتے صفائی میں نیاز
ضبط کر لیتی پولیس آہنگ و شب تابِ مجاز
جعفری ہوتے نظر بند آگرے کے فورٹ میں
جاں نثار اختر کا دیواں پیش ہوتا کورٹ میں
فیصلہ ہوتا کہ تصنیفِ سلاسل جرم ہے
یہ پولس کی دست اندازی کے قابل جرم ہے
اس خطا پر دھر لیے جاتے میاں احمد ندیمؔ
ترک کرنا چاہتے ہیں یہ روایاتِ قدیم
شاعروں پر پھبتیاں کستے نہ شوکت تھانوی
تلخیاں شائع نہ کرتے ساحرِ لدھیانوی
کورٹ ناجائز بتاتا فون کے اعلان کو
بامشقت قید ہوتی اختر الایمان کو

وغیرہ وغیرہ
اچھا آؤ مسکرا دو۔ تم سے مجھے زندگی ملتی ہے، میرے لاکھوں پیار قبول کرو۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۹ اگست ۱۹۵۸ء

●

خدیجہ میری جان

تمہارا سولہ کا خط آج بیس کو ملا ہے۔ میں نے تمہیں ۱۴ تاریخ کو سو روپیہ T.M.O کے ذریعہ بھیجے ہیں۔ پندرہ کو تو خیر چھٹی تھی، سولہ کو اوّل وقت تمہیں پہنچ جانا چاہیے تھے۔ لیکن تمہارے خط سے پتہ چلتا ہے کہ تین بجے تک تو تمہیں ملے نہیں۔ خدا کرے اب تمہیں وصول ہو گئے ہوں، تمہارے پاس پیسے بالکل نہیں رہے اس لیے اور بھی فکر ہے۔ اگر نہ ملے ہوں تو تمہارا ۱۸ کا خط دیکھ کر پوسٹ آفس کو رجوع کروں گا۔ تم بھی ابیاسس کو طالب صاحب کے پاس بھیج کر معلوم کرنا کہ بمبئی سے ۱۴ کا چلا ہوا T.M.O تمہارے نام، اب تک کیوں نہیں پہنچا۔

ہاں تاشقند کانفرنس میں جانے کا ارادہ پیدا ہو رہا ہے۔ میں نے آج بنے بھائی کو خط لکھا ہے کہ اگر ہو سکے تو میرا نام DELEGATES میں شامل کرا دیں۔ سنا ہے کہ کل بیس نمائندے ہندوستان سے جا سکیں گے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ چودہ زبانوں کی نمائندگی ہونا ہے۔ بہرکیف دیکھو کیا ہوتا ہے۔ کانفرنس پہلی اکتوبر سے پانچ اکتوبر تک ہے۔ ----------------- جی تو چاہ رہا ہے کہ کسی طرح تمہارے ساتھ چلنے کی صورت نکل آتی، لیکن فی الحال تو اپنا جانا ہی نہیں ہاں یہ بات فی الحال تم اپنے تک ہی رکھنا۔

اور کیا لکھوں، دھوبی آج پندرہ دن سے غائب ہے، کپڑوں کی شدید تکلیف ہے۔ کل صبح کے لیے نہ کپڑے دھل سکے ہیں نہ استری ہوتے ہیں۔ جو کپڑے پہنے ہوں انہی سے کام چلانا پڑے گا۔ گیتوں کے ریکارڈنگ میں ابھی ایک ہفتہ لگے گا۔ اُس وقت تمہیں مزید پیسے بھیج سکوں گا۔ آج سے تو خلیل صاحب سے دوبارہ روپیہ قرض لینے کی نوبت آگئی ہے۔

اچھا آؤ، تمہیں بہت سے پیار کر لوں۔ یہ دن بھی گذر ہی جائیں گے۔ اور تم پھر میری آغوش میں ہو گی، ہر صبح اور ہر شام۔

شاہد اور نتی کیسے ہیں؟

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۰ اگست ۱۹۵۸ء

اچھی خدیجہ

تمہارا خط ملا، تمہیں پیسے پہنچ گئے اس سے اطمینان ہوا۔ میں کوشش کروں گا کہ ۲۸ سے پہلے تمہیں اور پیسے بھیج دوں۔ یہاں کی بات تو تم جانتی ہو، پیسے کب تک ملیں گے اس کا کچھ یقین نہیں ہوتا۔

تم نے اس خط میں ایک بہت عجیب سی بات مجھے لکھی ہے۔ یعنی فاطمہ بہن کا حال میں جو خط آیا ہے وہ آپ نے مجھے نہیں بتایا، میں اس کی شکایت کروں؟" تم نے تاج کی اس بات کا یقین کیسے کرلیا؟۔ میرا ذہن اور دل نہ جانے کیسا ہونے لگتا ہے یہ سوچ کر کہ تم آج بھی دوسروں کی من گھڑت باتوں کا اعتبار کرلیتی ہو اور یوں سوچنے لگتی ہو کہ میں تم سے کوئی بات چھپا بھی سکتا ہوں۔ تاج نے تم سے بہت غیر ذمہ دارانہ بات کہی ہے۔ فاطمہ کا وہی ایک خط میرے پاس آیا تھا جس میں اُنھوں نے تمہیں اور بچّی کو گوالیار آنے کی دعوت دی تھی۔ اُس کے بعد میں نے یہاں آکر انھیں خط لکھا ہے جس کا جواب ابھی تک نہیں آیا۔ تم اگر میرے بارے میں غلط سوچنا شروع کردو گی تو تم مجھے اور اپنے کو نقصان پہنچاؤ گی۔ دوسروں کا کچھ جائے گا، وہ تو شاید یہ تماشا دیکھنا بھی چاہتے ہیں۔

فرانسیس کے بارے میں یہ ہے کہ تم پہلی کو اس کی تنخواہ دے دینا، اور بمبئی آنا چاہے تو اس کا کرایہ اُس کے حوالے کردینا۔ یا تم اُسے کسی وقت بھی الگ کرو تو اس کی جتنی تنخواہ ہوتی ہو اور بمبئی کا کرایہ اس کے سپرد کردینا۔ پھر تمہاری رضا سے وہ بمبئی آئے یا وہاں دُکان کھولے۔ سیدھی بات یہ ہے کہ اگر وہ نہیں رہنا چاہتا تو زبردستی کی کوئی بات نہیں۔ یہاں کوئی نہ کوئی اور ملازم مل جائے گا۔

آج مجید صاحب کے پاس بھی گیا تھا، اکتوبر کے پہلے ہفتہ کی بات کہتے ہیں۔ بہرکیف یہ دن اور یہ گھڑیاں بھی کٹ ہی جائیں گی۔

ہاں تم نے جگدیش گرو کے بارے میں لکھا ہے، وہ تو ہندی کے کوی ہیں اور ایک دن (تمہیں شاید یاد نہیں رہا) مجھ سے ملنے بھی آئے تھے، شعر و شراب کی محفل میں۔

پروفیسر گرو دوسرے ہیں جو ہندی ڈیپارٹمنٹ کے چیرمین ہیں۔ وہ اگر تم سے ملنا چاہتے ہیں تو تم اُنھیں وقت دے دو۔ بلکہ سعیدہ کی معرفت اُن سے کہلوا دو کہ وہ اور ان کی بیوی دونوں کسی شام تمہارے یہاں چائے پئیں۔ اگر وہ اپنی بیوی کو لے کر نہیں آئے تو وہ ضرور تمہیں اپنے یہاں مدعو کریں گے، تو پھر تم ان کے یہاں مت جانا۔

اچھا، اب رخصت! مجھے بھی اس وقت جانا ہے ونّہ سے آج چار بجے کا

APPOINTMENT ہے۔

تنی کو پیار

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۲ر اگست ۱۹۵۸ء

●

خدیجہ میری جان،

ابھی ابھی دو خط تمہارے ملے۔ بنے بھائی کا خط اور میری نظم بھی۔ تمہاری بیماری کی خبر سُن کر ذہن پریشان ہے۔ بار کلے سے بالکل کام نہیں چلے گا، تم آج ہی کسی بڑے ڈاکٹر کو، میرا خیال ہے بوس کو بلا کے دکھاؤ۔ بعض وقت یرقان خطرناک صورت بھی اختیار کرلیتا ہے۔ خلیل صاحب کا کہنا ہے کہ یونانی علاج اس کے لیے زیادہ کارگر ہوتا ہے۔ بہرکیف ذرا سی بھی کوتاہی اس معاملے میں نہ برتو۔ میں عنقریب تمہیں پیسے بھیج دوں گا۔ جب تک کے لیے تم وہاں کسی سے بھی بطور قرض لے لو۔ لیکن علاج میں قطعی تساہل نہ برتنا۔

اس عرصے میں تم مجھے لمبے خط نہ لکھو۔ نہ خود اپنے کو تھکاؤ۔ محض دو تین سطروں میں اپنی خیریت روزانہ لکھتی رہو۔ میں بے حد نروس سا محسوس کر رہا ہوں۔ ایک دن بھی تمہاری خیریت نہ معلوم ہوگی تو میں کچھ نہ کرسکوں گا۔ اس کے یہ معنی بھی نہیں کہ تم محض میری تسلی کے لیے اپنی حالت جھوٹ سچ لکھ کر بھیجتی رہو۔ خط لکھو مختصر سا، جو صرف تمہارے بارے میں ہو۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۵ر اگست ۱۹۵۸ء

●

پیاری خدیجہ،

صبح کی ڈاک سے تمہارے خط ملے تھے، دوپہر کو خط لکھ چکا ہوں۔ طبیعت تمہاری بیماری سے بے حد پریشان ہے۔ ابھی ابھی تمہیں تار بھی دیا ہے۔ لوگ کہتے ہیں اس بیماری میں شدید احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے۔ جہاں تک ہو سکے بس پڑے رہنا چاہیے۔ چلنا پھرنا تک مُضر ہے۔ تم پوری توجہ اور احتیاط سے کام لینا ہے۔ تمہیں خدانخواستہ کچھ ہوگیا تو میں زندہ نہیں رہوں گا۔ بس جی چاہ رہا ہے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کے تم تک پہنچ جاؤں۔ اپنی خیریت خود نہیں تو سعیدہ سے لکھواتی رہو۔ روزانہ

ورنہ میرا جینا مشکل ہو جائے گا۔ تمہارے لیے میری ہزاروں دعائیں ہیں

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۵ اگست ۱۹۵۸ء

جانِ عزیز،

ابھی ڈاکٹر ملک راج آنند کے یہاں سے واپس آیا ہوں۔ تاشقند کانفرنس کے سلسلے میں معلومات کرنے گیا تھا، تمہارا تار رکھا ہوا ملا۔ پھر بھی دل کو سکون نہیں، نہ جانے تم کیسی ہوگی، تار سے کیا پتہ چلے۔ خط کا دن بھر انتظار رہا۔ دن میں دو مرتبہ کمرے لوٹ لوٹ کر آیا لیکن مایوسی ہوئی۔ خدا کرے تم اب رُو بہ اصلاح ہو۔

میں نے تاشقند کانفرنس میں جانے کے لیے APPLY کیا ہے۔ لیکن اللہ ہی مالک ہے اُردو سے صرف تین نمائندے لیے جا رہے ہیں، اور مجھ سے پہلے چھ ادیبوں کا نام فہرست میں شامل ہو چکا ہے۔ آج بنے بھائی کا خط بھی اس سلسلے میں میرے پاس آیا تھا۔ فیصلہ بارہ تیرہ تاریخ تک ہوگا بہرکیف۔

اصل سوال تو اس وقت تمہارے تندرست ہونے کا ہے۔ تاشقند کانفرنس میں جانا ہو یا نہ ہو بَلا سے۔ تم اچھی ہو جاؤ۔ میرے لیے یہ بہت ہے۔

ہاں، یہاں مجھے کئی لوگوں نے بتایا کہ یرقان میں سب سے اچھی اور مفید چیز گنے کا رس ہوتا ہے۔ جو تمہیں استعمال کرنا چاہیے۔

تم اپنی خیریت سعیدہ سے مفصل لکھواتی رہو۔ اُس سے کہو ذرا قلم سنبھال کر لکھا کریں ورنہ ایسا نہ ہو کہ پڑھنے ہی میں نہ آئے۔

فرانسیس آیا تھا، وہ مدراس جانا چاہ رہا ہے۔ اُس کے غالباً کچھ کپڑے تمہارے کسی بکس میں رکھے ہوئے ہیں۔ تم بتا سکو تو میں کُنجی منگوا کر وہ کپڑے اُس کے حوالے کر دوں۔

شاہد کا سرٹیفکٹ وارثی صاحب نے روانہ کر دیا ہے، ملا ہوگا۔ بِتّی کیسی ہے؟

اچھا، سیکڑوں دعائیں اور پیار لو۔

تمہارا

جاں نثار

۲۶ اگست ۱۹۵۸ء

پیاری خدیجہ،

خط ملا، ڈاکٹر بھارگوا کے انجکشن سے فائدہ ہے یا نہیں؟ یہاں تو لوگ کہتے ہیں یرقان میں سب سے مفید گنے کا رس ہے۔ بہر کیف اپنی خیریت روزانہ لکھتی رہو۔

پرسوں بینک سے نوٹس آیا، اس کی وجہ سے آجکل تھوڑی سی پریشانی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔ یحییٰ بھائی آجکل پونا گئے ہیں۔ پیر کو واپس آئیں گے، اُن کے ذریعہ ہی معاملہ طے کرنا پڑے گا، بہر حال "ہو رہے گا کچھ نہ کچھ گھبرائیں کیا"۔ منگل یا بدھ کو تمہیں ساری تفصیل لکھوں گا۔

تاشقند کا جانا دشوار نظر آرہا ہے، بیچ میں یہ قصہ (بینک والا) نبٹانا ہے۔ کوشش ضرور کروں گا کہ جا سکوں لیکن اللہ ہی مالک ہے۔ ڈیلی گیشن کی فائنل بسٹ بارہ تیرہ تاریخ تک مکمل ہو سکے گی، اُس وقت تک کیا مالی حالات ہوتے ہیں اُس اعتبار سے فیصلہ ہو سکے گا۔

پیسے تمہیں ایک آدھ ہفتہ کے بعد ہی بھیج سکوں گا، تم پہلی کے بعد الیاس سے اور پیسے لے لینا۔ آٹھ تاریخ تک انھیں ادا کر دینا۔

کل سلمان کا خط آیا، تمہیں آداب اور رہتی کو پیار لکھا ہے۔ ساتھ ساتھ یہ بھی کہ اُس کی Eye SIGHT کمزور ہو گئی ہے۔ ڈاکٹر مہرا نے کوئی دوا دی ہے لیکن عینک ضرور بتائی ہے۔ اور کیا لکھوں۔ بس آجکل کئی الجھنیں پیدا ہیں، دعا کرو ان سے جلدی سے چھٹکارا ملے۔

سیکڑوں، ہزاروں، لاکھوں پیار۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۹ اگست ۱۹۵۸ء

●

بمبئی۔ ۸

میری چندا

تمہیں ایک دو دن سے خط نہیں لکھ سکا۔ بس یہاں کے چکر تو تم جانتی ہو۔ تم نے ڈاکٹر بوس کا علاج شروع کر دیا اچھا کیا۔ پوری طرح احتیاط برتتی رہو۔ جلدی سے اچھی ہو جاؤ

آج خدا خدا کر کے بینک کا قصہ اس طرح نبٹا ہے کہ ۱۲ تاریخ تک کی مہلت ملی ہے تم پریشان نہ ہو، آٹھ تاریخ تک مجھے پیسے مل جائیں گے، ساڑھے چھ سو بینک کے دے دوں گا، کچھ پیسے تمہیں بھیج دوں گا، کچھ بچوں کے۔

تاشقند کانفرنس کا معاملہ ابھی تک معلق ہے۔ بارہ تیرہ تک پتہ چلے گا۔ پھر بھی پیسے کا سوال تو رہے گا۔ میں کوشش ضرور کروں گا کہ انتظام ہو سکے، لیکن نہ بھی ہوا تو غم نہیں۔ تاشقند نہ جاؤں گا تو کچھ دنوں کے لیے تمہارے پاس چلا آؤں گا، اس سے بڑھ کر نعم البدل کیا ہو سکتا ہے۔

آج انڈین مرچنٹس چیمبر میں "جشن جگر" منایا جا رہا ہے۔ اُس میں ضرور شرکت کروں گا — مسعود اختر جمال بھی اس تقریب میں بمبئی آئے ہوئے ہیں۔ ابھی ابھی اُٹھ کر گئے ہیں۔

ہاں کل کا سارا دن ساحر کے گھر گذرا، رات کو بھی وہیں رہ گیا تھا۔ ان کی ماں اور بہن تمہیں بہت پوچھتی تھیں۔

اور سوائے پیار تمہیں کیا لکھوں۔ اپنی صحت کا خیال رکھو اور علاج میں ذرا سا بھی تغافل نہ کرو۔ ہنی کو پیار اور شاہد کو میری محبت پہنچاؤ — سیکڑوں بوسے

تمہارا

۲؍ستمبر ۱۹۵۸ء جاں نثار اختر

●

آرکیڈیا بلڈنگ

بمبئی ۸

جان پیاری

خط ملا۔ تاشقند جانا مشکل ہی معلوم ہوتا ہے۔ بہرکیف اگر حالات نے ساتھ دیا تو ضرور جاؤں گا۔ کل سلمان کا خط آیا ہے، جس کا جواب بھی کل ہی لکھ دیا، تمہیں اور ہنی کو پیار لکھا ہے۔ تم نے اُسے کوئی خط لکھا یا نہیں۔

تمہاری خیریت سُن کر تھوڑا بہت اطمینان ہوا، لیکن تم ابھی دوا کی طرف سے بے فکر نہ ہو جاؤ۔ اپنا علاج جاری رکھو، ورنہ پھر بیمار نہ پڑ جاؤ۔

میں اگر تاشقند نہ جا سکا تو اس مہینے کے آخر میں بھوپال آنا چاہتا ہوں، چند دن کے لیے۔ کیا رائے ہے؟ — اچھا، بہت سے پیار لو

تمہیں آٹھ ورنہ حد سے حد دس تک پیسے بھیجوں گا۔

مُنا کو پیار کہو۔ اُس کی راکھی مل گئی تھی۔ اُسے عنقریب خط لکھوں گا۔

تمہارا

جاں نثار اختر

آرکیڈیا بلڈنگ
بائیکلہ۔ بمبئی ۸

میری خدیجہ،

تمہارا خط پرسوں ملا تھا، تمہاری خیریت سے اطمینان ہوا۔ آج "رکشا والا" فلم کے گیتوں کا ریکارڈنگ تھا، پیسے البتہ پرسوں ملیں گے۔ پرسوں ہی تمہیں T.M.O بھیجوں گا۔ اس طرف تمہیں خاصی تکلیف اٹھانی پڑ رہی ہے۔

پرسوں مجید صاحب سے بھی ملنے گیا تھا، ابھی ٹائیل لگ رہے ہیں۔ غالباً بیس تک Pipe کا فیٹنگ شروع ہو۔ بہرحال انتظار کے سوا چارہ کیا ہے۔

"وہ جو ہم رکھتے تھے اک حسرت تعمیر سو ہے"

حرف آشنا کے چھپنے کی رفتار بہت سست ہے۔ ابھی تک اسّی صفحات چھپے ہیں دیباچہ کا مسئلہ الگ اٹکا ہوا ہے، فاطمہ کو جو خط لکھا تھا اُس کا آج تک کوئی جواب نہیں آیا۔ خیر کوئی نہ کوئی صورت ہو رہے گی۔

غالباً اس مہینے میں زیر لب بھی ہندی میں منتقل ہو کر آجائے گی، اُس کے دیباچہ کا بھی سوال ہے۔ کیوں نہ اُس کا دیباچہ تم لکھ دو؟ کیا خیال ہے؟

اور کیا لکھوں، آج کل چھوٹے موٹے کام اتنے اکٹھے ہو گئے ہیں کہ طبیعت اُکتانے لگتی ہے۔ دس تاریخ تک انکم ٹیکس کے لیے رسیدیں جمع کر کے حساب داخل کرنا ہے۔ پندرہ کو ایڈوانس ٹیکس کی دوسری قسط دینی ہوگی۔ ساتھ ساتھ اس مہینے میں چھ گیت لکھ کر دینا ہے۔

اچھا، اب اجازت دو، ممکن ہے آج شام کو وارثی کی طرف جاؤں۔ تتی اور شاہد کو پیار، اور عذرا کو بھی۔

تمہارا ہمیشہ
جاں نثار اختر

۸ ستمبر ۱۹۵۸ء

●

آرکیڈیا بلڈنگ۔ بمبئی ۸

جان

تمہارا خط ملا، تاشقند جانے کا ارادہ منسوخ ہوتا ہی نظر آرہا ہے۔ ساحر بھی کچھ کمزور نظر

آتے ہیں۔ بمبئی سے شاید راجندر سنگھ بیدی ہی جائیں تو جائیں۔ البتہ بھوپال آنے کی ضرور سوچ رہا ہوں، ممکن ہے سترہ کو ہی آجاؤں۔ سترہ ہمارے لئے اہم تاریخ بھی تو ہے اِس دن ہی تو ہر اعتبار سے تم میری بیوی ہو۔ بہر کیف کچھ کہہ نہیں سکتا' کیا معلوم' یہاں کی مصروفیت پیچھا نہ چھوڑے۔

مکان کے بارے میں کل کہہ چکا ہوں۔ مجھے تو اکتوبر بھی جاتا دکھائی دیتا ہے۔ صورت یہی ہو سکتی ہے کہ عارضی طور پر کسی ہوٹل میں ایک آدھ مہینہ گذرا جائے۔ آخر تم مجھ سے کب تک دور رہوگی۔

کل پیسے ملنے کی امید ہے، تمہیں پرسوں روانہ کر سکوں گا۔ بنک کے قصہ سے تم پریشان نہ ہو۔ وہ حل ہو ہی جائے گا۔

ایک بڑی خبر یہ ہے کہ آج میرا قلم کھو گیا، تم جانتی ہو مجھے بڑی سے بڑی چیز ضایع یا گم ہو جانے کا غم نہیں ہوتا۔ اس کا غم ضرور ہے۔ اس لئے کہ اس سے نہ جانے میرے کتنے جذبات وابستہ تھے۔ صفیہ کی یہ آخری نشانی تھی جو چھِن گئی۔

خلیل صاحب کی طبیعت آج کل ناساز ہے، البتہ وحید آج کل موڈ میں رہتے ہیں، اور تقریباً روزانہ کا تقاضہ کرتے ہیں۔

اور یہاں کے حالات ہی کیا!۔ تمہارے بغیر زندگی سونی ہے،

ہاں!۔ تمہارے لئے "الف لیلہ و لیلہ" کا مکمل سیٹ آج خرید لیا ہے۔ مکتبہ پر میرے کچھ پیسے نکلتے تھے۔ اب حساب برابر ہو گیا۔

اچھا، سیکڑوں پیار تنّی اور شاہد کو دُعا

تمہارا

جاں نثار اختر

۹ ستمبر ۱۹۵۸ء

جانِ عزیز

تمہارا گیارہ اور تیرہ کا خط ملا'

تمہیں رہ رہ کے بخار ہو جاتا ہے۔ یہ ٹھیک نہیں: تم علاج کرو مجھے تمہاری تندرستی کی ضرورت ہے۔ تم نے تیرہ کے خط میں مجھے تسلّی دینی چاہی ہے، مگر دل تو اُس کے باوجود بے چین ہے۔ تاشقند جانا ممکن نظر نہیں آتا۔ تم سوچو ابھی تک نہ تمہیں پیسے بھیج سکا ہوں، نہ بچوں کو پیسے روانہ کیے ہیں۔ اس کے علاوہ بنک کا معاملہ اور پھر انکم ٹیکس کی قسط، سبھی کچھ اٹکا پڑا ہے۔ ان تمام ذمہ داریوں سے پہلو تہی کر کے

تاشقند چلے جانا میرا ضمیر گوارا نہیں کرسکتا۔ مجھے اقبال کا شعر یاد آرہا ہے۔

اگر سنبھل نہیں تجھ پر زمیں کے ہنگامے
بُری ہے مستیٔ اندیشہ ہائے افلاکی

میں نے سوچا تھا کہ تاشقند تو جانا ہوتا نہیں۔ تمہارے پاس چلا آؤں گا، لیکن فی الحال تو اس کا امکان بھی سامنے نہیں۔ بہر کیف سترہ کو تو پہنچ ہی نہیں سکتا ہو سکا تو بعد میں آؤں گا۔

پیسے مجھے اٹھارہ تک مل سکیں گے۔ یہ نہیں پتہ کتنے وصول ہوتے ہیں اور اُس میں سے تمہیں کتنے بھیج سکوں گا۔

اچھا، بہت سے پیار لو اور اجازت دو۔ کل نہیں تو پرسوں رات کو ضرور خط لکھوں گا۔ پرسوں تو ہمارے "ملن" کی رات ہے۔

سینکڑوں بوسے۔

تمہارا
جاں نثار اختر

۱۵ ستمبر ۱۹۵۸ء

بمبئی ۸

میری خوبصورت دولھن!

آؤ میں تمہیں سر سے پاؤں تک چوم لوں!

عارض کو ترے تاب و ضیا دی میں نے
پھولوں میں کیسی شمع جلا دی میں نے
ماتھے پہ ترے چاند کا ٹیکا دے کر
تاروں سے تری مانگ سجا دی میں نے

تمہارے عارضِ گلفام یاد آتے ہیں
یہی چراغ سرِ شام یاد آتے ہیں
جن انکھڑیوں پہ ہے خونِ ہزار میخانہ
اُن انکھڑیوں کے حسیں جام یاد آتے ہیں
وہ لمحہ لمحہ جھپکتی ہوئی تری پلکیں
ہزار بار ترے پیغام یاد آتے ہیں
وہ تری مانگ ستاروں سے جگمگائی ہوئی
وہ جھلملائے در و بام یاد آتے ہیں
یہ شمع کون جلائے، یہ جام کون بھرے
ذرا ذرا سے ترے کام یاد آتے ہیں
نہ جانے پیار میں کیا کیا تجھے پکارا ہے
نہ جانے کتنے ترے نام یاد آتے ہیں

مرا وہ سر ترے زانو پہ تھک کے رکھ دینا کبھی کبھی کے وہ آرام یاد آتے ہیں

لیکن آج تو تمہیں "تھک کر" میرے زانو پر سونا ہے! آؤ میرے بہت ہی قریب آجاؤ۔

تمہارا

۱۷ ستمبر ۱۹۵۸ء جاں نثار اختر

پیاری خدیجہ

تار ملا (جسے مقفی اور مسجع عبارت میں یوں لکھیں گے کہ تار ملا جس کے بتوسط تمہارا پیار ملا)۔

بہرحال۔

اس طرف کچھ اس قدر اُلجھنیں گھیرے ہوئے ہیں جس کے سبب تمہیں خط لکھنے میں بھی دیر ہوتی رہتی ہے۔ روس جانے کا ارادہ تو پہلے ہی ختم کر دیا تھا۔ یہاں کے مسائل سے ابھی تک پیچھا نہیں چھڑا سکا ہوں۔ بنک والوں نے ۲۲ تاریخ تک توسیع دیدی تھی۔ لیکن ابھی تک پیسے نہیں ملے ۔ انکم ٹیکس کی قسط پندرہ کو دینی تھی، آج اُسے بھی چار دن ہو گئے۔ تمہیں اور بچوں کو بھی ابھی تک کچھ نہیں بھیج سکا ہوں۔ سلمان کو تو آج خط بھی لکھوں گا کہ تم اپنے نانا سے پیسے لے لو میں ۲۶، ۲۷ تک بھیج دوں گا۔ تمہاری فکر میرے ذہن کو سب سے زیادہ UPSET کئے ہوئے ہے۔ تم لکھو کس طرح گاڑی چلا رہی ہو۔ الیاس سے ابھی تک تم نے کتنے پیسے قرض کر لیے ہیں۔ تمہیں بھی چھبیس ستائیس سے پہلے پیسے بھیجنا ممکن نظر نہیں آتا۔ تم مجھے مفصل سب کچھ لکھنا۔

آج بنک میں LOCKER کا کرایہ بھی داخل کرنا تھا، وہ تو کر دیا۔ پیر کو دیکھو کیا ہوتا ہے، امید پیسے کی ضرور ہے لیکن یہ امید تو آٹھ تاریخ سے چل رہی ہے۔ اور اس وقت کچھ نہیں سوجھ رہا، تمہیں لکھنے کے لیے۔ اب تمہیں ۲۲ کی رات ہی کو خط لکھوں گا، بنک کے معاملات سے نبٹنے کے بعد۔

تتی کیسی ہے۔؟

شاہد کو پیار کہو۔

تمہارا

۱۹ ستمبر ۱۹۵۸ء جاں نثار اختر

خدیجہ جانم

خط ملا، آج بنک کو تین تین قسطیں دونوں حسابوں کی دے دی ہیں۔ حالانکہ اصولاً پانچ پانچ قسطیں دینی چاہیے تھیں۔ لیکن پیسے ہی پانسو مل سکے۔ چنانچہ ۲۵ء۴ روپیہ تو یوں نکل گئے۔ باقی پیسے تبرک کی طرح یہاں بٹ گئے۔ انکم ٹیکس کی قسط کی آج تاریخ بڑھوا کر پانچ اکتوبر کرا دی ہے۔ ویسے ایک کمپنی نے پرسوں یعنی ۴ء۴ کو پیسے دینے کا وعدہ کیا ہے اور ایک نے ۲۵ کا۔ بہرحال تمہیں اس مہینے میں بڑی پریشانی کا سامنا رہا ہوگا، لیکن تم تو میری دکھ سکھ کی ساتھی ہو اس لئے کوئی ایسی بڑی بات نہیں۔ ۲۵ تک تمہیں جو کچھ ہو سکے گا ضرور بھیجوں گا۔

جان! میں چاہتا ہوں کہ صرف چار پانچ دن کے لئے تمہارے پاس چلا آؤں، لیکن اُس کی شکل دیکھو کب نکلتی ہے۔ ابھی سے تمہیں کیا لکھوں۔ ممکن ہے اکتوبر کے دوسرے ہفتہ میں آنا ہو سکے۔ بہرکیف تین چار اکتوبر تک کوئی قطعی بات لکھوں گا۔

ہاں، تم نے الہ آباد کے جس رسالہ کا ذکر کیا ہے، اُس کا نام "شہکار" ہے۔ یہ ڈائجسٹ کے بطور نکلتا ہے یعنی ہندوستان اور پاکستان کے رسالوں میں جو اچھی تخلیقات شایع ہوتی ہیں اُنھیں منتخب کر کے یہ لوگ چھاپتے ہیں۔ اس نے میری وہی نظم جو افکار میں شایع ہوئی تھی نقل کی ہے۔ اس طرف جو الجھنیں رہی ہیں اُس میں نئی نظم کا کوئی امکان تھا ہی نہیں۔ ایک رباعی اور چند شعر تمہارے لئے کہے تھے جو تمہیں بھیج چکا ہوں۔

نئی خبروں میں یہ ہے کہ باقر کی شادی دس اکتوبر کو ہو رہی ہے۔ ۱۲ اکتوبر کو اُنھوں نے پارٹی رکھی ہے۔ ابھی ابھی اُٹھ کر یہاں سے گئے ہیں۔

خلیل صاحب کی طبیعت ناساز رہی ہے۔ آج دو مہینے سے حد ہے کہ شراب بند کر رکھی ہے۔

اور یہ کتنی بڑی خوشخبری ہے کہ صفیہ کا کھویا ہوا قلم آج اچانک طور پر مل گیا!

ہاں حرفِ آشنا کے دیباچہ کا مسئلہ اٹک کے رہ گیا ہے۔ میں نے دو خط فاطمہ کو لکھے لیکن جواب ہی نہیں آیا۔ معلوم نہیں وہ گوالیار میں ہیں۔ یا منّی کے پاس گئی ہوئی ہیں۔ بہرکیف اگر پہلی تک بھی اُن کا کوئی جواب وصول نہیں ہوا تو پھر اس کتاب کا دیباچہ جب میں بھوپال آؤں گا تو تمہیں سے لکھوالوں گا۔

زیرِ لب ابھی ہندی میں لکھ کر نہیں آئی ہے۔ غالباً ہفتہ عشرہ میں آجائے گی۔ اُس کا دیباچہ تو تمہیں لکھنا ہی ہے!

اچھا بہت سے پیار لو۔

اور یہ تم نے خواہ مخواہ کی کیا خلش پیدا کر رکھی ہے مُنی کے نام کے بارے میں۔ عُنیزہ بہت خوبصورت نام ہے اُسے بدلنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ یوں تو ہُما یا شاہین بھی چڑیوں کے نام ہیں۔ اس سے کیا ہوتا ہے عُنیزہ کے لفظ کی سب سے بڑی قدر تو یہ ہے کہ عرب کے سب سے بڑے شاعر امراؤ القیس کی محبوبہ کا لقب تھا۔ عنیزہ کو بہت سے پیار کرو میری طرف سے۔

تمہارا

۲۲ ستمبر ۱۹۵۸ء جان نثار اختر

خدیجہ، میری جان،

تمہارے دونوں خط ملے۔ تین چار دن بعد تمہیں خط لکھنے بیٹھا ہوں۔ تمام وقت آج کل دوڑ دھوپ میں گذرتا ہے۔ آج ڈیڑھ سو روپیہ کا چیک ایک جگہ سے اور ملا۔ کل کیش ہو سکے گا۔ اگر وقت رہ گیا تو کل ہی ورنہ پیر کے دن تمہیں یہ پیسے بذریعہ T.M.O روانہ کروں گا۔ اس مہینے میں تمہیں خاصی پریشانی اٹھانی پڑی ہے لیکن بقول صفیہ کے اس کلیا غم ہی کیا اپنا رونا تو یہی رہا ہے۔

تاشقند کانفرنس میں بمبئی سے بیدی اور ساحر جا رہے ہیں اپنے نہ جا سکنے کا تھوڑا سا افسوس ضرور ہے لیکن کیا کیا جائے اپنا ہی ایک شعر یاد آتا ہے۔

دل کو ہر لمحہ بچاتے رہے جذبات سے ہم

اتنے مجبور رہے ہیں کبھی حالات سے ہم

خیر اب کبھی ہو سکے گا تو تمہیں ساتھ لے کر چلوں گا۔

ہاں پرسوں فاطمہ کا خط آیا تھا۔ اُن کا دیباچہ کتاب میں شامل ہو گیا ہے۔ خاتمہ عنیزہ کے تذکرے پر ہے:-

"میں اکثر سوچتی ہوں عنیزہ کو صفیہ جیسا ہی بننا چاہیے۔ میں نے نہ عنیزہ کو دیکھا ہے نہ خدیجہ کو۔ لیکن مجھے یقین ہے وہ ایک دن عنیزہ کو لے کر میرے پاس ضرور آئیں گی۔ اُسے صفیہ کی کہانیاں میرے سوا اور کون سنائے گا۔"

اور تم کیسی ہو۔ میں اکتوبر میں آنے کی کوشش کروں گا۔ ابھی تو بہت سے معاملات یہاں اٹکے ہوئے ہیں۔ پانچ اکتوبر کو انکم ٹیکس کی قسط ادا کرنی ہے۔ پھر دس بارہ تک بنک کا بقیہ قصہ نپٹانا ہے۔ بہ ہر حال۔

اچھا اپنی، شاہد کی اور تتی کی خیریت لکھو۔ تم سب کو پیار۔

تمہارا

۶ر ستمبر ۱۹۵۸ء　　　　　　　　　　　　جاں نثار اختر

جانم پیاری،

چیک پرسوں کیش ہو گیا تھا، لیکن پیسے آج روانہ کر سکا ہوں۔ تمہیں آج اگر نہ ملے تو کل مل ہی جائیں گے۔ یہ مہینہ ابھی اور پریشانیوں کی نذر ہوتا دکھائی دے رہا ہے۔ انکم ٹیکس اور بنک کی بقیہ دو قسطیں کم سے کم ضرور ادا کرنی ہیں۔ بہرحال "ہرچہ آید بگذرد"۔

تم اپنی صحت کا خیال رکھنا، یہ سب سے مقدم ہے۔ میں بہت چاہتا ہوں کچھ دن کے لئے تمہارے پاس آنا لیکن ابھی تو حالات نے جکڑ رکھا ہے۔ تم نے الیاس کی شادی کی بات اپنے گذشتہ خط میں لکھی تھی۔ کیا تاریخ طے ہوئی۔ اگر نومبر میں رکھیں تو میرا آنا یقینی ہو سکے گا۔ اکتوبر میں آنے کا ارادہ تو فرور ہے لیکن کیا پتہ! بہرکیف جو تاریخ طے ہو مجھے بہت پہلے سے معلوم ہونی چاہیے ورنہ فوری نوٹس پر وقت نکالنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور کیا لکھوں۔

اچھا، بہت سے پیار لو،

خط لکھو　　　شاہد کو دعا کہو

تمہارا

۹ر ستمبر ۱۹۵۸ء　　　　　　　　　　　　جاں نثار اختر

جان!

کل تمہیں مفصل خط لکھ چکا ہوں۔ آج دوسرا گیت مکمل کیا ہے۔ صبح دینے کو جا کر دوں گا۔ دوپہر کو ان کمپنیوں کا چکر بھی لگایا جن کے ذمے پانسو روپیہ باقی ہیں۔ دونوں جگہ سے دوسری تاریخ کا وعدہ ہے۔ اگر وصول ہو گئے (یہ بھی پتہ نہیں کہ پورے پیسے ملتے ہیں یا تھوڑے بہت) تو تمہیں بذریعہ تار بھیجوں گا۔ تمہاری تکلیف اور پریشانی سے دل بے چین ہے۔ بہرحال چند دن کی بات ہے "میری جیون مرن کی ساتھی!"

آج بنے بھائی کا خط آیا ہے۔ کچھ دنوں بعد بمبئی آنے کا ارادہ ظاہر کیا ہے۔ دوسرے انجمن کی ازنو

تنظیم کرنے کی بات ہے۔

ہاں اس طرف میں نے ایک مختصر سی کتاب "امتحان وفا" کے نام سے خریدی ہے۔ یہ انگریزی کے مشہور شاعر ٹینی سین کی ایک طویل نظم کا ترجمہ ہے نثر میں۔ اب تم آ ہی رہی ہو۔ وہاں بھیج کے کیا کروں گا۔

کل ایک پبلشر سے زیر لب کے دوسرے ایڈیشن کی بھی بات ہوئی ہے۔ تین چار دن میں ممکن ہے تصفیہ ہو جائے اور وہ رائلٹی بھی پیشگی دے دیں۔

اور کیا لکھوں، اپنی محبت کو میرے لئے کم نہ کرنا، میں اُسی کے سہارے اب زندہ ہوں۔ سیکڑوں پیار :۔ از سر تا بہ قدم۔

تمہارا

۲۹ ستمبر ۵۸ جاں نثار اختر

جانِ عزیز،

کل تمہارا ۲۰ کا خط ملا تھا۔ میں نے ۲۹ کو T.M.O بھیجا ہے دو سو روپیہ کا۔ خدا جانے کیوں ہر وقت ہی T.M.O کی گڑبڑ ہوتی ہے۔ تمہیں اصولاً تیس کی صبح ہی مل جانا چاہیے تھا۔ آج تمہارے خط کا اس لئے بھی انتظار رہا کہ معلوم ہو تمہیں پیسے مل گئے یا نہیں۔ کل تو ضرور ہی تمہارا خط آنا چاہیے۔

آج حمیدہ کا خط علی گڑھ سے آیا ہے۔ اویس کے بارے میں لکھا ہے کہ ایک دن اسکول سے واپسی پر راستہ میں بے ہوش ہو گئے۔ اُس کی صحت کے بارے میں بھی تشویش ظاہر کی ہے۔ میں نے آج ہی حمیدہ کو خط لکھا ہے اور سلمان کو بھی۔ اگر اس کی ضرورت ہے کہ امسال وہ اپنی پڑھائی ملتوی کر دے اور REST کرے تو کوئی ہرج نہیں۔ ویسے بھی اُس کی عمر ہی کیا ہے۔ دوسری خبر یہ ہے کہ جادو صاحب بہت سخت دل میں شاکی ہیں کہ امی سلمان کو خط لکھتی ہیں اور مجھے نہیں۔ اس سلسلے میں حمیدہ نے لکھا ہے کہ وہ آپ سے بھی خفا ہیں۔ میں نے آج اُسے بھی خط لکھا ہے۔ تم اُسے خط لکھ دیا کرو۔ وہ بہت جذباتی بچہ ہے۔ پتہ میں تمہیں لکھ رہا ہوں، ممکن ہے تمہیں یاد نہ ہو۔

معرفت حمیدہ سلیم

کوٹھی اسلام نبی۔ دودھ پور روڈ۔ علی گڈھ

آج چار سو روپے ملے ہیں۔ اب ان میں سے سوا دو سو (۲۲۵) روپیہ کل انکم ٹیکس کی قسط کے ادا

کردوں گا۔ ڈیڑھ سو روپیہ (پچہتر پچہتر روپیہ) جادو اور سلمان کو بھیجوں گا۔ اپنے پاس بیس پچیس روپیہ رہ جائیں گے۔ اب سامنے جو مسئلہ ہے وہ پھر بنک کی قسطوں کا ہے جو بارہ تیرہ تاریخ تک داخل کرنی ہیں۔ بہر حال امید ہے کہ یہ تمام پریشانیاں اس مہینے میں نپٹ جائیں گی۔ آئندہ سے حالات سے بہت باخبر رہ کر چلنا ہے ورنہ بڑی بڑی مصیبتیں آکھڑی ہوتی ہیں،

اچھا' دعا کرو یہ پریشانیاں ختم ہوں اور میں کچھ دن کے لیے تم تک پہونچ سکوں۔ آج کل بعض وقت بڑی تھکی ہوئی طبیعت محسوس ہوتی ہے، تمہارا پیار مجھ میں ہمت اور حوصلہ پیدا کیے رہتا ہے۔

الیاس کی شادی کا کیا طے ہوا؟

عذرا، انتی اور شاہد کو پیار کہو۔

"حرف آشنا" پندرہ بیس تاریخ تک چھپ کر آجائے گی۔ ممکن ہے میں ساتھ ہی لے کر آؤں۔

آؤ مجھے پیار کرو۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۳ر اکتوبر ۱۹۵۸ء

جانم خدیجہ،

خط ملا، شکر ہے تمہیں .T.M.O مل گیا۔ نہ جانے اتنی دیر کیوں لگنے لگی ہے۔ بہر حال۔

آج جادو اور سلمان کو بھی پیسے روانہ کر دیے ہیں۔ انکم ٹیکس کی قسط بھی آج دیدی۔ اب جیب میں اس وقت آٹھ روپیہ ہیں۔ اس ہفتہ میں ممکن ہے ریکارڈنگ کی نوبت آجائے اُس وقت پھر ریاست آجائے گی۔ بنک کا قصہ باقی ہے۔ تمہیں اب پندرہ تاریخ تک مزید پیسے بھیج سکوں گا۔ اس سے پہلے شاید ممکن نہ ہو۔

کل رات تمہیں لمبا چوڑا خط لکھ چکا ہوں۔ کل سے پھر گیتوں کا چکر شروع ہے۔ "ڈاکٹر شیطان" کے دو گیت نو دس تک مکمل کرنے ہیں۔ آج "مسٹر جان" اور "بلیک کیٹ" کے ریکارڈ لے آیا ہوں۔ بس لا کر رکھ ہی تو دیے ہیں۔

کھوسر صاحب کے یہاں ریڈیو آگیا ہے۔ صبح سے شام تک بجتا ہے۔ گیت کہنے کے لیے مجبوراً وحید کے کمرے میں پناہ لینی ہوتی ہے۔

ایک خبر یہ کہ پرسوں باتھ روم کی چھت بیٹھ گئی چنانچہ نیچے کی منزل پر رہنے والا ایک کرسچین بُری

طرح زخمی بھی ہوا جسے اسپتال پہنچا دیا گیا۔ اب آج کل پولس کی نگرانی ہے، باتھ روم میں تالا ڈال دیا گیا ہے۔ پانی کا انتظام عارضی طور پر گیلری میں پائپ لگا کے کر دیا گیا ہے۔ بہرکیف آرکیڈیا میں کوئی نہ کوئی ہنگامہ رہنا ہی چاہیے۔

اور کیا لکھوں۔ ہاں ساحر کا تاشقند جانا بھی منسوخ ہو گیا۔ تمہیں خواہ مخواہ جلن آ رہی تھی۔ بیدی البتہ گئے۔

اچھا، سیکڑوں پیار

شدو اور ننّی کو دعائیں۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۴ر اکتوبر ۱۹۵۸ء

پیاری صدیقہ،

کل تمہیں خط لکھ چکا ہوں۔ حرفِ آشنا کے ڈسٹ کور کا بلاک بن کے آگیا ہے۔ البتہ ابھی ۹۶ صفحات چھپنے باقی ہیں۔ بارہ پندرہ دن لگ ہی جائیں گے۔ بہرحال۔

آج شام کو لا کالج میں مشاعرہ تھا۔ مجھے کوئی اطلاع نہیں تھی، مکتبہ میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس مشاعرہ کی سیکریٹری صاحبہ کوئی مس قاسم تھیں، اتفاقاً نازل ہو گئیں۔ فاروقی نے حسبِ عادت میرا تعارف کرا دیا۔ وہ میرے سر ہو گئیں کہ آپ کو چلنا ہی پڑے گا۔ میں وہاں سے چپ چاپ اٹھ کر پریس گیا اور پریس سے نکل کر بانو کے گھر چلا گیا، اس خیال سے کہ اگر گھر سے جاوں گا تو وہ ضرور گھر سے پہنچے گی مگر وہ اللہ کی بندی پتہ لگا کر بانو کے یہاں پہنچ گئی۔ بانو کو میں بتا چکا تھا کہ یہ قصہ ہے، لہٰذا اس نے دروازے ہی سے انھیں لوٹا دیا کہ یہاں کوئی اختر صاحب نہیں ہیں۔ غرض بمشکل پیچھا چھڑایا۔ اصل بات یہ ہے کہ میں اس طرح جانا نہیں چاہتا تھا کہ اتفاقاً مل گیا تو مدعو کر لیا۔ اس طرح خواہ مخواہ اپنے کو سستا بنانا ہے۔

اور آج باقر کی شادی ہے۔ خلیل صاحب قاضی کو لے کر گئے ہوئے ہیں۔ واپس آئیں تو — تفصیلات معلوم ہوں گی۔ پرسوں انھوں نے "گل مہر" میں پارٹی دی ہے۔ انھیں کوئی تحفہ دینا ضروری تھا، لیکن میں نے اُن سے یہی طے کیا ہے کہ جب خدیجہ آئے گی تو تم دونوں کو مدعو کریں گے اور وہی شادی کا تحفہ بھی تمہیں دیں گے۔

اچھا، اب اس لیے بھی رخصت، کہ کاپی میں کوئی کاغذ باقی نہیں جو آگے بھی کچھ لکھ سکوں۔

میرے بہت سے پیار لو،

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۴ر اکتوبر ۱۹۵۸ء

جانم پیاری

خط ملے، اس طرف تمہیں خط بہت کم لکھ رہا ہوں۔ خواہ مخواہ تمہیں بھی پریشان کروں کیا فائدہ

اب دیکھو، آج بنک کا قصہ درپیش تھا۔ گیت جو چودہ تاریخ کو ریکارڈ ہونے والے تھے آگے بڑھ گئے غالباً اب انیس کو ریکارڈنگ ہوگا۔ نتیجے میں بنک کی بھی تاریخ بڑھوانی پڑی۔ بہرحال اس مہینے میں یہ قصہ بالکل ہی نپٹا دوں گا۔

کل تمہارے خط کے ساتھ اباجی کا بھی خط ملا تھا، الیاس کی شادی اگر تم لوگ پندرہ اور بیس نومبر کے درمیان رکھو تو میں سمجھتا ہوں میری شرکت ہو سکے گی۔ اس سے قبل آنا غیر یقینی محسوس ہوتا ہے۔ اس مہینے میں بھوپال آنے کا جو پروگرام تھا وہ تو سمجھو منسوخ ہی ہوگیا۔ اب نومبر ہی میں آؤں گا، تم اور یہ انتیس تیس دن انتظار کے سہارے گزار دو۔ یہ بھی طے سمجھو کہ واپسی پر تمہیں ساتھ ہی لے آؤں گا مکان اگر نہیں بھی ملا تو کچھ دن، ایک آدھ مہینے سہی، کسی معقول ہوٹل میں گزار لیں گے۔ تم نے آج کے خط میں دسمبر کی بات لکھی ہے۔ تمہیں نہیں معلوم تمہارے بغیر میرے دن کتنے بے مزہ اور راتیں کتنی بے آرام اور بوجھل محسوس ہوتی ہیں۔ میں تمہیں نومبر ہی میں اپنے پاس لے آنا چاہتا ہوں۔

باقر کی شادی میں گیا تھا۔ اُن کی بیوی سے بھی ملاقات ہوئی۔ بس یہ سمجھ لو خالص INTELLECTUAL LEVEL پر اُنھوں نے شادی کی ہے۔ اس رشتہ میں "ذوقِ جمال" کا کوئی دخل نہیں۔ بہرحال وہ دونوں باہم خوش رہ سکیں اصل بات تو یہی ہے۔

آج واجدہ کا خط میرے خط کے جواب میں آیا ہے۔ بچی کے بارے میں اُس کی تجویز ہے کہ آپ لوگ اُس کا نام صفیہ رکھئیے۔ اُس کے جذباتی پن کا بھی جواب نہیں ہے۔

تمہارا زکام کیسا ہے؟ شاہد اور تنی کیسے ہیں۔ دونوں کو پیار کہو۔ اچھا اب اجازت دو۔ کل نہیں تو پرسوں پھر تمہیں خط لکھوں گا۔ آؤ تمہیں چوم لوں :-

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۵ر اکتوبر ۱۹۵۸ء

جانِ عزیزہ

خیریت معلوم ہوئی، پرسوں تمہیں خط لکھ چکا ہوں، ملا ہوگا۔ یہاں "سادھنا" کا پریمیر کل تھا' کارڈ بھی بلاوے کا آیا تھا' لیکن بغیر تمہارے دیکھنے کو جی نہیں چاہا۔ اُدھر تم پکچر دیکھ بھی آئیں، پتہ نہیں کون کسے زیادہ چاہتا ہے۔

تم نے اپنے چودہ کے خط میں لکھا ہے "میں آپ کی مصلحت اور خوشی کی خاطر یہاں پڑی ہوں"۔ تو اس میں میری کون سی خوشی ہے میری دوست کہ تم مجھ سے اتنی دور رہو۔ رہا حالات کا تقاضا جسے تم نے "آپ کی مصلحت" لکھا ہے تو میری مجبوریاں تمہاری اپنی مجبوریاں نہیں کیا۔ تم مجھ سے اپنے کو الگ کر کے کب سے سوچنے لگیں۔

ہاں اس ہفتے میں فرصت کافی رہی۔ لیکن ذہن ایسا اُلجھا ہوا رہا کہ تمہیں زیادہ خط نہیں لکھ سکا۔ جو کچھ کام کیا وہ حرف آشنا ہی کی اشاعت کے سلسلے میں۔ کتاب ۲۲۴ صفحے تک چھپ گئی ہے۔ کُل اڑتالیس صفحات اور رہ گئے ہیں۔ آج جو پروف ۲۲۵ سے ۲۴۰ صفحے کا آیا ہے، اُس کے دو صفحے بالکل اڑ گئے ہیں۔ اب دوبارہ یہ سولہ صفحے لکھوانے ہوں گے' پھر چھپنے کی نوبت آئے گی۔ دیباچہ آج چھپ گیا ہے۔ سوچ رہا ہوں اُس کی کاپی تم کو بھیج دوں تاکہ کتاب آنے سے پہلے ہی تم پڑھ لو۔

کل یعنی سنیچر کو یہ خط پوسٹ ہوگا۔ خدا کرے پیر ہی کو پہنچ جائے، پیر کی رات کو پھر تمہیں خط لکھوں گا۔

الیاس کی شادی کا کیا طے ہوا؟

رتنی کو پیار اور شاہد کو دُعا کہو۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۷؍ اکتوبر ۱۹۵۸ء

جانِ پیاری،

آج سب پیسے بنک کے ادا کر دیے ہیں، ایک بہت بڑا بوجھ ذہن پر سے ہٹا۔ ظاہر ہے وہ تمہاری چیزیں مجھے نہیں دے سکتے جب تک تمہارے دستخط کاغذات پر نہ ہوں۔ چنانچہ میں تینوں کاغذات تمہیں بھیج رہا ہوں جہاں × کا نشان بنا ہے، تم ان تینوں کاغذات پر دستخط کر کے بذریعہ رجسٹری مجھے واپس بھیج دو کہ اُن سے تمہاری چیزیں لے کر LOCKER میں رکھ دوں۔ تم یہ کاغذات رجسٹری کر کے ہی بھیجنا' یوں ہی لفافہ میں بند کر کے روانہ نہیں کر دینا۔ یہ کام تم آج

ہی کر ڈالو۔ دستخط انگریزی میں KHADIJA JAN NISAR ہیں۔ یہی دستخط ہونے چاہئیں۔

کل ریکارڈنگ پر ہزار روپیہ ملے تھے۔ چھ سو پچیس ۶۲۵ بنک کی نذر ہو گئے۔ دو سو ۲۰۰ روپیہ خلیل صاحب کو دیے ہیں۔ پچاس روپیہ یہاں بٹ گئے۔ اس وقت ۱۲۵ روپیہ میرے پاس ہیں۔ سوچتا ہوں سو روپیہ تمہیں بھیج دوں، کہیں تمہیں تکلیف نہ ہو پیسے کی۔

دیباچہ تمہیں بھیج دیا ہے۔ مجھے تو بہت پسند آیا، اور یہاں جس نے بھی پڑھا بہت تعریف کی۔ تمہاری کیا رائے ہے۔

کل سے غالباً کالو کے گیت شروع ہو جائیں گے۔ الیاس کی شادی کی فائنل تاریخ لکھو تاکہ ابھی سے پروگرام بنا سکوں۔

آؤ تمہیں پیار کر لوں سر سے پاؤں تک۔

ہاں ایک رباعی تمہارے لئے کہی ہے۔

تجھکو تو نہ تکلیفِ خفا دی میں نے	پھولوں کی نظر پھر بھی جھکا دی میں نے
اے جانِ چمن چوم کے تیرے کفِ پا	سرخی ترے تلووں کی بڑھا دی میں نے

بتی اور شاہد کو دعا کہو

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۰ر اکتوبر ۱۹۵۸ء

میری سب کچھ خدیجہ،

تمہیں ایک رجسٹرڈ خط لکھ کے رکھا ہے جو پرسوں روانہ کروں گا۔ اس وقت رجسٹری کا وقت نکل چکا ہے اور کل دسہرے کی چھٹی ہے۔ بنک کے کاغذات اُس خط میں ہیں جن پر تمہیں دستخط کر کے واپس مجھے بھیج دینا ہے۔ تمہارے سب پیسے میں نے آج بنک کو ادا کر دیے۔ ان کاغذات پر تمہارے دستخط آ جائیں تو تمہاری چیزیں لے کر LOCKER میں رکھ دوں گا۔

تم کیسی ہو؟ کیا کرتی رہتی ہو؟

بتی اور شاہد کا کیا حال ہے۔ سب کچھ لکھو۔

آؤ تھوڑی دیر ہی کو میرے گلے سے لگ جاؤ۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۰ر اکتوبر ۱۹۵۸ء

جانم پیاری،

تمہیں معلوم ہے کہ اس طرف میں کتنی ذہنی پریشانی کا شکار رہا۔ سب سے اہم اور بڑا معاملہ تو بنک کا ہی درپیش تھا، کل اُس سے فراغت حاصل ہوئی۔ تم نہ جانے کیا کیا سوچنے لگتی ہو۔ اور یہ بھول جاتی ہو کہ میرا ہر لمحہ تمہارے لئے محنت اور مصروفیت میں صرف ہوتا ہے۔ میری جان مجھے تم سے کون چھین سکتا ہے، تم نے تو مجھے خود مجھ سے چھین رکھا ہے۔ تم ایک لحظہ کے لیے بھی ایسا سوچتی ہو تو مجھے نہ جانے کتنا دکھ ہونے لگتا ہے اس خیال سے کہ میری محبت تم میں ابھی تک وہ اعتماد پیدا کر سکی جو غیر متزلزل ہو۔ تم کسی اخبار میں یہ خبر (جو غلطی سے شایع ہو گئی ہے) کہ مسز جاں نثار بھی اس دعوت میں موجود تھیں پڑھ کر پریشان ہو جاتی ہو۔ یہ کیوں؟ خیر صاحب یا کسی کی بھی ایسا سوچنا کہ میں نے تمہیں وہاں مستقل چھوڑ رکھا ہے، تمہیں کیوں FEEL ہوتا ہے؟ جب تم اپنے وہاں رہنے کا اصلی سبب جانتی ہو۔ تمہیں تو ایسی باتوں پر ہنسنا چاہیے۔ سچ خدیجہ، مجھے واقعی تکلیف ہوتی ہے جب میں محسوس کروں کہ تم مجھ پر کسی لمحہ کو بھروسا چھوڑ دیتی ہو۔ بہر حال میں اُس وقت سے ضرور ڈرتا ہوں جب میں سوچنے لگوں کہ تم کبھی میری محبت پر پورا اعتماد نہیں کر سکتیں۔

الیاس کی شادی کے سلسلے میں، میں لکھ چکا ہوں کہ پندرہ یا سولہ جو مناسب سمجھو مقرر کر لو۔ میں کوشش کروں گا کہ ایک دو دن پہلے ہی آ جاؤں۔ تم لکھتی ہو تو آج ابا جی کو بھی خط لکھ دوں گا۔

وحید صاحب سے اُن کی بیوی کا ماجرا کہہ دیا۔ وہ کہتے ہیں خط میں بھیلسہ کے پتہ پر بھیج چکا ہوں۔ آئندہ ماہ میں وہ خود بھیلسہ جانے کا پروگرام بنا رہے ہیں۔

آج اختر سعید کا چھوٹا بچہ راشد مجھ سے ملنے آیا تھا، وہ بمبئی آیا ہوا ہے۔

اور کوئی خاص بات نہیں۔ ہاں تمہیں بنک کے کاغذات کل ہی رجسٹری سے روانہ کر دیئے ہیں۔ اتفاق سے تھوڑا وقت باقی تھا، ورنہ خیال یہی تھا کہ ۲۲ کو روانہ کر سکوں گا۔ اُن پر دستخط کر کے بذریعہ رجسٹری مجھے واپس بھیج دو۔ دیباچہ مل گیا ہوگا، کتاب میں ساتھ ہی لاؤں گا۔ بلکہ تصدیق کا ارادہ بھی میرے ساتھ بھوپال آنے کا ہو رہا ہے۔ دیکھو۔

اچھا سیکڑوں پیار لو۔ خدا تمہیں میرے پیار پر بھروسہ قایم رکھنے کی توفیق دے۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۰ر اکتوبر ۱۹۵۸ء

آرکیڈیا بلڈنگ
بمبئی ۸

خدیجہ

تمہارا ایک خط کل ملا تھا، جس کا جواب لکھ چکا ہوں، ایک آج ملا، انیس کا لکھا ہوا۔ جسے پڑھ کے مجھے بے حد کوفت ہوئی۔ میں نے تم سے ہمیشہ بہت صاف لفظوں میں یہ بات کہی ہے کہ تم اگر اس طرح مجھ پر شک کرتی رہوگی تو تم مجھے ایک وقت کھو بھی سکتی ہو۔ میں برداشت نہیں کرسکتا کہ میری اتنی محبت کا جواب جو میں نے تمہیں دی ہے شک وشبہ سے دیا جائے۔ تم وحید کی بیوی یا کسی کا بھی کس طرح یقین کرلیتی ہو؟۔ تم اسے اپنی شدید محبت سمجھتی ہو، حالانکہ تم اُس اعتماد کو ہی ختم کردیتی ہو جو باہمی محبت کی بنیاد ہوتا ہے۔ کل کے خط میں تم ایک غلط خبر شائع ہونے پر یہ شک کرنے لگیں کہ نہ جانے میں کس کو اپنے ساتھ باقر کی دعوت میں لے گیا تھا، اور آج حسنا کے کہنے کا یہ یقین کرلیا کہ مسٹر اور مسز میمن کی لڑائی میری وجہ سے ہوئی تھی۔

بہرکیف، اس قسم کی باتیں میرے ذہن کے لیے بے حد مضر اور مہلک ہیں۔ اگر تم یہ نہیں سمجھ سکتیں تو تمہیں اختیار ہے۔ البتہ تم مجھے ہ. کر پچھتانا نہیں۔

فی الحال تو یہ ہے کہ جو گیت مجھے کہنے تھے وہ دو تین دن محض اس ذہنی کوفت کی وجہ سے نہیں کہہ سکوں گا۔

تمہارا
جاں نثار اختر

۲۲ اکتوبر ۱۹۵۸ء

●

پیاری خدیجہ،

آج تمہارا ۲۱ کا خط ملا۔ تمہارے پچھلے دونوں خطوں نے مجھے ذہنی طور پر آج تک مکدر رکھا، آج تمہارا محبت بھرا خط پا کے تھوڑا سا ذہنی سکون ملا ہے۔ اِس وقت STUDIO جا رہا ہوں، "بلیک کٹ" کا آخری گیت کہہ کے دینا ہے، ۲۸ کو ریکارڈنگ ہے، زیادہ دلچسپی اس گانے سے یوں نہیں کہ پیسے تو پہلے ہی بطور ADVANCE مل چکے ہیں۔ اس کے بعد فکر کرنی ہوگی کہ کم سے کم دو گیت اور ریکارڈ ہوجائیں تو دس دسمبر تک تاکہ بھوپال تمہارے پاس پہنچ سکوں۔ آج کل بمبئی سے بس دل اکتایا ہوا ہے اور یہاں سے بھاگ نکلنے کی خواہش زور مارتی رہتی ہے۔

اس عرصے میں مجید صاحب سے ملاقات ہوئی تھی۔ مکان جنوری سے پہلے ملتا نظر نہیں آتا، میں نے اُن سے کہدیا ہے کہ دسمبر تک مجھے ہر حال میں مکان چاہئے ورنہ پھر صورت یہی ہے کہ میں اپنے پیسے واپس لے لوں۔

اچھا اب اجازت دو۔ اس وقت جلدی میں ہوں۔

ہاں عنبرہ کا نام عنبرہ ہی ٹھیک ہے۔ اُس کا نام صفیہ مناسب نہیں ہے، خاص طور پر جادو اور سلمان کے جذباتی REACTION کے پیشِ نظر۔

بہت سے پیار

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۵ر اکتوبر ۱۹۵۸ء

●

خدیجہ میری جان،

ابھی ابھی تمہارا خط ملا

تم بعض وقت بالکل بچوں کی سی بات کرتی ہو۔ فاطمہ نے تمہارے لیے بہت حسین بات لکھی ہے۔ میں اُن سے اختلاف اور تم سے اتفاق نہیں کر سکتا جب کہ میں خود تمہارے لیے لکھ چکا ہوں۔ "تو کہ خود ماہ وشانِ چمن اندام سے ہے"۔ رہا یہ کہ تم خواہ مخواہ یہ سوچنے لگو کہ اُنھوں نے تمہاری "اہم ترین" خوبی خوبصورتی ہی کو سمجھا اور تمہارے ذہنی حسن کا کوئی اعتراف نہیں کیا، تو یہ بلاوجہ کی موشگافی یا بال کی کھال نکالنا ہے۔ اور اس قسم کی موشگافیاں ہر بات کی خوبصورتی کو ختم کر دیتی ہیں

تمہارے بارے میں فاطمہ نے بہت معصومیت سے یہ بات لکھی ہے۔ اور تم یقین جانو مجھے تو اس سے بڑی مسرت سی ملی ہے۔ تم اپنا دل اور ذہن وسیع رکھا کرو، تم ایک شاعر کی بیوی ہو، تمہارے سوچنے کا ہر طریقہ خوبصورت ہونا چاہیے۔ فاطمہ کو اس سلسلے میں تمہارا کچھ بھی لکھنا مناسب نہیں۔ بلکہ بدذوقی کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

ہاں آج تمہارے خط کے ساتھ فاطمہ کا خط بھی آیا ہے۔ ایوت محل سے۔ وہ مُنّی کے پاس ہیں، اس کے غالباً بچہ ہونے والا ہے۔

دوسری بات یہ کہ حرف آشنا پہ جو شعر چھپا ہے، وہ میرا نہیں تاج کا ہے، شعر بہت خوبصورت ہے اور اس سے اچھا شعر مل نہیں سکتا تھا۔ اسی لیے میں نے اُس شعر کو "واوین" میں دیا ہے۔

اور ایک بات یہ کہ میں نے وہ دیباچہ تمہیں چھپا ہوا بھیجا ہے تم کیا سمجھ رہی ہو؟ کتاب کے صرف آخری سولہ صفحے چھپنا باقی رہ گئے ہیں جو پیپر پائنگل کو چھپ جائیں گے۔ اُس کے بعد صرف جلد بننا رہ جائے گا۔

سلمان کا خط بھی آج آیا ہے، وہ اچھا ہے۔ خط میں لکھا ہے کہ امی کو بھی آج خط لکھوں گا غالباً تمہیں اُس کا خط مل گیا ہوگا۔

بنک کے کاغذات تمہیں مل گئے ہوں گے، دستخط کر کے واپس بھیج دو تاکہ تمہاری چیزیں لے کر "لاکر" میں رکھ دوں۔ اور اگر الیاس کی شادی کے سلسلے میں اُن کی ضرورت ہو تو ساتھ لیتا آؤں۔

اچھا، اِدھر آؤ پیار کر لوں۔

تمہارا

۲۵ر اکتوبر ۱۹۵۸ء جاں نثار اختر

●

بمبئی ۸

میری چندا،

تمہارا پیار ملا۔ کل شام ساحر کے یہاں چلا گیا تھا، رات وہیں رہا۔ پرکاش آج کل مکان کی تلاش میں بہت سرگرداں ہے اُس کی بیوی بچے بمبئی آ گئے ہیں اور ساحر ہی کے یہاں مقیم ہیں ایک مکان وہیں ورسوا میں اُنھوں نے دیکھا ہے، مجھے بھی دکھلانے لے گئے تھے، چاہتے ہیں کہ میں اور تم ان لوگوں کے ساتھ وہ مکان SHARE کر لیں۔ کرایہ بہت زیادہ ہے اس لیے یہ تجویز ہے۔ اب کل یا پرسوں پرکاش مکان دار سے مل کر بتائیں گے کہ کرایہ کم کرنے کو تیار ہے یا نہیں۔ میں نے پرکاش سے یہی کہا ہے کہ زیادہ سے زیادہ تین مہینے کے لیے ہم لوگ SHARE کر لیں گے جب تک ہمارا مکان ہمیں نہیں ملتا۔ بہرکیف۔

آج کل تو یہ فکر لگی ہوئی ہے کہ دو گیت کم سے کم کسی بھی کمپنی کے جلدی سے ریکارڈ ہو جائیں تو میں تمہارے پاس آسکوں۔ بمبئی بس ذہن پر بوجھ بنی ہوئی ہے۔

ہاں عندرا سے کہنا کہ "گاتا جائے بنجارا" کی ایک کاپی ساحر نے اُسے دی ہے اپنے آٹوگراف کے ساتھ، وہ میں لے آیا ہوں، ساتھ لیتا آؤں گا۔ اچھا، اب اجازت دو، کتنے ہی پیار

۳۰ر اکتوبر ۱۹۵۸ء تمہارا جاں نثار اختر

عزیز صفیہ،

خط ملا، آج اتوار ہے اور تمام دن کمرے ہی پر گذارنا ہے۔ کل سے اُن گیتوں کا کام شروع ہے جن کے ریکارڈنگ کے بعد میں تم تک پہنچ سکوں گا۔ پندرہ سے قبل بھوپال روانہ ہونا نظر نہیں آتا، غالباً سولہ کی صبح ہی پہنچوں گا۔ بس دُعا کرو یہ ریکارڈنگ ہو ہی جائے ورنہ بڑی پریشانی کا سامنا ہوگا۔

آج ایوت محل سے فاطمہ کا خط بھی آیا ہے، اُنھیں بھی جواب لکھوں گا۔ کتاب کی جلد بندی ہو رہی ہے۔ DUST COVER کا مرحلہ اور باقی ہے۔

یہاں کے اور حالات ہی کیا۔ اس وقت عبدالوحید خاں کے کمرے میں بیٹھا تمہیں خط لکھ رہا ہوں۔ خلیل صاحب کے کمرے میں تو رمی ہو رہی ہے۔

اور کوئی نئی خبر نہیں۔

اچھا، بہت سے پیار لو اور خط لکھو۔

تنی اور شاہد کو دعائیں۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۲ر نومبر ۱۹۵۸ء

●

جان میری،

خط ملا، آج تمہیں تین سو روپے اکسپریس تار منی آرڈر سے بھیجے ہیں جو تمہیں شام تک مل جائیں گے۔ میں نے پندرہ تاریخ کا ٹکٹ بُک کرا لیا ہے، جس کے حساب سے سولہ کی صبح تمہارے پاس پہنچوں گا مجھے روانہ ہونے سے قبل ایک نئی تصویر "چھایا" کے دو گیت مکمل کرنے ہیں۔ یہ بہت ضروری ہے۔ کیونکہ سابقہ نئے لوگوں سے ہے، وہ معلوم نہیں واپسی تک میرا انتظار کر سکیں یا نہیں۔ اسی لیے میں نے احتیاطاً تمہیں پیسے روانہ کر دیے ہیں کہ خدانخواستہ کام مکمل نہ ہو سکا اور مجھے مجبوراً رکنا پڑا تو تمہیں کوئی دقت اور پریشانی نہ ہو۔ ویسے میں ضرور تمہارے پاس پہنچ رہا ہوں۔ ہاں تصدیق سہاروی بھی میرے ساتھ آئیں گے، اور ساتھ ہی ٹھہریں گے۔ حرفِ آشنا کی فروخت کے سلسلے میں کتاب کل تیار ہو کے آ جائے گی۔ اچھا، بہت سے پیار،

تنی اور شاہد کو بھی۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۲ر نومبر ۱۹۵۸ء

جانِ عزیز،

گیت لکھتے لکھتے تمہیں خط لکھنے بیٹھ گیا ہوں۔ دہرہ دون کا جانا ساحر نے بھی منسوخ کر دیا اور میں نے بھی۔ کل شاذ تمکنت حیدر آباد سے نازل ہو گئے۔ مجھے مشاعرہ میں لے جانے کے لیے وہاں سترہ کو مشاعرہ ہے۔ ظاہر ہے اتنے مختصر نوٹس پر بمبئی سے نکلنا ممکن ہی نہیں۔ پھر حیدر آباد جانے کو بغیر تمہارے بھی دل نہیں چاہا۔ تم ہوتیں تو شاید جانا ہی پڑتا۔ بہر کیف پھر کبھی سہی۔

تم کیسی ہو؟ اپنی مفصل خیریت اور حالات لکھو۔ جنوری میں آ رہی ہو، نا؟ البتہ زمین کا مسئلہ فی الحال DROP کرنا پڑے گا۔ یہ سمجھ لو۔ تمہیں ۲۴ تاریخ تک پیسے روانہ کر سکوں گا، تم اپنا فیصلہ لکھو تاکہ اُسی کے مطابق تمہیں پیسے بھیجوں۔ یعنی جنوری میں آنا ہے یا جنوری اور فروری بھوپال ہی میں ٹھہر کر زمین لینا ہے۔

اور کیا لکھوں سوائے پیار کے

بتی اور شاہد کیسے ہیں؟

اچھا، اجازت دو، اب گانا کہنا ہے۔ کل سے پھر چار پانچ دن کی فرصت ہے۔

ہاں تم بتی کی تصویر اچھی سی کھنچوا کر جادو اور سلمان کو بھیج دو۔ ان کا برابر تقاضہ آتا رہتا ہے۔ اور ایک تصویر اپنی کھنچوا کر مجھے بھیج دو۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۶ر دسمبر ۱۹۵۸ء

●

بمبئی ۸

اچھی خدیجہ

کل دوپہر تمہیں خط لکھ چکا ہوں۔ شام کو وارثی صاحب کے یہاں چلا گیا، کہتے تھے کہ تمہارا خط آیا ہے۔ آجکل اسحاق صاحب بھی کراچی سے آئے ہوئے ہیں اور ان کے یہاں مقیم ہیں۔ انہی لوگوں کے ساتھ نمائش دیکھنے چلا گیا۔ یہاں آجکل ایک نمائش ہو رہی ہے جو کل ختم ہو جائے گی۔ ایک ساڑی ایک مورتی اور ایک تصویر پسند آئی لیکن خریدا کچھ بھی نہیں۔

۲۸ر دسمبر سے ۲ جنوری تک "حالی ہفتہ" منایا جا رہا ہے۔ انجمن نوجوانان مصنفین کی طرف سے۔ اس سلسلہ میں احتشام حسین لکھنؤ آ رہے ہیں۔ اگر تم پہلی تک آ گئیں تو آخری اجلاس تو دیکھ ہی لو گی۔

یہ خبر یہ کہ مالک مکان نے آرکیڈیا بلڈنگ کو خالی کرنے کا نوٹس دے دیا ہے۔ آجکل میٹنگ ہوتی رہتی ہے۔ اس نوٹس کی روک تھام کے لیے۔

اور ایک خبر یہ کہ فوضیہ کی شادی گیارہ جنوری کو ہے۔ آج ان کی امی مجھے اور تمہیں زبانی بُلاوا دے گئی ہیں بدلاپور آنے اور شادی میں شریک ہونے کا۔

اپنے گذشتہ خط کے جواب کا انتظار ہے۔ تم نے کیا فیصلہ کیا۔ دل تو مشورہ ہی دیتا ہے کہ لعنت بھیجو زمین کے قصے پر، تم تو آجاؤ۔

شاہد اور تبی کیسے ہیں؟ افتخار کو دُعا کہو، ساس نندوں سے ابھی لڑائی کی نوبت آئی یا نہیں؟

آؤ، تمہیں چوم لوں۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۹۔ دسمبر ۱۹۵۸ء

●

۲۱ آرکیڈیا بلڈنگ

بائیکلہ۔ بمبئی ۸

خدیجہ پیاری،

تمہارے خط کا انتظار ہے، ممکن ہے شام کی ڈاک سے آئے۔ اب صورتِ حال یہ ہے کہ زمین کی خرید و فروخت تو فی الوقت ملتوی سمجھو۔ تم بمبئی آرہی ہو۔ لیکن پندرہ جنوری تک آسکو گی۔ پندرہ جنوری تک اس لیے کہ میں نے اور ساحر نے مشاعروں کا ایک پروگرام فائنل کرلیا ہے۔ طے یہ ہوا کہ پانچ جنوری کو یہاں سے روانہ ہو کر چھ کو بھوپال پہنچیں گے۔ سات کی صبح اندور (اندور ممکن ہے میں نہ جاؤں کیونکہ وہاں سے میرے نام بلاوا نہیں آیا۔) جائیں گے۔ آٹھ کو بھوپال واپس آئیں گے، نو کو بھوپال سے روانہ ہو کر گوالیار جائیں گے۔ گوالیار میں دس تاریخ کو مشاعرہ پڑھ کے گیارہ کو وہاں سے دہلی کے لیے روانہ ہو جائیں گے۔ ایک دن دہلی رہیں گے تفریحاً۔ بارہ کی صبح دہلی سے چل کر دہرہ دون جائیں گے۔ وہاں تیرہ کی شب میں شعری پروگرام ہے۔ وہاں سے واپسی پر پھر ایک رات کے لیے بھوپال ہوتے ہوئے بمبئی واپس آجائیں گے۔ سترہ جنوری کو خود بمبئی میں انڈو پاکستان مشاعرہ ہے جس میں شرکت ضروری ہوگی۔

اب تمہارا دل چاہے تو گوالیار، دہلی اور دیرہ دون تم بھی چلو اور واپسی پر تبی کو لیتی ہوئی ساتھ

ہی بمبئی آجاؤ۔ یا پھر واپسی پر بھوپال سے ہم لوگوں کے ساتھ ہو لو۔ جیسی مرضی ہو تمہاری۔

رہا مکان کا قصہ تو وہ تو فی الحال ملتا نہیں۔ پرکاش نے ایک کمرہ اپنے لیے کہیں تلاش کیا تھا، لیکن وہ اس میں SHIFT نہیں ہو رہے۔ اس لیے ساحر کے گھر عارضی طور پر قیام کا سوال نہیں۔ پندرہ جنوری کو بھی تمہیں آکر رہنا ہوٹل ہی میں پڑے گا۔ یہ بھی سمجھ لو۔

فی الحال پیسے وصول نہیں ہوئے ہیں۔ تقریباً ہزار روپیہ تین کمپنیوں میں اٹکا ہوا ہے۔ آج سے اس کے لیے تقاضہ شروع کیا ہے۔ ملتے ملاتے چھ سات دن لگ ہی جائیں گے۔

اور کیا لکھوں سوائے محبت کے۔

فی الحال اس پروگرام کو زیادہ عام نہیں کرنا۔ البتہ اپنے بارے میں تم کیا کہتی ہو۔ ساتھ چلنے کا ارادہ ہے؟ — پیار

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۳ دسمبر ۱۹۵۸ء

۱۹۵۹ء

جانم،

تمہارا ۲۵/۱۲ کا لکھا ہوا خط ملا تھا، اس کے بعد سے آج تک تمہاری خیریت نہیں معلوم۔ چار پانچ دن سے روز تمہارے خط کا انتظار کرتا ہوں اور مایوس ہونا پڑتا ہے۔ بواپسی ڈاک اپنی خیریت لکھو۔

آج کل احتشام کی تقریروں کا سلسلہ چل رہا ہے، شام کو وہیں چلا جاتا ہوں۔ اس وقت مکتبہ جامعہ نے احتشام حسین کی آمد کے سلسلے میں ایک پارٹی دی تھی، وہیں سے آرہا ہوں۔ کل یہ مصروفیت بھی ختم ہو جائے گی۔ پروگرام ابھی تک فائنل نہیں ہو سکا ہے، ایک دو دن بعد تمہیں مطلع کروں گا۔ پیسے ممکن ہے کل وصول ہو جائیں۔ ملتے ہی تمہیں بھیجوں گا۔ کل جادو کا خط بھی آیا ہے اور علی گڑھ سے حامد سبزواری کا۔

ہاں عطیہ کے بھائی آجکل بمبئی آئے ہوئے ہیں۔ ان کے ہاتھ اس نے عنیزہ کے لیے دو فراک بھیجے ہیں۔ پتہ اگر یاد ہو تو اسے شکریہ لکھ بھیجنا۔ شاید تمہیں یاد نہ ہو اس لیے لکھے دیتا ہوں۔

عطیہ حفیظ —— فتح سلطان لین —— اسٹیشن روڈ نام پلی —— حیدرآباد (دکن)

اچھا، بہت سے پیار کروں تمہیں، نئے سال کی ابتدا اس سے زیادہ میٹھی اور دلآویز کیا ہو سکتی ہے!

تمہارا

جان نثار اختر

۱/جنوری ۱۹۵۹ء

●

خدیجہ پیاری،

کل تمہیں خط نہیں لکھ سکا، آج بھی صرف اپنے پہنچنے کی اطلاع سے زیادہ کچھ نہیں لکھ رہا۔ کل مفصل خط لکھوں گا۔ اس مرتبہ کے OVER STAY سے تھوڑا سا نقصان ضرور ہوا، بہرحال اس کا غم کیا۔

تم اپنی خیریت برابر لکھتی رہو۔ تمہیں پہلی تک پیسے بھیج سکوں گا۔ سب کو سلام و دعا کہو۔

تمہارا

جان نثار اختر

۲۰/جنوری ۱۹۵۹ء

جانِ عزیز،

تمہیں اپنے پہنچنے کی اطلاع دے چکا ہوں۔ تمہاری خیریت ابھی تک نہیں معلوم۔

اس مرتبہ OVER STAY کرنے سے نئی پکچر کا معاملہ تھوڑا بہت گڑبڑ ہوگیا۔ ایک گیت لکھ گیا، دوسرا لکھنے دے دیا گیا۔ اب صورت یہی ہو سکے گی کہ جو گیت لکھا جا چکا ہے وہ رکھا جائے گا، دوسرا جو لکھنے دیا گیا ہے وہ منسوخ کیا جائے گا۔ اگر یہ طے پا جاتا ہے جو کل پرسوں تک معلوم ہوگیا تب بھی "پانسو" کا نقصان تو اُٹھانا ہی پڑا۔ بس یہ سوچ کر اطمینان ہو جاتا ہے کہ کیا ہوا تمہارے پاس دو تین راتیں تو گذر گئیں۔

پُرانی تصویروں کا کام البتہ فروری کے پہلے ہفتہ ہی میں شروع ہوگا۔ میں تیس تاریخ تک تمہیں ضرور پیسے بھیجوں گا۔ اس عرصے میں مجید صاحب سے بھی جا کر ملنا ہے تاکہ مکان کے بارے میں اور زیادہ مستحکم بات ہو سکے۔

کل سے یہاں سردی چمک اُٹھی ہے۔ دن میں بھی ٹھنڈی ہَوا چلتی ہے۔ رات کو دروازے اور کھڑکی بند کر کے رضائی اوڑھ کے سونا پڑتا ہے۔

آنکھ کی تکلیف بدستور ہے، کل کسی ڈاکٹر کو ضرور دکھاؤں گا۔ مکتبہ جامعہ پر جو بیس پچیس روپیہ ہیں وہ آج مل جائیں گے، وہی ڈاکٹر کی نذر کر دوں گا۔ تمہارے پاس کچھ نہ ہوگا، تم تھوڑے سے پیسے الیاس سے لے لینا، ہاں وہ اسلام صاحب کے بھائی حسبِ وعدہ منگل کے دن تو آئے نہیں، میں ایک سے تین تک ان کا انتظار بھی کرتا رہا۔

ناگپور سے ایک بلاوا مشاعرہ کا ملا ہے۔ ۱۴ر فروری کا BY AIR آنے جانے کے مصارف دے رہے ہیں۔ دیکھو اس وقت مہلت ہوتی ہے یا نہیں۔ فی الحال تو ہاں کر لیا ہے۔

بمبئی پہنچ کر احسان دانش سے نہ مل سکنے کا افسوس ہوا کیونکہ میں جس دن پہنچا ہوں، اس سے ایک دن قبل ہی وہ کراچی روانہ ہو چکے تھے۔ البتہ آج کل ظ۔ انصاری ماسکو سے آئے ہوئے ہیں۔ پرسوں ملنے آئے تھے، تمہیں بھی پوچھتے تھے۔

اور کیا لکھوں۔ اب تو تم جلدی سے آ جاؤ اور بس۔ اچھا، سیکڑوں پیار۔ شاہد اور تنی کو دعائیں۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۲ر جنوری ۱۹۵۹ء

نوٹ۔ خط برابر لکھتی رہو۔

پیاری خدیجہ، خط ملا

کل بھی تمہیں خط لکھنے کا ارادہ کیا تھا لیکن بخار کی وجہ سے ہمت نہ ہوئی۔ پرسوں رات سے میری طبیعت خراب ہے، آج صبح طبیعت کچھ ٹھیک تھی، پڑے پڑے دل گھبرا گیا تھا تو مسز پنچولی اور مسز نیر سے ملنے چلا گیا۔ انہیں ہندی کا مجموعہ بھی دینا تھا۔

تم نے گوالیار کے قیام کے سلسلے میں جو کچھ اپنے تاثرات لکھے ہیں ان کے بارے میں مجھے کچھ نہیں کہنا۔ میں تمہارے احساسات کی قدر کرتا ہوں۔ البتہ میں نے کس کیفیت میں وہ دن گذارے ہیں اس کو شاید تم صحیح نہ سمجھ سکی ہو۔ تم یقین کرو تو میں تم سے اعتراف کروں کہ گوالیار کے قیام کا پورا عرصہ مجھے صفیہ کی ہر لمحہ یاد دلاتا رہا، میں نے وہ پانچ دن بظاہر تمہارے ساتھ لیکن بباطن صفیہ کے ساتھ بسر کیے ہیں۔ تم نے اگر مجھے خاموش اور کھویا ہوا سا پایا تو کچھ غلط نہیں۔ یہ بات میں نے تمہیں اس لیے لکھ دی ہے کہ کہیں تمہارے ذہن کے کسی گوشے میں کوئی غلط تصور جگہ نہ پا جائے۔ رہا یہ کہ فاطمہ سے ملا کر تم کس طرح متاثر ہوئیں یہ تم جانو۔

تم نے گذشتہ خط میں لکھا تھا کہ تمہاری پیٹھ میں درد ہے۔ اس خط میں تم نے کچھ اپنا حال نہیں لکھا کہ فکر دور ہوتی۔ تمہیں اپنی صحت کا خیال رکھنا کتنا ضروری ہے سوچو، میری صحت جواب سا دے چلی ہے۔ آخر میری تیمارداری پھر کون کرے گا۔

اور کیا لکھوں، پرسوں راجندر سنگھ بیدی نے ظ۔ انصاری کی دعوت کی تھی، مجھے بھی مدعو کیا تھا، اسی رات کو تو مجھے بخار آیا، اچھا ہوا میں نہیں گیا ورنہ طبیعت کچھ زیادہ ہی خراب ہو جاتی۔ کل سے غالباً کام شروع ہو جائے گا، صبح ہی دتہ کے گھر جانا ہے۔ بس اب تو ہر لمحہ تمہارے بمبئی آنے کے خواب دیکھتا رہتا ہوں۔ تم آ چکو۔

ہاں، تم شفیقہ فرحت کے بھائی کی شادی میں گئی تھیں یا نہیں۔ پیسے تمہارے پاس بالکل نہ ہونگے، پہلی تک حاصل کرکے بھیجوں گا۔ تم جب تک کے لئے الیاس یا امین سے لے لو۔

آؤ تمہیں پیار کر لوں۔ شاہد اور تقی کو دعا کہو

تمہارا

جان نثار اختر

۲۶ جنوری ۱۹۵۹ء

پیاری خدیجہ،

دوپہر کی ڈاک سے تمہارا خط ملا تھا، جبکہ میں کمرے پر ہی موجود تھا اور گیت کہہ رہا تھا۔

اس وقت مکتبہ میں بیٹھا تمہیں خط لکھ رہا ہوں۔ تمہیں آج کل پیسے کی پریشانی ہوگی۔ یہاں صورت یہ ہے کہ ریکارڈنگ تین تاریخ کو ہوگا۔ چار کو تمہیں بذریعہ 360 EXPRESS پیسے روانہ کرسکوں گا جو اصولاً تمہیں اسی دن مل جانا چاہئیں۔ پانسو روپیہ دو کمپنیوں کے ذمے ابھی تک میرے باقی ہیں۔ کل ان لوگوں کو بھی کھٹکھٹاؤں گا۔ اگر دو ایک دن میں کہیں سے کچھ وصول یابی ہوگئی تو ملتے ہی تمہیں بھیجدوں گا۔ بہرحال یہ دور تو ہم لوگوں پر گذرتے ہی رہتے ہیں، اس کا غم بھی کیا۔

نئی تصویر "ہائی کورٹ" جس کے دو گیت تقریباً لکھے جاچکے تھے، وہ مجھے نئے سرے سے مل گئی ہے، یعنی جو گیت دوسرے سے لکھوائے گئے تھے وہ منسوخ، اب شروع سے مجھ ہی کو گیت لکھنے ہیں۔ ایک گیت آج مکمل کیا ہے، ایک کل کہا ہے۔ انہیں گیتوں کی ریکارڈنگ تیسری فروری کو ہے۔

تم نے لکھا ہے کہ فاطمہ تیس یا اکتیس کو بھوپال آرہی ہیں۔ میرا خیال ہے وہ غالباً ایوت محل جاتے ہوئے تمہارے پاس ٹھہر رہی ہیں۔ انہیں پیسوں کی یقیناً ضرورت ہوگی۔ لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ تم اس وقت قطعی خالی ہاتھ ہو۔ تم ان سے پتہ لے لینا اور مجھے بھیج دینا۔ میں انہیں یہاں سے بھجوادونگا اگر انہیں بہت ضرورت ہو تو تم اختر سعید سے منگوا لینا۔

میری طبیعت کل سے ٹھیک ہے، البتہ آنکھ کی تکلیف برابر جاری ہے، ڈاکٹر کو بھی ابھی تک نہیں دکھاسکا۔ اس پر یہ گیت اور ستا رہے ہیں۔

مکان کی تدبیر کروں گا، ذرا اس ریکارڈنگ سے فرصت ملے اور تمہیں اور بچوں کو پیسے بھیج چکوں۔ میں خود چاہتا ہوں کہ تم پندرہ سولہ فروری تک آہی جاؤ۔ ناگپور تو میں شاید ہی جاؤں۔

اچھا، بہت سے پیار لو۔ شاہد اور تی کو بھی پیار۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۸ جنوری ۱۹۵۹ء

●

میری جان خدیجہ،

تمہارا تیس کا خط ملا، میری طبیعت اب ٹھیک ہے البتہ آنکھ کی تکلیف جاری ہے۔ ڈاکٹر ضمیر کو میں نے پرسوں دکھایا تھا، انہوں نے ایک دوا آنکھ میں ڈال دی تھی اور وہی دوا لکھ کر دی تھی کہ خرید لوں لیکن اس سے کل دن بھر خاصی تکلیف رہی اس لئے اسے خریدنے کا ارادہ ہی چھوڑ دیا۔ اب دو ایک دن بعد کسی EYE SPECIALIST کو دکھاؤں گا۔ کل، وارثی صاحب کی طرف بھی گیا۔

اس خیال سے کہ ممکن ہے وہ کسی آنکھ کے ڈاکٹر کو جانتے ہوں لیکن معلوم ہوا وہ رنگون گئے ہوئے ہیں بہر کیف. پہلی بات تو پیسوں کی :۔ آج جو پیسے باقی تھے ان کی وصول یابی کے لئے گیا تھا لیکن دونوں میں سے ایک پروڈیوسر سے بھی ملاقات نہ ہوئی۔ کل رات کو ریکارڈنگ ہے اگر کل ہی پیسے مل گئے تو چار کو ایکسپرس تار منی آرڈر کے ذریعہ تمہیں بھیجوں گا۔ اگر نہ مل سکے تو پھر آج ایک سو بیس روپیہ زیر لب کے حساب میں لاہور سے وصول ہوئے ہیں۔ پرسوں کم سے کم تمہیں سو روپیہ تو بھیج ہی دوں گا تاکہ تم کام چلاتی رہو۔ باقی پیسے وصول ہوتے ہی بھیجوں گا،

دوسری بات مکان کی :۔ مجھے تو یہ فروری کا مہینہ بھی جاتا نظر آرہا ہے۔ ممکن ہے مارچ کی جگہ اپریل آجائے۔ صورت یہی ہے کہ تم پندرہ یا سولہ تک بمبئی چلی ہی آؤ۔ اب رہنے کی جو شکل بھی ہو۔ چاہے آرکیڈیا میں ایک دو مہینے اور گذارنے پڑیں۔ چاہے کسی ہوٹل میں گذارے جائیں۔

ہاں تم نے جس حمیدہ کا خط اپنے خط کے ساتھ بھیجا ہے انہیں میں نہیں جانتا اور نہ ان کے شوہر کو۔ مجھے نہیں معلوم تمہارے ان کے کیا مراسم ہیں، تمہیں جانا چاہئے یا نہیں یہ فیصلہ تم بہتر کر سکتی ہو۔

فاطمہ بھوپال آئیں یا نہیں! اور کیا لکھوں بس تمہاری یاد سینے سے لگی رہتی ہے۔

اچھا سیکڑوں پیار ؟

امین اور ان کی بیوی کو بچّی کی مبارکباد دے دینا۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۲ر فروری ۱۹۵۹ء

●

پیاری خدیجہ،

اندیشہ غلط نہیں تھا، ریکارڈنگ تو ہو گیا، البتہ چیک دس فروری کا ملا ہے۔ لہٰذا تمہیں فی الحال سو روپیہ اکسپرس منی آرڈر سے بھیج رہا ہوں۔ تم ان پیسوں میں کام چلاؤ۔ اب تو دس کے بعد ہی تمہیں پیسے بھیج سکوں گا۔

تم کیسی ہو، اپنی خیریت اور حالات سے برابر مطلع کرتی رہو۔ اچھا پیار کتنے ہی۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۴ر فروری ۱۹۵۹ء

●

پیاری خدیجہ،

کل بھی تمہارا خط نہیں آیا، تم کیسی ہو، رات کو ایک مختصر نظم 'عذرا کے نام' کہی ہے بھیج رہا ہوں، اسے دے دینا۔ میں نے اس کی نقل "افکار" بھوپال کو بھی بھیجدی ہے چھپنے کے لیے۔

خط لکھو پیارا سا۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۵ر فروری ۱۹۵۹ء

●

خدیجہ پیاری،

میں نے اکثر محسوس کیا کہ جیسے میری طرح میری شاعری بھی تمہاری رعنائیوں میں محصور ہو کر رہ گئی ہے۔ یہ بات میں نے تم سے کبھی کہی نہیں، لیکن آج ایک مختصر سی نظم میں ڈھل ہی گئی۔ اچھا نظم سُنو۔

اندیشہ

مجھ کو اکثر ترے پہلو میں خیال آیا ہے
تو کہیں مجھ سے مرا ذوقِ سفر چھین نہ لے

یہ تری زلف کی لہرائی ہوئی چھاؤں کہیں
میرے قدموں سے مری راہگزر چھین نہ لے

یہ تری نیم نظر کا متبسم جادو
میرے دل سے غمِ دوراں کا اثر چھین نہ لے

یہ ترا نرم لپٹتی ہوئی باہوں کا گداز
میرے ہاتھوں سے کہیں تیغ و سپر چھین نہ لے

یہ سلیقے سے ڈھلکتا ہوا آنچل تیرا
میری پلکوں سے مرا خونِ جگر چھین نہ لے

یہ ترا لوچ، یہ نرمی، یہ لطافت، یہ جمال
صرف فن دے کے، کہیں فکر و نظر چھین نہ لے

میری راتوں کے مقدر کو سجانے والی!
شاعری سے مری، اعلانِ سحر چھین نہ لے

نظم بہت خوبصورت ہے، مجھے خود بہت پسند آئی، لیکن تم بھی پسند کرو تب ہے؟ اور مجھ میں زندگی کی روح پھونک دو۔ اچھا، کل مفصل خط لکھوں گا۔ پیار گننتی ہی دو۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۶ر فروری ۱۹۵۹ء

پیاری خدیجہ،

میرے خط اور منی آرڈر مل گیا ہوگا۔ کل بھی تمہیں خط لکھا ہے اور ایک نظم بھی بھیجی ہے آج ایک نظم "روشنیاں" کے عنوان سے مکمل کر لی ہے۔ یہ نظم ایک دو دن پہلے شروع کی تھی بیچ میں 'عذرا کے نام' اور "اندیشہ" کہہ ڈالیں بلکہ "اندیشہ" تو اسی نظم "روشنیاں" کے درمیان بطور ردِ عمل کے ذہن میں اُبھر آئی۔ یہ نظم بیس اکیس شعر کی ہوگی، اس وقت صاف کرنے کی ہمت نہیں ہو رہی۔ ذرا دیر کاغذ پر نظر جمی رہے تو آنکھ میں درد محسوس ہونے لگتا ہے۔ ہاں آج ڈاکٹر ضمیر کی تجویز کردہ دواؤں میں سے ایک مرہم خرید لایا ہوں جو سوتے وقت لگانا ہوگا۔ قطروں والی دوا تو لی نہیں، اس سے تو تکلیف بڑھنے کا اندیشہ تھا۔

پیسوں کی بات یہ ہے کہ کل زیرِ لب کے بقیہ پیسے بھی لاہور والوں سے وصول ہوگئے۔ ایک سو اسی روپیہ آئے تھے، اس میں سے میں پچھتر روپیہ سلمان کو اور پچھتر جادو کو روانہ کر دیئے ہیں۔ گذشتہ مہینے میں انہیں کچھ نہیں بھیج سکا تھا اس لیے فوراً بھیجنا ضروری تھے۔ آج ایک کمپنی سے چڑھے ہوئے سو روپیہ اور ملے، خیال تھا کہ تمہیں بھیج دوں گا لیکن خلیل صاحب نے پچاس روپیہ مانگ لئے۔ کل ڈربی کی ریس ہے اور انہیں ضرورت ہے۔ بہر کیف اس وقت کوئی ستر روپیہ میرے پاس موجود ہیں جس میں چالیس پینتالیس روپیہ سگریٹ والے اور دھوبی وغیرہ کے چلے جائیں گے۔ اب دعا کرو کہ دس تاریخ کو نئی کمپنی کا دیا ہوا چیک CASH ہو جائے تو پھر تھوڑی سی ریاست آجائے گی۔ میں تمہیں ان پیسوں میں سے تین سو بھیجدوں گا، تم سو روپیہ اختر سعید کو دے دینا، لیکن اگر تم اپنی ضروریات سے زیادہ سمجھو، ورنہ مجھے لکھ بھیجنا، میں انہیں یہاں سے براہِ راست بھیجدوں گا۔

مکان کے بارے میں:۔ میں نے مکان جاکر دیکھا تھا، مجھے تو ابھی دو تین مہینے لگتے نظر آتے ہیں۔ اگرچہ ان کا خیال ہے کہ مارچ کے وسط تک ہو جائے گا۔ کل میں گپتا صاحب سے ملا تھا، ان کے ذریعہ OHBTION WINDSOR میں جگہ کا بندوبست کر رہا ہوں۔ یہ گیسٹ ہاؤس ان کے بھائی کا ہے اور میرین ڈرائیو پر پیرسین ڈیری کے بالکل سامنے، شاید تمہارے ذہن میں ہو بھی لیکن وہاں جگہ فروری کے آخر ہفتہ میں مل سکے گی۔ تم اگر سولہ تک بمبئی آئیں تو آٹھ دس دن آرکیڈیا ہی میں گذارنے ہوں گے۔ یا پھر کسی اور ہوٹل میں:۔

اب کیا لکھوں۔ دو تین دن اِدھر فرصت ہے۔ پھر وہی گیتوں کا چکر شروع ہو جائے گا۔ ہاں تیرہ تاریخ کو BLACK CAT ریلیز ہو رہی ہے۔ پتہ نہیں پریمیر میں جانے کا موڈ ہو یا نہیں۔

دسمبر میں جو حالی ڈے منایا گیا تھا، اسی سلسلے میں ایک دعوت احتشام کے اعزاز میں مکتبہ جامعہ نے دی تھی، اس کی ایک تصویر ہاتھ لگ گئی ہے جو تمہیں بھیج رہا ہوں۔

اچھا، بہت سے پیار لو اور مفصل خط لکھو۔ اب تو تمہارے آنے کی لگن لگی ہے۔

ہاں تصویر میں شکیلہ کے پیچھے بالکل سرے پر جو لڑکی بیٹھی ہے وہی زینب ہے۔

شاہد اور تنی کو پیار

تمہارا

۷؍فروری ۱۹۵۹ء جاں نثار اختر

●

پیاری خدیجہ،

خط ملا، تمہاری طبیعت کی طرف سے فکر ہو جاتی ہے، اب کیسی ہو؟ کل تمہیں ساری تفصیلات لکھ چکا ہوں۔ آج لکھنے کے لئے کچھ زیادہ نہیں۔ بس تمہیں خط لکھنے کو دل چاہ رہا ہے اس لئے لکھ رہا ہوں

"خط لکھیں گے چاہے مطلب کچھ نہ ہو"

ہاں، ایک خبر تمہیں اس عرصے میں لکھنا ہی بھول گیا۔ بدھ کے شام کو ساحر، کرشن، شاہد لطیف، دت اور بہت سے لوگ POLICE RAID کا شکار ہو گئے۔ ڈانڈے (یہ کھار سے آگے ایک چھوٹی سی بستی ہے) میں کیشو نامی ایک پھیرا ہے وہ باقاعدہ شراب خانہ چلاتا ہے۔ وہیں یہ لوگ گئے ہوئے تھے۔ بہرکیف ہوتا تو کیا تھوڑی سی پریشانی اور کوفت کے سوا۔ البتہ یہاں کے لوکل اخباروں نے دت اور ساحر کے نام کو اچھالنے میں کسر نہیں چھوڑی ہے۔ شراب بندی کا قانون کچھ بھی ہو، یہ بات کم دلچسپ نہیں کہ جو فعل دہلی میں جرم نہ ہو، لکھنؤ میں جرم نہ ہو، کلکتہ میں جرم نہ ہو، وہ ہندوستان ہی کے کچھ شہروں میں جرم ہے۔

کل دس تاریخ ہے، چیک ٹوٹ گیا تو تمہیں کل ہی پیسے بھیجوں گا EXPRESS تار منی آرڈر سے۔ تم سولہ کی صبح یا حد سے حد سترہ کی صبح میرے پاس پہنچ ہی جاؤ۔ شاہد کو البتہ تم اس کے فائنل امتحانات تک کے لیے وہیں رکھنا، جب تک مکان کا بھی کوئی فیصلہ ہو جائے گا۔ الیاس کے ہمراہ تم آنا اور مہربانی کر کے تھرڈ میں سفر نہ کیجئے گا۔ فرسٹ میں آنا ورنہ کم سے کم سیکنڈ میں ورنہ تنی کو بہت پریشانی اٹھانی پڑے گی۔ اچھا بہت سے پیار لو،

تمہارا

۹؍فروری ۱۹۵۹ء جاں نثار اختر

عزیز خدیجہ، تمہارا خط ابھی ابھی ملا،

چیک تو کیش نہیں ہو سکا، البتہ زیر لب کا سیکنڈ ایڈیشن آج فروخت ہو گیا۔ اس کے پیسے مل گئے ہیں۔ جن میں سے دو سو روپیہ تمہیں بذریعہ EXPRESS T.M.O روانہ کر دیئے ہیں۔ تم اب فوراً بمبئی چلی آؤ۔ اب میں تمہارے تار کا انتظار کروں گا۔ تم حد سے حد سترہ کی صبح ضرور پہنچ جاؤ۔

ایک آدھ ہفتہ میں چیک سے بھی پیسے غالباً مجھے مل جائیں گے۔ اس وقت ہم لوگ یہاں اختر سعید کو پیسے بھیج دیں گے۔ تم اُن سے کہہ دینا تاکہ وہ مطمئن رہیں۔

تم اپنی روانگی اور بمبئی پہنچنے کی اطلاع روانہ ہونے سے ایک دن پہلے بذریعہ ایکسپریس تار دینا، ورنہ تار میں دیر ہو جاتی ہے اور وقت پر نہیں ملتا۔ یہ بات یاد رکھنا۔

تم نے جہاں قدر کے بارے میں جو لکھا ہے، اصل میں تم نے ضرورت سے زیادہ منہ لگا لیا ہے۔ ورنہ ان کی کیا مجال ہے جو تم سے کوئی ترچھی بات کر سکیں۔ بہرحال اس قصّے کو مرنے دو۔ تم الیاس کو لے کر اب سترہ کو پہنچ ہی جاؤ۔ سامان اگر زیادہ ہو تو اسے LUGGAGE ضرور کرا لینا، وغیرہ خواہ مخواہ کی پریشانی سر پڑ جاتی ہے۔

اچھا، اب تمہاری آمد کی اطلاع کا منتظر رہوں گا، خط کے جواب کا نہیں۔

تعجب ہے کہ وہ نظم میں رُشدی کے لفافہ میں رکھنا بھول گیا۔ بہرکیف تم اس نظم کو افکار میں دے دو۔ سیکڑوں پیار

تمہارا پیاسا
جاں نثار اختر

۱۱ر فروری ۱۹۵۹ء

●

خدیجہ میری جان

کل شام تمہارا ایک تار ملا، رات کو دوسرا۔ دوسرے تار میں تم نے سالگرہ کی مبارکباد بھیجی ہے حالانکہ تاریخ تو ۱۸ر ہے۔ چلو پیشگی سہی۔

آج تمہیں کئی دن بعد خط لکھنے بیٹھا ہوں۔ زیادہ تر اس خیال سے نہیں لکھا کہ تم سترہ کو آ ہی جاؤ گی۔ تمہارے آج کے خط سے جو تیرہ کا لکھا ہوا ہے، یہی سبب سمجھ میں آیا کہ الیاس کے نہ ہونے کی وجہ سے تم روانہ نہ ہو سکیں۔ تم الیاس کے بجائے عباس کو ساتھ لے آتیں تو کیا تھا، نسیم ابھی فضا

بچوں کی گنتی میں آتے ہیں اس لیے ان کے ساتھ تو سفر مناسب نہیں ہوتا۔ بہرکیف اب تم کب آرہی ہو؟ اطلاع دو۔ یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ میرا یہ خط تم کو ملے ہی نہیں اور تم روانہ ہو چکی ہو۔ اس وقت بھی غیر شعوری طور پر تمہاری آمد کے تار کا انتظار ہے۔ تار اپنی روانگی کا اکسپرس دینا اور ایک دن پہلے دینا۔

ہاں، تیرہ تاریخ کو یہاں کے سب سے بڑے آنکھوں کے ڈاکٹر تباحی کو میں نے دکھایا تھا، انہوں نے آپریشن تجویز کیا اور اسی وقت آپریشن بھی کیا۔ پٹی تو دوسرے دن ہی کھل گئی تھی، البتہ ابھی آنکھ بالکل ٹھیک نہیں ہوئی ہے۔ ایک دوا دے رکھی ہے جس کے قطرے دن میں دو دفعہ ڈالنے ہوتے ہیں۔

بلیک کیٹ کا پریمیر دیکھنے ایک تو یوں بھی نہیں جاسکتا تھا کیونکہ اسی دن آپریشن ہوا تھا دوسرے تمہارے بغیر مزا بھی کیا آتا۔ ابھی تک تو اچھا خاصا رش لے رہی ہے، آگے اللہ مالک ہے۔

نئی خبر یہ کہ ایک تصویر "فلم آلیہ" کی OFFER ہوئی ہے۔ ہیمنت کمار میوزک ڈائرکٹر کے ساتھ۔ چنانچہ دو تین دن سے روزانہ اندھیری آنا جانا پڑتا ہے۔

• اچھا، اب اجازت دو۔ زیادہ دیر تک کاغذ پر نظر جماؤں تو آنکھ میں درد سا ہونے لگتا ہے۔ آؤ پیار کرلوں تمہیں۔ تو کب آرہی ہو!

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۷ر فروری ۱۹۵۹ء

●

خدیجہ، میری جان،

تمہارے آنے کا کیا ہوا۔ اس وقت کی ڈاک سے تمہارا خط نہیں آیا ممکن ہے شام کو آئے۔ رات کو تمہیں مفصل خط لکھ چکا ہوں۔

میں نے ایک خط جہانقدر کو لکھا ہے ان کے خط کے جواب میں۔ تمہارے پتہ سے روانہ کیا ہے، وہ تم انہیں دے دینا یا بھجوا دینا۔

• اچھا، اس وقت فلم آلیہ جانا ہے۔ ہاں! آج تو ہماری شادی کی سالگرہ ہے۔ آؤ دوڑ کے میرے گلے لگ جاؤ۔ بہت سے پیار

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۸ر فروری ۱۹۵۹ء

پیاری خدیجہ،

خط ملا، تمہاری طرف سے سخت فکر ہو گئی ہے۔ تم اب کیسی ہو، یہ سب کچھ تمہاری لاپرواہی کا نتیجہ ہے۔ تم نہ کچھ پہنتی ہو نہ اوڑھتی ہو۔ معلوم نہیں کہ تکلیف کی نوعیت کیا ہے۔ خدانخواستہ نمونیہ کا اثر تو نہیں۔ تم اب ہر طرح کی احتیاط برتو اور علاج میں کوئی کسر نہ رکھو۔ ڈاکٹر کو گھر پہ ہی بلاؤ۔ اسپتال جانے کی ضرورت نہیں ہے، یہی تو ہے کچھ پیسے زیادہ اُٹھ جائیں گے۔ کل اتوار ہے، پرسوں تمہیں کچھ پیسے اور تار کے ذریعہ بھیجوں گا تاکہ تم پیسے کے خیال سے علاج میں کوتاہی نہ برتو۔

اپنی خیریت سے روز اطلاع دو۔

کیسی مشکل ہے کہ آج کل میرا یہاں سے نکلنا ممکن نہیں۔ ساتھ ہی ساتھ یہ کہ جب سے تمہارا خط ملا ہے، کام میں بھی دل نہیں لگ رہا۔

اور کیا لکھوں۔ تم آنے میں جلدی اب نہ کرو۔ بالکل اچھی ہو جاؤ جب سفر کرنا۔ اپنا حال برابر لکھو اور ٹھیک ٹھیک۔

اچھا، بہت سے پیار۔

تمہارا
جاں نثار اختر

۲۱ر فروری ۱۹۵۹ء

●

خدیجہ پیاری،

تمہارا ایم ایس کا خط ملا تھا۔ تمہاری علالت سے شدید تردد پیدا ہے۔ کل تمہیں EXPRESS تار دیا ہے۔ اپنا مفصل حال تحریر کرو۔ صحیح صحیح، اب کیسی ہو؟

کل تمہیں پیسے روانہ کرونگا۔ تم آنے میں جلدی نہ کرو، پوری طرح اپنے کو تندرست ہو جانے دو۔ اس وقت بڑی طرح کام میں مصروف ہوں۔ تم لکھو تو میں پہلی دوسری تک تمہارے پاس پہنچ جاؤں۔

لاکھوں پیار اور سلامتی کی دعائیں۔

تمہارا
جاں نثار اختر

۲۲ر فروری ۱۹۵۹ء

جانِ عزیز،

کل تمہارا تار ملا، اس کے باوجود تمہاری طبیعت کی طرف سے فکر ہے۔ خط تمہارا نہ کل آیا نہ آج۔ میں نے تمہیں پیسے روانہ کرنے کے لیے لکھا تھا، لیکن اتنی فرصت نہیں مل سکی کہ خود T.M.O کرنے جاتا۔ مجبوراً آج یہ خدمت شاہد صاحب (مکتبہ جامعہ والے) کے سپرد کی ہے، انہیں پیسے اور تار لکھ کر دیا ہے۔ کل صبح تمہیں پیسے روانہ ہو جائیں گے اور اس خط سے پہلے ہی مل بھی جائیں گے۔ تم اپنے علاج میں پیسوں کی خاطر کمی نہ کرنا۔ ستائیس اٹھائیس تک مجھے اور پیسے مل جائیں گے، تم لکھوگی تو وہ بھی پیسے بھیج دوں گا۔

تم اپنا حال مفصل لکھو۔ مجھے رہ رہ کے اختلاج ہوتا ہے۔ اور کام میں رخنہ پڑتا رہتا ہے۔ خدانخواستہ تمہیں نمونیہ کا ATTACK تو نہیں۔ اب تمہاری کیا کیفیت ہے؟ مجھے سب کچھ ٹھیک ٹھیک معلوم ہونا چاہیے۔

اور کیا لکھوں سوائے اس کے کہ تم اگر لکھو تو میں مارچ کے پہلے ہفتہ میں تم تک پہنچ جاؤں۔ ہزاروں بوسے

تمہارا
جاں نثار اختر

۲۴ر فروری ۱۹۵۹ء

●

جانم خدیجہ،

آج بدھ ہے، سنیچر کے بعد سے آج تک تمہارا کوئی خط نہیں ملا۔ سوائے ایک تار کے۔ میں کمرے پہ لوٹتا ہوں تو اس امید کے ساتھ کہ تمہارا خط ضرور ملے گا۔ پھر آج کل تو تمہاری طبیعت کا حال اور زیادہ بے چین کیے ہوئے ہے۔ تمہیں رات کو بھی خط لکھ چکا ہوں۔ اگر خدانخواستہ تمہاری طبیعت زیادہ خراب ہے تو مجھے لکھو، میں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر تمہارے پاس آجاؤں۔ میں بے حد متفکر ہوں۔ یوں بھی تو کچھ کام کرنے کو جی نہیں ہوتا۔ اگر شام کی ڈاک سے بھی تمہارا خط نہ ملا تو تمہیں تار دوں گا، آخر مجھے تمہارا حال تو معلوم ہونا چاہیے۔ آؤ تمہیں اپنے سینے سے لگالوں۔

تار سے تمہیں آج سو روپیہ بھیجے ہیں، کل تک تمہیں ضرور مل جانے چاہئیں۔

سیکڑوں پیار۔

تمہارا
جاں نثار اختر

۲۵ر فروری ۱۹۵۹ء

●

خدیجہ پیاری،

تمہیں خط لکھا ہی تھا کہ تمہارا خط مل گیا، تو تم پہلی کو میرے پاس پہنچ رہی ہو؟۔

اے خوش آن روز کہ آئی و بصد ناز آئی
بے حجابانہ سوئے محفلِ ما باز آئی

بہت سے بوسے

تمہارا
جاں نثار اختر

۲۵ر فروری ۱۹۵۹ء

۱۹۶۰ء تا ۱۹۷۵ء

خدیجہ،

تمہارا تار مجھے الہ آباد میں مل گیا تھا، میں کل رات بمبئی پہنچا، آج خیام سے ملنے گیا تھا، ملاقات نہ ہوسکی، غالباً ابھی گیت ریکارڈ ہونے کی نوبت بھی نہیں آئی ہے۔ بہرحال کل پھر جاؤں گا۔ تم نے پیسوں کے لیے لکھا ہے، میں جتنی جلد ممکن ہوا تمہیں پیسے روانہ کروں گا۔ اس وقت تو جیب تقریباً خالی ہے۔ الہ آباد میں بہت بُرا وقت گذرا، ایک تو موسم کی سختی دوسرے ملنے جلنے والوں کا قحط۔ میں اور ساحر وہاں سے خاصے BORE ہوکر لوٹے ہیں۔

اس وقت حمیدہ کو بھی خط لکھا ہے۔ سلمان کا خط آیا تھا اُس کا امتحان ختم ہوچکا ہے، جادو کے کچھ پرچے باقی ہیں۔ میں نے حمیدہ کو یہی لکھ دیا ہے: .... کہ وہ بچوں کو ابو میاں کے پاس لکھنؤ بھیج دیں کیونکہ موجودہ صورت میں کوئی امکان اُن کے بمبئی آنے کا نہیں۔

ہاں ایک خط تمہارے نام زہرہ جمال کا آیا ہے، بہت لمبا چوڑا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ تم سب تلخیوں کو بھول کر مجھے اپنے گلے سے لگالو اور ایک بار ساحر سے مجھے ملادو تاکہ میں ان سے سب کچھ کہہ سن کر اپنے دل کا سکون پالوں۔ اگر وہ کہیں مل گئیں یا شکیلہ کی معرفت میں انھیں صرف اتنا پیغام بھیج دوں گا کہ تم بھوپال میں ہو اور ان کا خط میرے پاس محفوظ ہے جب تم آؤ گی تو میں تمہیں دے دوں گا۔

اور کچھ بھی نہیں لکھنے کو۔

تنی کو پیار۔

۱۱؍ مئی ۱۹۶۰ء

تمہارا

جاں نثار اختر

پلاٹ ۷۷۔ فلیٹ ۹ ۔ ٹی، پی، ایس ۳۔ باندرہ

بمبئی ۲۰۔

خدیجہ

آج تمہارے خط کا انتظار تھا کل اتوار ہے اب بات پرسوں پر گئی۔ میں نے آج تمہیں ساٹھ روپیہ منی آرڈر کیے ہیں، اس سے زیادہ اسوقت ممکن ہی نہیں ہوا۔ خیام نے جو گیت لکھوایا تھا وہ ابھی ریکارڈ نہیں ہوا ہے۔ اس مہینے کے اختتام تک ہو سکے گا۔ اُسوقت ہی اب تمہیں پیسے بھیج سکوں گا۔ امید ہے تم مطمئن اور بخیر و عافیت ہوگی۔

اور کیا لکھوں۔؟

۱۴ر مئی ۱۹۶۰ء تمہارا جاں نثار اختر

●

خدیجہ

تمہارا تیرہ تاریخ کا پوسٹ کیا ہوا خط مجھے آج سترہ کو ملا ہے۔ میں نے تمہیں دو خط لکھے ہیں ایک بارہ کو ایک چودہ کو، جو اب تک تمہیں ضرور مل گئے ہونگے۔ خیام نے ایک دھن گیت کہنے کے لیے دے رکھی ہے، پرسوں گانا مکمل کر کے دینا ہے اُسی میں مصروف ہوں۔ الہ آباد سے آنے کے بعد ساحر سے بھی بہت کم ملاقات ہوئی۔ کل البتہ اُنکا ساتھ ہو گیا تھا اور رات کو بھی اُنہیں کے یہاں رہا۔ ورنہ میں گھر پر ہی سوتا ہوں۔ آج کل کلیم عرفی (الہ آباد کے ایک ادیب ہیں، ممکن ہے تم نے اُن کی کوئی ناول پڑھی ہو!) بمبئی آتے ہوئے ہیں۔ اکثر یہیں سو جاتے ہیں۔ اِسوقت بھی محو خواب ہیں۔ ہاں اختر سعید اور تاج کے بارے میں تم نے لکھا تھا کہ بمبئی آنیوالے ہیں۔ غالباً ہندوستانی بک ٹرسٹ کے مشاعرہ میں جو تیس۳۰ کو ہو رہا ہے مدعو ہونگے۔

تمہیں پیسے پہلی تک ہی بھیج سکوں گا اس سے پہلے غالباً ممکن نہ ہو۔ "نذر بتاں" کی ترتیب کی ابھی تک نوبت نہیں آئی ہے۔ آئندہ ہفتہ میں یہ کام ضرور کر ڈالوں گا۔ اُن کے کئی تقاضے آچکے ہیں۔ الہ آباد میں کتابستان سے بھی ایک مجموعہ کی بات ہوئی ہے لیکن ابھی کچھ طے نہیں ہے۔

اچھا، اب رخصت،

تنی کو پیار

تمہارا

۱۷ر مئی ۱۹۶۰ء جاں نثار اختر

●

پلاٹ ۷۷۔ فلیٹ ۹۔ ٹی۔ پی۔ ایس ۲۔

باندرہ۔ بمبئی ۲۰

خدیجہ، میرے خط تمہیں ملے ہونگے،

امید ہے تم اچھی طرح ہو گی۔ غالباً تمہارا خط آج آتا ہو گا۔ میں اسوقت خیام کے یہاں جارہا ہوں۔ سوچا چند سطریں لکھ کر تمہیں راستے میں پوسٹ کر دوں۔ یہاں کے حالات ابھی جوں کے توں ہیں۔ دتہ ابھی تک گیا ہے واپس نہیں آتے۔ بہرحال، جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

ہاں کل معلوم ہوا کہ اختر سعید اور تاج کو "کاشانہ غزل" کی طرف سے بلاوا گیا ہے۔ اُن کا FUNCTION تیس کو ہونے والا تھا لیکن اب اُنتیس تاریخ کو ہے۔ تم تاج سے کہدینا، وہ اختر سعید کو بھی مطلع کر دیں گے۔ اُس انجمن کے کارکنوں سے میں نے کہا تھا کہ میں بھوپال اطلاع بھیج دونگا ویسے غالباً وہ بھی اُنھیں تاریخ کی تبدیلی سے مطلع کرینگے۔

دوسری بات یہ کہ لیاقت کئی چکر لگا چکا ہے۔ تم اگر لکھو تو میں اُسے پہلی تاریخ سے ملازم رکھ لوں ورنہ اگر تم وہاں سے کسی کو لانا چاہتی ہو تو اُسے لے آؤ۔

اور کچھ بھی نہیں لکھنے کے لیے۔ سوائے تنہائی اور بے کیفی کے۔

شاہد کو دعا اور تنی کو پیار

۱۸ر مئی ۱۹۶۰ء تمہارا جاں نثار اختر

●

عزیزہ خدیجہ،

تمہارے دو خط اکھٹے ملے، تم اگر پریشانی محسوس کر رہی ہو تو اختر سعید اور تاج کے ساتھ ہی بمبئی چلی آؤ۔ البتہ کرائے کے لئے فی الوقت تمہیں وہاں سے انتظام کرنا پڑے گا، ایک آدھ ہفتہ بعد ہم لوگ یہاں سے پیسے لوٹا دیں گے۔ اختر سعید اور تاج غالباً ۲۸ کو وہاں سے روانہ ہونگے، ویسے بھی تمہیں آٹھ دس تک آنا ہی ہے۔ پھر کیا میں تمہارا انتظار کروں؟

تار سے مطلع کرو۔

۲۳ر مئی ۱۹۶۰ء تمہارا جاں نثار اختر

●

پلاٹ ۷۷۔ فلیٹ ۹۔ ٹی۔ پی۔ ایس۔ ۳۔
باندرہ۔ بمبئی ۲۰۔

خدیجہ

تمہارا ۱۸ تاریخ کا خط مجھے ملا تھا، اُس کے بعد سے آج تک تمہاری خبر نہیں معلوم۔ آج چھبیس تاریخ ہے۔ میں نے اپنے گذشتہ خط میں تمہیں لکھا تھا کہ تم اختر سعید کے ہمراہ ہی بمبئی چلی آؤ۔ یہی مناسب معلوم ہوتا ہے۔ تمہارے تار کا انتظار ہے، تم آ رہی ہو یا نہیں، لکھو۔

خیام کے گیت لکھ دیے ہیں لیکن ریکارڈنگ کی تاریخ ابھی FIX نہیں ہوئی ہے۔ دتہ بھی گوا سے واپس آ گئے ہیں شاید کچھ دنوں بعد کام شروع ہونے کی نوبت آئے۔ نذرِ بتاں کی ترتیب ابھی تک نہیں کر سکا ہوں۔ کل سے FOUNTAIN PEN کہیں غائب ہو گیا ہے۔

ہاں نثار کا خط آیا تھا، چار جون کو اُن کی شادی ہے۔ اُنھوں نے جون کے دوسرے ہفتے میں بمبئی آنے کے لئے لکھا ہے۔

پرسوں میں اور ساحر KARLA CAVE دیکھنے گئے تھے، انور، راشد اور بیگم راشد بھی ساتھ تھے، اور کیا لکھوں۔

ہاں اگر تم اختر سعید اور تاج کے ہمراہ نہیں آ رہی ہو تو میں تمہیں پانچ چھ تک پیسے بھیجنے کی کوشش کروں گا تم فوراً ہی الیاس یا عباس کو لے کر چلی آنا۔

لیاقت آیا تھا، اُسے شہر میں غالباً کوئی نوکری مل رہی ہے یا مل گئی ہے۔ بہر کیف اب اُس کے آنے کے امکانات کم ہیں۔ بہر کیف کوئی نہ کوئی ملازم یہاں مل ہی جائے گا۔

اچھا، بہت سے پیار

۲۶ مئی ۱۹۶۰ء
تمہارا جاں نثار اختر

●

پلاٹ ۷۷۔ فلیٹ ۹۔ ٹی۔ پی۔ ایس۔ ۳۔ باندرہ۔ بمبئی ۲۰

عزیزہ خدیجہ،

تمہارا ایک خط کل اور ایک خط آج ملا۔ میں تمہیں دو خط لکھ چکا ہوں۔ تم نے بمبئی آنے کے بارے میں کیا فیصلہ کیا۔ میں کل خیام سے ملا تھا اُن کے پروڈیوسر صاحب باہر تشریف لے گئے ہیں اور ریکارڈنگ آٹھ دس تاریخ سے پہلے ہوتا نظر نہیں آتا۔ بہر کیف میں کوشش میں ہوں کہ تمہیں چار پانچ تاریخ تک پیسے بھیج سکوں۔ آج ۲۷ تاریخ ہو گئی ہے۔ پرسوں غالباً اختر سعید اور تاج پہنچ جائیں

گے۔ کیا پتہ تم بھی ساتھ ہی آ جاؤ۔ تاج کا مجموعہ مجھے نہیں ملا' شاید وہ ساتھ ہی لے کر آئیں گے۔
نثار کا خط میرے نام بھی آیا ہے۔ اُنھوں نے تین جون کو بمبئی آنے کے لیے لکھا ہے مع اپنی بیوی کے۔ میں نے آج ہی اُنھیں جواب لکھا ہے کہ تم لوگوں کو بمبئی آنا ہے تو بارہ جون کے بعد آؤ کیونکہ خدیجہ کی غیر موجودگی میں تم لوگوں کو یہاں کوئی سہولت میسر نہیں آ سکتی۔

ایک اہم خبر یہ ہے کہ اپنے گھر کے سامنے کی سڑک پختہ بننا شروع ہو گئی ہے پانچ چھ دن میں تیار ہو جائے گی۔

ہاں، بڑی دوڑ دھوپ کے بعد میں نے "مختار نامہ" کی تکمیل کرا کے انوار کو بھیج دیا ہے۔ یہ مسئلہ بھی ذہن پر بوجھ بنا ہوا تھا' چلو اس سے نجات ملی۔

پرسوں سے فاؤنٹن پین کہیں غائب ہے۔ چنانچہ نذر بتاں کی ترتیب رُکی ہوئی ہے۔ آج سامنے کی دُکان سے یہ قلم خریدا ہے جس سے پہلا خط تمہیں لکھ رہا ہوں۔

تتی کی طبیعت اب کیسی ہے؟ خط جلد جلد لکھا کرو' اور کیا لکھوں سوا محبت کے۔

۲۷ مئی ۱۹۶۰ء تمہارا جاں نثار اختر

●

پلاٹ ۷۷۔ فلیٹ ۹۔ ٹی۔ پی۔ ایس۔ ۳۔ باندرہ۔ بمبئی ۲۰

پیاری خدیجہ'

تمہارا تار ملا' اور خط بھی

کل اختر سعید اور تاج مع متھرا بابو ملنے آئے تھے' اختر سعید مجروح کے یہاں مقیم ہیں۔ تاج اور متھرا بابو کیفی کے گھر۔ تاج کل تقریباً دوپہر سے شام تک میرے ساتھ ہی رہا۔ رات کو مشاعرہ تھا۔ میرے نام دو پاس آئے تھے' وہ وتی کی ایک بہن پاکستان سے آئی ہوئی ہیں' اُن کے نذر کر دینے پڑے۔ ایوب مرزا و جد کا ایک دستی خط مجھے پہنچانے کے لیے مکتبہ جامعہ آئی تھیں بانو کی رہبری میں چنانچہ اُن سے پرسوں ہی پہلی ملاقات ہوئی تھی۔ ویسے اُن کا کہنا ہے کہ آپ نے مجھے تین چار سال کا دیکھا ہوگا۔ مشاعرہ بس یونہی سا رہا۔ فراق صاحب کے آجانے سے کچھ بات بن گئی ورنہ اور کوئی قابلِ ذکر شاعر تو باہر سے آیا نہیں۔ فراق ساحر کے گھر ہی ٹھہرے ہیں۔ پرسوں رات بھی اور کل رات بھی میں ساحر ہی کے یہاں سویا' ان کا قیام پانچ تک رہے گا' اور تقریباً روزانہ کوئی نہ کوئی FUNCTUN ہے اُن کے سلسلے میں۔ اس وقت بھی پانچ بجے ایک جگہ چائے پر جانا ہے۔ اختر سعید اور تاج دو ڈھائی بجے تک میرے پاس آ جائیں گے' پھر یہاں سے اکٹھے روانہ ہونگے۔

تاج کا مجموعہ "نغمہ گل" دیکھا۔ میرے مضمون کا آخری پیراگراف انھوں نے یہ سمجھ کر یہ مضمون سے علیحدہ میں نے بطور خط انھیں لکھا ہے طبع نہیں کیا۔ اور ایک جگہ ایک لفظ کی غلطی رہ گئی ہے، بقیہ سب کچھ ٹھیک ہے۔ چھپا بھی اچھا خاصہ ہے۔ بہر کیف مجھے پسند ہے، تمہارا اندیشہ بے جا تھا کہ غالباً مجھے پسند نہیں آئے گا۔

اچھا، اب غم روزگار کی بات۔ پروڈیوسر صاحب باہر سے تشریف لائے تو اب خیام کی طبیعت ناساز ہے اور ریکارڈنگ کی تاریخ متعین نہیں ہو سکی ہے۔ خیال ہے کہ آٹھ نو سے پہلے ممکن نہ ہوگا۔ بہر حال تمہیں پیسے جلد سے جلد بھیجنے کی کوشش کروں گا۔ الہ آباد والوں پر میرے کچھ پیسے باقی ہیں، تقریباً سو کے، انہیں لکھا ہے کہ وہ فوراً روانہ کر دیں۔ خیر، جو ہوگا دیکھا جائے گا۔

اور کیا لکھوں۔ تمہارے بغیر ان سب ہنگاموں کے باوجود ایک سوناپن محسوس ہوتا ہے لیکن تمہیں یہ لکھ کر فائدہ بھی کیا جب تم ان احساسات کی قدر ہی نہ کر سکو۔

اچھا، تنی کو پیار

تمہارا

۳۱ مئی ۱۹۶۰ء جاں نثار اختر

●

پلاٹ ۷۷۔ فلیٹ ۹۔ ٹی۔ پی۔ ایس۔ ۳۔

باندرہ۔ بمبئی ۲۔

عزیزہ خدیجہ

تمہارا خط ملا۔ میں چار دن تک بخار میں مبتلا رہا اس لیے بھی تمہیں خط نہ لکھ سکا۔ آج طبیعت بہتر ہے۔ ساحر مجھے اپنے گھر لے گئے تھے، وہیں یہ وقت گذرا۔ آج رات کو بھی وہیں چلا جاؤں گا۔ کل سے البتہ گھر پر ہی رہوں گا۔

اس وقت چھ بجے خیام کے یہاں جانا ہے۔ ریکارڈنگ کی ابھی تک کوئی صورت نہیں بنی ہے۔ آج شاید کچھ پتہ چلے۔ میرا خیال ہے کہ سات آٹھ دن ضرور لگ جائیں گے۔ اب یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہیں کیا لکھوں۔ شاہد کا اسکول تیرہ تاریخ سے کھل رہا ہے جہاں تک مجھے یاد ہے۔ اس حساب سے تمہیں بارہ یا زیادہ سے زیادہ تیرہ کی صبح یہاں پہنچ جانا چاہیئے۔ میں نے تمہیں پہلے بھی لکھا تھا کہ اگر تم کرائے کا بندوبست وہاں سے کر سکو تو آ جاؤ۔ اس وقت بھی یہی صورت ہے۔

اگر عباس سے پیسے لے سکتی ہو تو چلی آؤ اور اپنے پہنچنے کی اطلاع تار کے ذریعہ مجھے دو۔ اگر یہ ممکن نہیں تو پھر ریکارڈنگ کے بعد ہی تمہارا آنا ہو سکے گا۔

اور کیا لکھوں۔ آج کل حالات نے ذہنی طور پر بہت UPSET کر رکھا ہے۔ نئی اطلاعات میں یہ ہے کہ گھر کے سامنے کی سڑک پختہ ہو گئی ہے۔ مکان پر رنگ بھی ہو گیا ہے۔ البتہ چھت اب بھی ٹپکتی ہے۔

"نذر بتاں" ابھی تک مرتب کر کے نہیں بھیج سکا ہوں۔ کل سے لیکر بیٹھوں گا۔

اچھا، اب رخصت، تتی کو پیار۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۸ر جون ۱۹۶۰ء

●

معرفت۔ حالی پبلشنگ ہاؤس

اردو بازار جامع مسجد، دہلی

پیاری خدیجہ

تمہارا صرف ایک خط ملا، اتنے دن میں۔ تم کہو گی کہ تم نے تو ایک خط بھی نہ لکھا، لیکن یہاں اتنی شدید مصروفیت رہی اور ہے کہ صبح سے شام تک بلکہ رات تک دم لینے کی مہلت نہیں۔ آج ۲۹ ہے پرسوں سے انڈو پاکستان کلچرل کانفرنس شروع ہو رہی ہے۔ اس کے بعد ۳ تاریخ کو CHEMSFORD CLUB کا مشاعرہ ہے۔ چنانچہ میں چار یا حد سے حد پانچ کو روانہ ہو سکوں گا یعنی بمبئی پانچ کو پہنچوں گا یا چھ کو۔

تم کیسی ہو؟ تمہاری طبیعت کیسی رہتی ہے۔ معلوم نہیں ریکارڈنگ ہوا یا نہیں اور ارجن نے تمہیں پیسے پہنچا دیئے یا نہیں۔ بہر حال میں شاہد سے کہہ آیا تھا، تم اُن سے پیسے منگوا لینا جتنی ضرورت ہو۔ یہاں کی تفصیلی باتیں زبانی ہی بتاؤں گا۔ ہاں، میں رفعت سروش کے گھر پڑا ہوں، ساحر AIR LINES HOTEL میں ہیں۔ کل پٹیالہ جا رہے ہیں، میں نہیں جا رہا ہوں۔

اور کیا لکھوں، سیکڑوں پیار اور بہت سی دعائیں۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۹ر مارچ ۱۹۶۱ء

●

پرنسس بلڈنگ۔ نزد جے جے ہسپتال۔ بمبئی ۳

پیاری خدیجہ،

اس پورے عرصے میں تمہارا ایک خط بلکہ ایک سطر مجھ تک پہنچی ہے۔ تم نے کل فون پر بتایا کہ تم بیمار ہو اس سے اور ذہن منتشر اور پریشان ہو گیا ہے۔

یہاں کی صورت حال یہ ہے کہ اس طرف ایک مشاعرہ بنگلور میں ہے دوسرا حیدر آباد میں۔ فلم انڈسٹری میں اس وقت بڑا CRISIS ہے جیسا تمہیں معلوم ہے، کام تقریباً رکا ہوا ہے۔ اسی خیال سے ان مشاعروں سے دعوت نامے قبول کر لیے ہیں کہ ان سے کچھ پیسے ہی مل جائیں گے۔ اس پورے سفر میں ذوقِ تفریح بالکل شامل نہیں اس کا یقین کرو۔

تم کیسی ہو؟ بواپسی ڈاک خیریت لکھو۔ اور اپنے بمبئی پہنچنے کے بارے میں خاص طور پر —— تمہاری یہاں پہنچنے کی تاریخ مجھے معلوم ہونا چاہیے۔ اگر مجھے اپنی روانگی سے ایک دو دن پہلے پیسے مل گئے اور تم نے لکھا اور وقت ہوا تو تمہیں بذریعہ تار بھیج دوں گا ورنہ تمہارے حصے کے پیسے میں شاہد صاحب کے سپرد کر جاؤں گا تاکہ اگر تم میرے روانہ ہونے کے بعد بمبئی آؤ تو تمہیں تکلیف نہ ہو۔

تم آجاتیں تو اچھا ہے لیکن بیمار حالت میں سفر کی تکلیف نہ اٹھاؤ یہی بہتر ہے۔ ہاں الیاس نے آنے کے لیے کہا تھا، تم اُنھیں کے ساتھ آنا، اکیلی بالکل سفر نہ کرنا۔

میں اگر گیا اور تم جب تک نہ آسکیں تو جادو کو ساحر کے گھر چھوڑ جاؤں گا۔ کُنجی میں جادو کو دے جاؤں گا تم اپنے آنے کا تار ساحر کے پتہ پر دینا۔

میں آجکل PRACTICALLY ساحر ہی کے ساتھ رہتا ہوں۔ گھر زیادہ سے زیادہ آدھا گھنٹہ کے لیے جاتا ہوں گا وہ بھی کسی دن ناغہ ہو جاتا ہے۔

ہاں، تمہارے اس وقت نہ آنے سے نوکر کا مسئلہ گڑبڑ میں پڑ گیا۔ ظاہر ہے میں نے کل تک اُسے روکا تھا لیکن کل اُس سے کہنا پڑا کہ اُسے جہاں نوکری ملتی ہے کرلے۔ اب اگر تمہارے آنے تک بیکار رہا تو تم اُسے رکھ سکتی ہو۔

اچھا بہت بہت پیار، تتی اور شاہد کو دعائیں۔ سب کو سلام و آداب کہنا۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۵ مئی ۱۹۶۱ء

بمبئی ۳

پیاری خدیجہ،

میں کل شام کو بنگلور جا رہا ہوں۔ تمہارا کوئی خط نہیں آیا، معلوم نہیں تم کیسی ہو اور بمبئی کب پہنچ رہی ہو۔

حیدر آباد کا پروگرام منسوخ ہو گیا ہے۔ لہٰذا میں چھ کی شام یا سات کی صبح تک بمبئی واپس آ جاؤں گا۔ بنگلور والوں نے آج شام کو پیسے دینے کے لیے کہا ہے۔ اگر دے دیتے جس کی امید تو ہے۔ تو کل تار کے ذریعہ تمہیں سو روپیہ بھیج دوں گا۔

تم اپنے پہنچنے کا تار جادو کے نام مجید صاحب کے پتہ پر دے دینا اور ایک دن پہلے دینا کیونکہ تار بسا اوقات دیر سے پہنچتے ہیں۔ کنجی مکان کی امی کے حوالے کر جاؤں گا۔ لیکن اگر تمہارا ارادہ سات کے بعد بمبئی پہنچنے کا ہو تو پھر گھر کے پتہ پر ہی اطلاع دینا۔

اور سب وہاں کیسے ہیں۔ ربی کا کیا حال ہے؟ سب کو سلام دعا کہو۔ پیار کے ساتھ

تمہارا

جاں نثار اختر

۳۰ مئی۔ ۱۹۶۱ء

●

میش ہوٹل۔ بنگلور

پیاری خدیجہ،

ہم لوگ تین تاریخ کی شام کو بنگلور پہنچ گئے تھے، میرے اور ساحر کے ساتھ جے دیو بھی آئے ہیں۔ راستے میں ایک رات کے لیے دھارواڑ ٹھہرنا پڑا، وہاں غنی فاروقی سے ملاقات رہی۔ آج کل وہ دھارواڑ کے ریڈیو اسٹیشن پر PROGRAMME EXECUTIVE ہیں۔ پرسوں رات اور کل رات مشاعرہ تھا، البتہ کل دن کو ہم لوگ میسور دیکھنے چلے گئے تھے، راستے میں سرنگا پٹم کا قلعہ اور ٹیپو کا مزار پڑتا ہے۔ ٹیپو سلطان کے مقبرے میں داخل ہوتے ہوئے مجھے بے ساختہ پردیپ کے گیت کا وہ مصرعہ یاد آ گیا۔

"اس مٹی سے تلک کرو یہ دھرتی ہے بلیدان کی"

انگریزی سامراج کے خلاف ٹیپو کا جہاد ہماری تاریخ آزادی کا اولین باب ہے۔ ٹیپو سلطان کے مقبرے پر ایک بہت ہی موثر شعر کندہ ہے۔

نہ شادی داد سامانے، نہ غم آورد نقصانے
بدیں جانباز سلطانے کہ آمد شد چو مہمانے

ہماری اردو شاعری کی تاریخ میں ٹیپو پر جو سب سے نمایاں اور اہم نظم ملتی ہے وہ م سلیفی کی ہے۔ اس شاعر کا تم نے ایک ہی شعر اپنی زندگی میں سُنا ہوگا۔

وابستہ مری یاد سے کچھ تلخیاں بھی تھیں   اچھا کیا کہ مجھ کو فراموش کر دیا

اُس کی نظم "سلطان ٹیپو" کے دو تین شعر ہی مجھے یاد ہیں وہ بھی ساحر نے مجھے سنائے تھے یہ اردو ادب کی بدنصیبی ہے کہ ایسی کتنی ہی اہم نظمیں گمنامی کا شکار ہیں۔

اے ہند کے سوادِ جنوبی کے رہ نورد ﴿ میسور کا فسانۂ خونیں نہ ہم سے پوچھ
گر پوچھنا ہے تجھ کو یہ دل دوز ماجرا ﴿ کاویرئ رواں کے حسیں زیر و بم سے پوچھ
غدار کس طرف تھے لیٹرے تھے کس کے ساتھ ﴿ یہ "ولولے" کے تجزیۂ کیف و کم سے پوچھ
خود بن گیا کمان کا جو آخری خدنگ ﴿ عزم ستیزہ و معرکہ اُس کے علم سے پوچھ
برق ان میں بے قرار ہے کس التہاب کی ﴿ یہ ذرہ ہائے خاکِ سرنگاپٹم سے پوچھ

شام کے قریب ہم لوگ بندرابن گارڈن چلے گئے تھے، یہ میسور کا بہت خوشنما مقام ہے مغلیہ محلات میں جس طرح کی نہریں پائی جاتی ہیں۔ اُسی تراش کی نہریں اس باغ میں ہیں جنھیں رنگ برنگ کی روشنیوں سے سجایا گیا ہے۔ بہت خوبصورت جگہ ہے لیکن جب تم ساتھ نہ ہو تو ہر حسین منظر مجھے تھوڑا سا افسردہ کر دیتا ہے۔ میں سوچنے لگتا ہوں معلوم نہیں اس طرف دوبارہ آنا ہو یا نہ ہو اس طرح کہ تم بھی میرے ساتھ ہو۔

آج روانگی کا خیال تھا، لیکن آج بھی ایک مشاعرہ یہاں کی ایک انجمن نے رکھ دیا ہے۔ بہرحال کل صبح یہاں سے بمبئی روانہ ہونا ہے۔

بادو کو میں ساحر کے گھر چھوڑ آیا تھا، لیکن یہ ظاہر ہے کہ ان کا زیادہ وقت مجید صاحب کے گھر پر ہی گذرتا ہوگا۔

تم بمبئی کب آ رہی ہو؟ شاہد صاحب نے بمبئی سے چلتے وقت مجھے بتایا تھا کہ تمہارا ٹرنک کال آیا تھا' امین کے سلسلے میں۔ اور غالباً تم نے دس تاریخ بمبئی پہنچنے کے لیے کہا تھا۔ میں نے تمہیں زرِ دپیہ اُسی دن تار کے ذریعہ روانہ کر دیے تھے۔ اب اگر تمہاری طبیعت اچھی ہے اور سفر کرنے کے قابل اپنے کو پاتی ہو تو چلی آؤ۔ بمبئی پہنچ کر اب تنہائی سے بڑی وحشت ہوگی۔

میری طرف سے شاہد اور بتی کو دعا اور خود کو گرم پیار بہت سے

تمہارا

جاں نثار اختر

۵ر جون ۱۹۶۱ء

●

عزیز خدیجہ،

تمہارے دو خط ملے ۔ آج تمہیں گئے ہوئے آٹھ دن ہوئے ہیں۔ ان آٹھ دن میں کیا کیا حالات بدلتے، ساری پریشانیاں بدستور ہیں۔ کوششوں اور امیدوں کا سلسلہ جاری ہے۔ پتہ نہیں آگے کیا ہونا ہے۔ میں اس آٹھ دن میں تین دن گھر پر رہا ہوں۔ باقی پانچ دن ساحر کے یہاں۔

کہانی کے بارے میں تم نے پوچھا ہے تو کہانی عمر خیام کی منتخب ہوئی ہے۔

میں نے حالات کا اندازہ کرتے ہوئے کہ پیسے جلدی ملنے والے نہیں، اختر سعید کو لکھا تھا کہ وہ سو روپیہ جادو اور سلمان کو دے دیں لکھنؤ جانے کے لیے — اور سو روپیہ تمہیں پہنچا دیں۔ میں اُن کے پیسے پہلی تک واپس کروں گا۔ معلوم نہیں اُنھوں نے کیا کیا۔

جہاں قدر کا کوئی خط مجھے نہیں ملا، بہر حال پیسے ملتے ہی پر رقم روانہ کر سکوں۔

زیادہ کیا لکھوں ۔"یوم حامد" میں اگر اُن لوگوں نے دعوت نامہ بھیجا تو ضرور آؤں گا۔ الیاس نے ابھی تک نقشہ نہیں بھیجا ہے۔ ساحر ہر ڈاک سے انتظار کرتے ہیں۔

شہاب اور تاج کو میرا سلام پہنچانا۔ بتی کو پیار — اچھا خدا حافظ

تمہارا

جاں نثار اختر

۹ر مئی ۱۹۶۲ء

●

عزیز خدیجہ،

تمہارا خط ملا، دوسرا خط الیاس نے لا کے دیا، میں دو دن کے لیے اورنگ آباد گیا تھا، جی بالکل نہ چاہتا تھا لیکن ساحر نے بے حد اصرار کیا، انور اور ماں جی بھی گئے تھے اجنتا اور ایلورا دیکھنے۔

تمہیں کئی بار خط لکھنے کا ارادہ کرتا ہوں لیکن حالات نے ایسا ذہن کو جکڑ کے رکھ دیا ہے کہ کچھ میں نہیں آتا کہ لکھوں بھی کیا۔ ابھی تک کوئی عملی شکل پیدا نہیں ہوئی ہے۔ زبانی باتیں ہیں۔ طبیعت کا میری وہی حال ہے۔ کبھی کبھار گردے میں ٹیس ہوتی رہتی ہے۔ اب خود ہی ٹھیک ہو جائے تو ہو جائے۔

ہاں، بالم نے پہلی دوسری تاریخ تک کے لیے گھر رہنے کے لیے مانگ لیا ہے۔ اور میں نے اُنھیں دے بھی دیا ہے۔ کرایہ پر نہیں، یہ بات مروت کے خلاف معلوم ہوتی ہے۔ وہ بطور مہماں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ البتہ باہر کا کمرہ میرے قبضے میں ہے۔

الیاس ساحر کے گھر ٹھہرے ہیں۔ اور غالباً چار پانچ دن بعد واپس ہوں گے۔ اور کیا لکھوں، پہلی تک ہی کوئی شکل بن جائے تو بہت غنیمت ہے۔

بچی کو پیار کہو —— اچھا۔ خدا حافظ

تمہارا

۱۹ر مئی ۱۹۶۲ء — جاں نثار اختر

●

عزیزہ خدیجہ،

کل صبح چار بجے میں ساحر کے ساتھ دس بارہ دن کے لیے باہر جا رہا ہوں۔ دو سو روپیہ دیئے جا رہا ہوں۔ یہ بخاری صاحب تمہیں پہنچا دیں گے، دس تاریخ کو تمہیں ۳۰۰ روپیہ مدن صاحب اور دے جائیں گے۔ بنیے کا لڑکا کئی چکر لگا چکا ہے، اُسے تم ۵۰ روپیہ ضرور دے دینا، باقی تفصیلی خط میں دہلی پہنچ کر لکھوں گا۔ نو دس تاریخ کو میں دہلی ہوں گا، تم آتے ہی اس پتہ پر خط لکھ دو گی تو مجھے مل جائے گا۔

معرفت امرناتھ جی —— پنجابی پستک بھنڈار

دریبہ کلاں۔ دہلی ۶

کلکتہ سے غالباً ایک وی۔پی لیٹر سات روپیہ کچھ پیسے کا آئے گا، وہ چاہو تو چھڑا لینا۔ میری واپسی ۲۲ تاریخ تک ہوگی جب تک نسیم کو ساتھ رکھو تو اچھا ہے۔

تم سب کے لیے میرا پیار

تمہارا

۵ر جنوری ۱۹۶۳ء — جاں نثار اختر

●

عزیزہ خدیجہ،

کل صبح یہاں سے روانگی ہے، بنارس کے لیے۔ ایک دن بنارس ٹھہرنا ہے، پرسوں الٰہ آباد

واپس پہنچ جاؤں گا۔ وہاں سے دہلی کا پروگرام ہے، تم ذیل کے پتہ پر اپنی خیریت لکھ بھیجو۔

معرفت امرناتھ جی —— پنجابی پستک بھنڈار

دریبہ کلاں ۔ دہلی ۶

مدن صاحب نے غالباً بلکہ کچھ یقین ہے کہ پیسے پہنچا دیئے ہوں گے۔ تم کیسی ہو، اس پورے سفر میں تمہاری یاد میرے ہمراہ ہے۔

میں بائیس تک بمبئی پہنچوں گا۔ تم تنہائی محسوس کرو تو نسیم کو چھٹی دلوا کر ساتھ رکھ لینا۔

اور کیا لکھوں۔ بہت سے پیار تتی کو بھی

تمہارا

۱۳؍جنوری ۱۹۶۳ء جاں نثار اختر

●

اچھی خدیجہ،

تمہارا خط ملا، میں پرسوں حیدر آباد سے واپس ہوا۔ یہاں کا حال ابھی تک "دنیا بہ امید قائم" والا ہے۔ کمال صاحب کے صاحبزادے تاجدار کی پکچر کا گیت جو سات کو ہونے والا تھا سولہ کو ہوا۔ اُن سے صرف بقیہ پانچ سو روپیہ ملنا تھے، وہ ملے، جو ریوڑیوں کی طرح بٹ گئے۔ پچیس کو احسن کا ریکارڈنگ ہے لیکن اُس سے پہلے ہی سب پیسے لیے ہوئے ہیں۔ شانتی ساگر کا ایک گیت لکھ کے اُن کے پیسے ادا ہوئے، اب دوسرا گیت چل رہا ہے۔ میں اس دوسرے گیت کا ایڈوانس اُن سے مانگتا ہے۔ صابر کو آج پرچہ دے کر بھیجا ہے، دیکھو کیا جواب لاتا ہے۔ کمال صاحب کی پکچر رضیہ سلطان کا ابھی تک پہلا گیت بھی لکھا نہیں جا سکا۔ جون کی دس بارہ تک غالباً ہو سکے گا۔ اگر صابر آج شانتی صاحب سے پیسے وصول کر لاتا ہے تو میں تمہیں کچھ پیسے بھیج دیتا ہوں۔ مگر آجکل منی آنڈر یا T.M.O کا بھی تو کچھ ٹھیک نہیں، کب پہنچتا ہے۔

تم آفاق کو بُلا کر اُن سے CHEQUE لکھوا لو۔ تکلف سے کام نہیں چلے گا۔

شدھا جو دوسری تاریخ سے چھٹی پر گئی تھی، بیس تاریخ کو واپس آ گئی ہے۔ اور صبح و شام چلئے بنا جاتی ہے۔ ہاں تم نے راشن کارڈ کہاں رکھ دیا ہے۔ تلاش کرنے پہ بھی نہیں مل رہا۔ کہیں تتی کی الماری میں بند ہو اگر تمہارے دھیان میں ہو تو لکھ بھیجو تاکہ راشن منگوا لیا جائے۔

اسلم صاحب نے ابھی تک ویزا افسر کو کھانے پر مدعو نہیں کر سکے ہیں، اس لیے وہ معاملہ وہیں

اٹکا ہوا ہے۔

میری کھانسی کا ابھی تک سلسلہ جاری ہے۔ بہت سی دوائیں بھی لیں لیکن کوئی خاص افاقہ نہیں۔ باقی کیا لکھوں۔ تم سب خیریت سے ہو گے۔ تم عباس سے کہہ کے جون کے پہلے ہفتہ کا ٹکٹ ابھی سے بُک کرا لو۔ ورنہ ہو سکتا ہے بعد میں ٹکٹ ملنے میں دشواری ہو۔

دو دن سے تمہیں فون لگا رہا ہوں لیکن بعد میں منسوخ کرانا ہوتا ہے۔ آج کل ہر شعبہ کا عجب حال ہے۔

اچھا خدا حافظ

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۶ر جنوری ۱۹۶۳ء

●

معرفت ہوٹل براڈوے

آصف علی روڈ۔ نئی دہلی

عزیزہ خدیجہ،

کل ہم لوگ دہلی پہنچے ہیں، کل ہی میں امرناتھ جی سے ملا تھا۔ وہاں تمہارا خط بھی ملا جس کی وجہ سے ذہنی پریشانی پیدا ہو گئی۔ معلوم نہیں کہ نسیم کو مدن صاحب نے پیسے دیئے یا نہیں۔ احتیاطاً آج تمہیں سَو روپیہ بذریعہ T.M.O بھیج رہا ہوں۔ خدا کرے آج ہی تمہیں مل جائیں۔

کل صبح الٰہ آباد روانگی ہے، وہاں کل رات کو مشاعرہ ہے۔ اس کے معنی ہیں کہ بائیس کی صبح الٰہ آباد سے بمبئی کے لیے چلنا ہوگا۔ گویا تئیس کو نو دس بجے رات تک میں بمبئی پہنچوں گا۔

ایک خط میں نے گیا سے تمہیں لکھا تھا، معلوم نہیں تمہیں ملا یا نہیں۔ بہر حال چار دن کی بات اور ہے، پھر تو میں تمہارے پاس ہوں گا۔

میرے بہت سے پیار لو

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۹ جنوری ۱۹۶۳ء

●

معرفت اوبرائے گرانڈ ہوٹل

۱۵ چورنگھی روڈ ۔ کلکتہ

پیاری خدیجہ

تم سے رخصت ہو کر کلکتہ پہنچ ہی گیا، ۲۲ تاریخ سے گرانڈ ہوٹل میں کمرہ بُک تھا لہٰذا ۲۲ کا دن ایک دوسرے ہوٹل میں گزارنا پڑا۔ اب کل سے یہاں ہوں۔ سفر بے مزا رہا اور اتنا ہی بے مزا مشاعرہ بھی۔ شہر میں اس مشاعرہ کی کوئی پبلسٹی نہیں تھی۔ ہند موٹرس کلب کی طرف مشاعرہ تھا اور صرف اسی کمپنی کے لوگوں تک محدود تھا۔ میرے اور مجروح کے علاوہ گنتی کے تین اور شاعر تھے جس میں ایک مینا قاضی صاحبہ بھی شامل تھیں۔

کل ڈاکٹر اسماعیل ابراہیم اور ان کی بیگم صاحبہ ملنے کے لیے آئے تھے۔ تم ان لوگوں سے ساحر کے مکان پر مل چکی ہو۔ غالباً تمہیں یاد ہوگا۔ آج وہ لوگ کھانے پر مدعو کر گئے ہیں۔ پرکاش نیّر سے بھی ملاقات ہوئی، محض دس بیس منٹ کے لیے وہ دہلی جا رہے تھے۔ پرویز شاہدی کے یہاں میں خود گیا تھا، آج غالباً اُن سے ڈاکٹر اسماعیل کے یہاں کھانے پر ملاقات ہو تو ہو۔

میں ابھی ابھی سو کے اٹھا ہوں اور تمہیں خط لکھنے بیٹھ گیا ہوں۔ گیارہ بجے جمشید پور کے مشاعرے والے آنے والے ہیں۔ اُن سے کیا طے ہوتا ہے، اُس کے بعد واپسی کا پروگرام مرتب کروں گا۔ اگر جمشید پور جانا پڑا تو کل کسی ٹرین سے چلا جاؤں گا۔ ورنہ آج شام کو بمبئی کی سیٹ بُک کرالوں گا۔ بہرحال حد سے حد ۲۸ ورنہ اس سے پہلے ہی تمہارے پاس پہنچ جاؤں گا۔

آج اتوار ہے ورنہ تمہیں بذریعہ T.M.O پیسے روانہ کر دیتا۔ لیکن اب تو میں آ ہی رہا ہوں، اس لیے سوچتا ہوں منی آرڈر کا جھنجھٹ بیکار ہی ہے۔

اچھا، دعاؤں کے ساتھ —— تنّی کو پیار

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۴ مارچ ۱۹۶۳ء

●

صنم کدہ ۔ موشن پکچر پروڈیوسرس

۲۲ ۔ فیمس سائن بلڈنگ ۔ مہالکشمی ۔ بمبئی ۱۱

پیاری خدیجہ،

تمہارا خط ملا۔ شوٹنگ کا سلسلہ جاری ہے، آج کل گپتا صاحب بھی آئے ہوئے ہیں کل شوٹنگ

اور ہے، پھر ایک دو دن حساب کتاب کی نذر ہو جائیں گے۔ زبیدہ نے تمہارے سامنے ہی ۹ تاریخ کو آنے کا اور شوٹنگ میں چلنے کا کہا تھا لیکن وہ آئی نہیں۔ البتہ الٰہ آباد سے زاہد صاحب کے دوست کوثر صاحب مع ایک خاتون کے پرسوں وارد ہو گئے تھے، آج دوپہر کو رخصت ہوئے ہیں۔ آج کل میں گھر پر ہی رہتا ہوں، پانچ تاریخ کے بعد سے آج تک ساحر سے ملاقات کی بھی نوبت نہیں آئی۔ سوشیلا برابر کام کرنے آتی ہے، کہہ رہی تھی میں تمہیں خط لکھوں تو اس کا سلام بھی لکھ دوں۔

تبّی کی طبیعت کا حال سُن کر فکر ہے، اب وہ کیسی ہے۔

مالی حالات خاصے پریشان کن ہیں۔ بہر حال سارے حالات سے لڑتے رہنا ہے۔

اور کیا لکھوں —— بہت سے پیار

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۰ مئی ۱۹۶۴ء

•

صنم کدہ۔ موشن پکچرز پروڈیوسر

۲۲۳ فیمس سائن بلڈنگ۔ مہالکشمی۔ بمبئی ۱۱

عزیز خدیجہ

تمہارے دونوں خط مجھے مل گئے تھے، شروع میں بڑی معروفیت رہی شوٹنگ کی وجہ سے، اُس کے بعد ہی میں نے تمہیں خط لکھا۔ اُسی دن جس دن جادو کو لکھا تھا، معلوم نہیں تمہیں کیوں نہیں ملا —— اس طرف بن صاحب سے جھگڑا ہو گیا۔ اُس کی الجھنوں میں رہا، آج جا کے بنا ہے۔

آجکل سلمان یہاں آیا ہوا ہے۔ میرا ارادہ اندور جانے کا ہو رہا ہے، غالباً ۲۸، ۲۹ تاریخ تک روانہ ہو سکوں۔ وہاں سے واپسی پر بھوپال ضرور آؤں گا۔

جادو کا مسئلہ میرے لیے عجیب بن گیا ہے، میں خط تو انہیں لکھوں گا ہی، البتہ بھوپال اس لیے اور بھی ضرور آؤں گا۔

سلمان تمہیں سلام لکھوا رہا ہے۔ تبّی کو پیار، اور تم کیسی ہو، خط لکھو، تمہیں کو وہاں اتنی معروفیت نہ ہوگی جسے عذر کے طور پر پیش کرو۔

اچھا پیار

تمہارا

جاں نثار اختر

۲۰ مئی ۱۹۶۴ء

●

۷۷۔ پریمامیہ ۔ ٹی۔پی۔ایس ۳
باندرہ بمبئی ۵۰

عزیز خدیجہ

تمہارے ہی پیڈ پر تمہیں خط لکھ رہا ہوں ۔ ابھی ابھی شوٹنگ سے واپس آیا ہوں ۔ سترہ تک یہ سلسلہ چلے گا ۔ ناگپور والوں کے دو ٹرنک کال اور دو رجسٹرڈ خط آچکے ہیں ۔ جواب لکھنے کی مہلت نہیں ملتی ۔ شام کو اتنا تھکا ہوا محسوس کرتا ہوں کہ کچھ کرنے کو جی نہیں چاہتا ۔ اُن کا مشاعرہ تیس مئی کو ہے ۔ اگر ہزار روپیہ بھیج دیئے تو چلا جاؤں گا ۔ حیدر آباد کے بلاوے کا ابھی تک کوئی ٹھکانا نہیں غالباً منسوخ ہوگیا ۔

کل صبح تمہیں تین سو روپیہ ‎5 x 2‎ سے بھیج رہا ہوں ۔ شوٹنگ میں پیسے کی بڑی کمی ہے ۔ کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا کیا جائے ۔

ساحر اٹھارہ کو واپس آجائیں گے ۔ چوبیس تاریخ تک گانا ریکارڈ ہونا ہے ۔ ظاہر ہے اتنا کم وقفہ ہے کہ رات دن ان کے پیچھے پڑنا ہوگا ۔ میں ۲۵ تاریخ تک تمہیں اور پیسے بھیج دوں گا ۔ یہاں دو سو روپے فرنیچر والے کو بھی دینا ہیں ۔ وہ پیر تک بھجوا دوں گا ۔

ناصرہ ایک دن نازل ہوئی تھیں، آب زمزم اور عرب کی کھجوریں لے کے ۔ وہ میں نے انھیں کے ساتھ واپس کردیں کہ جب خدیجہ آئے تو اُسی کو دینا، مجھے ان سے کوئی دلچسپی نہیں ہے ۔

اچھا، اب اجازت دو، بہت سے پیار لو، شاہد کا رزلٹ نقل کر کے تمہیں بھیج رہا ہوں ۔

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۳ مئی ۱۹۶۶ء

●

خدیجہ، آج صبح کی ڈاک سے تم کی رپورٹ بھی آگئی ۔ دونوں کی رپورٹ میں نے الماری میں رکھ دی ہیں ۔ ان کی نقل بھیج رہا ہوں ۔ راجیشور گردرائے پور میں تھے لیکن اُن کا تبادلہ اب

گوالیار ہوگیا ہے، آج صبح میں نے ان کے بھائی کو فون کیا تھا، ان کا خیال ہے کہ تعطیل شروع ہوچکی ہے، وہ رائے پور ہی میں ہوں گے۔ ان کا لڑکا بھی وہیں ہندی کا لکچرار ہے۔ بہرکیف میں رائے پور کا پتہ بھیج رہا ہوں۔ اگر ہندی کے پرچے کا سوال ہے تو تم راجیشور گرو کو خط لکھ دو (لکھنا ہندی میں) وہ شاید کچھ کر سکیں۔ تم نے یہ بات فون پر نہیں بتائی کہ کون سا PAPER خراب ہوا ہے اور کس کے پاس ہے۔

حسین کا ہاتھ آنا آسان نہیں، آج دوپہر انھیں فون کر کے دیکھوں گا اور اکرم کا پتہ مل گیا تو بھیج دوں گا۔

تمہارا لکھنؤ جانے کا کن تاریخوں میں ارادہ ہے، مجھے پشپا کا ٹیلیفون نمبر لکھ بھیجنا، صوفیہ کا پتہ بھی تمہیں بھیج رہا ہوں۔ T.M.O تمہیں آج مل جانا چاہیے۔

آج صبح کی ڈاک سے شفیقہ کا خط بھی آیا ہے، شیو منگل سنگھ سمن کے ابھی تک دستخط نہیں ہو سکے ہیں۔ تم شافی کو بلوا کر ان سے کہو کہ وہ ذاتی طور پر فارم لے کر (اور چاہئیں تو جہاں قدر کو بھی ساتھ لے کر) ایک دن کے لیے اجین چلے جائیں۔ محض ایک دستخط کی وجہ سے سارا کام رکا ہوا ہے اور کوئی ایسی بات نہیں جو قابلِ ذکر ہو۔

اچھا خدا حافظ۔ بہت سے پیار

تمہارا
جاں نثار اختر

۵ر جولائی ۱۹۷۲ء

●

۷۷ پریمالیہ۔ باندرہ
بمبئی ۵۰

پیاری خدیجہ

کل بھی تمہیں فون لگایا، رات کو کوئی ایک بجے لگا، گھنٹی بجتی رہی لیکن کسی نے نہ اٹھایا۔ چنانچہ کینسل کرنا پڑا۔ آج صبح سے ٹیلی فون لگا ہوا ہے، لیکن لائن ابھی تک درست نہیں۔

معلوم نہیں، تم بھوپال میں ہو یا لکھنؤ چلی گئیں۔ میں ایک مفصل خط تمہیں لکھ چکا ہوں۔ پرسوں سلمان کا خط آیا تھا، عنبرہ کے نام۔ وہ میں نے کھول لیا تھا اس میں تمہارے نام بھی خط ہے۔ وہ دونوں خط اس خط کے ساتھ بھیج رہا ہوں۔ اسے لکھ دینا کہ وہ پانچ جون تک بمبئی

آجائے۔

میری طبیعت بیچ میں تھوڑی سی خراب ہوگئی تھی، اب بھی کچھ یوں ہی سی ہے۔ مؤناتھ بھنجن کا تار آگیا تھا، کل صبح کاشی اکسپریس سے مؤناتھ بھنجن روانگی ہے۔ سترہ تک واپس آجاؤں گا۔

اور کیا لکھوں، امید ہے تم اور بچے اچھی طرح ہوں گے۔

میری طرف سے سب کو سلام اور پیار کہو۔

تمہارا
جاں نثار اختر

●

پیاری خدیجہ،

تم آتے ہوئے کیف بھوپالی کا کیا ہوا قرآن کا منظوم ترجمہ جو کتابی شکل میں شائع ہو چکا ہے، لیتی آنا۔ شرقی صاحب کے یہاں مل جائے گا۔

آفاق سے کہو کہ ان تمام فارم کی تکمیل کر کے سوسائٹی کا رجسٹریشن کروالیں، اُس میں مہینہ ڈیڑھ مہینہ لگ جائے گا۔ ہندی کے چھ ادیبوں کا ہونا اہم ہے۔ باقی پانچ اردو کے ادیب ہوں گے۔ نعیم کوثر اس سلسلے میں ان کے صحیح مددگار ثابت ہوں گے۔ میں غالباً اگست میں لکھنؤ مشاعرے کے سلسلے میں جاؤں گا اُس وقت واپسی پر بھوپال آؤں گا۔ تب تک یہ کارروائی مکمل ہو جانا چاہیے۔ بھوپال آنے پر میں سمن کو بھی اوجین سے بُلاؤں گا اور ہم دونوں مل کر کوشش کریں گے کہ شملہ ہل والی زمین سوسائٹی کو مل جائے۔

گیتونؔ کا مسئلہ جوں پڑا ہوا ہے۔ بہرکیف بقول صابر "خدا بڑا اچھا آدمی ہے" اس لیے فکر نہیں کرنی چاہیے۔

تم اپنے پہنچنے کی اطلاع تار سے یا فون سے دے دینا۔

سب کو سلام و دعا کہو۔ اور خود کو پیار۔

تمہارا
جاں نثار اختر

۲۱ر مئی ۷۲ء

●

ہلال منزل - ابراہیم پورہ

بھوپال (ایم۔پی)

ڈیر خدیجہ،

۱۳ کا ٹکٹ ممکن ہے، لیکن تیرہ کو چل کے ۱۴ کی صبح بمبئی پہنچنا اور ۱۵ کو پھر دہلی روانہ ہونا سراسر بے وقوفی نظر آرہا ہے۔ لہٰذا میں یہاں سے براہ راست دہلی جارہا ہوں۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ آج یا کل صبح نوشاد صاحب کو فون کروں گا۔

یوگی کا اگر فون آئے یا جے دیو کا تو انھیں بتادینا کہ وہ اُنیس کو آئیں گے۔

میں نے آج صبح تمہیں دو سو پچھتر کا منی آرڈر، تار کے ذریعہ روانہ کیا ہے۔ اس میں ۲۵۰ روپیہ تمہارے لیے ہیں۔ پچیس روپیہ عذرا نے شاہد کو بھیجے ہیں انہیں دے دینا۔

زینب کو تم جو غرارہ بھیجنے والی تھیں۔ وہ جب میں اپریل میں دہلی جاؤں گا تب لے جاؤں گا۔ اس مرتبہ شاید اُس سے مل بھی نہ سکوں۔ دہلی کہاں ٹھہروں گا۔ ابھی سوچا نہیں ہے۔ غالباً خواجہ احمد فاروقی کے یہاں ٹھہروں گا۔

امید ہے تم اچھی ہوگی۔ بچوں کو دعا

تمہارا

جاں نثار اختر

۱۰ مارچ ۱۹۷۵ء

لینن گراد

ڈیر خدیجہ،

یہ خط تمہیں بھوپال میں ملے گا، پرسوں ہم لوگ ماسکو سے لینن گراد آئے ہیں۔ کل پھر روانگی ہے۔ EREVAN جائیں گے وہاں سے تاشقند، سمرقند وغیرہ اور اُنیس تاریخ کو پھر ماسکو پہنچیں گے۔ تیئیس کو دہلی واپس ہوں گا اور ستائیس کو دوپہر کے ہوائی جہاز سے بمبئی جاؤں گا۔ بھوپال نہیں ٹھہروں گا۔ معلوم نہیں تم کنجی وہاں چھوڑ کر آئی ہو یا نہیں۔ تم بھی غالباً ستائیس کو بمبئی پہنچوگی۔

"پچھلے پہر" میرا نیا مجموعہ دہلی میں چھپا ہوا تیار تھا۔ جو تصویر شاہد صاحب کو بھیجی تھی اُس کا بلاک اچھا نہیں بن سکا اس لیے وہ نہیں شامل کی گئی ہے۔ ماسکو میں مریم سے ملاقات ہوئی تھی۔ انھیں اپنی نئی کتاب بھی دے دی ہے۔ شہر دونوں یعنی ماسکو اور لینن گراد دونوں بہت صاف

ستھرے اور خوبصورت ہیں۔ بس اتنے ساتھی ہوتے ہوئے بھی بعض اوقات تنہائی محسوس ہوتی ہے۔
تم اچھی طرح ہوگی۔ شاہد، تتی، فینی (البنیا) کو پیار۔

تمہارا
جاں نثار اختر

۱۱ر جون ۱۹۷۵ء

●

ایری وان۔ ارمینیا

ڈیر خدیجہ،

آج شام کے ہوائی جہاز سے ہم تاشقند جا رہے ہیں اور ۱۹ر کو دوبارہ ماسکو جائیں گے۔ یہاں کا موسم ہلکے جاڑوں جیسا ہے۔ تاشقند میں تو خاصی گرمی ہوگی۔ لینن گراد اور ایری وان انتہائی صاف ستھرے شہر ہیں۔ کیا مجال ایک تنکا سڑک پر پڑا دکھائی دے۔ لوگوں میں CIVIC SENSE حد سے زیادہ ہے۔ بہرکیف ان شہروں کی سیر نصیب ہوگئی یہ کم نہیں۔

ماسکو میں مریم سے ملاقات ہوئی تھی۔ تمہیں بھی پوچھتی تھیں۔ ظ۔ انصاری صاحب کے باقی تحفے تو پہنچ گئے، البتہ ان کا چیک اُن کے صاحبزادے تک نہیں پہنچ سکا۔ دہلی میں زینب ابھی تک نہیں آئی تھی، شاید واپسی پر ملاقات ہو، اس کے پیسے میں نے احسان کے پاس رکھوا دیئے تھے۔

کل تم بھوپال روانہ ہو جاؤ گی۔ یہ خط تمہیں ہلال منزل ہی کے پتے پر لکھ رہا ہوں۔ اس سے پہلے بھی ایک خط روانہ کیا تھا۔ دونوں خط تمہیں بھوپال پہنچنے پر ملیں گے۔

امید ہے تم سب اچھی طرح ہو گے۔ شاہد، تتی، البنیا کو دعائیں

تمہارا
جاں نثار اختر

۱۴ جون ۱۹۷۵ء

●
